

مقالاتِ حافظ محمود شیرانی

جلد دوم

اندو جان اور اس کے آواز و آوازے سخنِ معنایں

سر قلم

مظہر محمود شیرانی

مجلسِ ترقیِ ادب

کلب — روڈ — لاہور

مقالاتِ حافظ محمد شیرانی

جلد دوم

اردو زبان اور اس کے آغاز و ارتقاء سے متعلق مضامین

سرحدہ

مظہر محمد شیرانی

مجلس ترقی ادب

کلب۔ روڈ۔ لاہور

جنتی حقوق محفوظہ

طبع اول : جنوری ۱۹۶۶ء

تعداد : ۱۱۰۰

لاشر : سید امتیاز علی تاج، ستارہ امتیاز

ناظم مجلس ترقی ادب، لاہور

مطبع : شفیق پریس، لاہور

مہنگم : ایس۔ ایم۔ شفیق

قیمت : بارہ روپے

۱۹۶۹ء

جنتی حقوق محفوظہ

پبلشر

فہرست مضامین

صفحہ	نمبر شمار
۱	۱ - شمالی ہند میں اردو دسویں اور گیارھویں صدی ہجری میں
۷۲	۲ - دسویں صدی ہجری کے بعض جدید ذریعہ شدہ ریختے ...
۹۵	۳ - بکٹ نمبر چار افضل چوہانوی ...
۱۱۷	۴ - پنجاب میں اردو کی سرگزشت کا ایک فراموش شدہ ورق ...
	۵ - چار شاہ کے عہد میں پنجابی جنت فروشوں کے نساد پر مے نواستانی
۱۳۰	کا خمس ...
۱۴۶	۶ - دائرے کے مہدویوں کا اردو ادب کی تعمیر میں حصہ ...
۲۴۳	۷ - تاریخ غریبی ...
۳۵۱	۸ - اردو کی شاخ ہریانہ زبان میں تالیفات ...
۴۱۹	اشارہ ...
۴۵۴	صحت نامہ اصلاح ...

شمالی ہند میں اردو دسویں اور گیارہویں صدی ہجری میں

(از "اورینٹل کالج میگزین" ماہ مئی و اگست ۱۹۳۱ء)

(۱) اردو مغلوں کے دربار میں

ظہیر الدین محمد بابر (۱۵۱۹ء و ۱۵۳۰ء)

بابر جب ہندوستان آتا ہے تو اس کے لیے یہاں کی ہر شے دلچسپی کا موجب بن جاتی ہے؛ کیوں کہ ہندوستان کے رسم و رواج، نباتات و حیوانات و طرز معاشرت و دیگر امور اس کے اپنے وطن سے بالکل مختلف تھے۔ وہ ایک ذکی اور متجسس سیاح کی طرح یہاں کی ہر ادنیٰ اور اعلیٰ چیز میں دل چسپی لیتا ہے اور محظوظ ہوتا ہے، حتیٰ کہ وہ اس ملک کی زبان کو بھی نہیں بھولتا۔ وہ اپنی سوانح حیات یعنی 'بابر نامہ' میں بڑے شوق کے ساتھ ہندوستانی اشیاء کے نام دیتا ہے۔ جب وہ پہلی مرتبہ ہندوستان میں پھیرے لگتا ہے، واپسی میں اسے ایک مقام پر سینبل کا درخت نظر آتا ہے۔ بابر نے اب تک صرف اس کا ذکر ہی سنا تھا، دیکھ کر بہت خوش ہوا۔ 'بابر نامہ' میں لکھتا ہے:

"تعمیرت درخت سینبل شریفہ شدہ بود، درین منزل دیدہ شد۔ در دامن این کوہ درخت سینبل کمتر است یگان یگانے می شود بیشتر در دامنه کوہ ہائے ہندوستان درخت سینبل بسیار و کلان می شود۔"

(صفحہ ۳۷۰، بابر نامہ)

۱۔ 'بابر نامہ' دراصل ترکی زبان میں لکھا گیا تھا؛

(باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

نہ صرف خود دیکھ کر خوش ہوتا ہے بلکہ دوسروں کو بھی دکھاتا ہے اور مسرور ہوتا ہے۔ ایک مرتبہ جب گوالیر میں ہڑاؤ تھا، باہر ایک آبشار کی سیر کے لیے جو گوالیر سے چھ کوس پر جنوب مشرق میں واقع تھا، روانہ ہوتا ہے۔ جنگل میں آبنوس کے درخت نظر آتے ہیں وہ خوش ہو کر اپنے ہم راہی مغلوں کو جنھوں نے یہ درخت اب تک نہیں دیکھا تھا، بتاتا ہے۔ لکھتا ہے :

”درخت آبنوس را کہ اہل ہند تیندو گویند یہ مردے کہ ندیدہ
[بودند] بودہ شد۔“ (صفحہ ۲۲۶)

باہر ہندوستان کی ان اشیاء کے جو اس کی نظر میں عجیب تھیں، نام پوچھتا ہے اور پھر اپنی وقائع میں وہ نام درج کرتا ہے۔ اگرچہ ہندوستانی مخصوص اصوات تک اس کی رسائی نہیں ہے، وہ نازہ وارڈ مغل کے لہجے میں انھیں لکھتا ہے، یعنی ’گوڑیاں‘ کو ’گریاں‘، ’سدا بھل‘ کو ’سدا فل‘ اور ’بڈھل‘ کو ’ہدل‘ لکھ رہا ہے۔ اگرچہ ہندوستان میں وہ صرف چھ سال کی مختصر مدت کے لیے زندہ رہتا ہے اور اس مدت میں اس کی تمام توجہ اس ملک کی فتوحات اور انتظام پر مبہول تھی تاہم وہ یہاں کی زبان کے ساتھ کچھ نہ کچھ واقفیت ضرور حاصل کر لیتا ہے۔ وہ اس ملک کی بعض خصوصیات لسانی کا ذکر کرتا ہے۔ ایک موقع پر پنجاب کے چنگوعوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے :

”نام حاکم اہل والوس، نواحی آب سوہان، ملک ہست بود۔ نام اصلی او اسد بود و ہندوستانیایں ایں چنین حرکت را گاہے ساکن می خو اند، چنانچہ خبر را خبر می گویند، اسد را اسد گفته اند رفتہ رفتہ ہست شد۔“ (صفحہ ۱۳۱)

(صفحہ گزشتہ کا باقی حاشیہ)

اس کا فارسی ترجمہ اکبر کے حکم سے عبدالرحیم خان خاندانان نے کیا ہے ! میں اسی نسخے سے جو بمبئی میں چھپ چکا ہے، کلم لے رہا ہوں۔

دوسرے موقع پر آم کے ذکر میں بیان کرتا ہے :

”پکے ائبہ است ؛ اکثر مردم هندوستان بے را بے حرکت تلفظ می کنند۔“

یہ تلفظ پنجاب میں آج بھی رائج ہے ۔ ایک جگہ لکھتا ہے کہ
ہندوستانی شین کو سین بولتے ہیں :

”چوں اعل هندوستان شین را سین تلفظ می کنند۔“

اسی طرح کالے ہرن کے ذکر میں باہر کہتا ہے :

”ہندوستانیوں کلہرن می گویند ، دراصل کالا ہرن بودہ ، یعنی آہوے
میاد ، تحریف کردہ کلہرن گفتہ اند۔“

ان بعض امثال سے ظاہر ہے کہ باہر نے یہاں کی زبان سے والفت
حاصل کرنے کی ضرور کوشش کی ہے ۔ ’باہر نامہ‘ میں ذیل کے حیوانات
کے ہندی نام درج ہوئے ہیں :

(۱) ہاتھی ۔ کہتا ہے : ”پکے نول است ہندوستانیوں ہاتھی
میگویند۔“

(۲) کلہرن ۔ فارسی اور انگریزی ترجمہ ’باہر نامہ‘ میں کلہرا
مراوم ہے ، لیکن اصل ترکی ’باہر نامہ‘ میں کلہرن ۔
واجبوتانے کے مغربی حصے میں کالے ہرن کو آج بھی
’کالیڑا‘ کہا جاتا ہے ۔

(۳) ہنر ۔ جسے ترکی ’باہر نامہ‘ میں ہاندور لکھا ہے ۔

(۴) لنگور ۔ صرف فارسی ترجمے میں ملتا ہے لیکن اصل ترکی اور
اس کے انگریزی ترجمے میں یہ نام نہیں ملتا ۔

(۵) نیولے کو باہر نے نول کی شکل میں لکھا ہے ۔ ’خالق ہاری‘
میں نیول آیا ہے ع

کزدم بھو را سو نیول

مگر حکیم ہوسلی کی تصنیف ’رباض الادویہ‘ میں نول ہی تحریر ہے ۔

حکیم ہوسنی باہر اور ہاپوں کے معاصر ہیں ۔

- (۶) مور یعنی طاؤس
- (۷) گلہری
- (۸) ساروس
- (۹) ڈھینگ (ڈھیک)
- (۱۰) بھول بھکر
- (۱۱) چنگار کو باہر نے چنگو لکھا ہے : 'ریاض الادویہ' میں چنگو ڈڑی تحریر ہے ۔
- (۱۲) 'باہر نامہ' کے فارسی ترجمے میں 'مینا' اور 'ممولے' کے نام بھی ملتے ہیں مگر ترکی 'باہر نامہ' میں مذکور نہیں ۔
- (۱۳) گوڑیال کو گرہال کی شکل میں لکھا ہے ۔
- (۱۴) فارسی ترجمے میں کلنگہ بھی آتا ہے ۔
- (۱۵) کھول
- (۱۶) درختوں میں باہر سب سے پہلے آم کا نام لیتا ہے جسے اس کی پنجابی شکل میں لکھتا ہے اور کہتا ہے کہ ہندوستانی 'پ' کو بغیر کسی حرکت کے بولتے ہیں ۔ چون کہ یہ تلفظ برا معلوم ہوتا ہے اس لیے بعضوں نے اس کا نام نفزک لکھا ہے ۔

”چون بد تلفظی شود بعضی نفزک گفته اند، چنانچہ خواجہ خسرو گفته :

نفز کہ ما نفز کن بوستان نفز ترین میوهٔ هندوستان“

آم کا نام نفزک سلطان شمس الدین التمش نے لکھا ہے جیسا کہ ہمیں اس روایت سے معلوم ہوتا ہے جو شیخ نظام الدین اولیاء کے نام پر 'فوائد الفوائد' میں درج ہے^۱ ۔

۱۔ از آن سلطان شمس الدین فرمود کہ او وقتے در ہداووں آمد

نفز کے چند پیش او آوردند و آنها نفزک (باقی حاشیہ اگلے صفحے پر)

- (۱۷) کبلہ - باہر کہتا ہے کہ عرب سوز کہتے ہیں -
- (۱۸) املی - باہر نے انبلی لکھا ہے ، حکیم یوسفی املی لکھتے ہیں -
- (۱۹) مہوہ - جس کے لیے کہا ہے کہ اس کی لکڑی عبارت کے کام میں آتی ہے اور بدولوں سے شراب بنتی ہے -
- (۲۰) کھرنی جسے کرنی لکھا گیا ہے -
- (۲۱) جامن
- (۲۲) کمرک
- (۲۳) گدھل (گڑھل)
- (۲۴) بدھل (بڑھل)
- (۲۵) ہیر
- (۲۶) کروندہ
- (۲۷) پنیانہ
- (۲۸) گولر - جسے یہ تخفیف واو کر لکھا ہے -
- (۲۹) آنولہ - جسے آملہ لکھا ہے - 'ریاض الادویہ' میں 'آنولہ' مرقوم ہے -
- (۳۰) چروغی
- (۳۱) تارول - جسے اصل ترکی میں غالباً تحریر کیا گیا ہے -
- (۳۲) ناڑ - لکھا ہے کہ اس کے عربی کو 'ناڑی' کہتے ہیں -
- (۳۳) بجوڑ - کو بھوری لکھا ہے - معلوم ہوتا ہے کہ یہ پہل سرحدی علاقہ ہندوستان یعنی ہاجوڑ سے آیا ہے -

(صفحہ گذشتہ کا باقی حاشیہ) نیک شیرین باشد - چون بخورد گفت این را
 چہ گویند ، گفتند این را آم گویند ، مگر بزبان ترکی آم چہڑے قبھے وا گویند -
 سلطان فرمود این را نغزک باید گفت - چون این نام بر لفظ مبارک او
 رات ہمیں نام شد - (قوائد الفوائد ، صفحہ ۲۲۵ ، مطبع المطابع ، دہلی)

باجوڑ کا تلفظ ان اہام میں 'بیور' بغیر الف کے ہوتا تھا ،
اس لیے اس علاقے کے نام پر پھل کا نام بھی 'بیوڑہ' ہو گیا ۔
حکیم یوسفی انرج کے ترجمے میں 'بیورہ' کا لفظ لکھتے ہیں ۔
'مؤید الفضل' (نوشہ ۵۹۲۹) میں گوشت خرچ کا ترجمہ
بیوڑی کا گوندہ دیا ہے ۔

(۳۳) سنگترے کو باہر 'سنگتارا' لکھ رہا ہے جیسا کہ اصل ترکی
اور اس کے فارسی اور انگریزی ترجموں میں درج ہے ۔
'سنگترے' کا مروجہ نام 'رنگترہ' بہدشاہ (۵۱۱۳۱ و ۵۱۱۶۱)
کے عہد کی یادگار ہے ۔ اس بادشاہ نے اس کی رنگت پر
نظر کر کے کہا ہے کہ اسے رنگترہ کہنا مناسب ہے ۔

(۳۵) گل کلی

(۳۶) جنبیری

(۳۷) سدا پھل جسے 'سدا قل' فے کے ساتھ لکھا ہے ۔

(۳۸) 'امرد قل' یعنی 'امرت پھل'

(۳۹) کرنا

(۴۰) امل بید

(۴۱) کنیر

(۴۲) کیوڑا

(۴۳) 'کیشکی' جو صرف فارسی ترجمے میں درج ہے ۔

(۴۴) چمبہ

(۴۵) چنبیل

ہفتے اور مہینوں کے نام اصلی ترکی نسخے میں اس طرح درج ہیں :

سانچر ، اینوار ، سوموار ، مانگلوار ، بودوار ، پرہپاتوار ، سکروار ۔
چیت ، بیساک ، جشٹ ، اسارہ ، سلون ، بیادون ، کوار ، کاتک ،
پوس ، ماگہ ، بھاگن ۔

ان کے علاوہ ذیل کے اور ہندی اسما باہر نامہ میں ملتے ہیں :

(۱) چودھری - کلاتھراں و چودریاں

(۲) دوخت سینیل

(۳) جٹ و گوچر

(۴) ٹالک

(۵) سوالک پربت

(۶) گری ، یعنی گھڑی

(۷) پھر

(۸) گریال ، یعنی گھڑیال

(۹) گریالی ، یعنی گھڑیالی

(۱۰) رتی

(۱۱) ماشہ

(۱۲) ٹالک = (۳۳ رتی)

(۱۳) تولہ

(۱۴) سپر

(۱۵) من

(۱۶) مانی ، جو بارہ من کی ہوتی ہے

(۱۷) میناسہ ، جو سو مانی کا ہے

(۱۸) ٹالک

(۱۹) لک ، یعنی لاکھ

(۲۰) کروڑ

(۲۱) ارب

(۲۲) کرب ، یعنی کھرب

- (۲۳) نیل
- (۲۴) ہدم
- (۲۵) سانک ، یعنی سنگھ
- (۲۶) دیولیاں ، یعنی مشعلیں
- (۲۷) اندھی ، یعنی آندھی
- (۲۸) ”دای۔ بااصطلاح ہندوستان چہ کلائے زینہ دار را ’دای‘ گویند۔“
- (۲۹) جاشنی گیر۔ اس کے لیے کہتا ہے ”مردم ہندوستان ہنگول را جاشنی گیر میگویند۔“
- (۳۰) تیندو
- (۳۱) ہتھ پول کے معنی ہوں دے ہیں : ”پول را ہاتھی گویند ، دروازہ را پول ، ازیں جہت ہتھ پول میگویند۔“
- (صفحہ ۲۲۴)
- (۳۲) ہاتر
- (۳۳) ڈاک چوکی
- (۳۴) چوکنڈی ، یعنی چوکنڈی
- (۳۵) گول ککری
- (۳۶) کھار
- (۳۷) دون : ”بہ زبان ہندوستان چٹکار را دون‘ میگویند۔“
- (صفحہ ۱۷۹)
- یہ تمام الفاظ جو میں نے درج کیے ہیں ، سوائے ایک آدھ کے سب کے سب آج بھی اردو میں موجود ہیں ، اس لیے ہم اس قیاس کے مرتب کرنے میں حق بجانب ہیں ، کہ اردو زبان ان اہام میں بالعموم بولی جا رہی ہے۔ جس طرح بعد میں انگریز نووارد ہندوستان آکر
- ۱۔ گھائی اور پہاڑی راستہ ۔

اردو سیکھنے پر مجبور ہوتے ہیں جسے وہ 'زبان ہندوستان' اور 'زبان مور' یعنی مسلہائی زبان کے نام سے یاد کرتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں کہ نووارد مغلوں کو بھی اسی طرح اس زبان سے واسطہ پڑا ہے۔

باہر نے ہندوستان آکر اس زبان سے کسی قدر آشنائی ہم پہنچائی ہے۔ اس کا ثبوت اس کے دیوان سے بھی ملتا ہے۔

کتب خانہ رام پور میں باہر بادشاہ کا ایک مختصر ترکی دیوان ہے جو اڑتیس صفحات پر مشتمل ہے۔ ہر صفحے پر تیرہ یا بارہ سطریں ہیں۔ دیوان کی ابتدا میں ایک ترکی مثنوی ہے جو خواجہ عیہد اللہ احرار کے 'رسالہ والدیہ' کا ترجمہ ہے۔ اس کے بعد متفرق ترکی اور فارسی قطعات و آیات ہیں۔ حاشیے میں مرثوم ہے :

”حررہ باہر دوشنبہ ۱۵ ربیع الآخر ۱۰۹۳ھ۔“

حاشیے پر ایک ترکی رباعی مرثوم ہے۔ شاہجہان بادشاہ نے اسی حاشیے پر لکھا ہے کہ یہ ترکی رباعی اور اسم مبارک تحقیقاً حضرت فردوس مکنی یعنی باہر بادشاہ کے اپنے قلم کا نوشتہ ہے۔

الغرض یہ دیوان باہر کی ہندوستان کی کہانی ہے اور اسی سرزمین میں مرتب ہوا ہے۔

ڈاکٹر ڈینی سن واس نے ۱۹۱۰ء میں اس دیوان کا عکس اور سن رسالہ ایشیاٹک سوسائٹی بنگال میں شائع کر دیا ہے۔ دیوان کے صفحہ ۶۶ پر ہم کو شعر ذیل نظر آتا ہے :

محکا نہوا کچھ ہوس مانک و موتی

قرا علیغہ بس بولقو سینور باقی و روتی

ہاں مصرع تو بالکل صاف ہے جسے آج کل ہم یوں لکھیں گے :

”مجھ کو نہ ہوئی کچھ ہوس مانک و موتی“

یعنی مجھ کو لعل اور موتیوں کی آرزو نہیں ہے۔ دوسرے مصرعے کے معنی ڈاکٹر ڈینی سن واس نے یوں بیان کیے ہیں :

”فتیروں کے لیے صرف روٹی اور پانی کفایت کرتے ہیں۔“

ڈاکٹر ذہبی سن راس اپنے دیباچے میں اس شعر کے متعلق لکھتے ہیں :

”اس شعر میں ہم اردو اور ترکی زبانوں کا ایک شعر معمولی اتحاد مشاہدہ کرتے ہیں۔ فارسی اور اردو کے مخلوط اشعار ایک زمانے میں نہایت عام تھے جن سے ریختہ کی اصطلاح جس نام سے برائی اردو شاعری معروف ہے، رواج پزیر ہوئی۔“

اکبری دور

جلال الدین اکبر ۱۵۶۳ء میں تخت نشین ہوتا ہے اور بہ حساب سینہ قمری نصف صدی سے زیادہ عرصے تک سلطنت کر کے ۱۶۰۶ء میں وفات پاتا ہے۔ اکبر آٹھ نو سال کی عمر میں ہندوستان آ جاتا ہے اس لیے اس کو ہندوستانی زبان سے واقفیت حاصل کرنے کا بہت موقع ملتا ہے۔ ترکی اس کی گھریلو زبان تھی، فارسی ۔ تکلف بولتا تھا لیکن اس کو مکتبی تعلیم کا کوئی موقع نہیں ملا۔ خود اس کا فرزند جہانگیر اس کو اسی کہتا ہے :

”ہا آنکہ اسی بودند از کثرت محالست با دانایان و ارباب فضل دو گفتگو ها چنان ظاهر می شد کہ هیچ کس سے ہامی بودن ایشان ہی برد۔“ (صفحہ ۱۴، توژک جہانگیری)

ابوالفضل کا بیان ہے کہ دیوان حافظ روان پڑھ سکتا تھا۔ لیکن عبدالقادر بدایونی میر عبداللطیف غزوینی کے ذکر میں گویا ہے کہ بادشاہ نے ان سے دیوان حافظ کے چند سبق لیے تھے :

”بادشاہ پیش ایشان سبغے چند از دیوان خواجہ حافظ وغیر آن خواندہ اند۔“ (منتخب التواریخ، صفحہ ۳۱۲، نولکشور)

یہی بدایونی دوسرے موقع پر لکھتا ہے کہ اکبر نے ’صرف ہوائی‘ کی تعلیم شیع مبارک سے لی ہے :

”و ہمدان ایام از شیخ مبارک تعلیم صرف ہوائی گرفتند۔“ (صفحہ ۲۲۵، منتخب التواریخ)

اکبر کے استادوں میں ہدایوں نے اخوند عبدالقادر کا بھی ذکر کیا ہے۔ اس سلسلے میں جہانگیر نقیب خان مورخ مشہور عہد اکبری کا بھی نام لیتا ہے جس سے اکبر نے ابتدائے جلوس میں کچھ پڑھا ہے۔ اسی لیے نقیب خان کو اخوند کے نام سے نکارا جاتا تھا :

”در ابتدائے جلوس پیش او بعضے مقدمات خواندہ بودند ، بدین تقریب او را اخوند مخاطب ساخته می فرمودند۔“

(صفحہ ۱۲ ، توزک جہانگیری)

لکھنے کی بھی بہت کم عادت تھی۔ ”شرفنامہ تہجوری“ جس کی کثابت مولانا شیر علی نے ۸۷۶ء میں کی تھی اور کمال الدین بھڑاد نے اس کی تصویریں تیار کی تھیں ، یہ نسخہ مولانا کمال الدین حسین انصاری نے اکبر کی خدمت میں پیش کیا۔ اس نسخے کے پہلے صفحے پر ایک جگہ لفظ ”فرورددین“ لکھا ہوا ہے۔ جہانگیر نے اس کے متعلق یہ لکھا ہے کہ یہ لفظ حضرت عرض آستانہ یعنی اکبر بادشاہ کے ہاتھ کا توشہ ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ اکبر کو لکھنے پڑھنے کی بہت کم عادت تھی ، لیکن تعلیم یافتہ فرمے کی رات دن کی صحبت نے اس کو اس قدر چلا دے دی تھی کہ اس کی بے علمی کا راز کسی پر نہیں کھلنا تھا۔

اکبر کی ہندی دانی کے متعلق اگرچہ کوئی معاصر شہادت ہمارے پاس موجود نہیں ہے لیکن اسے وجوہ کثرت سے موجود ہیں جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ وہ ہندی زبان سے بخوبی واقف تھا۔ اس کے عمل میں رانیاں تھیں جن سے بات چیت کرنے میں ترکی اور فارسی زبانیں بے فکر تھیں۔ اس کے علاوہ ہندی موسیقی سے اس کی دل چسپی ، ہندی مثنویوں اور شاعروں کی سرپرستی ، برہمنوں کی جماعت کا اس کے دربار میں رسوم ، ہندو علوم و فلسفہ میں اس کا ذوق اور سنسکرت کی کتابوں کا فارسی زبان میں ترجمہ کروانا وغیرہ امور ثابت کرتے ہیں کہ وہ اس عہد کی سروجہ زبان یا زبانوں سے بخوبی واقف تھا۔ یہی نہیں بلکہ اسے نئی نئی اختراعات اور نئے نئے نام رکھنے کا بھی بہت شوق تھا۔

سلطان شمس الدین التمش نے لفظ 'آم' کے ذم کے چلو کا لحاظ کر کے اس کا نام 'نوزک' رکھا تھا ؛ بعد بن تغلق نے لفظ 'خرگاہ' کے لفظی معنوں کا خیال کر کے نیا نام 'خرمگاہ' رکھا تھا ؛ اکبر بادشاہ نے اسی طرح فارسی میوہ 'کیلاس' کا جس کے معنی ترکی زبان میں بد قول جہانگیر چھپکلی کے ہیں ، نام بدل کر 'شاہ آلو' رکھا تھا ۔ جہانگیر اپنی توزک میں لکھتا ہے :

”مراد از شاہ آلو کیلاس است ۔ چون کیلاس بہ کیلاس کہ از نامہای چلیاسہ است مشتبه می شد حضرت والد بزرگوارم آفرآ شاہ آلو نام کردند ۔“ (صفحہ ۵۵ ، توزک)

اور ابوالفضل کہتا ہے :

”کیلاس کہ خدیو عالم بہ شاہ آلو نامور ساختند ۔“ (آئین اکبری ، جلد اول ، صفحہ ۵۱)

اکبر نے ہاتھی کی 'اندھیاری' کا نام 'اجپالی' رکھا ۔ ابوالفضل کہتا ہے :

”گیتی خداوند اجپالی نام نہاد ۔“ (صفحہ ۹۹ ، جلد اول ، آئین اکبری)

اسی طرح حلال خور کا نام خاکروب رکھا ۔ ابوالفضل کہتا ہے :

”خاکروب : در هندکناس را حلال خور نامندے ، گیتی خداوند بدین نام روشناس گردانیدہ۔“ (صفحہ ۱۰۷ ، آئین اکبری)

خاکروب آج بھی بولا جاتا ہے ۔

پانچویں فارسی سہنے کا نام 'سر داد' ہے ، اکبر نے اس میں ایک الف کا اضافہ کر کے اس کا نام 'اسر داد' رکھا ۔ اس میں جو خوبی پیدا ہو گئی ہے وہ ہندی لفظ 'اسر' کے لحاظ سے ہے جس کے معنی غیر فانی ہیں ۔ 'اسر داد' اکبر کے عہد کے تمام ماہواری سکوں اور تھریروں میں ملتا ہے بلکہ جہانگیری و شاہ جہانی سکوں پر بھی نظر آتا ہے ۔

'کونگ' جو فارسی زبان میں سرخ رنگ کے گھوڑے کو کہتے ہیں ،

اکبر نے 'کرنک' کے کف کو سین سے بدل کر 'سرنک' بنا لیا۔
یہ اصلاح ایسی مقبول ہوئی کہ آج بھی سرنک ہی بولا جاتا ہے۔

اونٹ کی کانٹھی اکبری کی ایجاد ہے (صفحہ ۱۱۰، آئین) کانٹھی زین کے مقابلے میں لمبی ہوتی تھی۔

ہاتھی کے آنکس کا نام 'کچ باگ' رکھا؛ آئین اکبری میں لکھا ہے :
"گیتی خداوند کچ باگ نام نہاد۔" (صفحہ ۱۰۰، جلد اول)

ہاتھی کے ایک خاص طرز کے شامیانے کا، جو عود اکبری کی ایجاد ہے، میگہ ڈنبر نام رکھا گیا۔

اکبری عہد سے قبل چیتے کے شکار میں قاعدہ تھا کہ ہرن ہرن ہر بدیک وقت ایک ہی چیتا چھوڑا جاتا تھا جو ایک ہرن مار سکتا تھا؛ اکبر نے اس میں یہ اضافہ کیا کہ دس دس بیس بیس چیتوں کو لے کر انہیں الگ الگ گھات کے مقامات میں بٹھا دیا۔ جب ہرنوں کا گلہ زدہ میں آیا اس وقت چاروں طرف سے چیتے ان پر چھوڑ دیے گئے۔ اس طرح ایک ہی وقت میں کثرت سے ہرن مارے جا سکتے تھے۔ اس نئی وضع کے شکار کا نام اکبر نے 'چتر مندل' رکھا تھا۔ کیونتر کے ایک خاص رنگ کا نام جو زرہی اور امیری کے بین بین ہوتا ہے 'زمیری' رکھا گیا۔ ابوالفضل کہتا ہے :

"زمیری رنگست میان زرہی و امیری، گیتی خداوند این نام برنہاد۔"
(صفحہ ۱۷۵)

اسی طرح ازرق بھی جو زرد اور بخودی کے ماہین ہوتا ہے، اکبر کا رکھا ہوا نام ہے :

"ازرق رنگست میان زرد و بخودی چہاں شہر یار بدین نام خواند۔"
(صفحہ ۱۷۶، آئین)

خضری بھی اکبر ہی کا دیا ہوا نام ہے جو سبز اور عودی کے درمیان ہے :

"خضری میان سبز و عودی کشور خدا این نام گوید۔" (صفحہ ۱۷۶)

'سرمک' کے لئے بھی جو سرمئی اور مکی کے ماہین ہے، ابوالفضل کہتا ہے :

”شہر یار این نام بر نہادہ۔“ (صفحہ ۱۷۶)

چندل مندل ایک نیا کھیل ہے جسے سولہ آدمی بیٹھ کر کھیلتے ہیں
اکبر کی ایجاد ہے۔ (صفحہ ۱۷۸)

علیٰ ہذا کنجری کے لیے ابوالفضل گویا ہے کہ :

”گہیان خدیو آترا کنجی برخواند۔“ (صفحہ ۲۰۳)
یہ نام آج بھی برقرار ہے۔

یہ بعض امور نہ صرف اکبر کی ایجاد پسندی کی دلیل ہیں بلکہ
اس کی ہندی دانی کی بھی شہادت دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ اکبر نے
اپنے سکوں ، بندوبنوں اور جانوروں کے بھی جدا جدا نام رکھے تھے :
چنانچہ اس کی چھٹی بندوب کا جس سے اس نے ایک ہزار انیس جانور
شکار کیے تھے ’سنگرام‘ نام تھا۔ ایک سو ایک تولہ وزنی اشرفی کا
نام ’سہنسہ‘ اس کے نصف کا ’رہس‘ چہارم کا ’آئکہ‘ اور پانچویں حصے
کا ’بست‘ نام تھا۔ روپے کے نصف کا نام ’درب‘ ، چوتھائی کا ’چون‘ ،
پانچویں کا ’ہاتلو‘ ، آٹھویں کا ’ہٹل‘ ، دسویں کا ’دسا‘ سولہویں کا ’کلا‘
اور ہسویں حصے کا نام ’سوکی‘ تھا۔

نئے نام رکھنے کے لیے اس کا غلو اس قدر بڑھ گیا تھا کہ رات
دن کی ہوشاک کے معمولی ہندی فارسی ناموں کی بجائے جو کثرت
استعمال سے زبان زد خاص و عام ہو چکے تھے ، جدید نام رائج کرنے کی
کوشش کی ، اگرچہ قبول عام کا خلعت ان کو نہ مل سکا۔ میں بعض کا
جہاں ذکر کرتا ہوں۔

جامہ جو آج کل صرف دولہا کی ہوشاک مانا گیا ہے ، اس وقت
درباری لباس تھا۔ اکبر نے اس کا نام ’سرب گچی‘ رکھا۔

ہاجامے یا ازار کے لیے نیا نام ’یار پراہن‘ مجبوز کیا ؛ نیم تنہ یا
صدری کے لیے ’تن زیب‘ پسند کیا۔ لٹکی کا نام ’ہت گت‘ ، برقع کا
’چتر گت‘ ٹوپی کا ’سپس سوہا‘ عورتوں کی مویاف کا ’کس گن‘
پٹکے کا ’کت زیب‘ شال یا دو شالے کا ’ہرم نرم‘ اور ہشمیے کی ایک

خاص قسم بودک کا نام 'ہرم گرم' رکھا؟ جوئے کا لیا نام 'چرن دھرن' نکلا اور کپور دھور کا جو ثبت میں بنا جاتا تھا دنیا نام 'کپور نور' مقرر ہوا۔ اکبری کی اس ایچ کے لیے جو زیادہ تر برہمنی اثرات میں تھیں ابوالفضل لکھتا ہے :

”گیتی خداوند پوششہا را نامے دیگر نہادہ گوش را بتازہ فروغے اور آئین ساخت۔“ (صفحہ ۷۷ جلد اول)

اکبری کے دربار میں ہندوستان کے ہر صوبے کے آدمی موجود تھے۔ پنجاب، سندھ، گجرات، بعض حصہ دکن، بنگالہ، بہار اور ہندوستان اس کے قبضے میں تھے؟ بگل، ایرانی، تورانی، عرب، افغان اور ہندی اس کی ملازمت میں تھے؟ ہر مذہب کے پورو اس کے دربار میں موجود تھے۔ دفتر کی زبان فارسی تھی لیکن دربار میں خالی فارسی سے کام نہیں چل سکتا تھا۔ اس موقع پر ہمیں بغیر ایک عالمگیر ہندی زبان کے وجود کے ماننے کے چارہ نہیں ہے جس میں راجپوتانے کے راجا، کابل کے پٹھان، گجراتی، سندھی، بنگالی، دکنی اور ہندوستانی و پنجابی گفتگو کر سکیں۔ ابوالفضل کے بعض اشاروں سے پایا جاتا ہے کہ کوئی نہ کوئی ایسی زبان ضرور موجود ہے جسے وہ زبان روزگار، زبان ہندی وغیرہ ناموں سے یاد کرتا ہے۔ اب ہم اس زبان کے متعلق زیادہ قطعی معلومات حاصل کرنے کے لیے آئین اکبری کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ یہ تصنیف اکبری عہد کے دربار اور ضوابط اور ہندوستان کے حالات و اوضاع کے واسطے ایک پس پنا ذخیرہ معلومات ہے، اور ۱۰۰۰ھ میں تالیف ہوئی ہے۔

”آئین اکبری“ کی دوسری جلد میں ابوالفضل بیان کرتا ہے کہ ہندوستان میں ایسی بولیاں جن کو ہندوستانی پر بنائے ادنیٰ تفاوت آپس میں سمجھ سکتے ہیں، بے شمار ہیں، لیکن ایسی زبانیں جن میں مغائرت نام ہے، حسب ذیل ہیں :

(۱) زبان دہلی	(۲) بنگالہ	(۳) ملتان	(۴) مارواڑ
(۵) گجرات	(۶) بلتکانہ	(۷) سرھٹ	(۸) گرناتنگ

(۹) سند (۱۰) افغانان شال جو سندھ و کابل و قندھار کے مابین بولی جاتی ہے۔ اس سے مراد پشتو ہے۔ (۱۱) بلوچستان (۱۲) کشمیر۔

زبان دہلی میں ابوالفضل غالباً اردو یا ہندی کو شامل کر رہا ہے۔ وہ اس زبان کو مختلف ناموں سے پکارتا ہے، کبھی زبان ہندی کہتا ہے مثلاً کہتا ہے :

”ہانچک دشتی بہ زبان ہندی اوہلہ۔“ (صفحہ ۱۵، جلد اول)
کبھی زبان روزگار :

”ایں را بہ زبان روزگار دوسن خوانند۔“ (صفحہ ۱۱۸، جلد اول)
کبھی ہندوی :

”نسخہ ضبط را کہ بہ ہندوی غمرہ گویند۔“ (صفحہ ۲۳۱)
ایک جگہ زبان وقت لکھا ہے :

”غزانہ دار بہ زبان وقت قولہ دار گویند۔“ (صفحہ ۱۳۱)
ایک موقع پر عرف ہندوستان کہا ہے :

”یہاںچہ حساب کہ بہ عرف ہندوستان بھی گویند۔“ (صفحہ ۲۳۱)
ایک مقام پر ہندوستانی لکھا ہے :

”مسنگ ہندوستانی مٹر گویند۔“ (صفحہ ۲۳۰)

ایک مقام پر زبان زد روزگار لکھ دیا ہے :

”کلا انت، زبان زد روزگار بھی ہمزہ واو بیشتر۔“

یعنی صحیح کلا۔ انت ہے لیکن عوام کی زبان پر کلا۔ انت ہے۔
کبھی بدین زبان کہہ دیا ہے، مثلاً عبا برداروں کے بیان میں لکھتا ہے۔

”طائفہ چوبدستی دارند و بدین زبان لکڑایت گویند۔“ (صفحہ ۱۳۷)

ایک موقع پر بدجای زبان سے مقابلے میں دیار دھل کے نام سے یاد کیا ہے، مثلاً ’جدا کردن ترقہ از طلا‘ کے آئین میں لکھا ہے :

”آن بستہ طلا باشد بیزبان پنجاب کیل نامند و در دھار دھل پنجر
برخوانند۔“ (صفحہ ۱۹ ، جلد اول)

آئین اکبری میں ہندی الفاظ و اصطلاحات کثرت سے آئی ہیں
لیکن ان کا استعمال ضرورتاً ہوا ہے ، یعنی اس لیے کہ ان کا مرادف
اصل فارسی زبان میں موجود نہیں ہے ۔ ابوالفضل ایسے ہندی الفاظ
جن کے لیے فارسی میں لفظ موجود ہیں ، کبھی نہیں لکھتا ۔

سب سے بیشتر میووں کے نام دیے جاتے ہیں ۔ اس فہرست سے
میں نے غیر ہندوستانی میوے مثلاً خربزہ ، بادام ، کشمش ، انکور اور
سب وغیرہ کے نام جو فارسی الاصل ہیں ، اگرچہ آج بھی اردو میں
مستعمل ہیں ، خارج کر دیے ہیں ۔

شیریں : (۱) انب یعنی آم (۲) اناس (۳) کنولا
(۴) اوکبہ (گنا) (۵) کنٹھل (۶) کیلا (۷) بیر
(۸) انبرت پھل (شریفہ) (۹) سدا پھل (۱۰) کھجور
(۱۱) کھرنی (۱۲) مہوا (۱۳) ڈیپھل (۱۴) آوسیرا
(۱۵) تیندو (۱۶) انکوہل * (آلکوہل) (۱۷) ڈیلا * (۱۸) گولا
(۱۹) بھولسری (۲۰) ترکل * (۲۱) پنیالہ (۲۲) لہسورا
(۲۳) گنبھی (۲۴) کرھری (۲۵) تروی (۲۶) ہنگہ
(۲۷) گولر (۲۸) پیلو (۲۹) برؤتہ (۳۰) پیار

کھٹ مشھے : (۳۱) انیل یعنی امل (۳۲) ہڈھل (۳۳) کمرک
(۳۴) نارنگی (ابوالفضل اس کو ہندی لفظ تسلیم کرتا ہے) (۳۵) جامن
(۳۶) پھالسد یعنی فالسد (۳۷) کروندا (۳۸) کیت (۳۹) کالکو
(۴۰) پاکر یعنی پاکھل یا پاکڑ (۴۱) کرنا (کھٹا) (۴۲) لیپیرا
(۴۳) چنہیری (۴۴) گرتہ ۔

۱ ۔ رنگرہ ۔ ۲ ۔ ایک قسم کا جنگلی گھیا ۔ ۳ ۔ پہاڑی درخت
کا نام جس کا پھول زرد اور سرخ اور بڑا ہوتا ہے ۔ ۴ ۔ تاڑ کا میوہ ۔
۵ ۔ لہسوڑہ کی قسم ۔

کھٹے : (۳۵) لیمو (۳۶) لبل بیت^۱ (بید) (۳۷) کھگی
(۳۸) گھپ^۲ (۳۹) جھورا (۵۰) آٹولہ

خشک میوے : (۵۱) ناریل^۳ (۵۲) پنڈکھجور (۵۳) اخروت
(اخروٹ) (۵۴) جرولیجی (۵۵) کسمپان (۵۶) سو پھاری یعنی
چھانیا (۵۷) گول گتھہ -

میوے جو پکا کر کھائے جاتے ہیں : (۵۸) ہل ول^۴
(۵۹) تری (۶۰) کیدوری^۵ (۶۱) سینب (سب) (۶۲) بیٹھہ
(۶۳) کریلہ (یکسر را) (۶۴) ککوروہ (۶۵) کچالو (۶۶) چچینڈا
(۶۷) سورن (۶۸) گاجر (۶۹) سنگپارہ (۷۰) سالک
(۷۱) پنڈالو (۷۲) سیالی (۷۳) کسیرو -

اس فہرست میں کل ۷۳ الفاظ ہیں ؛ میں نے امتحاناً ان الفاظ کو
ہلٹ کی ہندوستانی ڈکشنری اور فرہنگ آصفیہ میں تلاش کیا ،
اکثر الفاظ مل گئے لیکن یہ الفاظ جو تعداد میں بارہ ہیں ، نہیں ملے :
ڈپہل ، اوسیرا ، انگوہل ، پنکھ ، گھپسی ، کرہری ، پروتہ ،
کالکو ، گھپ ، گول گتھہ ، سیالی ، گولہ -

جب تہتر میں سے سائید الفاظ اردو زبان کے ذخیرے سے
مل رہے ہیں تو ظاہر ہے کہ ابوالفضل جسی زبان کو زبان ہندی و زبان
روزگار کہہ رہا ہے اس سے اس کی مراد بھی اردو زبان ہے -

ابوالفضل نے پھولوں کی دو قسمیں کی ہیں ؛ پہلی تقسیم میں
خوشبودار پھولوں کا ذکر کیا ہے ، دوسری میں خوش رنگ پھولوں کا ؛
میں اسی ترتیب سے یہاں درج کرتا ہوں -

خوشبودار : (۱) سیوی (۲) چنبیلی (۳) رای ہل (۴) مونگرا
(موگرا) (۵) چنبہ (۶) کیشک (۷) کپڑا (۸) چلتہ (چلتا)

۱ - ایک ہل - ۲ - ایک قسم کا ترش پھل جس کا اکثر چورن بناتے ہیں -
۳ - درخت - ۴ - ایک قسم کی ترکاری جو تری سے چھوٹی ہوتی ہے -
۵ - ہول اور پوکھرا بھی کہتے ہیں -

(۹) گلال (۱۰) تسبیح گلال (۱۱) بولسری (۱۲) سنگار ہار
یعنی ہار سنگار (۱۳) کوزہ (۱۴) ہالڈل (۱۵) جوہی -
(۱۶) نواری (۱۷) کونہ (۱۸) کھور بیل -

خوش رنگ : (۱۹) کنول (۲۰) گلڈھل (گڑھل) (۲۱) وٹن منجی
(۲۲) کیسو (ڈھاک) (۲۳) کنیر (۲۴) گدم (۲۵) ٹاک کیسر
(۲۶) سرین (۲۷) سربکھنڈی (۲۸) کرونہ (۲۹) دوپہریا
(۳۰) بیون چمپا (بیچمپا) (۳۱) مدرسن (سکھوسن) (۳۲) سینیل
(۳۳) وٹن مالا (۳۴) سون زرد (۳۵) مالتی (۳۶) کرن پھول
(۳۷) گریٹل (۳۸) جیت (۳۹) چنبیلہ (۴۰) لاهی (۴۱) دھنترا
(۴۲) کنگلائی (۴۳) سرس (۴۴) من -

مولانا نظام الدین ہمدین قوام بن رسم المعروف بد کڑی الیاحی نے
جو گجرات کے باشندے ہیں ، ۸۴۸ھ میں اپنی لڑھنگ ہر الفصائل لکھی
ہے ، اس میں پھولوں کے سبب ذیل نام دیے ہیں :

(۱) انار (۲) بالا (۳) بانسہ (۴) بیری (ابوالفضل کے
ہاں باہڑی) (۵) بدل (ابوالفضل کے ہاں ہالڈل) (۶) بیل
(۷) بولسری (ابوالفضل کے ہاں بولسری) (۸) تلسی (۹) کیوڑہ
(۱۰) چای (۱۱) چنبہ (۱۲) جوہی (۱۳) دونہ (۱۴) ڈیلہ
(ابوالفضل کے ہاں درختوں میں) (۱۵) رای چنبہ (۱۶) رای بیل
(۱۷) بسنت (۱۸) سرکھنڈ (ابوالفضل کا سربکھنڈی)
(۱۹) کیسو (۲۰) سنووریہ (۲۱) سیولی (۲۲) کرنی (ابوالفضل
کا کونہ) (۲۳) کنیر (۲۴) کتنن والو (۲۵) مروہ
(۲۶) سنگار ہار (۲۷) گل نیم روز (ابوالفضل کا دوپہریا)
(۲۸) مالتی (مالتی؟) -

مولانا نظام الدین کی فہرست کے نصف سے زیادہ نام ابوالفضل کی
فہرست میں موجود ہیں۔ مختلف فیہ الفاظ پر ہم اس وقت نظر نہیں
ڈالتے ، بالفضل اسی قدر کہنا کافی ہے کہ جو الفاظ ان دونوں فہرستوں
میں مشترک ہیں وہ درحقیقت ایک ہی ذخیرہ زبان سے تعلق رکھتے ہیں۔

باوجودیکہ ان مؤلفین کے درمیان ایک سو چونتیس سال کا دراز زمانہ حائل ہے؛ پہلا گہرات سے تعلق رکھتا ہے، دوسرا ہندوستان سے، تاہم صاف واضح ہوتا ہے کہ دونوں اسی ایک زبان سے خوشہ چینی کر رہے ہیں۔

عاریق اور دوسرے کلموں کی لکڑی کے نام آئین میں یوں دیے ہیں :

انبیل - کھیر - کھرنی - پرسہ - سین - جینٹھ - کھرہر - مہوا -
چندنی - پہلائی - رکت - چندن - چمری - سیسوں - پتنگ - ساندن - دھو -
آنولہ - سال - نیپ (نیم) - مین - ببولہ - ساگون - بیسار - پلو - توت -
یان براس - سرس - سیسوں (شیشم) - چھوکنز - دومی - ہلدی - کیم -
جامن - بڑ - فراس - کھندو - چنپا - پیر آنب - پاری - دیار - کنبہیر -
جیشہ (چیڑ) - پیل - کٹیل - کردین - پلاس - سنہل - بکائین - لہسوا -
اند - ہساکہ - رہیرا -

عاریق اشیاء و پیشہ ور : چونہ - قلمی - گلیخ - کوکہ -
کھپرل - ہانسی - پتل - سرگی پونہ - چھپر - ہنسی - ڈاہہ - موج -
سن - لک - گیرو - ہانسی - ٹراشی - پاتل بند - لکھیرا -

مختلف مخلوق کے نام : مولک - مسور - مولہ - جواری - مٹر -
اژد - السی - سرسوں - تل - کرور - اڑہر - میتھی - چیتہ - کنگنی -
سانواں - اجوائن - گیرو - لہسہرہ - سانونگ - منلوہ -

ترکازیوں کے نام : سورہ - ہالک - چوکا - بٹہرہ - چولائی -
کنکچہرو - دنور پتو - اہلہاک - ہوسی - لیندس - کچرہ -

کھانوں کے نام : خشکھ - کھچڑی - تھولی - چکھی - پت
(از مولک و ماش و نخود و عدس مشر و جز آن سرانجام ہاں)، ساک
(مختلف سبزیوں کا) - جلوہ - تھولی - زہرہراں - قیمہ ہولاؤ - شہ
(نیم سیر برج یک سیر قنود دہ سیر گوشت سیرو پیاز دو سیر روغن زرد)

۱ - از ۷۰ نام سازند سقلا از و پوشند صاف کردہ ۔

غرا (گوشت)	میدہ	روغن	نخود	سرکہ	قدہ
۸۱۰	۸۴	۸۰۱	۸۰۱	۸۱	$\frac{1}{8}$
لحمہ شلہ - حلیم - منبوسہ - بریان - پختی - کیاب - مشن - دو پیازہ - قلیہ					
دم پخت - منبوسہ (گوشت)	۸۱۰	جفراٹ	روغن	پیاز	
		۸۱۰	۸۱		$\frac{1}{8}$

زنالہ لباس اور زیور :

انگیا - پوشواز - لہنگا - ڈنڈیا -

سسی بھول - مانگ (مانگ پر لگاتے ہیں) - کوٹ پلاڈو (پیشانی کا) - سہرا - بندلی (پیشانی) - کھنٹلا (کان) - کرن بھول - درجید (حلقہ گوشت) - بھل بٹے (ازے تا اوپر بند) - بالی (حلقہ باسروا رید) - چنپاکلی (درہنا گوشت) - مور بھنور - بھر - بھولی (بٹنی) - نتہ - گلوند (گلو) - هانس (طوق گلو) - کنکن - کجرہ - جوق (هائہ کا) - باھو - چور - چوری (ے تار) - بازوبند - ٹاڈ (پازو) - انگولھی - کٹ میکھلا (زریں کمر) - جیسر - پائل - گھونگرو - بھوا -

ہم اس بیان کا ایک اور بیان ہے جو زیور کے متعلق ہے ، جد امین کجراتی کی 'یوسف زلیخا' سے مقابلہ کرتے ہیں - اتنا یاد رکھو کہ 'آئین' ۱۰۰۲ء میں لکھی جا رہی ہے ؛ 'یوسف زلیخا' ۱۱۰۹ء میں عہد اورنگ زیب عالم گیر ختم ہوئی ہے - جد امین نے حسب ذیل زیور و لباس دیے ہیں -

سسی بھول - ٹوکا - بھر - کن بھول (یعنی ابوالفضل کا کرن بھول) - بھول پالیاں - موغن مالا - کٹھ مالا - چنپاکلی - چندن ہار - دگدگی - زو کمر یعنی ابوالفضل کا کٹ میکھلا - بازوبند - چوڑا - جہانگیریاں ہونہیاں - انگولھی - آرسی - کجریاں - انوٹ - بیچھوڑے - اوڑھنی (ابوالفضل کی ڈنڈیا) - تلک - سروال -

دولوں مصنفین میں اگرچہ ایک صدی کا تقدم و تاخر ہے تاہم
 محمد امین کے ہاں نصف سے زیادہ الفاظ ابو الفضل کے الفاظ سے مل رہے ہیں۔
 باوجودیکہ ابو الفضل زیور کا متصل بیان دے رہا ہے اور ہر قسم کا زیور
 بیان کرتا ہے! محمد امین صرف ایک محمل بیان پر کفایت کرتا ہے، یعنی
 اس زیور کا بیان کرتا ہے جس کو ایک گجراتی رئیس زادی کسی قریب
 کے موقع پر بین کر باہر جاتی ہے۔

دیہی حساب کی بعض اصطلاحیں یہاں ذکر ہوتی ہیں :

کتکوت - ہٹائی - کھیت ہٹائی - لانگ ہٹائی (نصل کاٹ کر ڈھیر یوں
 میں تقسیم کر لی، پھر گھر لے جا کر دانے نکالے) تھابہ دار - پٹواری -
 منڈوی - خسره - فوطہ دار - بی - بیاباش - جریب - بیگہ - بسوہ -
 سوانسہ - تسوانسہ - ہٹوانسہ -

اقسام زمین : بولج (جو ہر سال ہوتی جائے) - ہروٹی (گائے ماہ
 ہوتی) - چجر (تین چار سال کے بعد) - پنجر -

سواریاں : سنگاس - چوڈال - ڈولی - ہل - گھڑ ہل - ہاتکی - رتھ -

ہندوستانی کھڑے کے نام : انہری - مٹی پوری - ٹاٹ بند -
 لادہ - مار - تیر - چوتار - مامل - ٹنکبہ - سریصاف - گنگاچل - بھیروں -
 سین - جھونہ - اٹان - اساولی (ساوری) - پنجتولیہ - سالو - ڈوریہ -
 سیلہ دکھنی - دویٹہ - جھونہ - چھیت - سلاہٹی - برم - برم - چیرہ برم
 نرم - جامہ وار برم نرم - برم گرم - کٹاس - پھوک - درمہ - پٹو -
 ریوکار - لونی - کبیل -

ہتھیاروں کے نام : کھانڈہ - گہنی - عسا - جیدھر - کھپوہ -
 ہاتک - چنبوہ - کٹارہ - نرسنگ - موٹہ - ڈاڈی - برجھہ - سانگ - سینٹھی -
 سیلڑہ - گپتین - جگر بولہ - ترنگالہ - گپتی کارد - قعچی کارد - کمتھ -
 گوہن - کجیاگ - ڈھال - کھیرہ - الاانہ - گھوکھی - کھوکھوہ -
 کوتھی - انگڑ کبہ - بھنجو - راک - کٹھ سوہا -

شکار کی اصطلاحات

کھیدہ^۱ : گرمی کے موسم میں سوار اور پیادے مع ڈھول اور تقارے کے ہاتھیوں کے بن میں جاتے ہیں اور شور و غل مچاتے ہیں۔ جنگلی ہاتھی چمک چمک کر ادھر ادھر بھاگتے ہیں۔ آخر ٹھک کر آرام لینے کے لیے درختوں کا سایہ تلاش کر لیتے ہیں۔ اس وقت جو لوگ پہلے ہی سے چھپ کر درختوں پر بیٹھے ہیں، بھاری بھاری رسوں سے ہاتھی کو درخت سے پاندہ دیتے ہیں۔ یہ شکار 'کھیدہ' کہلاتا ہے۔

چور کھیدہ میں یہ ہوتا ہے کہ ہاتھو ہاتھی کو جس پر مہاوٹ چھپ کر لیٹا ہوا ہے جنگلی ہاتھی کے مقام پر لے جاتے ہیں۔ جنگلی ہاتھی اس اجنبی جانور کو دیکھ کر لڑنے آتا ہے۔ عین لڑائی کے وقت جب غبار کثرت سے اڑنے لگتا ہے، مہاوٹ اٹھ کر کھند اور رسوں کے ذریعہ سے جنگلی ہاتھی کو گرفتار کر لیتا ہے۔

چنے کے شکار میں سب سے پہلے اس کی 'آکھر' کی تلاش کی جاتی ہے۔ 'آکھر' وہ مقام ہے جہاں جانور آ کر آرام لیتا ہے اور سرگرمی کرتا ہے۔ چنے کی 'آکھر' کے لیے ایک درخت بھی ضروری ہے جس سے روزانہ آ کر وہ اپنی کمر کھچلاتا ہے اور اسی مقام پر سرگرمی کرتا ہے۔ اس جگہ 'اودھی' بنا دی جاتی ہے۔ 'اودھی' ایک خاص پوش کڑھا ہوتا ہے۔ جیتا جب 'آکھر' پر آتا ہے 'اودھی' میں گر جاتا ہے اور گرفتار کر لیا جاتا ہے۔ چنے سے تین طرح شکار ہوتا ہے :

(۱) ابرگٹھی : جس میں قریب سے چنے کو ہرن دکھا کر چھوڑ دیتے ہیں۔

(۲) دگٹھی : جس میں ہرن ناصیے پر ہوتا ہے اور چیتا گھات کرنا ہوا اس تک پہنچنے کی کوشش کرتا ہے۔

۱۔ ہاتھیوں کے پکڑنے کے لیے مشرق پاکستان، آسام اور برما میں اب بھی 'کھیدہ' رائج ہے اگرچہ اس میں کافی تبدیلیاں آ چکی ہیں۔ آج کل گڑھے کا طریقہ زیادہ استعمال ہوتا ہے۔ (مرتب)

(۴) مہاری : اس میں ہوا کا رخ بجا کر چہنے کو گھات میں پلٹا دیتے ہیں اور چہنے کی کڑی سمت مخالف میں لے جاتے ہیں۔ ہرن چمک کر وہی سمت اختیار کر لیتا ہے جدھر چیتا ہے۔ آخر مارا جاتا ہے۔

گھٹا ہیرہ : رات کا شکار ہے۔ اس میں یہ ہوتا ہے کہ آدمی اپنے ہاتھ میں ایک چوڑا ٹوکرا یا ڈھال لے لیتا ہے جس کی اوٹ میں چراغ روشن ہے۔ دوسرے ہاتھ سے گھنٹی بجاتا ہے۔ گھنٹی کی آواز پر اور روشنی کو دیکھ کر جانور پاس آ جاتے ہیں۔ گھات والا آدمی جو پاس ہی ہوتا ہے جانور کو تیرے مار لیتا ہے۔

تھانگی : ایک اور شکار ہے ! اس میں آدمی دیوانوں کی طرح حرکتیں کرنے لگتا ہے۔ وحشی جانور اسے دیکھنے آتا ہے ! اتنے میں گھات والا شکاری جانور کو مار لیتا ہے۔

بوکارہ : اس میں شکاری دو طرفہ فاصلے فاصلے پر چھپ جاتے ہیں، پھر ہرن گھیر کر ان پر لانے جاتے ہیں۔ آج کل یہ شکار مول کا شکار کہلاتا ہے۔
ڈلاؤن : یہی اسی سے ملتا جاتا ہے ! اس میں صرف دو شکاری حصہ لیتے ہیں۔

اجارہ : اس میں شکاری اپنے جسم کو سبز شاخوں سے ڈھک لیتا ہے اور شکار کے راستے پر بے حس و حرکت کھڑا ہو جاتا ہے۔ وحشی جانور قریب آ جاتا ہے اور مارا جاتا ہے۔

ٹھکی : میں یہ ہوتا ہے کہ ایک آدمی گھوڑے پر سوار اپنے آپ کو زخمی ظاہر کرتا ہے۔ ہان کی ہنک جسم پر اس طرح کرا لیتا ہے کہ خون معلوم ہوتا ہے۔ زخمی کو دیکھ کر جنگلی جانور اس کے گرد مٹلانے لگتے ہیں ! گھات والے شکاری انہیں مار لیتے ہیں۔

ہاتھی کا سامان

دھرنہ : ہاتھی کی بھاری زنجیر جس میں ساٹھ کڑیاں ہوتی ہیں اور ہر کڑی وزن میں تین تین سیر کی ہوتی ہے۔ اس سے ہاتھی کا پاؤں باندھا جاتا ہے۔

آٹو : یہ دونوں اگلے پاؤں کی زنجیر ہے ۔

بیڑی : دونوں پھلے پاؤں کی زنجیر ۔

گندہ بری : آٹوں کی طرح ہے ۔

بلند : یہ ہاتھی کو بھاگنے سے روکتی ہے اور خود شاہی ایجاد ہے ۔

لوہ لنگر : جب ہاتھی قابو سے باہر ہو جاتا ہے اس وقت سہاوت اس کے ذریعے سے ہاتھی کو روک سکتا ہے ۔

اندھیری : وہی جس کا نام بادشاہ نے اجبالی رکھا ہے ۔

دلہنی : زیبائی کی رس ۔

لاور : دم سے گلے تک بالندھی جاتی ہے ۔

گدیلہ ، گدوئی : دم کی زنجیر ہے ؛ پٹل کی بنی ہوئی ہے ۔

پہوہ : پھلی رس ۔

چوراسی : ہاتھی کے گھنگرو ۔

پٹ کچھہ : کمر کی زنجیر جس میں گھٹنے بندھے ہوتے ہیں ۔

ہاکہر : ہاتھی کی زرہ ۔

کچ جھنپ : پوش جو ہاکہر کے اوپر ڈالی جاتی ہے ۔

میگہ ڈنیر : ہاتھی کا شامیانہ ، بادشاہی ایجاد ہے ۔

کچ ہاک : یعنی آنکس ۔

گچڈ : دو شاخہ نیزہ ہے جو ہتھوں کے پاس رہتا ہے اور ہاتھی

کے بے قابو ہونے کی حالت میں استعمال ہوتا ہے ۔

۱ - وہ کے بیلوں کے گھنگروؤں کے لیے بھی 'چوراسی' کا لفظ

استعمال ہوتا ہے ۔ ایک چڑے کی بیٹی پر گھنگروؤں کی تین یا زائد

لفظیں لگی ہوتی ہیں ۔ دو چار گھنگروؤں پر 'چوراسی' کا اطلاق نہیں ہوتا ۔ (ص ۲۵)

جگاٹ : گچھ کی طرح کی چیز ہے ۔

پنگری : لوہے یا پتیل کے حلقے جو ہاتھی کے دانتوں میں
چڑھائے جاتے ہیں ۔

چھٹلا : ہاتھی کے پہلو پر لٹکایا جاتا ہے ۔

ہاتھی کے غدست

مہاوت : جو ہاتھی کو چلاتا ہے ۔

بھوق : جو دم کے پاس بیٹھتا ہے ۔

میٹھ : گھاس لاتا ہے اور ہاتھی کے ہانڈھے اور کھولنے میں
امداد دیتا ہے ۔

جہازی اصطلاحیں

تندول : ملاحوں کا اتسر ۔ اس لفظ کی موجودہ شکل ٹنڈیل ہے ۔

پنڈاری : سامان جہاز کا نگران ۔

کرانی : جہاز کا مشین ۔

پنجری : نگران ۔

گنتی : خلاصی جو جہاز میں سے ہائی نکالتا ہے ۔

آئین اکبری سے جو ذخیرہ بیان پیل کیا گیا ہے وہ کسی اور اکیلی
کتاب سے نہیں مل سکتا ۔ متفرق الفاظ کا ایک حصہ میں نے یہ خوف
طوالت مضمون ترک کر دیا ہے ۔ اس فہرست سے ہم کو اس عہد کے
میوے ، درختوں ، پھولوں ، غلوں ، ترکریوں ، کھانوں ، کپڑوں ،
منہیاروں ، زنانہ زیوروں کے نام اور عمارت و دیہی اشیاء ، شکر اور جہاز
کی بعض اصطلاحات معلوم ہوتی ہیں ۔ ان الفاظ کا ایک بڑا حصہ آج بھی

۱ ۔ 'پنگری' ہندی میں جوڑی کو کہتے ہیں ؛ اس کا اسم مکبر

'پنگڑ' اردو میں بھی استعمال ہوتا ہے ؛ پنجابی کا لفظ 'ونگ' بھی یہی چیز

ہے ؛ انگریزی (Bangle) بھی اس کے قریب ہے ۔ (مرتب)

اردو زبان میں مستعمل ہے۔ اس سے ہمیں اردو کی قدامت کا پتا لگتا ہے۔ اس فہرست کا ایک حصہ آج بالکل متروک ہے اور یہ ہونا بھی چاہیے۔ ہم نے پرانے اوضاع زندگی کو غیر یاد کہہ دیا ہے اور نئے طور و طریق اختیار کر لیے ہیں۔ قدیم طرز زندگی کے ساتھ پرانی اصطلاحات کا مفقود ہو جانا بھی ضروری ہے۔ مثلاً شکار ہی کو لیجیے: ان ایام میں اس کا دار و مدار تیر کہاں پر تھا، اس لیے اس زمانے کے شکار کے داؤ گھات بالکل مختلف تھے، لیکن بدوق کے رواج نے اس سلسلے میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر دیا ہے۔ شکار کی پرانی اصطلاحات مثلاً 'گھٹنا میرہ'، 'ہوکارہ'، 'تہانگی' اور 'ٹھگی' ہے آج کون واقف ہے۔

ہاتھی کی سواری بھی ہم ایک عرصے سے ترک کر چکے ہیں۔ آج کل ہائیسکلوں اور موٹروں کا دور دورہ ہے۔ دنیا ٹوب ٹاٹر، بریک، مذکورہ وغیرہ جدید اصطلاحات سیکھ رہی ہے۔ اس زمانے میں 'دھرنہ'، 'لوہ لنگر'، 'گچ جھنپ'، 'میکہ ڈبیر' وغیرہ جو ہاتھی کے سامان کی پرانی اصطلاحیں ہیں، کون یاد رکھتا ہے۔ لیکن جن امور میں ہم اب تک اسلاف کے نقش قدم پر چل رہے ہیں، ان کی اصطلاحات جوں کی توں ایسی تک زندہ ہیں۔ مثلاً دیہی معاملات میں پٹواری، خسہ، جی، بٹائی، کنکوت وغیرہ کی مصطلحات آج بھی رائج ہیں۔

آخر میں میں صرف دو لفظوں کے متعلق کچھ کہنا چاہتا ہوں۔ ان میں پہلا 'کروائی' ہے۔ آئین اکبری میں یہ لفظ یہ معنی منشی جہاز آیا ہے۔ ق زمانہ 'کروائی' بہ کسر کاف بولا جاتا ہے اور منشی دفتر کے علاوہ طنزیہ طور پر ہندوستانی عیسائیوں کے لیے بھی مستعمل ہے، بلکہ جی معنی اب زیادہ مشہور ہیں۔ عیسائیوں کے سلسلے میں اس لفظ کا رواج گزشتہ صدی سے تعلق رکھتا ہے جب ہندوستانی عیسائی برہمنوں کے رعایت مذہب سرکاری دفاتر میں ترجیحاً ملازم رکھے جانے لگے۔

دوسرا لفظ 'میٹ' یا 'میٹھ' ہے جو مزدوروں سے کام لیتا ہے اور عام طور پر ان کی نگرانی کرتا ہے؛ اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ انگریزی سے ہماری زبان میں آیا ہے۔ آپ انگریزی لفظ Mate سے واقف ہیں؛

ادھر آئین اکبری میں ہمیں 'میلہ' (بہ کسر مجہول میم و سکون ہائے تختانی و فتح تائے فوقانی ہندی و عاے غنی) ملتا ہے جس کا کام ہانہی کو گھاس ڈالنا اور اس کے کھولنے اور باندھنے میں مدد دینا ہے۔ جب یہ لفظ ہماری زبان میں موجود ہے تو میں یہ عرض کروں گا کہ ہم اس کو انگریزی کی طرف منسوب کرنے میں حق بجانب نہیں ہیں۔

نورالدین جہانگیر (۱۵۶۵ء و ۱۵۹۲ء)

جہانگیر ترکی زبان نہایت آسانی سے بولتا اور لکھتا تھا مگر فارسی سے اس کو زیادہ مزاوالت تھی۔ اسی زبان میں اس کو تعلیم ملی تھی اور اسی زبان میں اس نے اپنی سوانح حیات یعنی توڑک جہانگیری لکھی ہے۔ اس کی ہندی دانی کے متعلق اگرچہ ہمیں کوئی تاریخی بیان نہیں ملتا لیکن ہمارے پاس ایسے وجوہ موجود ہیں جن سے پتا چلتا رہے کہ وہ اس زبان سے پوری پوری واقفیت رکھتا تھا۔

وہ راجا بہارا مل والی انہیر کی دختر کے بطن سے پیدا ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس کی ابتدائی پرورش ایک ہندی ماں اور اس کے ہندی ملازمین کے آغوش میں ہوئی ہے۔ جہانگیر نے اپنی توڑک میں ہندی الفاظ کا کثرت سے استعمال کیا ہے بلکہ اگر غور سے دیکھا جائے تو متعدد مقامات پر اس تالیف میں ہندی زبان کا ہر نو نظر آتا ہے۔ میں یہاں صرف چند مثالوں پر قناعت کرتا ہوں :

”او زہد زہد آن غنولان را در ہلے کہ دائرہ کردہ بودند درمی آورد۔“ (صفحہ ۱۰۳، توڑک جہانگیری)

اس مثال میں 'زہد زہد' اردو کے روز مرہ 'مارے مارے' کا ترجمہ معلوم ہوتا ہے یعنی مارے مارے ان کو ان کے ڈیروں تک بھکا دیا۔ ایک اور مثال ہے جس میں جہانگیر ہیرو یا لیل سرخ کا ذکر کرتا ہے :

”وقتے کہ در مستی است ، سرخ سرخ است ، گویا کہ تمام را بہ مرجان مرجع ساختہ اند۔“ (صفحہ ۱۰۵)

یعنی جب مستی میں ہوتا ہے لال لال نظر آنے لگتا ہے ۔
ایک مثال میں سوائی ملتا ہے :

”یکے بھول ہکار است ، کشمیریان سوتلو میگویند ، از طاؤس مادہ نیم
سوائی خرد تر می باشد۔“ (صفحہ ۳۳۸)

دوسرے موقع پر لکھا ہے :

”از سنگدان شیر مار مراد است۔“ (صفحہ ۹۰)

اس میں شیر مار بالکل اردو کی ترکیب ہے ؟ شیر زن یا شیر افکن
چاہیے نہا ۔

ایک اور مثال سنئے :

”در بندبختانہ کثوری بر چشم من بسته بودند۔“ (صفحہ ۸۸)

اس جملے میں کثوری کا ترجمہ نہیں کیا گیا ہے ۔

درہا کے ذکر میں جہانگیر لکھتا ہے :

”و موجہای کلان کلان بنظر درآمد۔“ (صفحہ ۲۳۰)

یعنی بڑی بڑی موجیں نظر آنے لگیں ۔ اس میں کلان کلان کی
تکرار اردو روزمرہ ہے ۔ یہی روزمرہ ایک اور مثال میں یوں آیا ہے :

”بے تکلف از شکارهای خوب خوب است۔“

یعنی اچھے اچھے شکاروں میں ہے ۔

جہانگیر ہاؤ بہ معنی ربع یا چوتھائی بے تکلف استعمال کر جاتا ہے ۔
روزانہ کوچ میں جس قدر مسافت طے ہوا کرتی ہے ، اس کے سلسلے میں
ہاؤ کثرت سے لایا گیا ہے : مثلاً :

”دوازدهم بعد از قطع چہار کروہ و یک ہاؤ شاہر موضع چہہاری
منزل گشت۔“ (صفحہ ۱۵۲)

”چہاردهم کوچ دست داد چہار کروہ و یک نیم ہاؤ قطع بمودہ موضع
بابلی محل اقامت کردید۔“ (صفحہ ۱۵۳)

لہذا ہم بعد از قطع دو کمرہ و سہ نیم پاؤ موضع امریا منزل
گشت۔“ (صفحہ ۱۷۳)

جد روپ ایک گسائیں تھا جو اجین کے جنگل میں رہتا تھا۔ جہانگیر
کو اس سے ملنے کا عرصے سے اشتیاق تھا۔ ایک مرتبہ اسے آگرے
بلانا چاہا لیکن اس کی تکلیف کے خیال سے یہ ارادہ ترک کر دیا۔
جلوس کے گیارہویں سال جب خود جہانگیر کا گزر اجین سے ہوا،
تہا جا کر گسائیں جی سے ملا، اور پھر ستھرا میں دوبارہ ملا لیکن
ہمیشہ تنہا ملا۔ اب ظاہر ہے کہ گسائیں جی سے گفتگو ہندی زبان
میں ہوتی تھی۔ جب اودے پور کے رانا امر سنگھ نے جہانگیر کی اطاعت
قبول کر لی ہے اور اپنے ولی عہد راج کتور کون سنگھ کو دوبار
میں بھیجا ہے، بادشاہ اس کے ساتھ بڑی مہربانی سے پیش آیا اور جب
تک کون دوبار میں رہا، جہانگیر روزانہ اس کو کھانے اور سوغات
دیتا رہا۔

ایک دن شکار میں اسے اپنے ساتھ لے گیا اور جب ایک شیری
نظر آئی، جہانگیر نے جسے اپنی نشانہ بازی پر پورا پورا تاز تھا، کون
سے پوچھا کہ کہو اس جانور کے کون سے مقام پر گولی ماروں؟
کتور نے کہا کہ آنکھ میں ماروئے۔ جہانگیر نے آنکھ میں گولی ماری
اور شیری دم توڑ کر ٹھنڈی ہو گئی۔

”کون را ہم راہ بردہ ازو پرسیدم کہ ہر جائے اورا کہ بگونی
بر حکم یزیم۔ بعد از قرارداد تفتک را بہ جانب چشم او سر راست
کردہ آتش دادم۔ اللہ تعالیٰ بکرم خود مرا ازای راجہ زادہ
شرمندہ ساخت و چنان چہ قرارداد بود درمیان چشم او زدہ اورا
انداخت۔“ (صفحہ ۱۳۰)

یہ زبان جس میں جہانگیر گسائیں جد روپ ساکن اجین اور
اودے پور کے راج کتور کون سنگھ سے گفتگو کرتا ہے، ہم کہتے ہیں
اردو کے سوا کوئی اور زبان نہیں ہو سکتی۔
جہانگیر اکثر امور میں اکبری روایات کو زندہ رکھتا ہے۔

جس طرح اکبر جیڑوں کے نئے نئے نام رکھنے کا شائق تھا ، یہ وصف ایک حد تک جہانگیر کی ذات میں بھی موجود تھا ۔ بلکہ اکبر کے رکھے ہوئے نام اس کے زمانے میں بھی رائج ہیں ۔ چنانچہ ’ہرم نرم‘ نورک جہانگیری میں بار بار ملتا ہے ۔

شاہ آلو کی وجہ تسمیہ میں جہانگیر لکھتا ہے :

”مراد از شاہ آلو کیلاس است ؛ چون کیلاس بہ کیلاس کہ از نامہای چلپاسہ است مشتبہ می شد حضرت والد بزرگوارم آنرا شاہ آلو نام کرد ۔“ (صفحہ ۵۵)

جہانگیر نے فارسی محاورے خون کشیدن یعنی قصد کھلوانے کے لیے لیا نام ’سبک شدن‘ تجویز کیا ہے ؛ لکھتا ہے :

”خون کشیدن را اگر سبک شدن می گفته باشند بہتر خواهد بود ۔“ (صفحہ ۱۱۰)

چنانچہ اس کی تصنیف میں بعد میں سبک شدن ہی آتا ہے ۔

ایک تیوہار جو قدیم ہے ’آب ہاشی‘ کہلاتا تھا ، ’گلاب ہاشی‘ کہلایا :

”جیاس گلاب ہاشی کہ از زمان قدیم باب ہاشی مشہور است از رسوم مقررہ پیشہان است منعقد گشت ۔“ (صفحہ ۱۳۰)

’کردی‘ ایک قسم کا بے آستین دگلا ہوتا ہے جو قبا کے اوپر پہنا جاتا ہے اور ران تک آتا ہے ، اس کا لیا نام نادری مقرر ہوا :

”دگلہ نادری کہ بر بالائے قبا پوشند درازی قد آن از کمر ہا ہان سرین و آستین ندارد ۔ پیش آن بہ تکمہ بستہ می شود مردم ولایت آنرا کردی میگویند من نادری نام نہادم ۔“ (صفحہ ۱۹۰)

اشکن ایک کشمیری میوے کا نام ہے ، جہانگیر نے اس کا نام ’خوشکن‘ رکھا :

”حکم فرمودم کہ بعد ازین اشکن را خوشکن می گفته باشند ۔“ (صفحہ ۳۰۹)

ٹیری کا نام 'بد آواز' رکھا گیا :

”ٹیری کہ من او را بد آواز نام کرده ام۔“ (صفحہ ۳۱۱)

جہانگیر جمعرات کے دن کو مبارک سمجھتا تھا اور بدہ کے دن کو منحوس ! اس لیے پہلے دن یعنی جمعرات کا نام مبارک شنبہ رکھا گیا ہے اور بدہ کا نام گم شنبہ ۔ اپنی توزک میں لکھتا ہے :

”چون درین پنج شنبہ بعضے از خصوصیات دست بزم داده بود ، اول آنکہ روز جلوس من بود دیگر آن کہ شب برات بود دیگر روز راکھی بود کہ نزد ہنود از روزهای معتبر است ، بنا بریں یہ سعادت این روز را مبارک شنبہ نام نهادم روز چہارشنبه بچان رنگ کہ مبارک شنبہ بہ من لیک افتادہ است این روز برعکس بہ من افتادہ است ، بنا بران نام این روز شوم گم شنبہ نهادم کہ دائم این روز از چہان گم باد۔“ (صفحہ ۱۹۱)

جب شاہجہان بغاوت کرتا ہے اس کا نام بے دولت رکھا جاتا ہے :

”حکم فرمودم کہ بعد ازین اورا بدولت گفتہ باشند۔“

(صفحہ ۲۵۳)

جہانگیر کو نام رکھنے کا شوق اس حد تک تھا کہ اس نے درختوں تک کے نام رکھے ہیں ۔ ایسی مثال تاریخ میں بہت کم ملے گی ۔ کشمیر میں اس نے ایک باغ روح افزا نامی لکایا تھا ! اس میں شاہ آلو کے چار درخت تھے ، ان درختوں کے یہ نام تھے :

شیریں ہار ، خوش گوار ، پرہار ، کمتر ہار ۔ شہزادہ خرم یعنی شاہجہان کے باغ میں اسی شاہ آلو کا ایک درخت تھا ، اس کا نام 'شاہوار' رکھا گیا ۔ باغچہ عشرت افزا میں ایک اور درخت تھا جس کا نام 'نوبار' تھا ۔

شاہی خاصہ ہاتھیوں کی ٹولی میں ہر ہر ہاتھی کا جدا جدا نام رکھا جاتا تھا ۔ ان ہاتھیوں کے ناموں کی پوری فہرست اگر آج موجود ہوتی بہت طویل ہوتی ! میں صرف انہی ناموں پر کفایت کرتا ہوں

جن کا توزک میں جہانگیر نے اتفاقہ ذکر کر دیا ہے :

(۱) رتن گج : راجا رتن پسر راجا بھوج ہاڈا نے تین ہاتھی جہانگیر کی نذر کیے تھے ! ان میں سے ایک بادشاہ کو بہت پسند آیا ، اسے شاہی خاصہ ہاتھیوں کے حلقے میں داخل کیا اور اس کا نام رتن گج رکھا ۔ توزک میں لکھا ہے :

”یکے ازاتھا بغایت پسند افتاد ، در سرکار پانزدہ ہزار روپیہ قیمت نمودند و داخل قیلان خاصہ شد و نام او را رتن گج نهادم“
(صفحہ ۶۶ توزک)

(۲) جنت جیت : جو کشور خان کو انعام میں دیا جاتا ہے :

”بہ عنایت اسب عراقی از طوبہ“ خاصہ و خلعت و قبل خاصہ جنت جیت نام نوازش یافتہ ۔“
(صفحہ ۸۲)

(۳) ہنسی بدن : اسلام خان نے بتکالی سے بھیجا تھا :

”قبلیے ہنسی بدن نام کہ اسلام خان از بتکالہ فرستادہ بود بہ نظر درآمدہ داخل قیلان خاصہ شد ۔“
(صفحہ ۱۱۶)

(۴) کچھی : ایک ہارے کئے نے اسے کاٹا تھا ، ایک ماہ بعد مر گیا :

”شعبے سک دیوانہ بجای بستن یکے از قیلان خاصہ کچھی نام درآمدہ ۔“
(صفحہ ۱۱۸)

(۵) فتح گج : شاہزادہ خرم یعنی شاہجہان کو اودے پور کی مہم پر بھیجنے وقت مرحمت ہوتا ہے :

”و قبل فتح گج نام خاصہ مع تلایر و اسب خاصہ و شمشیر مرصع و کھبہ مرصع مع بھول کٹارہ بدو مرحمت نمودم ۔“
(صفحہ ۱۲۵)

(۶) عالم گان : رانا اودے پور کا بہترین ہاتھی تھا :

”در حدین وقت قبل عالم گان کہ لیاقت خاصہ شدن داشت از نظر اشرف گذشت ۔“
(صفحہ ۱۶۷)

(۷) روپ سندو : شاہزادہ پرویز کے لیے دیا گیا :

”و فیل خاصہ روپ سندو نام بہت فرزند پرویز فرستادہ شد۔“

(۸) رن راوت : راجا سورج سنگھ نے نذر کیا :

”راجا سورج سنگھ در ہمیں روز فیلے کلانے رن راوت نام کہ از فیلان نامی او بود گذرانید۔“
(صفحہ ۱۳۰)

(۹) پنچی گچ : جو شاہجیان کو عطا ہوا :

”و فیل خاصہ پنچی گچ نام مع یراق کہ دوازده هزار روپیہ قیمت داشت بدو مرحمت نمود۔“
(صفحہ ۱۳۱)

(۱۰) فوج سنگار : یہ بھی راجا سورج سنگھ نے نذر کیا تھا :

”راجا سورج سنگھ فیل دیگر فوج سنگار نام بہ طریق پیشکش گذرانید۔“
(صفحہ ۱۳۱)

(۱۱) گجراج : اودے پور کے رانا اسر سنگھ کے لیے بھیجا گیا :

”فیل مسنے از فیلان پیشکش عادل خان گجراج نام بہ جہت رانا اسر سنگھ فرستادہ شد۔“
(صفحہ ۱۸۹)

(۱۲) جگت جوت : اعتماد الدولہ کو عطا ہوا :

”در اثناے راہ فیلے از فیلان خاصہ کہ جگت جوت نام داشت ، باو مرحمت نمود۔“
(صفحہ ۱۹۰)

(۱۳) رن بادل : جہانگیر قلی خان نے بھیجا تھا :

”در روز جمعہ فیلے رن بادل نام کہ جہانگیر قلی خان بہ طریق پیشکش فرستادہ بود ، از نظر گذشت۔“
(صفحہ ۱۹۰)

(۱۴) سرناگ : عادل شاہ نے نذر کیا تھا :

”و فیل سرناگ را نزدیک طلبدہ دہم۔“
(صفحہ ۱۹۵)

جہانگیر اس کا نام نور بخت رکھتا ہے :

”و یاں نسبت نور بخت نام او نہادہ شد۔“
(صفحہ ۱۹۶)

اس کی قیمت سو لاکھ روپیہ تھی ۔

(۱۵) مہوپت : یہ بھی عادل شاہ کا ہاتھی تھا ، جہانگیر نے اس کا نام درجن سال رکھا :

”مہوپت از ہاتھ عادل خان یک لک روپیہ قیمت بمودہ درجن سال نام نہادم۔“ (صفحہ ۱۹۸)

(۱۶) ہفت بلند : یہ بھی عادل شاہی پیشکش ہے :

”ہفت بلند ہم از پیشکش او یک لک روپیہ قیمت بمودہ ، چنان چہ گرانہار نام نہادم شد۔“ (صفحہ ۱۹۸)

(۱۷) صورت گچ : جہانگیر کا چہیتا ہاتھی ہے :

”و ہر قبل صورت گچ کہ از فیلان دوستدار منست ہا آنکہ بست بود سوار گشتم۔“ (صفحہ ۲۰۹)

(۱۸) سنذر مہن : شاہجہان کو دیا جانا ہے :

”قبل سنذر مہن را.....درین روز بآن فرزند مرحمت فرمودم۔“

(۱۹) گجرات اور مالوے کے دو حصے کے قریب موضع سجارا کے پاس والے پہاڑی علاقے میں جہانگیر ہاتھیوں کا شکار کھیلتا ہے ۔ ہاتھیوں کے ہن میں ایک پہاڑی کا نام راکس پہاڑی تھا ۔ پہاڑی کے پاس بارہ ہاتھی گرفتار ہوئے جن میں دو بڑے زبردست تھے ۔ جہانگیر نے پہاڑی کے نام کی رعایت سے ایک کا نام راون سر اور دوسرے کا نام ہاون سر رکھا ۔

”چون کہوے را کہ دومیان جنگل واقع است و این فیلان دران جنگل می بودند راکس پہاڑی میگویند یعنی دیو کوہ ، ہاين نسبت راون سر و ہاون سر کہ نام دیوہا است این مردو قبل را نام گردم۔“ (صفحہ ۲۲۵)

(۲۰) گن سنذر : خاصہ ہاتھیوں میں تھا :

”قبل گن سنذر خاص را کہ از فیلان کلان قوی ہیکل است بسادہ بادہ از سرپل کنواہند۔“ (صفحہ ۲۲۶)

(۲۱) گج رتن - خان جہاں خان لودھی کو عنایت ہوا تھا :

”قبل خاصہ گج رتن نام بیعت فرزند خان جہاں فرستادم۔“ (صفحہ ۳۳۲)

اسی طرح خاصہ گھوڑوں کے نام تھے :

(۲۲) سمیر : خان خاناں کو عنایت کیا ہے :

”اسپ سمنہ خاصہ سمیر نام کہ از اسپان اولی بود بہ خان خاناں عنایت نمودم۔“

اور سمیر کے معنی یوں بتائے ہیں :

”سمیر باصطلاح اہل ہند کسودہ طلا وا کوبند و بیعت مناسبت رنگ و کلانی چٹہ باین اسم موسوم گشتہ۔“ (صفحہ ۳۵۵)

(۲۳) روپ رتن

(۲۴) ہنس راج : یہ ایک کالے ہرن کا نام تھا ؛ جب یہ ہرن مر گیا جہانگیر نے جہانگیر پورے^۱ میں جو شاہی شکار گاہ تھی ، اس کی قبر بتوادی اور قبر ہر ایک منارہ تعمیر کروا دیا ۔ ہنس راج کی قبر پر کتبہ ذیل جو شاہ حسین کشمیری نے لکھا تھا ، درج کیا گیا :

”درین فضا ی دل کش آہوے ہدام جہاں دار خدا آگہ نورالدین جہانگیر بادشاہ آسندہ در عرض یک ماہ از وحشت صحرائیت برآمدہ سرآمدہ آہوان خاصہ گشت ، بنا بر ندرت آہو مذکور حکم کردم کہ هیچ کس قصد آہوان این صحرا نکند و گوشت آنہا برہندو و مسلمان حکم گوشت گاو و گوشت خوک داشتہ باشد۔“ (صفحہ ۳۴)

جہانگیر نے اپنی توڑک میں جو الفاظ بیان کیے ہیں ان کی تشریح میں ایک عہد تک مختلف ہندوستانی زبانوں کی تمیز پائی جاتی ہے ، مثلاً تارلفوں کے واسطے جو پگلی میں آباد ہیں ، لکھتا ہے کہ امیر تیمور نے ہندوستان

۱ - موجودہ شیخوپورہ (سرحد)

سے واپسی کے وقت ان لوگوں کو یہ علاقہ دیا تھا ، تب سے یہیں آباد ہیں اور اب تو بالکل پنجابی بن گئے ہیں ؛ چنانچہ یہیں زبان بولتے ہیں :

”الحال خود لاہوری محض آند و بزبان چنان متکلم۔“ (صفحہ ۲۹۰)

کشمیر کے واسطے میں ہم درنگ ایک پڑاؤ کا نام ہے ؛ اس نام کی تشریح میں جہانگیر لکھتا ہے :

”ہم بزبان کشمیری بہہ درنگ ہاں فارسی است۔“ (صفحہ ۲۹۰)

بہر گھتا ہے چونکہ یہاں حکم کشمیر کی طرف سے روٹی پر محصول لیا جاتا تھا اور تاجروں کو ٹھہرنا پڑتا تھا اس لیے اس کا نام ہم درنگ ہو گیا۔

سرخ زرین کے بیان میں لکھتا ہے :

”ساکنان لاہور شن گویند و کشمیریان ہوط نامند۔“ (صفحہ ۳۳۹)

ایک اور موقع پر لکھا ہے :

”لش ہا بزبان کشمیری دو مقامات ہندی میخوانند۔“ (صفحہ ۳۰۱)
وہ دکنی زبان کا بھی ذکر کرتا ہے۔ مثال :

”مرتضیٰ خان دکنی کہ دو علم بولتہ بازی کہ باصطلاح دکنیان یک انگی گویند و مدلان شمیر بازی میگویند ، بے نظیر بود۔“

(صفحہ ۱۲۳)

جب ہندوؤں کی زبان کی طرف اشارہ مقصود ہوتا ہے ، اس کو بھی ظاہر کر دیتا ہے ، مثلاً :

”ہک تسبیح خورد از سروارید و زمرد کہ لعلی فرمایا بود و باصطلاح ہندوان کہیتہ چار میگویند ، در روز ملازمت بہ ارزند اقبال مند بابا غرم گنراہید۔“ (صفحہ ۱۳۰)

لیکن سب سے زیادہ عام لفظ زبان ہندی یا اس کے ہم معنی الفاظ ہیں۔ مثال :

”کل نیالور بزبان ہندی کمودنی گویند۔“ (صفحہ ۳۰۳)

”یہ کالا ہائی فرود آدم کہ بزبان ہندی مراد آب سیاہ است۔“

(صفحہ ۳۸)

دیگر: ”تاحال سفرہ دام کہ از دام های مقرر است و بزبان ہندی بہنور جال میگویند نہ انداختہ ہودم۔“

(صفحہ ۳۸)

اس ہندی سے اکثر موقعوں پر ہم سمجھتے ہیں کہ اس کی مراد اردو ہے، لیکن متعدد موقعے ایسے ہیں جہاں ہندی یا اور اسی قسم کی اصطلاح سے اس کا مقصد سنسکرت یا برج یا راجپوتانے کی زبان ہے۔ مثلاً راجا سورج سنگھ دربار شاہی میں اپنے ساتھ ایک شاعر لاتا ہے جسے چارن کہتے ہیں۔ چارن نے جہانگیر کی تعریف میں یہ مضمون اپنے اشعار میں باندھا تھا کہ :

”اگر آفتاب کے کوئی فرزند ہوتا تو ہمیشہ دن رہتا اور رات ہرگز نہ ہوتی، اس لیے کہ غروب آفتاب کے بعد وہ فرزند اس کی جانشینی کرتا اور دنیا کو تاریکی کی دستبرد سے بچاتا۔ جائے شکر ہے کہ ہمارے والد کو خدا نے ایسا فرزند عطا کیا کہ اس کی وفات پر لوگوں نے ماتم، جو ظلمت شب کی مانند تاریک ہے، نہیں کیا۔ آفتاب کو اس پر رشک آتا ہے کہ کاش میری بھی ایسی اولاد ہوتی جو میری جانشینی کر کے دنیا کو رات کی تاریکی سے بچاتی۔“

جہانگیر اس کے متعلق لکھتا ہے :

”راجا سورج سنگھ از شعرای ہندی زبان شاعرے ہم راہ آوردہ بود در مدح من باین مضمون شعرے گنواہند۔“

اور آگے جا کر لکھتا ہے :

”باین تارگی مضمونے از شعرای ہند کم ہگوش وسیدہ بچیدوی این مدح فیلے باو مرحمت کردم راجپوتان شاعر را چارن میگویند۔“

اس بیان میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہندی سے مراد مارواڑی زبان ہے۔

چارن کے اصل اشعار تو ہمیں معلوم نہیں لیکن ان کا فارسی ترجمہ جو کسی شاعر نے نظم کیا ہے، ذیل میں عرض ہے۔ جہانگیر لکھتا ہے:

”ہمے از شعراے وقت این مضمون چینی بہ نظم دواوردہ۔“

گر ہر داشتے جہاں افروز شب نگشتے ہمیشہ ہونے روز
زانکہ چون او نفلتہ الفروز بہ ہونے کلہا گوشہ ہر
شکر کز بعد آن چنان ہونے جانشین گشت این چنین ہونے
کہ ز شفقار گشتن آن شاہ کس بہ ماتم نہ کرد جامہ سیاہ
(صفحہ ۶۷)

اسی طرح جہانگیر اپنے بھائی دانیال کے لیے کہتا ہے کہ اس کو ہندی موسیقی کا شوق تھا اور کبھی ہندی زبان میں شعر بھی کہا کرتا تھا جو پسند کیے جاتے تھے:

”بہ نغمۂ ہندی مائل بود؟ گاہے بہ زبان اہل ہند و باصطلاح ایشان
شعرے می گفت بد نبودے۔“ (صفحہ ۶۵)

اس عبارت میں ’زبان اہل ہند‘ سے اور ’اصطلاح ایشان‘ سے مراد غالباً برج بھاشا ہے جو ان ایام میں شعر و موسیقی کی زبان تھی۔

عبدالرحیم خاں خاٹکان کے لیے توڑک میں مرقوم ہے:

”زبان عربی و ترکی و فارسی و ہندی میدانست و از اقسام دانش
عقل و نقل حقاً علوم ہندی پیرۂ والی داشت و بہ زبان
فارسی و ہندی شعر نیکو گفتے۔“

جہاں ہندی سے مطلب سنسکرت یا برج ہے۔

جہاں وہ الفاظ ہندی درج کیے جاتے ہیں جو توڑک جہانگیری میں ملتے ہیں:

اناس - چنہ - کپوڑہ - رائے پیل - مولسری - سیوق - چنبیلی
(صفحہ ۳) - تالاب، شراب و دڑپہرہ (صفحہ ۴) - گھوڑ پیل (صفحہ ۱۸) -
کلانونان (صفحہ ۱۹) - گھوڑی (صفحہ ۲۴) - راجپوتانی (راجپوتی)
۱ - شفقار شدن بہ معنی مردن سلاطین چغتائی استعمال کنند (فرہنگ
آئندہ راج) - ۲ - چاولوں کی شراب - (مرتب)

(صفحہ ۲۶) - سنگھاسن (صفحہ ۳۰) - بلی (صفحہ ۳۱) - چودھراہی (یعنی چودھرائی یا چودھرایت) (صفحہ ۳۲) - پیر، گھڑی (صفحہ ۳۳) - دسبرہ (صفحہ ۳۹) - تھانہ (صفحہ ۴۲) - کنیر - بوٹا - پکا - گلی پلاس (صفحہ ۴۳) - کالا پانی، بھنور جال (صفحہ ۴۸) - پانی (صفحہ ۴۹) - کلہری (صفحہ ۵۰) - ڈرب (الہی) ، چرن (جونی) (صفحہ ۵۵) - چکڑہ (ہرن کی ایک قسم) (صفحہ ۶۱) - چوکنڈی (صفحہ ۶۵) - بن مانس - نواڑہ (جہازوں کا بیڑہ) (صفحہ ۶۸) - گج نال، شتر نال (صفحہ ۶۹) - کھبوا (صفحہ ۷۷) - کھار (صفحہ ۷۸) - روج (نیلے کی مادہ) (صفحہ ۸۰) - کٹھوری (صفحہ ۸۳) - باتل، سارس، ڈھیک (صفحہ ۹۲) - رتی (صفحہ ۹۶) - گلال باڑ (صفحہ ۹۹) - گوٹ (صفحہ ۱۰۰) - چہلر (چوہل)، دلدل (صفحہ ۱۰۲) - ٹیکہ، گوٹ، کھانڈہ، کٹارہ (صفحہ ۱۰۶) - گواٹی (صفحہ ۱۰۷) - برم نرم خاصہ (صفحہ ۱۱۰) - بھول کٹارہ (صفحہ ۱۱۲) - راکھی، ٹانکن (صفحہ ۱۲۰) - دیوہرہ (صفحہ ۱۲۳) - چل (صفحہ ۱۳۶) - سرن (صفحہ ۱۳۸) - چیرہ (صفحہ ۱۴۲) - چوکی، چوکیدار (صفحہ ۱۴۳) - باران برساتی، افند (صفحہ ۱۶۲) - رتہ طرز فرنگ انگریزی (یعنی بگھی) (صفحہ ۱۶۷) - کروانک (صفحہ ۱۷۰) - کولہ (صفحہ ۱۷۳) - دودھاریہ (آہو چہار شاخ)، چبوترہ (صفحہ ۱۷۷) - گولی (ہندو کی گولی) (صفحہ ۱۷۹) - اود بلاؤ، دہاکہ، چکڑہ، چیل، لکڑ و جکڑ، مگرچہ (صفحہ ۱۸۲) - نیل کنڈ، برسات، بولہ (صفحہ ۱۸۹) - کپلہ (صفحہ ۱۹۱) - سون کپلہ، ڈاک چوکی (صفحہ ۱۹۶) -

نیلیم، ساگ چمکوروہ (چمکوروہ) دکن میں ایک ساگ یا سبزی کا نام ہے) اس کے متعلق جہانگیر نے یہ قصہ لکھا ہے کہ جب مرتضیٰ نظام الملک نے ہزار فتح کیا - ایک دن وہ اپنے محل کے ساتھ باغ کی سیر کو گیا، وہاں ایک ساگ چمکوروہ توڑ رہی تھی - ساگ توڑنے میں اسے ایک ہیرا نظر آ گیا - اس نے لا کر نظام الملک کی لہو کر دیا - اس ہیرے کی قیمت چالیس ہزار روپیہ تھی - تب سے ہیرے کا نام چمکوروہ پڑ گیا :

بادشاہ اس سے گجرات کی باتیں اور حکایتیں سنتا رہا ؛ خوش ہو کر ایک ہزار روپیہ انعام میں دیا ؛ اس کے بعد سوچا کہ بڑے کو کہنا لفظ کا غلط استعمال ہے اس لیے حکم دیا کہ بڑے میں کو آئندہ سے برکہہ رائے کہا جائے۔ برکہہ کے معنی درخت کے ہیں۔ لکھا ہے :

”دوین روز ہزار روپیہ در وجہ انعام برکہہہ رائے باد فروش عنایت فرمودم۔ مشارالہ گجراتی الاصل است و از قتل و سرکشت احوال میں ملکہ استعصار تمام دارد۔ نامش یونٹہ بود یعنی تھال ، بہ خاطر رسید کہ پیر مردے را یونٹہ گفتن بے نسبت است خصوصاً الحال کہ بسحاب مکرمہ ما سرسبز و بارور بودہ باشد ، بنا برآن حکم فرمودم کہ بعد ازیں او را برکہہہ رائے میگفتہ باشند۔ برکہہہ بہ زبان ہندی درخت را می گویند۔“ (صفحہ ۲۲۹)

جہروکہ (صفحہ ۲۳۲)۔ سانون (صفحہ ۲۳۷)۔ اورہسی (دکن کے لوگ کلمے میں کہتے ہیں) (صفحہ ۲۴۴)۔ بھالہ (بھٹا) (صفحہ ۲۴۷)۔ جوار (صفحہ ۲۵۱)۔ چوکنڈی (صفحہ ۲۵۹)۔ ہودہ ”تخت سواری“ (صفحہ ۲۷۱)۔ لہل کہ اہل زمان ہودہ گویند۔“ (صفحہ ۲۶۵)۔ کٹوہ (صفحہ ۲۷۷)۔ سیر ، دام (صفحہ ۲۸۱)۔ تھل کنول۔ اس کے متعلق کہا ہے :

”بہ ہندی تھل بہ معنی زمین است ، چون گل کنول مخصوص آپ است میں را تھل کنول نامیدہ اند یعنی کنول صحرائی۔ بہ فارسی لالہ بیگاہہ میگویند۔“ (صفحہ ۲۸۸)

کرج (صفحہ ۲۸۹)۔ تین سکو یعنی راحت چشم (صفحہ ۲۹۱)۔ لنگور (صفحہ ۲۹۲)۔ تپہ (بھات)۔ کہا ہے :

”مدار خورش اہل کشمیر پر برج است اما زیوں میں شود و خشکہ تر میں پڑند و میں گزارند کہ سرد شود بعد ازاں میخورند و آرا تپہ میگویند۔ طعام گرم خوردن رسم نیست۔“ (صفحہ ۳۰۰)

پتو ، برم نرم (صفحہ ۳۰۱)۔ گداٹ (صفحہ ۳۰۵)۔ بیچا (صفحہ ۳۰۹)۔ سارس ، کروالک ، زرد ٹلک ، لیاورہ ، کوتکک ، کویل ، ہریل ، ڈھیک ، کویل ، مہوکہ ، ہنس ، کلچڑی ، ٹلییری (صفحہ ۳۱۱)۔

بھٹی بھون (صفحہ ۳۱۳) - مرغابی ، سیونہ ، نیم سوائی (صفحہ ۳۳۸) -
 سرب باسی (تارک ہند چیز) (صفحہ ۳۴۴) - پنجارہ (صفحہ ۳۴۵) -
 چنڈاوں (صفحہ ۳۵۶) - جوہر (راجپوتوں کی رسم) (صفحہ ۳۶۵) -
 بارہ - سادات بارہ کے ذکر میں کہتا ہے :

”بارہ یہ زبان ہندی دوازدہ را گویند ، چوں در بیان دو آب دوازدہ نہ
 نزدیک ہم واقع است کہ وطن این سادات است ، بنا بریں سادات
 بارہ اشتهار یافته اند۔“ (صفحہ ۳۶۶)

چونہی گراں جا (صفحہ ۳۶۶) - چیتل - اس کے لیے لکھا ہے :
 ”ایں قسم مار را دو ہندوستان چیتل می گویند۔“ (صفحہ ۳۷۰)
 برجہ - کہا ہے :

”نیزہ کوتاہ دستہ را کہ اہل ہند برجہ می گویند۔“ (صفحہ ۳۷۲) -
 کھاگمر (بودلہ کلاں) (صفحہ ۳۷۵) گنوارن (گنوار) (صفحہ ۳۷۵)
 جتا جوت (ایک ہاتھی کا نام ہے) (صفحہ ۳۹۰) - ہرن ستارہ
 (صفحہ ۳۹۳) -

اوپر کی فہرست میں کل ڈیڑھ سو الفاظ ہیں ۔ ان میں سے اکثر
 الفاظ آج بھی اردو زبان میں مستعمل ہیں ، اس لیے ہم اس فہرست کے
 ترتیب دینے میں حق بجانب ہیں کہ یہ زبان جس کے ذخیرے سے
 چہانگیر بادشاہ یہ الفاظ لے رہا ہے ، اردو ہے اور اردو ان اہام میں
 دربار اور اردوئے شاہی میں بولی جا رہی ہے ۔

نیرھویں سال جلوس میں چہانگیر محمود آباد گجرات میں مقیم ہے
 اور سید محمد نیپور حضرت شاہ عالم گجراتی سے کہتا ہے کہ آپ مجھ
 سے کچھ مانگیں ؛ وہ انکار کرتے ہیں لیکن بادشاہ اصرار کرتا ہے ،
 آخر میں کلام مجید کی قسم دیتا ہے ۔ سید عرض کرتے ہیں کہ جب
 بادشاہ سلامت نے کلام پاک کی قسم دلائی ہے تو پھر مجھ کو ایک
 کلام مجید ہی مرحمت ہو جائے ۔ اس پر چہانگیر ایک قرآن مجید
 چو یاقوت المستعصمی کے ہاتھ کا نوشتہ تھا اور کتاب خانہ شاہی کے

نوادرات میں شمار ہوتا تھا ، منگوا کر سید کے حوالے کرتا ہے اور اپنے قلم سے اس کی پشت پر ہدیہ کی تاریخ و نام مقام وغیرہ لکھ دیتا ہے ۔ بعد میں سید صاحب سے فرمائش کرتا ہے کہ آپ کلام مجید کا ترجمہ بلغات ریختہ لفظ بہ لفظ فارسی ترجمہ کو کے مجھے اپنے فرزند سید جلال کے ہاتھ بھجوا دیں ۔ اس موقع پر جہانگیر کے الفاظ ہیں :

”بمشار الیہ فرمودیم کہ مصحف بہ عبارت سلیس خالی از تکلف و تصنع ترجمہ کناید و اصلاً بشرح و بسط و شان نزول آن متبد نہشد بہ لغات ریختہ قرآن را لفظ بہ لفظ فارسی ترجمہ کند و یک حرف بر معنی تحت اللفظ نیلزاید و بعد از تمام آن مصحف مصحوب فرزند خویش جلال الدین سید روانہ درگاه سازد ۔“ (صفحہ ۲۴۴)

اس عبارت میں ”بہ لغات ریختہ قرآن را لفظ بہ لفظ فارسی ترجمہ کند“ سے کچلک پیدا ہو گئی ہے ۔ ”لفظ بلفظ فارسی ترجمہ کند“ سے معلوم ہوتا ہے کہ ترجمہ فارسی میں [درکار ہے]، لیکن بلغات ریختہ سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ زبان ریختہ یعنی اردو میں مطلوب ہے ۔ اس عبارت کے ترجمے میں توزک کے مترجمین نے اختلاف کیا ہے ۔ انگریزی ترجمے میں ”بہ لغات ریختہ“ کا مفہوم Simple Words یعنی الفاظ سادہ سے ادا کیا گیا ہے لیکن سیاق متن سے اس کی تائید نہیں ہوتی ۔ مولانا احمد علی سیاب جنہوں نے توزک کا اردو میں ترجمہ کیا ہے ، اس کا ترجمہ زبان ریختہ کرتے ہیں ۔ یہ ظاہر ہے کہ لغت و لغات کا اطلاق زیادہ تر زبان پر ہوتا ہے ۔ بہر حال اگر پہلے معنی مقصود ہیں تو یہ مطلب ہے کہ فارسی ترجمہ درکار ہے لیکن اس قسم کے متعدد ترجمے پہلے ہی سے موجود ہیں ۔ دوسرے کیا خود جہانگیر کے دربار میں ایرانی علما و فضلاء کی کمی تھی جو فارسی ترجمے کی فرمائش احمد آباد کے ایک بزرگ سے کی جاتی ؟ اردو ترجمے کی صورت میں یہ فرمائش بالکل بجا تھی کیوں کہ گجرات میں ان ایام میں اردو زبان میں نمشیف و تالیف کا سلسلہ جاری تھا اور گوجری یا گجری اردو میں کتابیں لکھی جاتی تھیں ۔

سید جلال ، سید محمد کے فرزند اس واقعے کے بعد دو مرتبہ جہانگیر کے دربار میں جانے میں لیکن دونوں مرتبہ ترجمے کا ذکر نہیں آتا ۔ ایک حوالہ میں یہاں نقل کیے دیتا ہوں :

”سید جلال خلف سید محمد نبیرۃ شاہ عالم بخاری را ، کہ بچہ از احوال او در ضمن وقائع سیر و سفر کجرات مرقوم گشته رخصت انعطاف اوزانی داشتیم ! مادہ قیلے بھت سواری او با خرچ راہ عنایت شد۔“ (صفحہ ۲۷۶)

دوسرے حوالے کی بھی تقریباً یہی عبارت ہے ۔

شہاب الدین شاہجہاں (۵۱۰۳ھ و ۵۱۰۶ھ)

شاہجہاں جب پیدا ہوتا ہے اس کی پرورش رقبہ سلطان بنت ہندال مرزا کے سپرد ہوتی ہے جو اکبر بادشاہ کی سب سے بڑی بیوی تھیں ۔ ان کے کوئی اولاد نہیں تھی ۔ اکبر نے شاہجہاں کو ان کی گود دے دیا ۔ یکم صرف ترکی زبان جانتی تھیں اور اپنے ملازمین سے بھی اسی زبان میں گفتگو کرتی تھیں ، اس لیے ان کی صحبت میں رہ کر شاہجہاں کسی قدر ترکی سیکھ تو لیتا تھا لیکن بولنے کی عادت کبھی نہیں ڈالی ۔ شروع ہی سے اس کو اس زبان کے ساتھ کوئی رغبت نہیں تھی اور نہ یکم بہ وجہ افراط محبت اس کے سیکھنے پر مجبور کرتی تھیں ۔ شاہجہاں کا مورخ عبدالحمید لکھتا ہے :

”چوں نواب جنت مآب خدیجۃ الزمانی رقبہ سلطان یکم بنت ہندال میرزا بن حضرت فردوس مکانی کہ در عہد صبا بہ پرورش آن نور پروردۃ الہی می پرداختند ، چنانچہ تکلمتہ اند ترکی زبان بودند و با خدمۃ مشکوی دولت بہ ترکی حرف می زدند ۔ از بسیاری استماع اکثر الفاظ ایں زبان می نہند ایک از قلت محاربت بان کمتر سخن میکنند چہ در غرور سالی طبع اقدس را باین زبان رغبت نبود و نواب خدیجۃ الزمانی از کمال راحت و عطفوت کام و ناکام بر یاد گرفتن آن نمی داشتند۔“ (صفحہ ۱۲۲ ، شاہجہاننامہ ۔ جلد اول)

جہانگیر بادشاہ کو اس کی ترقی نہ جاننے کا احساس تھا ۔ ایک روز کہنے لگا کہ اگر مجھ سے کوئی دریافت کرے کہ باہا خرم یعنی شاہجہان کی ذات میں کون سا وصف ہے جو موجود نہیں ہے تو مجھ کو کہنا پڑے گا کہ ترقی زبان سے واقفیت نہیں رکھتے ۔ اس پر شاہجہان نے دست بستہ عرض کی کہ اعلیٰ حضرت کی توجہ سے میں اپنی یہ خامی بھی درست کر لوں گا ۔ شاہجہان نامے کی عبارت حسب ذیل ہے ۔

”روزے حضرت جنت مکنی از روی عنایت و مہربانی ہر زمان طیب فرمودند کہ اگر شخصے ازمن پرسد کہ از صفات پسندیدہ چیست کہ باہا خرم ندارد خواہم گفت کہ زبان ترقی ندارد ۔ غدیر اقبال در پاسخ والد ماجد از روی کمال ادب بہ عرض رسانیدند کہ انشا اللہ تعالیٰ بتوجہ حضرت این صفت نیز حاصل شود۔“ (صفحہ ۱۳۳ ، جلد اول)

فارسی کے ساتھ اس گوئے حد اس تھا اور اس زبان میں بالعموم گفتگو کرتا تھا ، البتہ جو لوگ فارسی سے ناواقف تھے ان کے ساتھ ہندوستانی یعنی اردو میں بات چیت کرتا تھا ۔ عبدالحمید کا بیان ہے :

”بیشتر فارسی در کمال فصاحت و بلاغت تکلم میفرمایند و بہ بعضے ہندوستانی زبانان کہ فارسی ندانند بہ ہندوستانی۔“ (صفحہ ۱۳۴)

اس عہد میں اردو کے لیے ہندوستانی کا لفظ عام طور پر رائج ہو گیا ہے ۔ چنانچہ عبدالحمید لاہوری اکثر اوقات یہی لفظ لکھتا ہے ۔ میں بعض مثالیں یہاں عرض کرتا ہوں :

”و کشکجیای کہ بہ ہندوستانی زبان چوکیداران گویند تسلیم نور میکند۔“ (صفحہ ۱۵۲ ، جلد اول)

”و حلقہ کہ در دست کنند و بہ ہندوستانی زبان گڑہ گویند۔“ (صفحہ ۲۹۳ ، جلد اول)

”آشی خانہ ہا کہ بہ ہندوستانی زبان لنگر گویند۔“ (صفحہ ۲۹۳ ، جلد اول)

”جنوب روپہ ہر راہ کہ بہ ہندوستانی زبان وتہ گویند۔“

(صفحہ ۳۱۹ ، جلد اول)

لفظ ہندوستانی اردو زبان کے سلسلے میں اس عہد سے قدیم ہے۔ مؤرخ فرشتہ نے ایک موقع پر یہ لفظ استعمال کیا ہے۔ ابراہیم عادل شاہ (۹۸۸ھ و ۱۰۳۷ھ) کی فارسی ذاتی کی تعریف کرتے ہوئے لکھتا ہے :

”و بنوعے فارسی را خوب میگفت کہ تا بہ ہندوستانی متکلم نمی شد هیچ کس نمی توانست بمعبد کہ غیر از فارسی بہ زبان دیگر آشنائی دارد۔“ (صفحہ ۸۰ ، جلد ۲ م ، تاریخ فرشتہ نولکشور)

اور شاہجہانی عہد میں یہ لفظ عام استعمال میں آ رہا ہے۔ وجہی ایک دکنی مصنف اپنی نثری تالیف ’سب رس‘ (۱۰۳۵ھ) میں یہی لفظ استعمال کر رہے ہیں۔ چنانچہ :

”آغاز داستان زبان ہندوستان۔“

مغربی اقوام جو سترھویں صدی میں اردو کا نام ہندوستانی لکھ رہی ہیں ، درحقیقت وہ اہل ہندوستان کی تقلید کر رہی ہیں۔

ہندوستانی کا اطلاق اردو کے علاوہ برج بھاشا پر بھی ہو رہا ہے جسے اس زمانے میں گوالیری کہا جاتا تھا۔ یہ زبان ان ایام میں موسیقی ، شعر اور علمی محراض کے لیے کام میں آ رہی تھی۔

یحییٰ الدولہ آصف خان کے زیر اہتمام ملا فرید و دیگر منجموں نے مل کر نئی زیچ بنام زیچ شاہجہانی تیار کی۔ جب یہ کتاب ختم ہو کر بادشاہ کی نظر سے گزری بہت پسند کی اور حکم دیا کہ یونانی اور ہندوستانی منجم مل کر ہندوستانی زبان میں اس کا ترجمہ کریں تاکہ ہندی منجم بھی اس سے استفادہ کر سکیں۔ شاہجہان نامے کی عبارت ہے :

”درینولا آن کتاب از نظر اکسیر اثر شہنشاہ دانش پتہ گذشت و مرتب آن مشمول نوازش گردید و تا فائیدہ آن کتاب تام التمام عام النصب باشد بحکم القس الحیم شناسان ہندوستان باستصواب اختر شاران یونان بہ ہندوستانی زبان ترجمہ نمودند۔“ (صفحہ ۷۷ ، جلد اول)

نہیں سمجھتا ہوں کہ اس عبارت میں ہندوستانی سے مراد اردو نہیں ہے بلکہ 'برج بھاشا' ہے۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ چند کلمے چان میں 'برج بھاشا' کے متعلق لکھ دوں۔

برج اس وقت تمام ضلع آگرہ ، ریاست بھرت پور ، متھرا ، گوالیر ، مشرقی علاقہ ریاست جے پور ، کڑگا نوہ ، بلند شہر ، علی گڑھ ، ایٹھ ، مین پوری ، بدایوں ، بریلی اور ترائی (ہرگٹہ نینی تال) میں بولی جا رہی ہے۔ مسلمان عہد میں اس زبان میں موسیقی و شعر کا بہت رواج رہا ہے۔ ابتداً اس زبان کو محض مقامی حیثیت حاصل تھی لیکن نویں صدی ہجری کے متمصف دوم یعنی لودھیوں کے زمانے میں موسیقی کی بنا پر اس زبان نے ہندوستان میں ادبی امتیاز حاصل کر لیا۔ اس سلسلے میں راجا مان گوالیری کا نام ہمیشہ یادگو رہے گا۔ سب سے بڑا انقلاب اس نے یہ کیا کہ سنسکرت کو ہٹا کر موسیقی میں گوالیری زبان کو داخل کر دیا تا کہ عوام الناس راگ کے ساتھ زبان کو بھی سمجھ سکیں۔

”معانی تازہ بہ زبان گوالیار گزارش دادہ طرز جدید درمیان آورد تا دریافت آن بر همگان آسان گردد۔“ (صفحہ ۶ ، جلد دوم)

یہ اقدام گوالیری زبان کی ادبی حیثیت کو بہت فروغ دیتا ہے اور اس میں شعر و شاعری کا رواج ہو جاتا ہے۔ راجہ مان نے موسیقی میں بے حد ترقی کی ہے۔ ’دھرند‘ کو اس کے تصرفات نے کمال پر پہنچا دیا۔ اس کے دربار میں اچھے اچھے موسیقی دان جمع تھے جن میں بعض اس فن کے امام مانے جاتے ہیں۔ مثلاً ٹاپک بخشو جو مسلمان ہے اور اسی راجا کا تربیت یافتہ ہے۔ ٹاپک بخشو راجا مان کی وفات کے بعد کچھ عرصے تک اس کے فرزند راجا بکرماجیت کے پاس رہا ، اس کے بعد وہ کاننجر کے راجا کبیرت کے پاس چلا گیا۔ وہاں سے گجرات چادر شاہ گجرات (۱۶۳۲ و ۱۶۴۳ء) کے دربار میں چلا گیا اور باقی عمر وہیں بسر کی۔

بخشو کے بعد تان سین نے موسیقی میں نام پیدا کیا۔ تان سین

شیخ محمد غوث گوالیاری کا سرمد ہے۔ ابتدا میں وہ راجندر بنگھیلہ کے پاس تھا۔ جب جلال الدین اکبر نے اس کی شہرت سنی اپنے دربار میں بلا لیا۔ اکبر کے دربار میں ہندی شعراء و موسیقی دانوں میں پچاس فی صدی گوالیاری تھے۔ اس سے اعلیٰ گوالیر کی موسیقی نوازی و شعر دوستی کا کسی قدر اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ ابوالفضل نے آئین اکبری میں تینتیس چیدہ چیدہ ماہران موسیقی کے نام دیے ہیں۔ ان میں سولہ حسب ذیل گوالیاری ہیں :

- | | |
|--------------------------------|-------------------------------|
| (۱) میان تان سین | (۲) بابا رام داس |
| (۳) سچان خاں | (۴) سرگیان خاں |
| (۵) چاند خاں | (۶) میان جتید |
| (۷) میان لال | (۸) سر مندل خاں |
| (۹) میر سید علی | (۱۰) نیات خاں |
| (۱۱) سرود خاں | (۱۲) تاپک چرجو |
| (۱۳) پرہیز خانی پسر تاپک چرجو | (۱۴) سور داس پسر بابا رام داس |
| (۱۵) تان تورنگ خاں پسر تان سین | (۱۶) بھیر خاں برادر سچان خاں |

ابوالفضل کا میان لال وہی ہے جسے جہانگیر لعل کلاونت لکھ رہا ہے۔ اس کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ جہانگیر اپنی توزک میں اس کی وفات کا ذکر کرتا ہے۔ دوم جہادی الثانی سال سوم جلوس کے واقعات میں سب سے پہلا واقعہ لعل کلاونت کی وفات ہے۔ لکھتا ہے :

”دوم ماہ مذکور لعل کلاونت کہ از غوردی در خدمت پدر من کلاں شدہ بود و هر نفس و صوئے کہ بہ زبان و روش ہندی می نشیند باو یاد می دادند در سن شصت و پنج سالگی فوت کرد۔ یکے از کنیزان او دریں قضیہ الہیون غوردہ خود را ۹ لاک ساعت۔“

(صفحہ ۷۱، توزک جہانگیری)

شاہجہانی عہد میں سنذر برہمن تھا جس کو بادشاہ نے ’کب رای‘ کا خطاب دیا تھا (صفحہ ۳۶، جلد اول، شاہجہان نامہ)۔ اس سے زیادہ مشہور جگ ناتھ کلاونت ہے جو ہندوستان میں بے نظیر مانا گیا تھا۔ اس کے لیے شاہجہانی مؤرخ کہتا ہے :

”در تصنیف نجات ہندوستانی و تالیف معالی امروز مثل او در ہندوستان پشت نشان نیست۔“ (صفحہ ۵۶ ، شاہجہان نامہ ، جلد اول)

شاہجہان ساتویں سال جلوس میں جگ ناتھ کو آگرے میں بعض قسموں کی تیاری کے لیے چھوڑ کر کشمیر جاتا ہے ۔ جگ ناتھ فرست میں بارہ تھپے جو بادشاہ کے نام پر تھے ، تیار کر کے شاہجہان کی واپسی پر یہ مقام پہنچر جا ملتا ہے ۔ بادشاہ ان کو سن کر نہایت مہلوظ کرتا ہے اور جگ ناتھ کو چاندی میں تلوانے کا حکم دیتا ہے ۔ جگ ناتھ چار ہزار باغ سو روپے کے برابر تلتا ہے اور یہی روپیہ شاعر کو انعام میں ملتا ہے ۔ عبد الحمید کہتا ہے :

”از اہم کہ نصیقاتی خاطر اندس را عشرت آگہی ساخت باسر بادشاہ
دانی نواز بزر سنجیدہ آمد و چار ہزار پانصد روپیہ ہم سنگش باو
عنایت گشت۔“ (صفحہ ۵۶ ، جلد اول)

آٹھویں سال جلوس میں جگ ناتھ کی ایک جدید تصنیف یا نغمہ بے حد پسند ہوا اور اس کو ایک ہاتھی مرحمت ہوا :

”جگ ناتھ کلاونت خطاب یہ کہ رای در جائزہ تصنیفے کہ تازہ
بستہ بود و مستحسن افتادہ ، بہ عنایت قبل مفتخر گشت۔“

نویں سال جلوس میں دونک خان کلاونت کو روپے میں ٹولا گیا اور چار ہزار پانسو روپے اس کا وزن ہوا جو اس کو عنایت ہوا ۔ عبد الحمید کا بیان ہے :

”دونک خان کلاونت را کہ بہ قدم بندگی مہاے است و در بندی
از ہمسراں امتیاز دارد نیز بزر سنجیدہ مبلغ چار ہزار و پانصد روپیہ
ہم سنگش باو عطا فرمودند۔“ (صفحہ ۱۰۲ ، جلد اول)

لعل خاں کلاونت اس عہد کا مشہور موسیقی دان ہے جس کو عرہ رجب سال یازدہم جلوسی میں ”گن سنگھ“ کا خطاب عطا ہوتا ہے ۔ لعل خاں تان سین کے فرزند پلاس کا داماد ہے ۔ دھرب کے گانے میں تان سین کا بہترین مقلد مانا گیا ہے ۔ اس کے چار فرزند ہیں ، ان میں

خوش حال اور بسرام خواہندگی میں ہاکمال ہیں اور تقریباً ہم پندہ ہیں۔ خوش حال نفات کی تصنیف میں لا ثانی ہے۔ اس کے بعد ہمارا مؤرخ اضافہ کرتا ہے :

”اما سر دفتر مصنفان دریں زمان عشرت آگین بچہ تزیین چگ ناٹھ مہاکب رائے است۔“ (صفحہ ۵ ، جلد دوم)

تیسرے عرصے میں سال جلوس (مطابق ۱۰۳۹ھ) کو ماہ جمادی الثانی میں جگ ناٹھ مہاکب رائے کو دو ہزار روپیہ اور ذوالقرنین ارمی کو پانچ ہزار روپیہ عنایت ہوتا ہے۔ ذوالقرنین بھی موسیقی دان ہے۔ جہانگیر اس کے متعلق اپنی توڑک میں رقم طراز ہے :

اس کے باپ کا نام اسکندر ارمی ہے۔ اسکندر حضرت عرش آشیانی کی خدمت میں ملازم تھا۔ آنحضرت نے عبدالحمی ارمی کی دختر سے جو شاہی محل میں ملازم تھی ، اس کی شادی کر دی جس سے دو فرزند ہوئے : ایک تو جی ذوالقرنین جو میرے زمانے سے ساٹھہر کے نمک کی خدمت خالصہ پر مقرر تھا۔ اس نے یہ خدمت نہایت عمدگی سے انجام دی۔ اب میں نے اسے ساٹھہر کا اوج دار مقرر کیا ہے۔ جہانگیر کا بیان ہے کہ ذوالقرنین کو ہندی موسیقی سے بے حد دل چسپی ہے۔ اس کے نغمے میں نے کئی مرتبہ سنے ہیں اور پسند کیے ہیں۔ (توڑک ، صفحہ ۳۴۴)

اٹھارہویں سال جلوس (مطابق ۱۰۵۳ھ) میں چب بیگم صاحب یعنی شاہجہان بادشاہ کی سب سے بڑی اور لادلی بیٹی جل گئی تھی ، اس کی صحت باپ کے جشن پر جو انعامات لوگوں کو ملے ہیں اس کے ذیل میں لعل خاں اور اس کے فرزندوں کو دو ہزار ، ہرنگ خاں کو ایک ہزار اور باقی کلاؤنتوں کو بارہ ہزار روپیہ ملتا ہے۔

خانی خان کا بیان ہے کہ پچیسویں سال جلوس میں (مطابق ۱۰۹۱ھ) شاہجہان ایک ہندی شاعر کو ایک کبت کے انعام میں ایک لیل مادہ اور دو ہزار روپے عطا کرتا ہے۔

(صفحہ ۵۰۶ ، منتخب القباب ، جلد اول)

ان چند امور سے جو میں نے بہ خوف طوالت اختصار کے ساتھ گزارش کیے ہیں، معلوم ہو جائے گا کہ گوالیری زبان اس عہد کی موسیقی اور شعر کی زبان ہے اور دوبار شاہی میں ساتھ ساتھ چل رہی ہے اور چونکہ ہندو اور مسلمان دونوں قومیں اس میں حصہ لے رہی ہیں، اس لیے اس کو بھی ہندوستانی زبان کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ جہاں خاص ہندوؤں کی مخصوص زبان کا ذکر ہوتا ہے وہاں صاف زبان ہندو یا اس معنی کے اور الفاظ مستعمل ہوتے ہیں۔ مثلاً عبدالحمید ایک موقع پر تحریر کرتا ہے :

”ہزبان ہندو چنیں کسے را پردہاں گویند۔“

(صفحہ ۱۰۵، جلد دوم)

یہاں شاہجہان نامے سے بعض ہندی الفاظ مرقوم ہوتے ہیں :
 کہنہ - پھول کٹارہ (صفحہ ۱۶۱) فتح گنج (ہاتھی کا نام ہے)
 (صفحہ ۱۶۶) تہانہ - اس لفظ کی تشریح اس طرح کی گئی ہے :
 ”تہانہ عبارت است از جیمے از سوار و پیادہ و تفکھی و کماندار
 کہ چار دیواری پر دور خود کشیدہ در مکان خوف فرو کش کنند
 و بمحافظت راہ و خطہ محال نزدیک تہانہ و رسانیدن رسد از تہانہ
 بہ تہانہ دیگر پردازند۔“ (صفحہ ۱۶۷)

جیمے کنجیر^۱ (نام فیل) (صفحہ ۱۷۵) شاہ آسن (فیل) (صفحہ ۱۸۰) دل
 بادل (شاہجہانی عہد کے ایک شامیانے کا نام ہے) (صفحہ ۱۸۷)
 چندولہ (نام فیل) دن راو (فیل) (صفحہ ۱۹۳) چبوترہ (صفحہ ۲۰۳)
 ہنگہ (صفحہ ۲۲۵) گنج ہی (سفید ہاتھی کا نام ہے) (صفحہ ۲۹۳) کٹرہ
 (صفحہ ۲۹۳) چند اول (صفحہ ۳۰۳) بان (صفحہ ۳۱۸) ظفر گنج (فیل)
 بالک، (رتبہ صفحہ ۳۱۹) پٹو (ہفتہ واری بازار) (صفحہ ۳۳۰) لنگر
 (صفحہ ۳۶۳) سپرہ (صفحہ ۳۸۹) پرسیات (صفحہ ۳۹۵) پور، گھوڑی (صفحہ ۳۹۶)
 ہتھال (اس عہد میں گجنال کا نیا نام رکھا گیا ہے، یعنی ہاتھی کی
 ۱ - کنجیر : سنسکرت کا لفظ ہے جس کے معنی بڑے ہاتھی کے
 ہیں (حرفِ تب)

(نوٹ) (صفحہ ۵۰۵) گولڈ (صفحہ ۵۰۹) کھیٹ (صفحہ ۵۱۴) تھانہ دار (صفحہ ۵۱۷) عرس (صفحہ ۵۲۹) آگ محل (صفحہ ۵۳۳) نوازہ (جنگی جہازوں کا بیڑہ) (صفحہ ۵۳۶) ڈپنگ (یعنی ڈونگہ) (صفحہ ۵۳۸) پان (۵۵۷) سدھکر اور صورت سندر [یہ دونوں ہاتھی شاہی خاصہ حملے سے تعلق رکھتے ہیں ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۰۴۴ ہجری کو جھروکہ دوسن کے سامنے والے میدان میں ان کی لڑائی کرائی گئی۔ ہاتھی لڑتے لڑتے عین جھروکہ دوسن کے پاس آ گئے۔ پان شہزادہ شجاع اور اورنگ زیب گھوڑوں پر سوار لڑائی کا تماشا دیکھ رہے تھے! اتنے میں ہاتھی ایک دوسرے سے علیحدہ ہو کر پیچھے ہٹے تاکہ از سر نو پھر حملہ کریں۔ سدھکر نہایت غصہ اور طیش کی حالت میں تھا اور سیدھا شہزادہ اورنگ زیب کی طرف چھٹا۔ اورنگ زیب کی عمر اس وقت چودہ سال کی تھی؛ وہ غضب ناک جانور کو اپنے اوپر آتا دیکھ کر مطلق نہیں جھپکا بلکہ جم کر مقابلے کے لیے ڈٹ گیا۔ چوٹی ہاتھی زد پر آیا شہزادے نے نہایت بھری سے اپنا نیزہ اس کے ماتھے پر مارا۔ زخم کھا کر ہاتھی اور بھی بیہرا اور دائیوں کی اوجھڑ مار کر شہزادے کے گھوڑے کو زمین پر گرا دیا۔ اورنگ زیب زمین پر آ رہا اور تلوار سونت کر ہاتھی پر چلا۔ شہزادہ شجاع نے بھائی کی مدد کرنی چاہی لیکن آتش بازی اور اس کے دھوئیں کی کثرت سے جو ہاتھی پر اب چاروں طرف سے پھینکی جا رہی تھی، قریب نہیں جاسکا۔ وہ موقع پر پہنچنے کی کوشش میں تھا کہ ایک جرنی اس کے گھوڑے کی پیشانی پر آئی۔ گھوڑا گھبرا کر الف ہو گیا اور شعاع زمین پر آ رہا۔ ادھر راجا جے سنگھ والی جے پور مدد کے لیے بڑھے لیکن ان کا گھوڑا ہاتھی سے چمک کر رک گیا۔ اتنے میں خود شاہجہاں بادشاہ گھبرا کر اتر آتا ہے اور گرز برداروں کو حکم دیتا ہے کہ ہاتھی کو ہٹائیں۔ اس موقع پر صورت سندر ہاتھی جو سدھکر کا حریف مقابل تھا پیچھے سے آ کر سدھکر پر حملہ کرتا ہے۔ سدھکر بے بس ہو کر بھاگ نکلتا ہے۔ اورنگ زیب کا اس معرکے سے زندہ بچ نکلنا معجزے سے کم نہیں ہے۔ بادشاہ بہادر بیٹے کدو بہادر کا خطاب اور پانچ ہزار

اشرفیاں صدقے میں دیتے ہیں۔ اورنگ زیب بہادر کی داستان اس عہد کے متعدد فارسی و ہندی شعرائے اپنی اپنی نظم و نثر میں بیان کی ہے۔ عہد الحمید اس موقع پر کہتا ہے :

”سخن طرازانِ فارسی و ہندوستانی بنظم و نثر داستانِ آن رستم
آثار پر گذارند۔“
[صفحہ ۴۹۳]

گھاٹی (صفحہ ۹۸-۱۰۰) دوپہر (صفحہ ۵۰۳) غنیر کوٹ، سہاکوٹ، کالا کوٹ (قلمہ دولت آباد کے نو کوٹوں میں سے تین کوٹوں کے نام ہیں) (صفحہ ۵۱۳، ۵۱۵) اورسی (صفحہ ۸۹، جلد اول، حصہ دوم) فیل سپاسنر (صفحہ ۱۴۳) نور بخت، ہنولت (نام قیلان) (صفحہ ۱۸۸) دل سوچا (فیل) (صفحہ ۲۰۳) امان اللہ (فیل عادل شاہی) (صفحہ ۲۰۲) سپاسنر (نام فیل خاصہ) (صفحہ ۲۰۵) گج موی (فیل قطب الملک) (صفحہ ۲۳) لال محل (صفحہ ۲۳۴) گج موی (اس ہاتھی کا نام بدل کر شاہجہان نے بادشاہ پسند رکھا) (صفحہ ۲۴۶) اگر (و عود کہ ازاں ہندوستانی زبان باگر گناؤش دھند) (صفحہ ۶۹ جلد دوم) ہایک (بیادۂ شمشیر دار و میر دار کہ دران دیار اپنی طائفہ را ہایک خوانند) (صفحہ ۷۱) کھیدہ یعنی صید فیل (صفحہ ۷۱) کالا ہائی (صفحہ ۸۲) دھوپ (اس کے متعلق لکھا ہے ”شمشیر دراز خاصہ کہ در دکن بہ دھوپ زہاں زد است“ (صفحہ ۱۲۰) ستر سال (صفحہ ۱۳۰) فیل دیپ سندو (صفحہ ۳۲۱) ٹیکا (یعنی جانشین) (صفحہ ۳۴۶) وٹن گج (صفحہ ۳۸۷) چیلہ عبارت از غلام است (صفحہ ۳۹۳) دھن (دھن) (شرقی) چرن (چرن) (شرقی) (صفحہ ۳۹۶) چوکھنڈی (کہا ہے ”مریج نشینے کشادہ اطراف کہ اہل ہندوستان آرا چوکھنڈی گویند۔“ (صفحہ ۵۸۷) ہاولی (صفحہ ۵۹۱) بی سندو (نام اسپ) (صفحہ ۶۳۴)

خاں خاں اپنی تاریخ میں علامہ سعد اللہ خان وزیر شاہجہان کے متعلق لکھتا ہے کہ اس نے ایک موقع پر کسی مستوی کو یہ فقرہ جس میں ایک ہندی مثل منقول ہے، لکھا تھا :

”کہ اے مستوی مثل ہندی مشہور است ”اینا لینا دہا دہنا“ ہر گز

ضابطہ سرکار چنان قرار یافتہ باشد کہ از حد بالا فاضل بمراسست
چرا بہ بدعت و دعای بد عاقبتی برائے خود و ما راضی میشوی۔“
(صفحہ ۳۸ء، جلد اول)

فدائی خان اس عہد کا ایک امیر ہے ، اس کی بیوی نے سنہ ۱۰۳۷
ہجری میں وفات پائی ہے ؛ کسی نے اس کی تاریخ وفات فارسی اور
اردو میں یوں لکھی ہے :

فارسی ” زن فدا خان مرد۔“

اردو ” فدا خان کی جوڑو موی۔“

مر قمری سے ۱۰۳۷ء برآمد ہوتے ہیں ۔

(کلمات الشعرا ، جہ الفضل سرخوش)

معلوم ہوتا ہے کہ شاہجہان بادشاہ نے قید کی حالت میں شاہ شجاع
کے نام ایک خط ہندوی زبان میں لکھ کر بھیجا تھا ۔ یہ اطلاع ہمیں
عالم گیر بادشاہ کے ایک خط سے ملتی ہے جو شاہجہان کے نام ہے
اور ’منتخب الالباب‘ میں محفوظ ہے ۔ میں اس خط کا ایک اقتباس یہاں
نقل کرتا ہوں :

” لیکن از انجا کہ اخبار ہے توجہی حضرت ہواتر رسیدہ ، چنان چہ
از نوشتہ کہ بخط ہندوی بہ شجاع قلعی گردیدہ بود و خان و مان
او ہر سر آن خراب گشتہ ہویداست ، یقین حاصل شد کہ
آن حضرت اہل مرید را ہی خواہند و آنکہ از دست رفتہ هنوز
تلاش دارند کہ دیگر استقلال پذیرد۔“

(منتخب الالباب ، خانی خان ، صفحہ ۱۰۳ ، جلد دوم)

(ب) زیر تبصرہ دور کے اردو گو شعرا

اب تک میں نے (ان دو قسطوں میں) بابر ، اکبر ، جہانگیر اور
شاہجہان کے عہد میں الفاظ اور دیگر اشارات کی رو سے اردو زبان کے
وجود کا پتا چلایا ہے ؛ ذیل میں ان ہندی گو شعرا اور بزرگوں کا ذکر
کیا جاتا ہے جو ان سلاطین کے معاصر ہیں ۔ ہمیں یاد رہے کہ شمال

میں برخلاف دکن کے اردو کی طرف کوئی توجہ نہیں تھی ، اس لیے بہت کم نام اردو گوہوں کے ہمیں ملتے ہیں ۔ اسی طرح ان کا کلام بھی نہیں ملتا اور جو کچھ ملتا ہے کبھی کسی کی طرف اور کبھی کسی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے ۔ بہر حال جو نام اردو تذکروں اور دیگر ذرائع سے ملتے ہیں ، میں یہاں عرض کرے دیتا ہوں ۔

مولانا جالی : سب سے بیشتر مولانا جالی کا نام ملتا ہے جو فارسی کے ایک مشہور شاعر ہیں ، اور مشائخ کے تذکرے ’سیرالعارفین‘ کے مصنف ہیں ۔ ۱۷۴۷ء میں انتقال کرتے ہیں ۔ ذیل کا رخصتہ ان کی طرف منسوب ہے :

..... ہر دو پیرا کتا ہے
موتیا بی پر در تو ستا ہے
خوار شدم زار شدم لٹ گیا
در رہ عشق تو کہہ ر ثنا ہے
گسرسہ بدم گفت رقیب کفن
اس کا کہتا مت کرو یہ جہٹا ہے
کہ نکتہ کہ جالی تو بیٹھ
نہم گسرو کیا اپنا کرم پھٹا ہے

حکیم یوسف : انہی کے ہم عصر حکیم یوسف یعنی یوسف بن ہد ان یوسف المشہر بہ یوسفی ہیں جو سکندر و ابراہیم لودھی ، بابر اور ہمایوں کے عہد کے بزرگ ہیں ۔ ان طب میں ’ریاض الادویہ‘ ان کی بہت مشہور تصنیف ہے اور کئی بار چھپ چکی ہے ۔ اس کے علاوہ رسالہ ”ما کول و مشروب“ ۱۷۰۶ء ”فوائد الاخبار“ ۱۷۱۳ء ”جامع الفوائد“ ۱۷۱۷ء ”دلائل طبی و رسالہ قارورہ“ ۱۷۲۲ء ”ستہ ضروریہ“ ۱۷۲۳ء ”قصیدۂ حفظ صحت“ (بہ عہد بابر) ”قصیدہ در اسم ادویہ مفردہ“ وغیرہ انہی کی تالیفات سے ہیں ۔ ان انشا میں ان کی مشہور تصنیف ”انشائے یوسفی“ ہے ۔ یوسفی کی تصنیفات ہر عہد میں مقبول رہی ہیں

اور نصابِ تعلیم میں شامل تھیں۔ ان کی ایک دل چسپ تالیف ”قصیدہ در لغات ہندی“ ہے جس میں خالقِ باری و قادرِ نامے کی طرز میں انہوں نے مختلف اشیاء و ادویہ کے فارسی و ہندی نام دیے ہیں۔ اس قصیدے کے کل جوالیس شعر ہیں؛ میں چنانچہ چند شعر بطور نمونہ درج کرتا ہوں :

نام ہر چیزے ہندی ہشتو از من اے ہر
خاصہ نام ہر دوائے نفع برداری مگر

ہل تکام باشد و ہل کر ہگو یعنی سخن
شکر فرماید ترا آنکسی کہ گوید شکر کر

جیبہ و کن آمد زبان و گوش، دھاری ریش دان
سوچہ را سی خوان پروت و الہ کور و ہر کر

آنکہ چشم و ناک بینی، یوں ابرو، ہوتہ لب
دند دنداں، کلہ گردن کوتہ زانو، سونہ سر

کھال پوست و پڑہ مغز و استخوان گوہند ہاد
انگلی انگشت باشد، انگوئہ انگشت سر

ہست ہشتانی متہ، سینہ چھاتی، دست است ہتھ
سورہ رو و چل روان شو، بیٹھ ہنشی، دیکھ نگر

جیو جان، چوہی است ہستان، ریت آب بینی است
سوی مزگان را ہلک خوان و کلچہ دان چکر

گوسپند آمد ہر، بز بکری و اوتہ اشتر است
ہلد گاو و ہول ہانہی، گورہ اسپ و گدہ خر

ہست ہیرہ لحم و روٹی ہالی، نان و آب ہست
حلیہ میتھی، منگ ماش و سوک خشک و گلہ تر

چاول و چینہ بریج و ارژن، اندہ گلم مرغ
قل بود کنبج، جوازی زرت، اے فرخندہ فر

روشم است ایرہشم و کالہ سیدہ آجلہ سیدہ
 سرمہ کاجل، صرچ فلغل، سعد موتہ و عود آکر
 تہورہ اندکہ می شمر بسیار را می گو بہت
 بد برہ می دان و چنگہ لیکہ ای نقد بشر
 توتہ را میگوی طوطی، قندکی را فاختہ
 نول دان را سو، ز دانش آمدی کمر پرہ ور

خاتمہ یہ ہے :

یوسفی بہت دریں آیات کردہ است آئیہ ذکر
 گہرکتی از بر ترا ہر دم رسید نغمے ذکر
 از ضرر دارد مدامت در پناہ خویشاں
 آن کہ در عالم بہ تقدیرش بود فسخ و ضرر

حکیم یوسفی ہرات کے رہنے والے ہیں اور ہندوستان میں رہنے
 اگرچہ عرصہ گزر گیا ہے لیکن ہندوستانی اسوات مخصوص کے ادا کرنے
 سے قاصر ہیں ؛ اس کے علاوہ پنجابی لہجہ زبان پر غالب ہے ۔

ملا نوری : ملا نوری اعظم پور کے قاضی زادوں میں سے ہیں ؛
 ابوالفیض فیضی کے بڑے دوست تھے ؛ شعر فارسی بہت اچھا کہتے تھے
 اور فن بدیع و معانی میں بہ طولی رکھتے تھے ۔ جب فیضی مشنوی
 "نل دمن" کی تصنیف میں مصروف تھا ، ملا صاحب آجے ملنے گئے ، فیضی
 اس وقت مصرع :

موی شدہ ام ز ناتوانی

کہہ کر دوسرے مصرع کی تلاش میں تھا ؛ ہر چند جستجو کی لیکن
 کوئی شگفتہ مصرع ہاتھ نہیں آیا ۔ ملا جی نے اس محور و اتہاک کا
 سبب دریافت کیا ، فیضی نے پہلا مصرع سنا دیا اور کہا کہ دوسرے
 کی تلاش میں ہوں ۔ ملا جی نے فوراً کہا دوسرا مصرع یہ لو اور یہ
 کہہ کر بڑھ دیا :

سو ہر تن سن کند گرانی

فیضی یہ شعر سن کر ہلڑک گیا اور فاضی صاحب کی ہدیہ گوئی پر غی علی کرتا رہا ۔

ریختہ میں نوری کی کئی غزلیں مشہور نہیں اور جد شاہی عبد تک موجود نہیں لیکن اب نہیں ملتیں ۔ قائم نے 'غزل نکات' میں ان کا ایک مقطع دیا ہے ، میں وہی مقطع آپ کی خدمت میں پیش کرتا ہوں ! فرماتے ہیں :

ہر کسی کہ خیالت کند البتہ ہترسد
بے چارۂ نوری نہ کرے بے نہ ڈرے بے
(صفحہ ۳ ، غزل نکات)

سید مبارک گوالبیری کے متعلق 'طبقات اکبری' میں یہ جملہ مذکور ہے :

"روزے شخصے در حالت غلبان حال ازو بر سید کہ چہ حال داربد
یہ زبان ہندی گفت کہ بیچھے بے لائی ہے ۔" (صفحہ ۳۹۳ ، طبقات)
طبقات میں حسن خان کے ذکر میں ، جو اکبر کے عہد میں حاکم لاہور تھا ، لکھا ہے کہ اسے ٹکڑیہ کہا کرتے تھے اور ٹکڑیہ مشہور ہونے کی وجہ یوں دی ہے کہ حسن خان نے ایک وقت اپنے زمانہ حکومت میں ہندوؤں کو یہ حکم کیا تھا کہ وہ اپنے کپڑوں پر کاندھے کے پاس کپڑے کا ایک ٹکڑا سی لیا کریں ۔ چون کہ پیوند کو ہندی زبان میں ٹکڑی کہتے ہیں اس لیے ہار لوگوں نے ان کا نام ٹکڑیہ رکھ دیا ۔ (صفحہ ۳۸۶)

ناموں کے سلسلے میں بدایونی نے ایک اور لطیفہ لکھا ہے کہ قندھار میں ایک گاؤں ہے جس کا نام سبک ہے ۔ اکبر کے زمانے میں وہاں سے ایک ظریف شاعر سلطان قضاں آیا جو اپنے وطن کی نسبت بے سبکی کہلاتا تھا ۔ جب ہندوستانیوں نے اس کے وطن کا نام سنا تو انہوں نے شاعر کا نام بد ادنیٰ تعبیر سبکی یعنی چھبکی رکھ دیا ۔ سلطان سنا تھا اور شرماتا تھا ۔ کہتا تھا کچھ بس نہیں چلتا ! یہ لوگ مجھے ایسے مردار اور کثیف جانور کے نام سے پکارتے ہیں ۔ بدایونی لکھتا ہے :

”عوام ہندوستان اور را سیکلی می خواندند کہ کیلاس باشد۔ ازین معنی بسیار تر بود۔ می گفت چہ کم مرابہ نام آن طور جانورے کثیف مردار می خوانند۔“ (صفحہ ۲۵۱، منتخب النوارخ)

اسی قسم کا ایک لطیفہ خانی خان - نے عرفی اور ابوالفضل کا لکھا ہے۔ ایک دن عرفی ابوالفضل کی ملاقات کو گیا : دیکھا کہ ابوالفضل قلم و کاغذ ہاتھ میں لیے کچھ سوچ رہا ہے : پوچھا مہربان کس فکر میں مستغرق ہو ؟ ابوالفضل نے کہا کلام مجید کا بے نقط دیباچہ لکھ رہا ہوں ! میرے والد کا نام مبارک ہے ، سوچ رہا ہوں کہ اس کو یہ صنعت بے نقط کس طرح نبھاؤں - عرفی نے کہا اس میں کیا مشکل ہے ! آپ اس کو اپنی ٹھیکے گھریلو زبان میں بھارک لکھ دیجیے - ابوالفضل اس پر بہت ہنکڑا - (صفحہ ۲۰۰، جلد اول)

شیخ سعدی : ان کے بعد شیخ سعدی کا نام لینا ضروری ہوا۔ سودا اور قائم ان کو شیخ سعدی شیرازی مانتے ہیں۔ قائم اپنے تذکرے میں لکھتا ہے کہ سعدی گجرات میں تشریف لائے اور جیسا کہ بوستان میں مذکور ہے ، سومات میں کچھ دن عبادت رہے۔ اس لیے قدرے اس ملک کی زبان سے واقف ہو گئے اور ریختے کی ایک دو غزلیں لکھیں۔ لیکن میر تقی میر اور میر قدرت اللہ قاسم اس خیال کی تردید کرتے ہیں۔ میر صاحب فرماتے ہیں :

”اُن چہ بعض ایں را شیخ سعدی رحمة اللہ علیہ گمان بردہ اند ، خطا است۔“ (صفحہ ۱۱۰)

بعد میں ان کو دکنی مانا گیا : چنان چہ میر حسن اور دیگر اکثر مصنفین نے انہیں دکنی لکھا ہے۔ لیکن اب دکنی بھی ان سے منکر ہو گئے ہیں اور آخری رائے یہ ہے کہ سعدی ہندوستان کے ہیں - کاکوری ان کا وطن ہے اور جلال الدین اکبر کے معاصر ہیں - یہ رائے حکیم شمس اللہ صاحب قادری کی ہے جو دکنیت کے پیروں ماہر ہیں مگر شفیق اورنگ آبادی اپنے تذکرہ ”چمنستان شعرا“ میں لکھتا ہے :

”زبانی یا روزمرہ دکن آشتا ، مرقش در جوار برہان پور مشہور است۔“

اور میں سمجھتا ہوں کہ یہ بیان زیادہ قریب صحت ہے ۔ میں سعدی کے اشعار بہ سبب کثرت شہرت یہاں درج نہیں کرتا ۔

شیخ برہان : ابتدائے عہد اکبری کے بزرگ ہیں ۔ اکثر حصہ عمر کالی میں بسر کیا اور وہیں آپ کا مزار ہے ۔ شیخ برہان نے میان اللہ داد دھاریوال سے جو ایک واسطے سے سیدہ جون پوری کے مرید ہیں ، فیض حاصل کیا ۔ پچاس سال تک ترک حیوانات رکھا اور صرف دودھ پر اوقات بسر کی ۔ شیخ عبدالقادر بدایونی مورخ مشہور ۵۹۶ء میں شیخ برہان کی خدمت میں حاضر ہوتا ہے اور شیخ اپنے ہندی اشعار جو وعظ و نصیحت ، تصوف و سلوک اور توحید و تجرید کے مضموں پر تھے ، مورخ مذکور کو سناتے ہیں ۔ شیخ نے ۵۹۷ء میں تقریباً سو سال کی عمر پا کر وفات کی ۔ (صفحہ ۲۷۹ ، منتخب)

شیخ گدائی کتبہ : شیخ جہاں مذکورہ بالا کے فرزند ہیں ؛ اکبری عہد میں منصب صدارت ہندوستان پر فائز تھے ۔ فارسی کے علاوہ ہندی موسیقی میں بے حد ذل چسپی لیتے تھے ۔ بدایونی لکھتا ہے : ”طبع نظم داشتہ و لفظ و صوت ہندی خوب می بست و می گفت و بہ آن وادی مشغوف و مالموف ۔“ (صفحہ ۳۰۳ ، منتخب)

کوکب : اس موقع پر کوکب مصنف ’مجمع المصابین‘ کے متعلق بھی کچھ کہتا ہے جانتیں ہوگا ؛ وہ قمر خاں کا فرزند ہے اور میر عبداللطیف ترویپی کا جو اکبر کے استاد ہیں ، پوتا ہے ۔ میر عبداللطیف بڑے ہنکے سنی تھے ؛ جب سلاطین صوفیہ نے مذہبی ہٹا پر ان پر سختیاں کیں ، میر اپنی لاکھوں کی جائیداد پر لات مار کر ہندوستان ہجرت کر آئے ۔ یہاں مغلوں نے ان کی بہت آؤ بھگت کی ۔ ان کے فرزند میر غیاث الدین جو تاریخ میں غیب خان کے نام سے مشہور ہیں ، فن تاریخ میں وحید عصر تھے اور اکبر بادشاہ کی خلوت و جلوت کے مصاحب ؛ بادشاہ کو ایک منٹ کے لیے بھی ان کی جدائی گوارا نہ تھی ۔

میر عبداللطیف کے چھوٹے بیٹائی میر علاؤالدین قزوینی ہیں جو کدکرتہ 'نفاثی المائر' کے مصنف ہیں۔ شاہ اسماعیل صفوی کے خروج کی تاریخ 'مذہب نافع' سے نکالنا اور پھر شاہی عتاب و خطابات کے وقت اسی مادے کو 'مذہبتا حل' کی صورت میں ترمیم کر دینا اسی خاندان کی طباعتی اور ذہانت کا کارنامہ ہے۔ جہانگیر اپنے پانچویں سال جلوس میں کوکب کا ذکر پہلی بار کرتا ہے۔ اس وقت کوکب اور عبداللطیف پر نقیب خان اور شریف جو آپس میں عیزاد ہیں، گرفتار ہو کر جہانگیر کی خدمت میں پیش کیے جاتے ہیں۔ ان پر جو الزام ہے، میں اسے خود جہانگیر کے الفاظ میں دھراتا ہوں :

"دریں روز ہا مآثر شد کہ کوکب پسر امر خان بہ ستائے آشنائی پیدا کردہ و رفتہ رفتہ سخاں او کہ تمام کفر و زندقہ است در مذاق آن جاہل جا کردہ عبداللطیف پسر نقیب خان و شریف عیزادہائی بخود را دریں ضلالت باخود شریک ساختہ بودہ است۔ چون این مقدمہ شکافتہ شد بہ ہر دو اندک ترسانیدن چند مقدمہ خودہا مذکور ساختند کہ ذکر آن کراہت تمام داشت تادیب و تنبیہ آنرا لازم دانستہ کوکب و شریف را بعد از ضلالت ملید و محبوس ساختم و عبداللطیف را یک حد درہ حد فرمودم کہ در حضور زدند۔"

(صفحہ ۸۲، نوژک جہانگیری)

اس سزا کے بعد کوکب کچھ عرصہ قید رکھا جاتا ہے اور پھر چھوڑ دیا جاتا ہے۔ بارہویں سال جلوس کے واقعات میں جہانگیر پھر کوکب کا ذکر کرتا ہے۔ اس وقت وہ لشکر دکن کے ساتھ بڑھان پور میں متعین تھا۔ جوں کہ عرصے سے اس کو ترقی نہیں ملی تھی اس لیے بے دل ہو کر لشکر سے چل دیتا ہے اور قلعہ بستی اختیار کر لیتا ہے؛ چنانچہ ماہ تک برابر دولت آباد، پدور، بیجاپور، گولکنڈہ، کرناتک وغیرہ مقامات میں گھومتا رہا؛ وہاں سے بدر دہلی، چلا گیا اور جہاز

۱۔ بعض ہندوگہ دہلی؟ ہندوستان کے مغربی کنارے پر بمبئی اور گوا کے قریباً درمیان واقع ہے۔ اگرچہ اب (باقی حاشیہ صفحہ ۶۳ پر)

میں بیٹھ کر بندر کو کہہ جا اتر : یہاں سے سورت کا رخ کیا ؛ وہاں سے بیڑوچ اور گجرات کے دوسرے شہروں کی سیر کرتا ہوا احمد آباد پہنچ گیا ۔ یہاں شاہجہان کے ایک ملازم نے اسے پہچان لیا اور گرفتار کرنا کر شاہی دربار میں لے آیا ۔ جہانگیر نے بیڑیاں ڈلوا دیں اور اپنے سامنے بلاوایا ؛ پوچھا کہ باوجود تین ہفتوں سے تک خوار ہونے کے اس کو رنج کی کیا معنی ہیں ؟ کوکب نے صاف صاف کہہ دیا کہ مجھ کو عرصے سے ترقی کی امید تھی مگر نصیب نے باوری نہ کی اس لیے عالم یاس میں بد دل ہو کر فقیر ہی لے لی ۔ جہانگیر جو اپنے ملازم کا کسی دوسرے کی سرکار میں جانے کا روادار نہیں تھا ، کوکب سے پوچھتا ہے کہ تو اس دوران میں عادل شاہ اور قطب شاہ کی سرکار میں ضرور کیا ہوگا ؟ کوکب نے عرض کیا کہ جب میں نے دوبار جہانگیری سے جو ایک ہرے پایاں ہے ، منہ موڑا تو ان جھوٹے چھوٹے چشموں پر کیا نظر ڈالتا ۔ اور لعنت ہو اس شخص پر جو ایسی بڑی سرکار چھوڑ کر ادنیٰ ادنیٰ لوگوں کی نوکری تلاش کرتا پھرے ۔ جہانگیر پر اس کی راست بیانی کا اثر ہوا مگر یقین نہیں آتا تھا ؛ آخر کوکب نے عرض کی کہ جس دن سے میں نے شاہی ملازمت ترک کی ہے ، اس دن سے لے کر آج تک کے روزانہ والعات اپنے روزنامے میں دوچ کر رکھے ، ہیں اعلیٰ حضرت اس روزنامے کو منگوا کر دیکھ سکتے ہیں ۔ بادشاہ نے وہ بیاض منگوائی اور پڑھنا شروع کی ۔ جہانگیر کہتا ہے کہ جب میں نے یہ روزنامہ پڑھا تو معلوم ہوا کہ کوکب نے اس سیر و سیاحت کے زمانے میں بہت تکلیفیں برداشت کی ہیں ۔ سفر کا اکثر حصہ پیادہ چلے کیا ہے اور قالے الگ کیے ہیں ۔ میرا دل بہت کڑھا :

”مسودات او را طلبید خواندم ۔ معلوم شد کہ دریں سرگشتگی و غربت محنت و ریاضت بسیار کشیدہ و اکثر پیادہ گردیدہ و بات و ناگزیر (بہ حاشیہ صفحہ ۶۲) اپنی روئی کھو چکی ہے لیکن مغایہ دور میں نہایت اہمیت کی حامل تھی اور دکن کے حجاج ہیں سے اعزاز ہونے تھے ۔ (مرتب)

عاجز گردید۔ ازیں جہت خاطر م باو سیریاں شد و روز دیگر بہ حضور
طلبیدہ بند از دست و پادش فرمودم کہ بردارند و خلعت و اسب و
ہزار روپیہ خرجی عنایت شد و منصب او آئندہ بود دہ پانزدہ اضافہ
مرحمت نمودم و چنداں اشیاء لطف و عنایت فرمودم کہ ہرگز
در غفلت او نگنشتہ بود۔“ (صفحہ ۱۸ - ۲۱۹)

شاہجہانی عہد میں کوکب کا ذکر صرف ایک مرتبہ آتا ہے
جب شاہجہاں اس کو دو سو اشرقیان انعام میں دیتا ہے۔ عبدالحمید
لاہوری شاہجہان نامے میں سال دوازدہم جلوسی (مطابق سنہ ۱۰۴۸ھ)
کے واقعات میں لکھتا ہے :

”بہ کوکب ولد قمر خان دوہست میر انعام شد۔“
(صفحہ ۱۱۵، جلد دوم)

ہیں کوکب کے ساتھ جو دل چسپی ہے وہ اس کے ہندی اشعار
کی بنا پر ہے۔ کوکب سنہ ۱۰۳۵ھ میں ایک بیاض قریب دیتا ہے
جس کا نام اس نے ’مجمع المضامین‘ رکھا ہے۔ دیباچۂ کتاب میں وہ
تورک جہانگیری کے بیانات کی تائید کرتا ہے۔ کہتا ہے کہ جذبۂ شوق
اور مرشد کامل کی تلاش میں تورک خاںان کر کے میں برہان پور
سے رخصت ہوا اور تمام دکن میں گھومتا رہا۔ اسے اسے مقامات
میں پہنچا جہاں مسافروں کا گزر نہیں ہو سکتا تھا۔ اس کے الفاظ ہیں :

”از روی جذبہ و شوق بے چینی از بلاد برہان پور بہ جانب دکن
تورک خان و مان و علائق و عوائق بمودہ در لباس قتر در آمد و
فقیری اختیار بمودہ برآمد بدیں امید کہ ہذا رہنموں یار باز
ملاقات میسر گردد چرا کہ بے صحبت بے حق میں سر ازیں ہادیہ
ہایل بدر بردن ممکن نہ بود و ملت ہا بے سرو ہا می گشت و اکثر
آن دیار را کہ ہدایا از مسافران کم عبور بمودہ اند طے کردہ۔“

جس جس شہر میں وہ پہنچا ہے وہاں کے باشندوں کے رسم و رواج ،
لباس و پوشاک اور دیگر اوضاع و حالات کو روزمرہ اپنے روز نامے
میں درج کر لیا کرتا تھا ؛ چنانچہ یہ روزنامہ ادلیٰ حضرت

نور الدین جہانگیر بادشاہ کی نظر کیمیا اثر سے گزر چکا ہے ۔ کہتا ہے :
 ”یہ ہر شہرے و مقامے کہ میرسید چگونگی احوال محنت آمیز خود را
 و طرز و سلوک و اوضاع و خوراک و پوشاک مقہران آن ملک
 را روزمرہ میں نوشت چنان چہ آن احوال بہ نظر کیمیا اثر فلک
 مرتب خورشید ضمیر نور الدین جہانگیر بادشاہ خدا اللہ ملکہ ابتدا
 در آمد ۔“

جمع المضامین کے پہلے حصے میں مرتب نے ایک سو مختلف شعراء
 کی مثنویات و ذواوین سے انتظامی اشعار دیے ہیں ۔ مثنویوں میں اکثر
 صوفی شعراء کا کلام نظر آتا ہے ۔ دوسرے حصے میں اکبری و جہانگیری
 عہد کے خوانین و امراء کے اشعار ہیں ۔ بعد میں فردیات ، رباعیات ،
 قصائد و قطعات ہجو و ہزل آتے ہیں ۔ ان کے بعد کوکب وہ اشعار
 دیتا ہے جو اس نے بہ زبان ہندی لکھے ہیں ۔ آخر میں نثر کا حصہ ہے
 جس میں کوکب نے اپنے سیاحت دکن کے چشم دید حالات قلم بند
 کیے ہیں ۔ اس حصے کا نام ’سیر کوکب‘ رکھا ہے :

”و بعدہ اشعار بہت کہ مؤلف اپنی کتاب بہ زبان ہندی گفتہ و بعد
 اشعار فارسی و ہندی پارہ نثر است کہ در حالت تفرید تہرید سیر بلاد
 روی دادہ و عجائبات آن دیار از ہر نوع و جنس دوج کونہ و آن
 تاریخ را سیر کوکب نام نہادہ ۔“

پورے مجموعے کا نام ’جمع المضامین‘ ہے جو جہانگیر کے نام پر
 معنون ہے اور ۱۰۳۵ھ میں مرتب ہوا ہے :

”و آن را جمع المضامین نام نہاد ۔ اپنی کتاب بنام جہان دار
 جہان بخشی جہانگیر بادشاہ قضا قدر نے کہ از ہیبت حکم نافذ او باز
 چنگل تعدی پر کبک نتواند کشاد و شیر یا روہاء تعرض نتواند نمود
 و رعایا از میامن احساس پهلوی رفاہیت پر بستر استراحت نہادہ و
 لشکریاں زبان دل بدہائی از دیاد عمر و دولت کشادہ ترتیب دادہ در
 سنہ ثلاثین و خمس و الف بانصرام رسید ۔“

میرے پاس 'جمع المضامین' کا جو نسخہ ہے وہ میرے محترم شیر علی صاحب سرخوش کا عطیہ ہے۔ بدقسمتی سے ناقص الطرفین ہے۔ شروع سے کم از کم ایک ورق غائب ہے۔ پہلے حصے کا اکثر حصہ موجود ہے لیکن دوسرا حصہ تمام کا تمام مع اشعار ہندی و میرالکوکب جو اس ریاض کا نہایت دل چسپ حصہ ہے، بدقسمتی سے مفقود ہے۔ میرے لیے یہ افسوس کا مقام ہے کہ ہم کوکب کے ہندی اشعار سے محروم ہیں لیکن امید ہے کہ مستقبل میں کہیں نہ کہیں وہ اشعار ضرور دریافت ہوں گے۔ میں یہاں اس قدر اور اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ کوکب کے یہ اشعار اردو زبان میں ہیں، کیوں کہ اس کا اکثر زمانہ دکن میں صرف ہوا ہے، جہاں اردو شاعری ان ایام میں عام طور پر رائج تھی۔

خاک: جہانگیر کے عہد میں ایک درویش ہیں! خاکی تخلص کرتے ہیں اور دھل کے رھنے والے ہیں۔ میر حسن نے اپنے تذکرے میں ان کا یہ شعر نقل کیا ہے:

ٹھانی ہے اپنے من میں اب تو یہی سرین
تجہ ہم کی کلی میں خاکی کو خاک ہوا

(صفحہ ۹۰، تذکرہ)

یہ بزرگ بظاہر دکن سے تعلق رکھتے ہیں۔

بد الفضل جہنجهالوی: یہاں بد افضل کے متعلق بھی چند الفاظ کہنے مناسب معلوم ہوتے ہیں۔ ان کے وطن اور شخصیت کے متعلق سخت اختلاف ہے۔ میرے پاس جو ریاض ہے اس میں انہیں جہنجهالوی لکھا ہے۔ قائم اپنے تذکرے میں ان کو پوری کہتا ہے! لکھتا ہے:

"مردیست از سکن دیار مشرق و مشنوی پکٹ کہاں بر صنفہ روزگار
از ویسے یادگار است۔"

(صفحہ ۴، غزن ٹکٹ)

میر حسن فرماتے ہیں:

از قدیم است کدام ہندو چہ گوہال نام بود کہ پرو عاشق شدہ

حسب حال خود 'بارہ ماسہ' عرف 'ہکٹ کہانی' گفتہ کہ اکثر کہنریان و کاتبان مشتاق او می باشند۔" (صفحہ ۳۶)

امپرنگر نے ان کے زمانے کے متعلق لکھا ہے کہ افضل عبداللہ قطب شاہ سے جو ۱۰۳۵ھ میں تخت نشین ہوتا ہے، اقدم ہے (صفحہ ۶۶، فہرست اودۃ لا ئبریری) قائم اور میر حسن بھی قدیم شعراء میں شمار کرتے ہیں۔ انڈیا آفس کی فہرست کتب ہندوستانی میں ان کی ہکٹ کہانی کو گویال کی تصنیف مانتا ہے (صفحہ ۸۶، ۱۶۹ و ۳۹، ۹۳) لیکن قطبی کے 'نیرہ ماسے' سے جو ۱۱۳۳ھ کی تالیف ہے، معلوم ہوتا ہے کہ افضل اور گویال ایک ہی شخص کے دو نام ہیں اور وہ نازنول کا رہنے والا ہے۔ قطبی کہتا ہے :

اوعین افضل کہ جس کا نانوں گویال

کہا ہے نازنول صاحب حال

'ہکٹ کہانی' کے ایک شعر سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں نام ایک ہی شخص سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ شعر یہ ہے :

یاد دل رہا غشوش حال می ہاش

کہے افضل کہے گویال مسی ہاش

یہ عقدہ کہ اس شخص کے دو نام کیوں ہیں ؟ جن میں ایک مسلمان اور ایک ہندو ہے، علی قلی خان والہ دالمستانی کے بیانات کی روشنی میں حل ہو جاتا ہے۔ والہ اپنے 'تذکرہ رہاض الشعراء' میں لکھتا ہے کہ جد افضل ہانی بنی ہے اور ہندی اور فارسی میں نہایت اعلیٰ شعر کہتا تھا ؛ ہر طبقے اور مذہب کے لوگوں میں مقبول و محبوب تھا ؛ طلبہ کثرت سے اس کے حلقہ درس میں جایا کرتے تھے اور فیض باب ہوتے تھے۔ میں والہ کی اصل عبارت یہاں نقل کیے دیتا ہوں :

"مولانا جد افضل ہانی بنی بحامۃ فضائل صوری و معنوی و کلمات ظاہری و باطنی محلی و آواستہ و از جاشنی عشق و مشرب زقر بیراستہ شعر ہندوی و فارسی را بنایت خوب می گفت و ہر ایں اسرار معانی

آپ دار در لباس نظم و اثر جلوہ گاہ ظہور میں آورد مقبول خاص و عام
ہل مطبوع چمپور فرق انام بود و جمعے کثیر و جم غفیر در حاضرت
درس او حاضر می گشتند و استفاضة انوار علوم از شمعہ خورشید ضمیر
مبشرش می نمودند ۔“

ہیکایک ان کی زندگی میں ایک انقلاب پیدا ہوتا ہے اور مولانا
ایک ہندو عورت کے عشق میں مبتلا ہو جاتے ہیں اور دوس و تدریس
کو غیر یاد کہہ کر خاک نشین کوئے جانان بن جاتے ہیں ۔
اس زمانے میں انہوں نے نہایت درد ناک عاشقانہ تجزیوں لکھی ہیں ۔
جب اس عورت کے اعزا کو اس عشق کا حال معلوم ہوا ، انہوں نے
اسے متھرا میں اپنے عزیزوں کے پاس بھیج دیا ۔ میں اس قصے کو طویل
دینا نہیں چاہتا ؛ مختصر یہ ہے کہ مولانا متھرا پہنچے ؛ وہاں اس عورت سے
عشق جتایا ؛ اس نے انہیں ذلیل کیا ؛ آخر پاس کے عالم میں ہندو
بٹنے کی لہائی ، ڈاڑھی کو غیر یاد کیا اور زنا کر گئے میں ڈالی اور
ایک بت خانے کے پجاری کے شاگرد بن گئے اور ہندی علوم سیکھنے لگے ۔
آخر ایک دن وہ آیا جب یہ خود سندو کے پجاری بنا دیے گئے ۔ سال میں
ایک خاص دن شہر کی عورتیں اس مندر میں ہوجا کے لیے آتی تھیں ؛
اس دن مولانا کی محبوبہ بھی سندو میں آئی اور ان کو پجاری کے بغیر
میں دیکھ کر دنک وہ گئی ؛ اس کا دل موم ہو گیا اور کچنے لگی ؛
”آپ نے مجھ ناچیز کے لیے بہت تکلیفیں اٹھائی ہیں ؛ آج سے میں آپ کی
کنیز ہوں ۔“ آخر کار وہ عورت مسلمان ہو کر مولانا کی اہلیہ بن گئی ۔
مولانا ۱۰۳۵ء میں انتقال کرتے ہیں ۔

ناظرین سمجھ گئے ہوں گے کہ مولانا نے گویا اپنا نام اس وقت
رکھا ہے جب وہ ہندو بنے ہیں ۔ اس طرح افضل اور گویا ایک ہی
شخص کے دو نام ہو گئے ۔

والد اپنے تذکرے میں افضل کی ’ہکٹ کہانی‘ کا ذکر نہیں
کرتا ہے ۔ اس سے یہ احتمال ہو سکتا ہے کہ ’ہکٹ کہانی‘ والا افضل
اور والد کا افضل ممکن ہے کہ دو مختلف شخص ہوں ، مگر ہمیں یاد رہے

کہ والد ، چھ افضل کا ذکر ہمیشہ شاعر فارسی زبان کر رہا ہے اور اسے ان کے اردو کڑنامے سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔ والد انہیں ہندی اور فارسی کا شاعر بیان کرتا ہے ۔ "ہکٹ کہانی" کے دیکھتے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کا قائل فارسی اور اردو دونوں زبانوں میں شعر کہتا ہے کیوں کہ "ہکٹ کہانی" میں بہ کثرت فارسی شعر اور مصرعے آئے ہیں ۔ ایک عام بات ان میں بہت سے عشق ہوتا ہے جو ایک بیان کی رو سے ایک ہندو لڑکے گوہال پر ہوتا ہے ، دوسرے بیان کی رو سے ایک عورت پر ۔ لیکن گوہال کے ساتھ عشق کا قصہ غلط محض ہے ۔ اس کی تردید "ہکٹ کہانی" کے اس شعر سے ہو رہی ہے جس میں گوہال نام درج ہے ، کیوں کہ گوہال خود افضل کا دوسرا نام ہے ۔ افضل نے اپنا نام گوہال کیوں رکھا ؟ اس کی وجہ والد کے بیانات کے سوا اور کہیں نہیں ملتی ۔ ان بعض امور پر نظر ڈالئے ہوئے کیا جا سکتا ہے کہ افضل ہائی اور ہکٹ کہانی کا مصنف ایک ہی شخص ہے ۔

افضل کے کلام کا نمونہ چوں کہ میں "اورینٹل کالج میگزین" اور "پنجاب میں اردو" میں دے چکا ہوں ، اس لیے یہاں اس کے دہرانے کی ضرورت نہیں ۔

روشن ضمیر : شاہجہان کے دور میں ہمیں ایک اور شخص روشن ضمیر نامی ملتا ہے جس کو خاں خاں نالی امیر خسرو بیان کرتا ہے ۔ منتخب البیاب میں مرقوم ہے :

"روشن ضمیر کہ از روشن ضمیران صاحب کمال و مستعدان آن زمانہ گفتہ می شد و در نظم و نثر فارسی و اشعار ہندی مشق او بجائے رسیدہ بود کہ امیر خسرو نالیش تواریخت گفت ۔"

(صفحہ ۵ ، جلد دوم)

جب عالمگیر ۱۰۶۹ھ میں شاہ شجاع کے ساتھ جنگ کی تیاریاں کر رہا ہے ، روشن ضمیر نے بیشک اس جنگ کی مبارک باد فتح ذہل کی رباعی میں دی ہے اور جب بادشاہ جنگ کے لیے سوار ہو رہا تھا

اس وقت سنائی ہے :

اسے حرز نو سورۃ مبارک بادا بیوستہ ترا تاج بتارک بادا
جسم ز بے شگون نتجت تارچ دل گشت شود فتح مبارکبادا
عالمگیر کو یہ رباعی بہت پسند آئی اور پانچ ہزار روپیہ شاعر
کو انعام میں مرحمت کیا ۔

ان سطور سے جو میں نے ان دو قسطوں میں سنائی تھیں ، آپ
حضرات اندازہ کر سکتے ہیں کہ اودو زبان ، مغل دوبار میں ابتدا
ہی سے موجود ہے ۔ اس زبان کے سینکڑوں الفاظ مغلیہ مورخین نے
اپنی فارسی تاریخوں میں استعمال کیے ہیں ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے
کہ یہ زبان ان ایام میں اگرچہ تحریر میں نہیں آئی ہے ، لیکن مسلمانوں
کے روزمرہ کی بول چال میں ملازموں ، گھر کی عورتوں ، مسافروں ،
پیشہ وروں ، ہندوؤں اور غیر اقوام کے ساتھ برابر استعمال میں
آ رہی ہے ۔ اردو کے تحریری نمونے جو اس عہد سے تعلق رکھتے ہیں ،
آج دستیاب نہیں ہوئے اور نہ ان ایام میں اس زبان میں شعر و ادب
پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے ، البتہ گا ہے ماہے بعض اہل قلم
نے تلقیناً کچھ لکھا ہے ۔ مثلاً باہر کا شعر ، جالی اور نوری
کے رہنے ، سید مبارک اور علامہ سعد اللہ خاں کے فقرے اور سب سے
آخر میں یہ افضل کی "ہکٹ کہانی" ہے جو ہمارے سامنے ان ایام کی
اردو کے نمونے پیش کرتی ہے ۔ اس ہکٹ کہانی کے دیکھنے سے ظاہر
ہوتا ہے کہ اس عہد کی اردو ہر برج کا اثر ہے ۔ یہ ہمیں یاد رکھنا
چاہیے کہ دسویں صدی ہجری کی ابتدا سے گیارہویں صدی ہجری کے
وسط یعنی تقریباً ۱۲۷۵ء سے سال تک دارالسلطنت دہلی سے آکرے میں
منتقل ہو جاتا ہے جو شہر گوالیار یا برج زبان کے علاقے میں
واقع ہے ۔ یہاں برج نے اردو پر اپنا رنگ چڑھایا ہے ۔ ابوالفضل کی
آئین اکبری اور جہانگیر کی نورزک میں بعض موقعوں پر جو ہم
دہلی ہندی کا ہرنو دیکھتے ہیں وہ زیادہ تر برج کے زہر اثر ہے ؛ مثلاً
اکبر بادشاہ جامہ کا نام "سرب گئی" ، لنگی کا "پت گت" ، برقع کا

”چتر گہت“ ، جوئے کا ”چرن دھرن“ اور عورتوں کے مویاں کا نام ”کیس گہن“ رکھتا ہے۔ اکبر کی یہ اہج چونکہ اردو زبان کے رجحان کے خلاف نہیں مقبول عام نہیں ہوئی۔ ابوالفضل کے ہاں بعض اور ایسے الفاظ ملتے ہیں جو برج کے لہجے میں معروف ہیں؛ مثلاً ’ہسورا‘، ’بڈھل‘، ’پاکڑ‘، ’ہوڑہ‘، ’سنگھارہ‘، ’گڈھل‘، ’چیلہ اور ہیرا‘، جو اردو میں ’ہسوزا‘، ’بڈھل‘، ’پاکڑ‘، ’ہوڑا‘، ’سنگھاڑا‘، ’گڑھل‘، ’چیر‘، اور ہڑا بولے جاتے ہیں۔ یہ یاد رہے کہ اردو کی ’ڑ‘ برج میں رائے سہملہ یا دال ہندی سے بدل جاتی ہے۔

علیٰ ہذا ہاتھیوں کے ناموں میں بھی اسی زبان کا اثر ہے۔ اردو میں ہاتھی کا لفظ آج بھی عام ہے اور جب بھی تھا۔ باہر اور اس کے پیش رو ہاتھی لکھتے ہیں مگر اکبر اور ”جہانگیر“ کے دور میں ہاتھی کے جو نام رکھے جاتے ہیں، اکثر اوقات گج کی ترکیب کے ساتھ لائے گئے ہیں؛ مثلاً ’وقن گج‘، ’فتح گج‘، ’کجراج‘، ’بنجی گج‘، ’صورت گج‘ وغیرہ۔ ان ناموں میں فارسی کا اثر بھی دیکھا جاتا ہے جو اردو میں قدیم سے موجود ہے، یعنی اسم فاعل ترکیب کی طرز میں مرکب نام رکھنا، مثلاً ’بخت جیت‘، ’فوج سنگڑ‘، ’جگت جوت‘ وغیرہ۔ یہ ترکیب اردو میں آج بھی مستعمل ہے، مثلاً ’چوہے مار‘، ’دل پھینک‘، ’منہ بھٹ‘، ’سنسنی عزیز‘ وغیرہ۔ جہانگیر، آپ کو یاد ہوگا، ایک مقام پر ’شیر مار‘ لکھ گیا ہے۔ علاؤ الدین خلجی (متوفی ۷۱۷ھ) کے عہد میں بھی یہ ترکیب رائج تھی۔ اس کے دربار میں ایک امیر کا عرف ’ہرن مار‘ تھا۔

دسویں صدی ہجری کے بعض جدید دریافت شدہ ریختے

(از "اورینٹل کالج میگزین" ماہ مئی ۱۹۳۹ء)

ریختہ سے ہماری مراد ایسا کلام منظوم ہے جس میں ملمع کی طرح فارسی اور ہندی کے الفاظ یا فقرے متحد ہو کر کسی خاص مقصد اور مفہوم کو ادا کریں۔ ابتدائی دور کے ریختوں میں ہندی الفاظ کی آمیزش بہت کم ہوتی ہے بلکہ بعض میں تو پورے پورے شعر میں صرف ایک لفظ ہندی کا ملتا ہے جو بھی قافیے میں نمودار ہوتا ہے۔ ایسی نظموں کی تحریک غالباً ہزل و طراوت اور تفتن طبع کی خاطر شروع ہوتی ہے مگر وقت گزرنے پر یہی تحریک بڑے سنجیدہ اور اہم مقاصد کا مرکز بن جاتی ہے اور ہماری اردو شاعری کا تمام قصر اسی کی بنیاد پر تعمیر پایا ہے۔ اگر ریختہ کے بانی حضرت امیر خسرو مائے جاوید تو اس کی ابتدا ساتویں صدی ہجری کے ربع چہارم سے تسلیم کرنی ہوگی، لیکن اگر یہ مانا جائے کہ امیر خسرو کے بعد یہ نظمیں رائج ہوئیں تو ہمیں ان کا زمانہ اس عہد سے دو صدی بعد یعنی نویں صدی کا ربع چہارم ماننا پڑے گا جو شیخ باجن اور شیخ جہاں کا زمانہ ہے اور جب چہلول اور سکندر لودھی حکمران تھے۔ دسویں صدی کے ریختہ کے نمونے بہت کم ملتے ہیں۔

میرے کتب خانے میں فارسی کی ایک قدیم بیاض ہے جس کو جیل تھار نے ۱۰۹۲ھ و ۱۰۹۷ھ میں مرتب کیا تھا۔ بیاض میں متفرق

اشعار کے علاوہ بعض رسالے نثر کے بھی ہیں اور مطالب کی صراحت حسب ذیل ہے :

”سب سے اول ایک ناقص رسالہ نثر میں آتا ہے جس میں موت اور قیامت کا ذکر ہے۔ اس کے بعد ایک ورق ایک فقہی رسالے کا ہے جس کا نام راحت المومنین ہے اور میان عبد اللہ ملتان کی تالیف ہے۔ ممکن ہے کہ یہ ورق پہلے رسالے کا حصہ ہو۔ اب ایک اور فقہی رسالہ ملتا ہے جو ناقص الطرفین ہے۔ دونوں رسالے جدید الخط ہیں۔“

اب اصل بیاض جس کے اوراق میں تقدیم و تاخیر جلد ساز کے ہاتھوں عمل میں آئی ہے ! شروع ہوتی ہے اور ناقص معلوم ہوتی ہے جس میں متفرق آیات کے علاوہ غزلیات و رباعیات و قصائد ملتے ہیں۔ درمیان میں ایک تعبیر نامہ آ جاتا ہے، آخری دو ورقوں پر نام و تاریخ درج ہے ! پہلے ورق پر مرقوم ہے :

”بسط بندہ جیل تھار تاریخ ۲۳ شہر ذی الحجہ ۱۰۹۷ روز سہ شنبہ شہر یافت۔“

دوسرے ورق پر ہے :

”تم تم تمام شد یہ تاریخ بیست و چہارم شہر ذی الحجہ ۱۰۹۷۔“

اب ایک مثنوی آئی ہے جس میں درگا بدوائی کے بیگھا سر کو مارنے کا قصہ درج ہے۔ اس کی ابتدا ہے :

چہ گویم وصف صاحب جان دہندہ

کہ پیدا ساختہ از لطیف ہندہ

آئندہ تین صفحے بخط مختلف ہیں جن میں نسب نامہ میراں علی الدین ابن ابوموسیٰ صالح موسیٰ اور چند حرف از حکیم درویش امین آبادی مرید حضرت قطب الاقطاب شیخ فرید شکر گنج مرقوم ہیں۔

اس کے بعد مناجات شیخ عبد اللہ انصاری بہ خط جیل ہے جس کا خاتمہ ہے :

”رسالہ عبد اللہ انصاری بہ تاریخ پانزدہم شہر شعبان المعظم ۱۰۹۲

تمام شد۔ عیدہ قطیر قطیر کثیر التعبیر جیل تھار۔“

قصہ ”حسن و دل“ اس کے بعد آتا ہے ! اس کا خاتمہ ہے :

”یہ تاریخ ہشتم شہر رمضان المبارک ۱۰۹۲ نسخہ دلدہیر تمام شد۔“

کاتب وہی جیمل ہے اگرچہ نام مذکور نہیں ۔

ملا دوپازہ کا 'النامہ' اس کے بعد مرقوم ہے جو آخر سے لاکھام معلوم ہوتا ہے ۔

آخر میں نظام الدین احمد کی کتاب طبقات اکبری کا خلاصہ ہے جسے گوجرمل بن منوہر داس اوترولیہ ساکن اکبر آباد نے ترتیب دیا ہے ۔ یہ خلاصہ شروع سے لے کر ۱۰۹۸ھ کے واقعات کے ذکر میں بغیر کسی خاتمے کے ختم ہوتا ہے اور اسی پر جیمل کی بیاض ختم ہو جاتی ہے ۔

بیاض کے بعض دل چسپ امور یہاں بیان کرتا ہوں ! سب سے پہلے مجھے ایک رہائی کا ذکر کرنا چاہئے جو بہ قول مولانا محمد حسین آزاد ، میرزا سودا نے میرزا فاخر مکین کی ہجو میں نواب آصف الدولہ کے اشارے سے فی البدیہہ بڑھی تھی ۔ قصہ یوں ہے کہ قیام لکھنؤ کے زمانے میں میرزا سودا نے رسالہ 'نہرت الفائقین' لکھ کر میرزا فاخر مکین کے ساتھ جو اس عہد کے مشہور و معروف شاعر اور استاد تھے ، مفت کی عداوت کھڑی کر لی تھی ۔ چنانچہ ایک روز فاخر مکین کے شاگرد باوہ کر کے سودا کے گھر چڑھ آئے ، ان کے بیٹ پر چھری رکھ دی اور کہا کہ جو کچھ تم نے لکھا ہے وہ ساتھ لو اور چل کر استاد کے سامنے فیصلہ کر لو ۔ سودا کے لیے یہ مضمون بالکل لیا تھا ، سب باتیں بھول گئے ؛ چپکے سے اٹھے ، چڑوان لٹام کو دیا اور میانے میں بیٹھ ان کے ساتھ ہو لیے ؛ گرد وہ شیطانی لشکر تھا اور بیچ میں یہ ؛ جب چوک میں پہنچے تو ہجوم نے انہیں بے عزت کرنا چاہا ؛ اتفاقاً اذھر سے سعادت علی خان کی سواری آنکلی ؛ مجمع دیکھ کر رک گئے اور حال دریافت کر کے سودا کو اپنے ساتھ ہاتھی پر بٹھا کر لے گئے ؛ جا کر نواب آصف الدولہ کی خلعت میں ساری کیفیت بیان کی ۔ نواب سن کر بہت غصے ہوئے اور حکم دیا کہ میرزا فاخر کو جس حال میں ہو ، اسی حال میں

حاضر کرو ، مگر سودا نے حامی باندہ کو غرض کی کہ جناب عالی ! ہم لوگوں کی لڑائی کاغذ قلم کے میدان میں آپ ہی فیصلہ ہو جاتی ہے ، حضور اس میں مداخلت نہ فرماویں ، غلام کی بدنامی ہے ۔ غرض میرزا بہ اعزاز تمام رغبت ہوئے ۔ دوسرے دن آصف الدولہ نے سر دربار میرزا ناصر کو بھی بلایا اور کہا کہ تمہاری طرف سے بہت نا زیبا حرکت ہوئی ؛ اگر شعر کے مد میدان ہو تو اب رو برو سودا کی ہجو کہو ۔ میرزا ناصر نے کہا ”این از ما نمی آید“ آصف الدولہ نے کہا ”درست ! این از شما نمی آید“ اب اس میں آید کہ شیاطین خود را بر سر میرزا سے چارہ فرستادید ۔ از خانہ بہ بازارش کشیدند و می خواستند کہ آبرویش بہ خاک ریزند ۔“ پھر سودا کی طرف اشارہ کیا ؛ یہاں کیا دیر تھی ، ابالہدہ بہ رباعی پڑھی :

تو نطر خراسانی و 'نا' ساقط ازو
گوهر بہ دھان داری و 'را' ساقط ازو
روزان و شبان ز حق تعالی خواہم
مرکب دھند خدا و 'ہا' ساقط ازو

میں اس رباعی کے متعلق اکثر سوچتا رہا کہ میرزا سودا نے ناصر کو نطر اور ان کی کشمیری یا دھانوی نسبت کو جیسا کہ عام طور پر مشہور ہے ، خراسانی نسبت میں کیوں بدل دیا ۔ لیکن جہل کی بیاض سے معلوم ہوتا ہے کہ رباعی ہذا قدیم ہے اور میرزا سودا سے تعلق نہیں رکھتی ؛ چنان چہ بیاض میں اس طرح درج ہے : رباعی

تو نطر خراسانی ف ساقط (کذا) ازو
گوهر بہ دھان داری و ساقط ازو
مرکب ز خدا ہمیشہ (تو) می طلبی
مرکب دھند خدای ب ساقط ازو

اگرچہ ہمیں معلوم نہیں کہ رباعی کا اصل مصنف کون ہے ، لیکن اس کو میرزا سودا کی ہدیہ گوئی کی مثال کے طور پر قبول نہیں

کہا جا سکتا ، کیوں کہ وہ ان سے ایک صدی پیشتر کی بیاض میں موجود ہے ۔

بیاض میں ایک شعر یہ بھی آکا ہے جو بعد کی بیاضوں میں امیر خسرو کی طرف منسوب ہے :

گفتم کہے دو خانہ مامون تو باشم
گفتا کہ درین خانہ ہلاکت محاق

اس شعر میں مامون اور محاق فارسی اور ہندی زبانوں میں مختلف معنی دیتے ہیں جس سے شعر کے دو مختلف مفہوم پیدا ہو جاتے ہیں ۔ ایک اور شعر یہ ہے :

چون موی میان قنتہ گر آفت جاں ہے
ہر کچھ جو کرے کچھ نہ کہو موی میان ہے

اگرچہ شعر کا مطلب صاف نہیں سکر میں سمجھتا ہوں کہ صنعت ایہام سے کام لیا گیا ہے ۔

ایک رباعی یہ ہے :

گویاں کہ نوحہ می کند وقت گری
دانی مہیش چہست ازین نوحہ گری
یعنی کہ گری گری شود عمر تو کم
ہمانہ عمر ہر شہود نسا در نگری

’سیرالعارفین‘ کے مصنف شیخ جالی کلبوہ (متوفی ۷۴۴ھ) سکندر لودھی و باہر و ماہیوں کے عہد کے شاعر ہیں ؛ ان کا یہ رخنہ ”پنجاب میں اردو“ میں درج ہے :

..... ہر دو ترا کتا ہے
موتیا بن ہر در تو ستا ہے
خوار شدم زار شدم لت گیا
ہر وہ عشق تو کمر کتا ہے

گسرجہ ہدم گفت رقیب کتن
اس کا کہا مت کرو بہ جہتا ہے
کہ لگتی کہ جالی تو بیتہ
تہم کرو کیا اپنا کرم ہوتا ہے

جیل کی پیاہی میں جالی کا ایک اور ریختہ موجود ہے، وہو اعداد :

آن بری رخسارہ چون شالہ بہ چوٹی می کند
جان دراز عاشقان را عمر چھوٹی می کند
چشم را قصاب سازد خنجر از حمزہ زند
عشق بازان را جدا ہوتی ز ہوتی می کند
چون زند خنجر بہ جام خون ز جام می چکد
ہمچو مرغ نیم بسمل لوت ہوتی می کند
بر دوت آیم رقیبت گویدم در خانہ نیست
ایں چنین کم ہفت یا ما ہات کھوتی می کند
در رہ عشقت جالی گشتہ (چون) زار و فزار
عاقبت از مفاسی در تہ انگوتی می کند

معلوم ہوتا ہے کہ جالی کے عہد میں ریختہ گوئی کی بنیاد
پڑ چکی ہے ؛ چنان چہ شیخ بہاؤالدین باجن (متوفی ۸۹۱۲) کے ہاں
ریختہ ابتدائی شکل میں ملتا ہے :

یہ صوفی سرّ الہی ایس مرتبہ دارد شاہی
یہ مظہر عین خدائی دران مجلس کہ مظہر عین خدا باشد
آن جا عین شین خدا باشد آن جا بارہ رحمت اللہ
آن جا ساقی رسول اللہ آن جا حمد اللہ باشد نہ غیر اللہ
یہ سرود باجن کے ہاں ریختہ کے نام سے یاد کیا گیا ہے ، جس
کے ہر جزو یا مصرع کا وزن جدا ہے ۔

اکبر کے عہد میں ہمیں ریختہ کی کئی مثالیں ملتی ہیں۔ ملا نوری اعظم پوری کا یہ شعر قائم نے ”غزون نکلت“ میں دیا ہے :

ہر کسی کہ خیانت کند البتہ ہترسد
بے چارہ نسوری نہ کسرے ہے نہ ڈرے ہے

میں سعدی کے ریختہ سے جس کی بہ سبب کثرت شہرت چاہا فرج کیے جانے کی ضرورت نہیں ، قطع نظر کر کے ایک فارسی گو شاعر بہرام سقا بخاری یا ماوراءالنہری کا ذکر کرتا ہوں جو اپنے وطن سے ہندوستان آتا ہے۔ ”تذکرۂ روز روشن“ میں مرقوم ہے کہ اکبر اس کی بہت عزت کرتا تھا۔ جب اس کا مرشد زادہ وارد ہندوستان ہوا ، اپنی ساری کہانی اس کی مذہبی اور فی سبیل اللہ ہائی پلانے لگا۔ ترکی اور فارسی میں اس نے دیوان مرتب کیے تھے۔ ایک روز چلنے کے عالم میں انہیں دریا میں ڈال دیا اور سراندریپ کے اوڑھے سے چل کھڑا ہوا۔ راہ میں انتقال کیا۔ یہ قول قاضی اختر اس کا مزار بردوان (بنگلہ) میں موجود ہے۔ سقا کا دیوان اب بھی مل جاتا ہے۔ یہ ریختہ اسی دیوان سے ہے :

باز ہندو چہ قصہ دلم دھرق ہے
کوچہ نہیں جالوازمین غسہ (کہ) کی کرتی ہے
چہیں برابرو زدہ برہستہ کستارہ بہ میان
چل چل ایدل منگر تو چہ کئی او لرق ہے
ہیات سہدی لایہا دست فرو بردہ بہ خون
کہ ہسی کششہ ز نیستان غمش مرقی ہے
چشم او طرفہ غزالیست کہ در باغ چہان
ہمہ ریمان و گل و سنبل تر چرقی ہے
بت من سرو سہی شرم نساورد ز قدرت
خویشی را بچہ رو این ہمہ او پرقی ہے

آنکھ سر دم کشی او دم بہ دم از خون چکر
قدح چشم مرا از غم خود بھری ہے
چپ کر اے دل شدہ سقا ز غم یار مثال
گر جفا رفت بہ جان تو میان کرتی ہے

(صفحہ ۸۳ ، غلطی)

میان مصطفیٰ ایک گجراتی بزرگ ہیں جو دائرہ ، کھنڈیلہ
(راجپوتانہ) کے مہدویوں کے پیشوا ہیں ؛ ۸۳۹ء میں انتقال کرتے ہیں۔
اکبر کے دربار میں ان سے مذہبی مناظرے ہوئے ہیں۔ ان کے
فارسی مکتوبات جو نوے غطوں کا مجموعہ ہیں ، بہت مشہور ہیں ،
چوتھویں (ج) مکتوب میں یہ ریتہ ملتا ہے :

عجب این فضل خدا شد کہ ہار واپستہ باشد
دلش از قید رقیبان بچہ وجہ جدا شد
ناگہاں ہر دم آمد کہ ہشام ہمیں جا
جام از غایت شادی ز ہنر رقص ہشا شد

جم جم شادیاں روزی سہیلا ساز واری گاؤ
نت نت خوبیاں ادکیاں خوشی کے تہال بھراؤ

ہر نازک شیریں ایسا کن مائی جایا
ہنکے شوخکے خودیوں سو مرے منسرے بھایا

نکہ آہستہ ہتمکین سو کہو کنیں ڈیلھا
یار کے موزوں دل چین سو گھروں چل کر آیا

جم جم شادیاں روزی سہیلا ساز واری گاؤ
نت نت خوبیاں ادکیاں خوشی کے تہال بھراؤ

ایکے آن حامد بدعو تاین تلی منجسوں لڑتا

ز سر کینہ چو کو سو بولوں بولوں اڑتا

۱۔ اصل تحریر میں 'ز' کی شکل 'د' ملتی ہے ، اسی طرح 'ڈ' کو
'د' اور 'ت' و 'تھ' کو بالترتیب 'ت' و 'تھ' یعنی چار قطعوں کے
ساتھ لکھا گیا ہے۔ (مرتب)

این دم از هرزه هوس و خجل ہو رہا ہارے
 سوچم آن دلبر خوشرو جو آیا جس جس پڑتا
 جم جم شادیاں روزی سیلا ساز واری گاؤ
 نت نت خویاں ادکیاں خوشی کے تہال بہراؤ
 روی آن مہوش ہوتا سو کدھیں بھی نہ بھرتا
 جان ز ہجر رخ زیباش نسدن لٹکی بھرتا
 بگنشت آن عہہ تشویش بھلا ہو را مانہی
 سوہرشتکے رعنا آٹھڑا لٹکے کرتا
 جم جم شادیاں روزی سیلا ساز واری گاؤ
 نت نت خویاں ادکیاں خوشی کے تہال بہراؤ

مثنوی فیض عام میں جو ۱۱۱۷ء کی تالیف ہے ، میان مصطفیٰ کا
 ایک اور ریختہ منقول ہے ، جس میں اردو کا شعر ترجیع بند کے طور
 پر چار چار فارسی مصرعوں کے بعد حسب بالا دہرایا گیا ہے ۔
 چنانچہ :

اس لٹکے اوہر واری رے	اس غمڑے کے بلہاری رے
دل بردیک و ستار کہ خوش	دین بردیک گفتار کہ خوش
نساگہ متاع ہوش و غمرد	واہستہ بدان دستار کہ خوش
اس لٹکے اوہر واری رے	اس غمڑے کے بلہاری رے
آمد سومن چہون ساہوشان	ہشت دسی شادان و خوشان
دل خواست کہ مہانیش کند	برخواست ہی شمشیر کشان
اس لٹکے اوہر واری رے	اس غمڑے کے بلہاری رے
گفتا کہ بیا تا بوسہ زم	گفت کہ فدایت جان و نم
نزدیک جو گشت غنہ زمان	مں گلف کہ خواہم ہوست کم
اس لٹکے اوہر واری رے	اس غمڑے کے بلہاری رے

چشمیت کہ دل از جای شود لعایت کہ غم از بیخ رود
 کہ از سر راہم دور کند کہ بگریزم دنبال رود
 اس لشکرے اوہر واری رہے اس غمڑے کے بلہاری رہے
 خان صاحب قاضی فضل حق پروفیسر گورنمنٹ کالج لاہور نے
 اگست ۱۹۳۱ء کے اورینٹل کالج میگزین میں میرے ایک مضمون (اردو
 مغلوں کے دوبارہ) کی تنقید و جرح کی ہے جس سے مجھے کامل اتفاق
 نہیں مگر ان کی تحقیقات سے ایک کام کی بات یہ پیدا ہوئی کہ ہم کو
 عشقی خان کے ایک قصیدے کا ہتا لگ گیا جس کے لیے میں ان کا
 ممنون ہوں۔

عشقی خان اکبر کے عہد میں میر بخشی کے عہدے پر ممتاز
 تھا۔ یہ اسماعیل قاضی پیر و مرشد اتراک کی اولاد میں سے ہے اور
 ۹۹ء میں وفات پانا ہے۔ عشقی خان ایک قصیدے میں دنیا کے
 لشیب و فراز، زر داری و بے زری، خوش نصیبی و بد نصیبی کی وجہ سے
 جو بین فرق ایک انسان کی حالت میں پیدا ہو جاتا ہے، ہمیں سمجھانا
 ہے اور کہتا ہے کہ جس شخص کی جاگیر بھال ہے وہ دولت مندی
 کے لیے مشہور ہے۔ اس کی ہر بات اور ہر ادا دنیا کو مرغوب
 ہے۔ ادنیٰ و اعلیٰ اس کی صحبت کے مشتاق ہیں۔ وہ خاندان کا
 چشم و چراغ تسلیم ہوتا ہے۔ نوکر اس کی خدمت میں بچھے جاتے ہیں۔
 دوست آہنا "خان سلامت! خان سلامت!" کہتے ہوئے نہیں ٹھکتے۔
 جب محل میں داخل ہوتا ہے، بیویاں گرم جوشی کے ساتھ استقبال
 کرتی ہیں! کوئی صدقہ لینے جاتی ہے، کوئی ٹکار لاتی ہے۔ ترکی جو رو
 اپنی ترکی میں ایسے دعائیں دیتی ہے کہ خدا میاں کی عمر دراز کرے
 اور منصب برقرار رکھے۔ ادھر تاجیک بیوی بڑھتی ہے! فارسی میں،
 جو اس کی زبان ہے، دعائیں دیتی ہوئی اس کے چہرے سے گرد پاک
 کرتی ہے۔ کہتی ہے میرے خان! میری جان! اور میری آنکھ کا
 تارا! باہر سخت محنت کر کے آرام کے لیے تشریف لایا ہے۔ وہ بے لاشا
 لونڈیوں کو ہکارتی ہے: اری گلستان! اری گل چین اور گلزار!

او فرگس اور سوسن اور ہمیشہ بہارا کم ہفتہ کہاں مر گئیں ! آؤ آؤ
اور جو حکم خان دیں بجا لاؤ ، جو چیز مانگیں حاضر کرو ۔ میں بھی
ان کی خدمت میں ایستادہ ہوں ۔

انہی میں ہندوستانی بیوی نمودار ہوتی ہے اور اردو میں یوں
غرض آمدید کہتی ہے جس کو میں شاعر کے اپنے الفاظ میں یہ جتنہ
عرض کرتا ہوں :

ژن ہندی ز یک طرف گوید ہوں تری لوتلی توں مراخوندگار
تم جو مجھ کوں پیار کرتے ہو ہوں بھی (تو) کرتی ہوں تمہارے پیار
اپنے کوتھے یہ میں پھاؤں ہلنگ اوس اوپر لیت جیو پاؤں پیار
بیج توں لیٹ لوندیاں چوگرد حرمان آس پاس تم بھکار ؟

اقبال اور غرض حالی کا نقشہ یوں کھینچ کر عشق خان اداوار
اور بد الہالی کے ذکر میں مصروف ہو جاتا ہے ۔ نوکر چاکر منہ
پہر لیتے ہیں ؛ دوست بیکانے ہو جاتے ہیں ؛ ترک بیوی اپنی ترکی
میں اسے صلواتیں سنا رہی ہے ، تاجیک چورو اپنی زبان یعنی فارسی
میں کوہنتی ہے کہ نامراد تو نے میرے کپڑے اور زیور تک سب
کچھ بیچ ڈالا اور اپنے ہاتھی گھوڑوں کے خرچ میں لے آیا ۔ میرے
پاس بیوی کوڑی تک نہیں چھوڑی ، میں تیرے منہ پر تھوکتی ہوں ۔
مجھے طلاق دے ، میں نے اپنا حق تمہیں بخشا ، میں دم بھر کے لیے
بھی تیرے گھر میں رہنا نہیں چاہتی ۔ ادھر ہندوستانی بیوی اپنی
ہندوستانی میں یہ الفاظ مصنف یوں طنز و تشبیہ کرتی ہے :

ژن ہندی ز یک طرف گوید تیری ماں گولی تیرا باپ چار
جھوٹو تمہ نہیں بہت سنا مت بول سچ ترا ہوں کہوں مرا مت نار

۱ ۔ یہ معنی 'میں' ، راجستھانی میں واحد متکلم کے لیے عام
مستعمل ہے ۔ (مرقب)

۲ ۔ پنجابی میں عام ملتا ہے ۔ (مرقب)

تجہ نہیں مجھ کوں نہ رونی و ہانی تجہ نہیں مجھ کوں نہیں سواد و سنگار
اب نہ رہوں ترے خدا کی سوں نکلوں گی تمہارے گہرتیں باہر
یہ عورتیں اپنی اپنی قومی زبان میں گفتگو کرتی ہیں ؟ چنانچہ
زن ہندی ، جیسا کہ ہم اوپر دیکھ چکے ہیں ، ہندی یا ہندوستانی میں
بات کرتی ہے ۔

اب میں جیمل کی بیاض کی طرف رجوع کرتا ہوں ۔ اس میں ایک
ریختہ فیضی کے نام پر دیا ہے ۔ معلوم نہیں یہ فیضی کون ہے ؟
اکبر کے عہد میں ہمیں دو فیضی ملتے ہیں ۔ پہلے شیخ اللہ داد سرہندی
جو 'مدارالفاضل' کے مصنف ہیں ۔ دوسرے فیضی فیاضی برادر
ابوالفضل ، اور ریختہ یہ ہے :

اے آنکہ ہست لعلت چون آب زندگانی
تا تشبہ لب بزم اینک پہلاؤ پسانی
گفتی فسانہ گویم جانان بہ جان و لیکن
تو مست من پریشان کیوں کر بنے کہانی
اے دل ز لعل جانان کلم نکشت حاصل
زہرا کہ زر ندارم وہ بہت اے برائی ؟
من درد مند عشقم ہر من کنوں وفا کن
عزم گنشت در غم نس جاگئے بہانی
بشنو تو فیضی از من بگذار روی جانان
تو عاشقی و سادہ وہ ذات ہے سیانی

اب سے ہی برس قبل ایک قدیم بیاض میری نظر سے گزری ۔ تھی
جس میں ابوالفضل اور فیضی کے ریختے درج تھے ، مگر اب وہ بیاض
غائب ہے اور میں اس کی سراخ و سانی سے عاجز ہوں ۔

جیمل نے ایک ریختہ بزم کا دیا ہے ؟ چنانچہ بزم راست :

۱ ۔ بہت : مال ، دولت ، جائیداد ۔ (مرتب) ۲ ۔ برائی : برائی ۔ (مرتب)

دلا کن باد آن ساعت درون گور جب سوہ
عذاب سخت تر باشد کہ لوهو آسواں روہ
نہ آتیا خوبش نے قربت نہ سائھی باب ارو بھائی
نزن فرزند کو بلی دران نارنگ تنہائی
بیاید جانستان ناگہ چو ملک الموت دربارت
چو ہیکا چو کر سنجہ ۱ کند در یک زمان غارت
نہی رفتند آن مردم جتھوں کے لاکھ تھے پائے
نہ با خود برد یک جیل کہ رہتے ۲ ہاتھ اٹھ چالے
دوان درگاہ بے رشوت نہ جانوں کیوں رہے بردا
للیا آج جن سنبھل گھنے ۳ پھبتانہ کے فردا
ہیں دنیا کہ محبوب است گھنے ہم سار کے گھالے ۴
ندانستم کہ تا آخر ہیں بیور خیل مکھ کالے (کھا)
گیاں داوم درین دنیا دو گز گھر باس ارو مائی
ہسارا دور کر چندین چو لقمان باندہ رہ ٹائی

[کہ] پریم نقد جو ہوئے (تو) صرف راہ او کیجیے
اوسے جو چھال کر جانتاں ہر این کھالے لے لیجیے
جانی کے دو رختے نکل ہوئے ہیں :

بے ناہم از قراق ندانم [کہ] کیا کروں
سیرم ازین حیات دلا کہا چیا کروں

-
- ۱ - سنجہ : جمع کرنا - (مرتب) ۲ - ریتا : خالی - (مرتب)
۳ - یعنی 'بہت' - راجستھانی کا عام لفظ ہے - اصلاح منٹگمری و ملتان کے
ان حصوں میں جو راجستھان سے نزدیک ہیں ، پنجاب میں بھی شامل
ہو گیا ہے - اردو میں بھی استعمال ہوتا رہا ہے ، گو اب متروک ہے -
اس کی یادگار مشہور مثل 'تھوٹھا چنا ہاجے گھنا' اب بھی
موجود ہے - (مرتب) ۴ - ہندی مصدر گھالنا یہ معنی تباہ و برباد
کرنا سے مشتق ہے - (مرتب)

هرگز نشد نصیب وصال تو یک نفس
 چندانکه گورد کوئینو آہا کیا کسروں
 دل شد پیالہ وار پر از خون و تابکے
 این بادہ را ز ساقی ہجراں ہیا کسروں
 خواہم ہزار بارہ کتم جان ہکف ہم
 ہر بارہ در خیال تو جانان دیا کسروں
 تا گوہر وصال تو کم شد بحر (ہجر) ؟
 ہر دم ہزار غوطہ کہ چون مرجیا کسروں
 کتم کہ دین و دل شدہ در عشق دوست، گفت
 جانی یک پیالہ ترا اولیا کسروں

دوسرا ریختہ یہ ہے :

بد آن لطافت بد آن ظرافت اگر خرامان نگار آوے
 کجای ابرو سپاہ مزکن میان جان و جگر لگاوے
 ربود ہوشم بشوخ چشی نگاہ شوخش یک کرشمہ
 چنانچہ (کذا) شیرے میان پیشہ گرسنہ سوے شکوہ داوے
 کہے ہکرم کہے بنالم خدای داند کہ چیست حالہم
 کہے توحم کند ہردم ہکوش جانان خبر ستاوے
 اگر برآید کشیدہ غنجر من بہ پیشش نہادہ حنجر
 بقتل تیغش رناست مارا (ز) ہجر جانم خلاص پاوے
 کہے مبادا ہمایں غریبی کہ زاو زارم ز بے نصیبی
 ز بے نیازی بخویش راضی کیہو نہ مارا بخود ہلاوے
 مثال جانی ز بے زبانی غم نہانی مگوی باکس
 شبی تبسم بہ پیش او کن مگر بہ لطفش [بلا] بہاوے (؟)

جانی کئی شخصوں کا تخلص ہے ! مثلاً جانی دوست، جد سبزواری یا

۱ - صحیح 'چنان کہ' ؟ (مرتب)

اسفرائینی ، جانی صفاحی ، جانی لکزی لزویہی جسے سلطان حسین میرزا قتل کرتا ہے ۔ جانی ہروی مولانا جامی کا رشتہ دار ہے (از روز روشن صفحہ ۱۴۱) ایک جانی ہزاری ہے جو ہمایوں کے اسراء میں سے ہے ۔ اس کے غلام بنے اس کو زہر دے دیا جس کے اثر سے ۱۶۸۵ء میں وفات پائی ۔ مگر یہ جانی سب سے مختلف ہے ۔ جیمیل نے جانی کی فارسی غزلیں اور غنیمت بھی نقل کیے ہیں ۔

سیدن کا ایک رشتہ منقول ہے :

دہم شی آن ماہ را لاگون سکھی پک دھا پکے^۱
 نا گہہ ز چشم شد روان جیوں جوک چینگ لایکے
 دودا رسیدہ جان ہلب پیش آمدہ حال عجب
 میری بتھا پیو ہاس سب آگے کہے کو جاپکے
 نے صبر دو جان حزیں نے خواب در چشان تر
 وا در سکوں جوگن بھٹی مکھ انگ بھسم چرھایکے
 مٹوں زلف آن ہری دو خاق عالم شد ہری
 تن قلعلی پیو ہن بڑی سرھوں سکھی بورایکے^۲
 بے روی او جان مرا تباب صبری شد دلا
 سیدن گندی نہیں پیو کہتا رہی سبھایکے

سیدن فارسی تذکروں میں نہیں ملتا ، یہ نام یقیناً ہندوستان ہے ۔ ایک رشتہ فتح محمد کا مرثوم ہے ۔ معلوم نہیں یہ فتح محمد کون ہے جو اپنا پورا نام بہ طور تخلص لاتا ہے ۔ نام سے تو بظاہر پنجابی معلوم ہوتا ہے ، رشتہ یہ ہے :

اس کل^۳ بیتر میت لکوڑ آپ سوارتہ^۴ سب دیکھے
 تہہ سنگ جم اکارتہ بیتا جو بیتا نوکت لیکھے

- ۱ ۔ ہندی مصدر 'ادھانا' بہ معنی دوڑنا ، چھپنا ہے جس کا حاصل مصدر دھاوا ہے ۔ (مرتب) ۲ ۔ بوراتا ؛ دیوانہ ہونا (مرتب)
- ۳ ۔ ہندی کا اسم جمع ۔ بوڑے ، گروہ ، مجمع ، خاندان ۔ (مرتب)
- ۴ ۔ مطلبی ، خودغرضی ۔ (مرتب) ۔

دھنئے کچھ کر لیہ نا مورکھ ناتر پھٹاؤہ کا
 آج وکالہ کل سر کر کے پھر لیہ چٹن پاؤہ کا
 ماما بتا نار سب ویندھب کل کنت ارو میتاری
 انہ تہیں کاج نہ آوے کوؤ جو بھارتہ سر میتاری
 جھولہ دغا بازی ہٹ ماری گھات بیاسی مدہ پیتی
 اب کلھے پھداون لاگا تب کیوں سوچ نین کیتی
 فتح چھ کیا سمجھاؤہ نکھ سکھ تو یوں آلودا
 اپنا آپ ستوار دوانے اورن سون کیا منصودا

ایک ریختہ میں شاعر کا تخلص درج نہیں ، معلوم نہیں کس کا ہے ۔
 وهو هذا :

زلفت بہ چشم غولی کچھ تو متا کیا ہے
 دائم قراز قتلہ مل کے دوہوں دیا ہے
 پرواے حوصل کوثر ہرگز بدل نیاد
 از کاسہ محبت جن ہم رس پیا ہے
 قصاب وار چشت نشہ نمود مرگان
 دل پارہ پارہ کردہ جیہ ہانٹ کے دیا ہے
 جانم تونی و بے تو زندہ چگونہ مام
 لہہ بن کیسی جیونگا جیو بن کوئی جیا ہے

امیر خسرو کی ایک ریختہ غزل "ز حال مسکین مکن تغافل دورای
 نیناں بنائے بیتاں" نہایت مشہور ہے ؛ جہاں کے ہاں یہ ریختہ بھی
 مرقوم ہے مگر وہ خسرو کی طرف منسوب نہیں بلکہ کسی جعفر کی
 طرف ۔ چنانچہ :

ز حال مسکین مکن تغافل دورای نیناں بنائے بیتاں
 چوناب میراں نادارم ایجان نلیہ و گاہی لگای چہتیاں

۱۔ متا : مشورہ ۔ (مرقب)

چو ذرہ حیران چو شمع سوزان بہ سہر آن ملہ گشتم آخر
 نہ نیند نینان نہ انگ چینا [ن] نہ آپ آوے نہ ہوچھے ہتیاں
 یکا یک از دل دو چشم ششوغش بصد فریم پردہ تسکین
 کسہ بڑی ہے جو جا چلاوے پیارے بہتیاں ہاری ہتیاں
 شہان ہجران دراز زلفش بروز وصلہ تو عمر کوتاہ (کذا)
 سکھی پیاہ سو کون ہنہوں تو کیسے کائوں بہ کاری رتیاں (کذا)

بہ سہر آن شوخ چرخ بہ سہر پردہ مارا شکبہ جعفر
 سہت من سنہ درای راکھوں جو تہہ ہانوں ہرآن کتیاں
 لیکن یہ ریختہ جس کو جہیل گیارہویں صدی ہجری کی روایت
 کے مطابق جعفر کی طرف منسوب کرتا ہے ، بعد کی صدیوں میں بالعموم
 حضرت امیر خسرو کے نام پر دیا جاتا ہے ۔ ہم یہاں بارہویں صدی کے
 تذکرہ نگاروں کے بیانات کا جائزہ لیتے ہیں ۔

ہر تاب سنگھ ابن حکومت رائے بن غوش حال رائے اپنی بیاض میں ،
 جو سنہ ۶ جلوس بد شاہی میں قتل ہوئی ہے ، لکھتا ہے :

ریختہ حضرت امیر خسرو دہلوی

ز حال مسکین مکن تعاقب دورائے نینان ہنارے ، شہیاں
 کہ تاب ہجران تدارم اے جاں نہ لیہ گاہی لکای چھتیاں

چو ذرہ حیران چو شمع سوزان ز بہر آنملہ گشتم آخر
 نہ نیند نینان نہ انگ چینا [ن] نہ آپ آوے نہ بھیجے ہتیاں
 یکایک از دل دو چشم چاندو بصد فریم پردہ تسکین
 کسہ بڑی ہے جو جا چلاوے پیارے یہ سون ہاری ہتیاں
 شہان ہجران دراز چون زلف روز وصلہ جو عمر کونہ
 سکھی پیاکوں جو میں ندیکھوں تو کیسے کائوں اندھیری رتیاں
 بہ حق آنروز فضل محشر کہ داد مارا فریب خسرو
 سہت من کے دواہی راکھوں جوجاں ہانوں ہرای رکھیاں (کذا)

’انکث الشعراء‘ میں میر صاحب ؎ خسرو کے حالات میں اسی قدر کہنے ہیں :

”اشعار و غنہ آن بزرگ بسیار داود ؎ درین خود ترددے نیست ۔“
(صفحہ ۲)

شفیق اورنگ آبادی ’چمنستان شعراء‘ میں وقم طراز ہیں :

”مشاطہ طبعی اکثر بہ نژدین عروس غزل برداشتہ ؎ شرح کمالانش
اگر بر طرازم نسخہ رنگین پیدا می شود ؟ لہذا موقوف داشتہ و معجز
خود اعتراف نموده این دو بیت تیمنا میں طراز د :

شبان ہجران دواز چوں زلف و روز وصلی چو عمر کوتہ
سکھی پیا کوف جو میں تدیکھوں تو کیسے کالوں اندھیری رتیاں
چو ذرہ حیران چو شمع سوزان ہکشم آخر ہر سہرو
نہ نیند تیناں ؎ نہ الگ چیناں ؎ نہ آب آوے نہ بھیجے پتیاں“
(صفحہ ۵۳۸)

میر حسن تذکرۂ ہندی میں تحریر فرماتے ہیں :

”این بیت اول تیمنا و تبرکاً از کلام معجز نظام حضرت امیر خسرو
قدس اللہ سرہ ؎ ترقیم می نماید و احوال آن بزرگوار مشہور و معروف
است ۔ ازوست :

ز حال مسکین مکن تعافل دورای نیناں بنائے پتیاں
چو تاب ہجران ندارم ایجان نہ لہو گاہی لگائے چہتیاں“
نیرھویں صدی میں متعدد اہل قلم اس روایت کو شہرت دیتے ہیں ۔
میں بہ خوف طوالت ان کے اقتباس دینے کی بجائے صرف ان کے اماء پر
قناعت کرتا ہوں :

میر تقی اللہ قاسم ’مجموعۂ نفز‘ میں ! منشی کسرم الدین
’طبقات الشعراء‘ میں ! اسپرنگر جفرل ایشیاٹک سوسائٹی ہنگالہ میں
(بابت ۱۸۵۲ء) ! جنم جیا ’نسطلہ دلکشا‘ میں (کلکتہ ۱۸۷۰ء) !
صفیر ہلگرامی ’جلوۂ خضر‘ میں (صفحہ ۲۲) ! سری رام ’شعبانہ جلاوید‘
میں ! شبیر علی خان سرخوش ’اعجاز سخن‘ میں ؎ وغیرہ وغیرہ ۔

اب صورت حال یہ ہے کہ گزشتہ دو صدیوں سے تمام تذکرہ نگار بغیر کسی استثنا کے یہ رختہ امیر خسرو کی ملک مانتے آئے ہیں ، ان کے مقابلے میں جہل تہار صرف ایک نیا شخص ہے جو اس کو ایک نامعلوم شخص جعفر کی طرف منسوب کرتا ہے ۔ ہادی النظر میں ہیں خیال گزرتا ہے کہ خسرو کے نام کی جگہ غلطی سے اس کے قلم سے جعفر مرقوم ہوا ہے ، مگر جب ہم غور کرتے ہیں تو معاً اس کے بیان کو غلط بھی نہیں کہہ سکتے ۔ اس عزل کو امیر خسرو کی طرف منسوب کرنے والی سب سے قدیم دستاویزی شہادت ، جہاں تک مجھے معلوم ہے ، رام برتاب کی ہے جو سنہ ۹ جلوس ہد شاہی مطابق ۱۰۳۹ء سے تعلق رکھتی ہے ۔ لیکن اس تاریخ سے ستر سال قبل جہل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ عزل مذکور جعفر کی ملک ہے ۔ دستور ہے کہ ایک دستاویز جس قدر زیادہ قدیم ہوتی ہے اسی قدر زیادہ قابل اعتبار ہوتی ہے ، لہذا ہم جہل کی گواہی کو ناقابل اعتنا سمجھ کر نظر انداز نہیں کر سکتے ۔

ہمیں معلوم ہے کہ امیر کی ہندی نگاری کے متعلق ہمارے ہاں مبالغہ آمیز بیانات مشہور ہیں ، حتیٰ کہ بعض یہ کہہ گزرتے ہیں کہ جس قدر امیر نے فارسی میں لکھا ہے اس سے مضاعف ہندی میں لکھا ہے ۔ چنانچہ سراج الدین علی خان آرزو نے اپنے مشہور تذکرے 'صبح الثنائس' میں تحریر کیا ہے :

”اشعار فارسی او از صد ہزار زیادہ است و از دوہست ہزار کم مینی بر اقسام سخن و بزبان ہندی دو برابر آن ، و در موسیقی تصانیف نفیس دارد ۔ زبان ہندی و فارسی و ملمع و مرکب از لسانی کہ آن را رختہ گویند ، ازو ہمایار مروہست ۔“

خان آرزو اردو نگاروں میں ایک مقتدر سند کا حکم رکھتے ہیں ؛ اسی بنا پر اردو کی بہت سی چیزیں بغیر کافی وجہ کے امیر کی طرف منسوب کر دی گئی ہیں ۔ مثلاً 'نغانی ہاری' کو ان کی تصنیف کہا جاتا ہے جو بعد از قیاس ہے ۔ اسی طرح مکرئیاں ، اہل ، پھلیاں ، ڈھکوسلے ،

دو سہنے وغیرہ کی تصنیف ان کی طرف منسوب ہے ، حالانکہ ان کا رواج زیادہ تر گیارھویں بارھویں صدی میں رہا ہے ۔ اس سلسلے میں خود امیر کا بیان بھی قابل لحاظ ہے ؛ ”عمرۃ الکمال“ کے دیباچے میں فرماتے ہیں :

”جزوی چند نظم ہندوی نثر دوستان کردہ شدہ ۔“

(صفحہ ۶۶ ، قیصریہ دہلی)

کہاں یہ بیان اور کہاں وہ بیان جس میں ان کے فارسی اشعار کی تعداد دو لاکھ ہے کم اور ہندی اشعار کی تعداد ان سے بھی دوگنی بتائی گئی ہے ۔ نظم ہندوی ہے امیر کی مراد دوسرے قسم کے اشعار ہیں جن کا قدما میں بہت رواج تھا ۔

ہمیں اس ریختہ کے عروضی وزن پر بھی غور کرنا چاہیے۔ اس کی بحر متقارب معلول فعلان شافزہ رکتی ہے ، جس میں قبض اور ثلم باثناوتر کام کر رہے ہیں ۔ اس لحاظ سے یہ وزن جدید ہے ۔ سب سے قدیم مثال عروضی سینی میں خواجہ نصرت اللہ بخاری کی دی گئی ہے جنہوں نے متقارب شافزہ رکتی میں لکھا ہے ۔ مثال میں یہ بیت دیا ہے :

زہی دو چشت ہنوں مردم کشیدہ تیر و کشادہ خنجر
رخ چو ماہت صباغ دولت خط سیاہت شب معنیر

یہ قصیدہ چوں کہ الخ بیگز ا . و . د (۱۴۴۷ھ) و ۱۵۵۳ھ (۱۱۶۶ھ) کی مدح میں لکھا گیا تھا ، اس لیے ہم یقین کے ساتھ کہہ سکتے ہیں کہ فارسی میں اس شافزہ رکتی وزن کا استعمال نویں صدی ہجری کے وسط میں شروع ہوتا ہے ؛ اگرچہ شست رکتی یعنی مشن میں قدیم سے موجود ہے ۔ معاییر المعجم کی روایت ہے کہ ”رودکی دو بیت مقبوض الثلم گفتہ است و دران سجع نگاہ داشتہ است :

گل پہاری بت تکاری نیبذ داری چرا نیاری

نیبذ روشن چوابر بہمن بہ طرف کلشن چرا نیاری“

”تغیید الدور“ میں فضائی اسی بیان کی تائید و توثیق کرتا ہے ؛ وہ

لکھتا ہے :

”قدر بعضی رسائل آورده کہ رودکی در وزن مقبوض ائلم غزلی مسجع
گفته و این دو بیت از اوست :

کل بجاری بت تناری الخ

و بعضی از متأخرین بنای مقبوض ائلم را بر شائزده وکن نهاده اند
چنان کہ خواجہ عصمت بخاری قصیدۃ (دو مدح) میرزا الخ بیگ دارد کہ
مطلعی اینست :

زهی دو چشمت بخون مردم الخ

علاق طوسی اس وزن کو متقارب کی ذیل میں شمار نہیں کرتے بلکہ
مفعول مفعول کے وزن پر مفاعلاتن ایک رکن ثنائی مانتے ہیں ۔ چنان چہ
کہتے ہیں :

”بنادر در لغت پارسى رکن ثنائى یافته مى شود مؤلف از دو
وند و سببی بر وزن مفاعلاتن و شعری دہم ازین رکن چہار ہار کہ ہیں
آن شعر بر یاد ندارم اما برین متوال ہونہ ، بیت :

اگر بدائی کہ ی تو چو نم مرا درین غم روا نداری“

(معیار الانصار ، صفحہ ۱۷۱ ، علوی سنہ ۱۳۶۳ء)

محقق کے نزدیک یہ مفاعلاتن مستعمل صرف ہے یا متفاعلتن
موقوف صرف ۔

قدر ہنگرامی اس کو مقبوض بحق کہتے ہیں اور حافظ کا شعر نقل
کرتے ہیں :

گرم بخوانی ورم ہرانی دل حزین را بجای جانی

اور کہتے ہیں کہ : ”اکثر رسائل عروض میں اس کا نام مقبوض ائلم
لکھا ہے اور صریح غلط ہے ، کیوں کہ قلم در اصل خسوم ہے اور
وہ حشو و عروض و ضرب میں جائز نہیں ۔ محقق طوسی کے عہد میں یہ
وزن متقارب ہے مستخرج ہی نہیں ہوا تھا ، اس سبب سے کہ قبض
اس وقت تک بہ زبان فارسی مستعمل المتقارب نہ تھا ، بلکہ قلم بھی

غیر مستعمل تھا۔ چنانچہ کہ اس کو صدر و ابتدا میں بہ ندرت لائے گئے۔
فی المعیار :

”فما ظلم ذو صدر یا ابتدا بہ نادور بکار داشته اند و استعمال قبضی در فارسی روا نیست بچھ وجہ۔“

یعنی اس کے بعد تحقیق کریں جب بھی روا نہیں۔ اس سے ثابت ہوا کہ اثرم بھی اس بحر میں غیر مستعمل تھا، مگر متاخرین نے قبضی کا استعمال بہ کثرت کیا ہے اور فی الحقیقت اس کا کوئی مقام خاص نہیں۔ ہم کو اختیار ہے جہاں چاہیں قبضی لائیں، کوئی چیز اس کی مانع نہیں۔ رہا ظلم و اثرم، صدر و ابتدا میں بلا تکلف آسکتا ہے۔ محقق نے آخر معیار میں ایک شعر اسی وزن پر بوی لکھا ہے :

اگر بدانی کہ ہے تو چونم مرا درین علم روا نہ داری

اور یہ سبب عدم استعمال قبضی اس کی تقطیع چار مفاعلاتی ثنائی سے سمجھ کر فرمایا ہے کہ :

”از مستعملان غنیوں صرفل برین وزن باشد و از متفاعلاتی موقوفی صرفل ہم چنین۔“

طرح یہ کہ شعر مذکور نہ ایسے مستعملان سے سمجھا جا سکتا ہے نہ ایسے متفاعلاتی سے کیوں کہ ترفیل کو وہ خود آخر بیت یعنی عروض و ضرب کے لیے متفاعلاتی یعنی بحر کامل میں خاص کرتے ہیں اور یہاں صدر و ابتدا بھی صرفل ہوا جاتا ہے۔

قدو کا اعتراض بالکل درست ہے۔ ظلم بحر کی طرح ابتدای مضامین میں آسکتا ہے، نہ عروض و ضرب میں۔ تحقیق کا بھی وہی عمل ہے جو ظلم کا مگر وہ صدر و ابتدا و حسن و عروض میں آسکتا ہے، اس لیے اس وزن کو اظلم کی بجائے صبقی کہنا زیادہ درست ہے۔

خلاصہ اس تمام کا یہ ہے کہ ایک روایت کی رو سے جس میں صاحب ’معاہیر العجم‘ و ’تنقید الفرو‘ شامل ہیں، رودکی نے اس وزن کے صریح میں لکھا ہے۔ مثال اوپر گزر چکی۔ محلی رکن ثنائی مفاعلاتی

سے بقطع کرتے ہیں۔ لیکن اس عقیدے پر سب متفق ہیں کہ اس کے شانزدہ رکنی میں متاخرین میں سے صرف عصمت بخاری نے پہل کی ہے جو نویں صدی ہجری کے وسط میں طبع آزمائی کرتے ہیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فعول فعان شانزدہ رکنی یا مفاعلاتن مشن ایک جدید وزن ہے جو امیر خسرو کے عہد سے سوا سو ڈیڑھ سو سال بعد رائج ہوا۔ جب فارسی میں یہ وزن اس قدر دیر میں آیا تو امیر خسرو کے ہاں ریختہ میں کہاں سے آ جاتا اور ہمیں ماننا پڑتا ہے کہ امیر کے عہد میں یہ وزن مروج نہیں تھا۔

اب صورت یہ ہے کہ نثر شاہ کے عہد سے تمام اردو نگار اس لحول کو امیر خسرو کی طرف منسوب کرتے ہیں لیکن گیارہویں صدی کے وسط کی ایک روایت اس کو جعفر کی یادگار بتاتی ہے۔ اور ابن عروغر صاف طور پر اعلان کرتا ہے کہ مفاعلاتن مربع صورت میں قدیم مکر مشن شکل میں امیر سے سوا صدی بعد رواج میں آتا ہے۔ اس طرح اس لحول کا انتساب امیر کی طرف بہت کچھ مجروح ہو جاتا ہے۔ لیکن ہمیں آخری فیصلہ دینے کے لیے مزید شہادت کا انتظار کرنا چاہیے۔

بکٹ قصہ، محل افضل جہنجهانوی

(بڑا 'اورینٹل کالج میگزین' بابت ماہ اگست ۱۹۲۹ء)

میراثہ کے قریب جہنجهانہ یا جہنجهنہ ایک براتی ہستی ہے ؛ مغلوں کے عہد میں ایک مردم خیز قصہ تھا اور بعض مشہور بزرگ اس قصے سے پیدا ہوئے ہیں۔ شیخ صوفی دانش مند جنہوں نے قنون ہندیہ سیکھ کر ان کے تراجم اکبر کے لیے فارسی زبان میں لکھے ، اسی ہستی سے تعلق رکھتے ہیں۔ شیخ عبدالرزاق جو ایک مشہور اہل اقلہ ہیں ، اسی خاک سے اٹھے ہیں۔ سطور ذیل کے موضوع محل افضل بھی اسی خطے سے علائقہ رکھتے ہیں۔

محل افضل کے حالات سے ہم قطعاً ناواقف ہیں ؛ میر حسن اپنی تذکرے میں لکھتے ہیں :

”محل افضل ، افضل افضل ، از قدیم است ، کدھام ہندو پیدہ گویا
نام بود کہ برو عاشق شدہ حسب حال خود ’پاؤہ ماسہ‘ عرف
بکٹ کہاؤ، گفتہ کہ اکثر کہتر ہاں و گاہناں مستاق او می باشند
نصبتے فارسی و نصبتے ہندی دارد لیکن قبولیت داد الہی است بردہا
اثر می کند ، ازوست :

بڑی ہے گل میں میرے ہم پھانسی مرن اپنا ہے اور لوگوں کی خانسی
مسافر سے جنہوں نے دل لگایا انہوں نے سب جنم روئے گنواہا
(تذکرۃ میر حسن ، صفحہ ۱۴ ، سلسلۃ انجمن ترقی اردو)

ان کے زمانے کے متعلق اسپرنگر نے اپنی فہرست میں محل قائم
چاند پوری کے تذکرے کے حوالے سے اسی قدر لکھا ہے کہ ”افضل

عبد اللہ قطب شاہ سے پیشتر جو ۱۰۲۰ھ میں تخت نشین ہوتا ہے ، گزرے ہیں ۔ ان کی تعلیم معمولی درجے کی تھی ؛ صوفیانہ شعور کہتے تھے ۔ انہوں نے 'پکٹ کاہان' لکھی ہے جس کا ایک نسخہ انڈیا آفس میں موجود ہے ۔"

قائم نے افضل کا جو زمانہ دیا ہے اس میں یہ ظاہر ایک غلطی معلوم ہوئی ہے ۔ وہ یہ کہ عبد اللہ قطب شاہ درحقیقت ۱۰۳۵ھ میں تخت نشین ہوتا ہے ، نہ ۱۰۲۰ھ میں جو ہد قطب شاہ کی تخت نشینی کا سال ہے ۔ اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ یا تو قائم نے ہد قطب شاہ کی بجائے عبد اللہ قطب شاہ یا ۱۰۳۵ھ کی جگہ ۱۰۲۰ھ لکھ دیا ۔ یہ اس لیے کہ قائم ہد افضل کے زمانے کو جو خود اس کے بیان کی رو سے ایک ہندوستانی شاعر ہے ، دکنی بادشاہ کے عہد کے ساتھ مضایف کر رہا ہے ، کسی قدر تعجب غیر ضرور ہے مگر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ عام اذہان میں چون کہ اردو شاعری کا تعلق دکن کے ساتھ وابستہ ہے ، اس لیے ہمارے تذکرہ نگار غیر دکنیوں کو بھی دکنی تصور کر لیا کرتے ہیں ۔ چنانچہ شیخ سعدی کو عام طور پر دکنی کہا گیا ہے ۔ میں اگرچہ اردو کے میدان میں دکن کی ادبی و تالیفی تحریکات کی اولیت کے دعوے کو تسلیم کرتا ہوں ، تاہم یہ بھی کہنا ہوں کہ اردو شاعری ہندوستان کے ہر صوبے میں کسی نہ کسی شکل میں ضرور موجود تھی ؛ یہ اور بحث ہے کہ آیا وہ ، بھاشا کی متبع تھی یا فارسی کی ، سرد غائب ہوتا تھا یا عورت ، اوزان عربی تھے یا ہندی ، جذبات ہندی تھے یا فارسی ۔ لیکن ملک کے ہر صوبے میں اردو میں رسائل لکھے جانے کا رواج تھا ۔ غیر تعلیم یافتہ طبقوں میں یہ تالیفات مقبول تھیں ۔ مذہبی مسائل ، مذہبی نصیحتیں ، نصوص کے مسائل ، تعویذ گٹھے ، اوراد و وظائف بلکہ منتر چتر ٹک اس میں موجود تھے ۔ لیکن آج یہ حصہ ادب ہماری نظروں سے کیوں نہیں گزرتا ؟ اس کی سب سے بڑی وجہ ہماری وہی ناقابل معافی بے پروائی ہے جس کے اثر میں ہم نے اسلاف کے علمی و دماغی کارناموں کے ساتھ نہ صرف بے رحمانہ بلکہ مجرمانہ ساوک روا رکھا ہے ۔ شیخسپر اور ملتان ، گولڈ اسمتھ اور

تہی سن کی آندھیوں نے ہمیں اٹھا کر دیا ہے ۔ ہم انگریزی ادیبوں اور شاعروں کے حالات سے بہت کچھ واقفیت رکھتے ہیں ، لیکن اگر واقف نہیں ہیں تو اپنے وطن کے ہاکہالوں سے ۔ انگریز اور انگریزی پرستی کی لہر ہم میں اس قدر دوڑ گئی ہے کہ ہم اپنے وطن کی ہر شے سے نہ صرف احتراؤ کرتے ہیں بلکہ نفرت کرنے لگے ہیں ۔ قصہ مختصر یہ ہماری محفلت ہے جس کی وجہ سے اس قسم کا اکثر ذخیرہ ضائع ہو گیا ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ بھی عنقریب برباد ہو جائے گا ۔ اگر ہم ان چیزوں سے ناواقف ہیں تو یہ ہمارا اپنا قصور ہے ورنہ اس میں شک نہیں کہ یہ اشیا ضرور موجود تھیں ۔

مجھ جیون عالم گیر کے عہد کے ایک بزرگ ہیں ۔ ان کا عرف محبوب عالم ہے اور چھبھر کے رہنے والے ہیں ۔ ان کی 'قلعہ ہندی' 'مہشورنامہ' 'خواب نامہ' وغیرہ کا ذکر اسپرنگر نے اپنی فہرست میں کیا ہے ۔ یہ ہندی اوزان میں لکھتے تھے ۔ وزن معلوم کرنے کے لیے ان کی 'قلعہ ہندی' سے ایک شعر نقل کرتا ہوں :

قلعہ ہندی کو موستان آتو زبان پر یاد
سہلہ آوے دین کا مول نہوے نساد

مشر نامہ کا افتتاحیہ شعر ہے :

رہا میرا ایک توں ناہیں کوئی دوجا
تجھسا ساٹیں جھاڑ کر کس لاؤں بوجا

'مجمع المضامین' فارسی اشعار کی ایک بیانی ۱۰۳۵ء میں جہانگیر کے لیے تیار کی گئی تھی ؛ اس کے مرتب کا تخلص کوکب ہے ۔ اس کے ساتھ نثر کا حصہ بھی تھا جس میں کوکب نے ان مقامات کے حالات بیان کیے ہیں جن کو خود انہوں نے بہ چشم خود دیکھا تھا اور اس حصے کا نام 'سیر کوکب' رکھا تھا ۔ کوکب فارسی اور اردو کے شاعر تھے ۔ انہوں نے 'مجمع المضامین' کے آخر میں اپنے ہندی اشعار بھی درج کیے ہیں ۔ بدقسمتی سے 'مجمع المضامین' کا جو نسخہ میرے

پاس ہے ، اگرچہ قدیم ہے لیکن آخر سے ناقص ہے اور ہندی اشعار موجود نہیں ہیں ۔

شاہ شرف الدین احمد بھیلی منبری آٹھویں قرن ہجری کے مشہور و معروف بزرگ ہیں ۔ ان کے فارسی مکتوبات ہمارے ہاں ہمیشہ مقبول رہے ہیں ۔ ان کا ’کچ مندرہ‘ جو نصف عربی اور نصف اردو میں ہے آج بھی موجود ہے ۔ میں اس کا ایک دوسرے یہاں نقل کر دیتا ہوں :

کالا ہنسا نورمالا ہسے مستدر تیر ہنکھ ہسارے ہنکھ ہری نورمل کوری سوریر
درد رہی نہ ہیڑ

ذیل کا دوا بھی شرف الدین منبری کا ہے :

شرف حرف مایل کہیں درد کچھو نہ ہسارے
گرد چھویں دیوار کے سو درد دور ہو جائے

اس قسم کی اور مثالیں بھی دی جا سکتی ہیں لیکن مجھ کو اندیشہ ہے کہ ایسا کرنے سے میں اپنے مضمون کے موضوع سے بھٹک جاؤں گا ۔

جد افضل کی ’ہکٹ کہانی‘ درحقیقت ایک بارہ ماہہ یا دوازدہ ماہہ ہے ۔ بلکہ میرے زیر نظر جو نسخہ ہے اس میں اس کو ’’دوازدہ ماہہ جد افضل‘‘ لکھا ہے ، اگرچہ خود شاعر نے متن میں اس کو ’ہکٹ قصہ‘ کے نام سے یاد کیا ہے ۔ یہ نسخہ میرے عزیز دوست پروفیسر شیخ سراج الدین ایم ۔ اے ، ایم ۔ او ۔ ایل ، پروفیسر انگریزی ، اسلامیہ کالج لاہور کی ملک ہے اور سنہ ۱۸۸۷ء بکرمی کا نوشتہ ہے ۔ ہندی حروف کی ہمیز کے لیے اس میں کوئی خاص علامات موجود نہیں ہیں ۔ اس نظم کی فائل ایک فراق دہندہ عورت ہے جو اپنے خاوند کی جدائی میں اپنی سگھیوں یعنی سہیلیوں سے خطاب کر کے اپنی بیٹائی کی سرگزشت الم ستانی ہے اور جیسا کہ ہمارے ملک میں

۱ ۔ ’ہکٹ کہانی‘ کا مطلب ہے قصہ غم یا روداد الم ۔ ہکٹ کے معنی ’سخت‘ ، ’ناگاہل برداشت‘ ، ’غم فاک‘ ، ’دکھ بھرے‘ کے ہیں ۔

(مراتب)

بارہ ماسوں کا رواج ہے ، ہر ہندی ماہ کے عنوان کے نیچے اپنی داستان غم ایک دل گداز پیرائے میں دھرائی ہے ۔ فارسی ذوقیات کے اس نظم میں کالی آثار موجود ہیں ، لیکن یہ حیثیت مجموعی جذبات کے لحاظ سے بالکل ہندی ہے ۔ حتیٰ کہ ہندو تہواروں ہولی ، دوالی اور دسہرے کا ذکر ایک حسرت خیز طریق سے بیان ہوا ہے ۔ یہ کہانی یوسف زلیخا کے جامی کے وزن (بحر حرج سدس محذوف) میں مثنوی کے طور پر لکھی گئی ہے جس سے ایک دو شعر بھی منقول ہیں ۔ اوزان اور قوافی کی مکمل پابندی کی گئی ہے ۔ اس نظم کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ 'جدائی' ، 'لالی' ، اور 'کہانی' ، 'کنوالی' وغیرہ الفاظ کو 'جداہی' ، 'لاہی' ، 'کہاہی' اور 'کنواہی' لکھا گیا ہے ۔ علیٰ هذا 'بہی' ، 'چلایا' کو 'پہنی' اور 'بھولایا' لکھا ہے لیکن یہ خصوصیت زیادہ تر کاتبؑ سے علائقہ رکھتی ہے نہ شاعر سے ۔

اس کی زبان دکنی زبان سے مختلف ہے ، اگرچہ بہت کچھ متشابہ ہے ۔ لیکن ایسے محریب الفاظ سے پاک ہے جو دکنی مثنویات لیلیٰ جہنوں ، احمد قلب شاہی اور امین کی یوسف زلیخا میں ہماری نظر سے گزرتے ہیں ۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ اردو زبان دکنی سے بہت پہلے منجھ کر صاف ہو چکی تھی ۔

اس نظم میں فارسی بندشیں اور ترکیبیں جا و بے جا باندھی گئی ہیں جن کو موجودہ مذاق کبھی گوارا نہیں کر سکتا ۔ ایک مصرع کی بندش آدھی فارسی میں ہے اور آدھی ہندی میں ، حتیٰ کہ افعال و ضائر فارسی سے بھی بے تکلف کام لیا گیا ہے ۔ جب دو زبانیں ایک دوسرے کی طرف دست اتحاد بڑھانے کے لیے سامنے ہوتی ہیں تو قدرتاً یہی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے ۔ یہ بات آج بھی ہمارے انگریزی خوان اصحاب میں موجود ہے ، اور پنجاب میں خصوصیت کے ساتھ اس کا لطف آتا ہے جہاں ایک جملہ اردو میں کہے جاتے ۔

۱۔ یہ یاد رہے کہ موجودہ نسخے کا کاتب پنجاب سے علائقہ رکھتا ہے ۔

کی نیت سے شروع ہوتا ہے ، درمیان میں ایک انگریزی بندش ٹھونس دی جاتی ہے اور پہچانی فعل پر ختم کیا جاتا ہے ۔ یہ صورت بغیر کسی خاص کوشش یا تصنع کے پیدا ہو گئی ہے ۔ اور عام طور پر آکسوں ، کالجوں وغیرہ میں دیکھی جاتی ہے ۔ برائی رختہ کی یہ خصوصیت تھی کہ اس میں فارسی جملے اور ترکیبیں ہلا ٹکاف استعمال کی جاتی تھیں ۔ اسی بنا پر میر تقی میر نے اپنے تذکرے میں رختہ کی مختلف اقسام قرار دی ہیں ۔ چنانچہ :

- (۱) یہ ہے کہ ایک مصرع ہندی ہو اور ایک مصرع فارسی ۔
- (۲) دوسری یہ ہے کہ اس کا نصف مصرع ہندی ہو اور نصف فارسی ۔
- (۳) وہ ہے جس میں فارسی کے صرف حرف و فعل استعمال ہوں ۔
- (۴) وہ ہے جس میں فارسی کی ترکیبیں لائی جائیں ۔

اگر یہ تقسیم اصلی ہے اور فرض نہیں ہے تو میں نہیں جان سکتا کہ اس نظم کو رختہ کی کون سی قسم میں شامل کیا جائے گا کہ وہ تمام اقسام پر محیط ہے ۔ بعض مثالیں ذیل میں درج کی جاتی ہیں :

چہ سازم چون کنم کس کن ہکڑوں
جان کیا عشق کے غم کا بھاروں

دیگر

جنوں در ملک جاں چھٹا گدا یا
سمجھ اور بوجھ کا تھانا اوٹھایا

دیگر

چو شد ملت یا کے سنگ رختے
مرہم ہایک ذکر کہتے و ستے

دیگر

چہ می بینم کہ مشک کلوں ہیں
مرے کھڑ ناریاں سب آوی ہیں

ظاہر متعلقہ کی مثالیں مصرع :

کیا غم نے بھام آہی ڈیرا

دیگر

نویں جز وصل کا سوکھا نہالم

دیگر

کہو کیا اب مکانش ماگہد لینا

دیگر

ملے آ کر چھٹے جام چان سون

بلکہ فارسی کا اثر اس سے بھی زیادہ گہرا ہے ، یعنی لفظ 'دھوم' ہندی ہے اس پر یہ قاعدہ فارسی میں اضافہ کر کے حاصل بالمصدر 'دھومش' بنا لیا گیا ہے ۔

مثال :

اٹھا کر کھر منیں دھومش^۱ مجاھی ستاج صبر تسکین دل لوتاھی
گریہ سن نے اس کے قریب ایک اور مثال دی ہے کہ ہندی 'مان' اور عربی 'والدہ' کے اتحاد سے ایک نیا لفظ 'مالدہ' یہ معنی والدہ بنا لیا گیا ہے ، اسی طرح فارسی و عربی الفاظ کو نوڑا مروڑا کیا ہے ۔ مثلاً 'دلداوری' کو 'دلداوری' اور 'سہل' کو 'سہلا' بنا لیا ہے ۔

اسی و افعال میں اکثر اوقات لام کو رائے مبدلہ کے ساتھ بدل دیا ہے ۔ مثلاً : جرتا = چلتا ، جارا = چالا یہ معنی چلا ہا ، (حسد کی آگ نے جارا مرا انگ) ذکئی زبان میں جالتا رائج ہے ۔ کاری = کالی ، بادر = بادل ، ذواری = دیوالی ، دیورے = دولے^۲ ، پوری = ہاولی ، ہوری = ہولی ، جری = جلی ، پپور = پھول ، مارا = کالا ، کر = گل = کلا ۔

ضمیمہ میں

تیں ، تو ، تجھ ، تہاری ، تم ، کن ، کمری ، کجے ، میں ، مجھ ،

۱ ۔ اس قسم کی ایک اور مثال لفظ 'رہائشی' ہے جو یہ قاعدہ

فارسی مصدر 'رہنا' کا حاصل مصدر بنا لیا گیا ہے اور پنجاب میں بالمعوم استعمال ہوتا ہے ۔ ۲ ۔ ہندوؤں کا ایک دیوہار جو پھاگن کے مہینے میں ہوتا ہے ۔ (مرتب)

ہم ، میں ، تجھ ، باج = تیرے بغیر ، لیا مجھ کیوں = مجھے گھبر لیا ،
مجھ غمسی کوں = میری غمسی کو ۔

حروف جارہ و استفہام وغیرہ

سیتی = ہے ، میں = میں ، کہا = کیا ،
کت = کدھر (کہا کرتے کہو کت جائے رہے) ،
کہوں = کہیں ، نہیں = نے ، لک = لک ،
کاسوں = کس ہے ، ایسا = اتنا ، ہاچھے = بچھے ،
ہا = ہاس ، ناند = نا = نہ ، کو = کوں ،
نال = سانہ (یا کے نال ایشی ساریاں رہے)
کاہے = کسی لیے ، اجہوں = اب بھی ، کاہو = کاہے کو ۔

افعال

ہمن چلت ہیں = ہم چلتے ہیں ، لویاں چلت ہیں = لوٹیں
چلتی ہیں ۔

آوتا ہے = آتا ہے ، شرماتا ہے = شرماتا ہے ،
کاوتی ہیں = کتی ہیں ، آوتی ہیں = آتی ہیں ،
ہوکارت دادرو = ہینڈک پکڑتے ہیں ، دوکھ بہوت ہوں = دکھ
بہوتا ہوں ،

بن بن سرت ہوں = جنگل جنگل تلاش کرتا ہوں ، آون نکینا = آنا
نکینا = نہیں آیا ،

لکھ نہہتا = لکھ نہیں دیا ، میں کروں تھی = میں کرتی تھی ،
چس ہوں = ہوتی ہوں ، لاکا = لکا ،
ڈنک لایا = ڈنک لکایا یعنی ڈنک مارا ، چڑا = چڑھا ،
جا مارو نکرا = تھارہ جا دو ، جھنکر چنکڑا = جھنکر بولا ،

۱۔ غالباً کاتب کا تصرف ہے کیوں کہ نال کا رواج صرف پنجاب
کے سانہ غمسی ہے ۔

گلیے = گرجے ، دستا = دکھتا ،
 لوکا کر = چھا کر ، میں ڈوق پڑوں نہیں = میں بڑی ڈوق نہیں ،
 الکو جکنا = خدا کے نام پر بھیک مانگنا ، ناوڑی = چوٹی ،
 برجی نا رہی = منع کرنے پر نہ مانی ، سمجھانے کے = سمجھا کر ،
 لا او = لاؤ ، جلا او = جلاؤ ،
 کئی ہال = جلا کئی ، چھاڈ = چھوڑ اور چھوڑ کر ،
 ہنس کھیلن = ہنسنے کھیلنے کو ، دیوں = دون
 چھاڈو = چھوڑو ، آو = آؤ ،
 تم سوکھ کرت میں = تم آرام کرتے ہو ، یہا کی بات دیکھن =
 یہا کی بات دیکھنے کو ۔

اسماء وغیرہ

کاکت = کاغذ ، دھوئیں = دھون ،
 بیکہ = لباس ، اندیشا (ہائون غنہ) = اندیشہ ،
 پورن = پھنوار ، بات = راستہ ،
 بیاکل = بیکل ، بمانی = مستہ و عاجز ،
 سرم = راز ، نس = رات ،
 دیہہ = جسم ، جمن = برہمن ،
 ناد = ہانسمری ، دلدآوری = دلداری ، (کہ سازد لکر کچھ
 دلدآوری کا)

ایس = عیث ، موہیلا = سہل ،
 آسیوں کے = آنسوؤں کے ، تونگاں = جمع تنگ (الچی اور سکڑی
 گردن کا برتن)

ہالم ، سجن ، کنت = شوہر و معشوق ،
 مندر = گھر ، اودو = مہیلا ،
 دوہیاں = کشتیاں اور شر انگیز عورتیں ، وس = بس ،
 سونہ = سوگند ۔
 قل ، عہد ، صبر اور زہر بہ تحریک دوم ، کرم بہ تسکین دوم ،

ماؤ = ماں (بچھے کا ہو جنی نہیں ماو میری)
جان اور دارو مذکر آئے ہیں ، اگن لحم سون = آتش لحم سے ۔
ان مراتب کے بعد ہکٹ کہاں مدبہ ناظرین کی جاتی ہے :

دوازده ماهه محمد افضل

پہنی^۱ ہوں عشق کے لحم سون بمائی
برہوں کی آگ میں سیہ جراتا
خرد کم کردہ و مجنوں کہیں دی
پئے حیران سبھی حکماء ذو فن
سیانا دیکھ اوس کون دور چاکا
نہاوسے کادرو^۲ جیورا کو اوسے

کہ جس کی آگ میں سیہ جک
چلا ہے

وہی دن رین سلکت ہے سریرے
برہوں کی آگ تن من میں دی ہے
چہ داند درد دے کر را اوسے پیر
جلے جیورا مرا نٹ آگ حیتی
چتن کیا عشق کے لحم کا بچاروں

اغدھیری ہو چلی رووت مری نین
سجدہ از بوجہ کا تہانا اوتہا یا
متاع صبر تمکین دل لوتاہی

چہ سازم چوں کتم فریاد فریاد
کیا ہے خود بچھے بچھہ سون پھولایا

۱۔ پہنی ۲۔ ہاولی ، ۳۔ کن ، کتے : پاس (مرتب) ۴۔ کادرو : گلارو :
زھر کا تریاق ۔ ساتھ گائے کا منتر ۔ (مرتب) ۵۔ ہاولی ۔

سنوں سکھو ہکٹ میری کہانی
نہ بھکو سوکھ دن نا نیند راتا
مماسی لوک عہہ پوری^۳ کہیں ری
نہیں اس درد کا دارو کسی کن^۴
اری جس شخص کون یہ دیولا کا
اری یہ ناک جس کون دلک
لا دے

اری یہ عشق ہے یا کیا ہلا ہے

کہ جس کے بیچ بہہ آتش بری دے
وہی جانے کہ جس کے تن لگی ہے
بوائیکی نہیں جس شخص کو پیر
پہنی پوری^۵ برہوں پیر اک سہتی
چہ سازم چوں کتم کس کن
ہوکلروں

نہیں یک دم بچھے دن رین میں چین
جنوں در ملک جاں جھندا گدایا
اوتہا کسر کہر مین دھومش
بچاھی

کیا عہہ دستگیر آن شاہ ہے داد
پھولا حسن کی سے کا ہلایا

۱۔ پہنی ۲۔ ہاولی ، ۳۔ کن ، کتے : پاس (مرتب) ۴۔ کادرو : گلارو :
زھر کا تریاق ۔ ساتھ گائے کا منتر ۔ (مرتب) ۵۔ ہاولی ۔

کیہو ہووے کہ ہانوں بیگہدہ^۱
دہدار

ہیا کے وصل کی تب بیگہدہ^۱ ہاھی
نمائی آک تن من کی ہوجہائی
مرم ہا یکد کر سنی و کیتی
فلک دشمن مری پہچہدہ^۲ لکھا
نہادہ بر دلم داغ جدائی

دیوانی کی سنوں سکھو کہانی
کہو اب زندگی کا کیا جتن ہی

کدا ہو کر چروں کھر کھر و
بازار

بہت مدت کہی کرتے کداھی
ہیا نے کر پکڑ کر سون لکھاھی
چو شد مدت ہیا کے سنگ رھتی
چو حیلہ عشقی بر من اوٹھاہا
مرا سوکھ دیکھ اوسکون حسرت
آھی

ہکت قصہ نیت مشکل کہانی
مان پاچھی^۳ پھرنان بھی کتہن
ہی

ساون

سجن بن کون ہی سائی ہارا
برھوں کی فوج پر کیتی چراھی^۴
ہوکارت دادر^۵ چنکھر چنکرا
نمائی تن بدن میں آک لاھی

اری چلتی اوپر تیں کیا جلاتا
شکھپ از دل شدہ آرام تن سون
نہیں جز وصل کا سوکا نہالم
حسد کی آک فی جاوا مرا انک
اری کن سوکئی تونی چلا ہی

چرا^۳ ساون چا مارو نکرا^۳
کہتا کاری او چہاتی سون آھی
ہیہا ہیہ ہیہ نس دن ہوکرا
اری جب کوک کوئل نین
سوناھی

اندھیری رین چکنوں چک مکاتا
سوی جب مور کی آواز بن سون
پٹی جل تیل چھا سر سبز عالم
ہندولی جہولتی سبہ نار پہ سنگ
چلا ساون دکر ساہن نہ آھی

-
- ۱۔ بیگہدہ ، ۲۔ پیچھے ، ۳۔ چڑھا ، ۴۔ تقارہ ، ۵۔ چڑھائی
۶۔ 'دادر' یا 'دادر' میٹھک کو کہتے ہیں ۔ اسی نسبت سے
موسیقی کی ایک صنف کا نام 'دادر' ہے ، جس میں ہولوں کی ادائیگی
خیال یا ٹھہری کے مقابلے میں تیزی سے ہوتی ہے یعنی میٹھک کے ٹراہنے
کے انداز میں ۔ (مرتب)

پہادوں

سکھیں پہادوں تہت پہوٹی برہیری
 سبھ ہادر چہاروں اور چہامیں
 پہورن ہرنی لکی اوراعد^۲ کرچا
 کہتا^۳ کاری کی اندر بیچ چمکی
 اکیلی دیکھ نہی کاری دراوی
 یا ہردیس چاہمکوں بھارا
 کہتا غمکی اومد چہاتی سون آہی
 اری نندن ہتاؤ پوجہ ہاری
 جری ہوتی بہن سبھ مرکئی ری
 کہو یہ کی غیر پوجہوں کسے جای
 خدا را ای عبا میں حال میرا
 دھل رحلت کا پہادوں نے بچایا
 کیا کون کہوہ کری لک اپک پیرا^۶
 اجہوں لک ساورا پردیس چھایا

اسوج

سنوں سکھو کہ رت آسوج آہی
 کہو کسی جیویں پہ ہاجہ ناری
 لکھوں ہتیاں ارے اے کاک لہجا
 کناکت جب پیارا پیہہ آوی
 سلام از طرفہ این غم خوار کیجو
 اوی یہ کاک ہاتیں سو کہہ بھائی
 یا بن بیچ وی ٹاکن پی ری
 دھیرا^۸ پوجنی کمر کمر سکھیں
 ری

۱ - یہ ۲ - وعد ۳ - لڑا ۴ - گھٹا (مرتب) ۵ - کہو
 ۶ - پیرا (مرتب) ۷ - سدہ بدہ (مرتب) ۸ - دسہرہ

ایسکون^۱ بھولا سیتی لوکا کر
تیری مکھ سے اکراک قول ہا اون
پکر بیہاں ہلنگ اوپر ہتاوو
بغم سبہ جوتنا توجہ باجہ کھووسے

ہمن سی برہنی سو دوکھ بہرت
ہیں

بھولا یا کھر نہیں توجہ نین میں لاج
جری جت آہ سون جل تھل دواویں
قیامت ہی کھیری کر فکر تب کا
کہ می سوزد ز آہل سنگ وسندان
سیہو سہی غم پیاری کا سانی
ہنی دل سون کبھی دیکھی ہمن
کون

ہا بن برہنی جلتی وہی ری

اری سیزک بیا کے باغ جا کر
کھوای سنگدل تب مکھ دکھا یوں
کہ گھر جا برہنی کون کل لکاوو
کہ تیری برہوں میں دن رین
رووے

تم اوراں میں پیاری سوکھہ کرت
ہیں

دیا پردیس جا سوکن نہیں راج
توجہی ای سنگدل کسی پری چین
اوی ظالم نداری خوف رب کا
درا کر نون ز آہ درد مندان
مکھی اس سوچ میں سبہ ہر جاتی
کہ ہروے جا گئے گوہی اس سچن
سوں

مکھی اسوج رت جاتی وہی ری

کاتک

سلونی سیام کون پردیس پہایا
نہیں چاتوں کہ ساجن پھر ملی کب
ستاوی دوسری ٹس چاندنی ری
پہیا حیدان ہمن سی زاریاں کون
ہنی کلزار را کئی دیہوری ہال
ہنی ہی زندگی مجھہ ہر دوہیلی^۳
کامی دیہہ برہوں نی دھی ری
نہ مکسی^۶ جیو مروں بس کھای
ری ہای

کیا اسوج کاتک ماس آیا
کئی برسات اب باد^۲ کبھی سبہ
پہی مجھہ سیج بیہہ بن ہا کئی ری
پہیا جاندن ہیا سنگ نارہان کون
دواری^۳ چارہی کھر کھر و بازار
کناری لک رہی بیہہ بن اکیلی
اری اس درد میں سری^۵ پھنی ری
مکھی یہ درد دوکھہ کانسون
کھوں جای

-
- ۱ - خود کو - ۲ - ہادل - ۳ - دواں چھا رہی - ۴ - دھیل ،
دھیلا : مشکل ، سخت - (مرتب)
۵ - سری : سڑی ، دیوانہ ،
ہاگل - (مرتب) - ۶ - نہ مکسی : غم نہ ہو گا - آج ہی ہنچای میں
بولا جاتا ہے - (مرتب)

کبھی سودہ ہوئے ہیں، وری نہیں چین
 لری ای جوتھی تم - اچ بولو
 چمن ہوتھی دیکھی پھر گوجہ
 نہایا
 چھی وری نہ ہوجھوں اب کسی
 کون
 کھا کرینی کہو کت جائی وی
 نجانوں یہ جدا کب لک رہی کا
 دوکھا سر آہ سون رووت کئی نہیں
 ملی مجھ سون بدھی سیام کولو
 اری میں ہوجہ دونا دوکھ
 بدھایا
 نہیں دستا کوئی مجھ غم رس
 کون
 لکھا اپنی کرم کا پائنی وی
 نکسی^۲ جیو کب لک یہ دوکھ
 سہی کا

مکھ

سکھی الکن ستاون ماس آیا
 چیا موسم خشک سردی چھی ری
 پھرون یا گل نہیں مجھ چین بکدم
 پیا کی بات اس دن دیکھ ہاری
 کہ دلکی واکہ سہہ سون چھوت
 کئی ری
 نصیحت کب تلک مجھ کون کہو
 ری
 سچن آئی نہ کاکت^۳ ہی پہنایا^۴
 اجوں سوغم اکن تن سون رتی ری
 اوتھوں بینوں چرون ماری ہرہرم
 کئی ہورای اکھیاں ز انتظار
 سبھی سودہ ہونہ ہاری لت کئی
 ری
 میری پیچھی بناحق مت پرو ری

۱ - یہ معنی دکھتا ، پنجاب کے ساتھ مخصوص نہیں ہے ، بلکہ قدیم
 لہندو اور برج بھاکا میں بھی ملتا ہے ؛ واجستھانی میں آج بھی 'دستا'
 اور 'دیسنا' ہوتے ہیں -

۲ - نکستا : نکلا - خفیہ بیگم کا مصرع :

جان منہ سے بات نکسی پرائی ہو جاوے گی
 اور میر سوز کا مطلع :

نہیں نکسے سے مرے دل کی اہا ہے گلے

اے فلک پھر خدا رغبت آے گلے (مرتب)

۳ - کاکت : کاغذ ، مراد خط - (مرتب) ۴ - پنہایا ، پنہایا :

پہنچا - (مرتب) ۵ - کوئیے پر -

دیوانی دیکھ مجھ سون دور پہا کو
لری سوکھہ اپنی کون آک لاو
کرو کچھ فکر پیاری کون ملا
او

پہی سپہ عاشقان کو ہاوتا ہے
سہی میں پیکھہ اچو کٹکا سواروں
ہزاران غاد غالہ کی چا کر
پیاری کی درسی پیکھہ ہااون
نعم اوپر نعم کہو کیسی سپہی ری
بدھسی سیام لی پیرا نہ کیتا

لری مجھ چھاد اپنی کام لا کو
نہ ہم مری نہ ہم مری کھاپو
نصیحت کر مجھی کاهن جلاو

نہی تون دل میرے ہون آوتا ہے
کروں کنتا اری سب چیرپاروں
دھوئیں داروں پیا کی دیس چا کر
انکھ چا دلہا کی در جکااون
پیا بن اکیلی؟ کیسی رھون ری
سکھی یہ ماس پکھ لکھہ ماس پیتا

پوہ

پیاری لی مجھی دلسون پیو لایا
سکھی کس بدکھری لاکا سرا پیکھہ
مہیں کانہوں اکیلی ہائی یا رب
پہی نس ماس مجھہ ہر سال شدون
کہو پیکھہ کون پکاروں جائے کس
ہنس

مجھی کاهن جنی تہی ماو میری
کنتا میری کہو پیا یا سویرا
اکن غمسون چکر چلتا رہے گا
ہارے کی ملن کی قال دیکھو
پیا کی وصل کی دعوت پیرو ری؟
کروا . . . جیو دان ہو کا
پہی اس فکر مون مجنون دیوانی
نسوہی سیج ہر دلدار کی ساتھ

اکن دوکھہ دی کیا اب ہوس آیا
ہری پالا کری تیر تیر سری دیہہ
کروں عشرت پیا شکہ نارپاں سب
پیا تن کوہلا چلیل پیا بن
نہیں اس ماس مون مجھہ جیو کی
آس

برھون لی آہی چار آ اور کھیری
کیا نعم لی بیاتم آہی دیرا
وکر نہ جان ز تن چلتا رہے گا
اجی ملان میرا تک حال دیکھو
ستو سیانوں کہیں تو فنام کرووی
کھارا مجھ اوپر امان ہوکا
سکھی میں ہوجہ دیکھی سپہہ سائی
چلا ہوس ای سکھی لاہی برھت

ہاتھ

۱ - بھس - ۲ - یعنی اکیلی؛ راجستھانی کا خاص انداز ہے - (مرتب)

۳ - ٹوٹکا - ۴ - پڑھو رہے -

ماگھ

کبو کیا اب مکانش ماگھ لینا
 نہیں ایسا کہ ماہیں سون دریکا
 بھی غم کی آکن از نولیاہی
 سون دن رین کی میری کہانی
 میان کوچہ و صحرا و بازار
 اری میں آبیونگی تار لاؤن
 سرایم درد جان غم کشیدہ
 بھی ہی رین دن تیرا اندیشا
 چیز برہن کسی کو دوکہ ندی
 سایاں وار بر موری نظر کن
 نکات ہی کسیکوں لکھ ندینا
 نیوجھی پکدو از من آنک پات
 کری تھا کیوں ہم سون آشنا ہی
 اری ظالم خدا کا خوف کر ری
 کہت کر پریت پنچھی سون
 نکچی (کذا)

ہماری پریت مئی کچھ نجانی
 اری کسی برسینی ہاتیں لکھی
 جو اپنا دو کہہ غریبان کون ندی
 سدا ہیں پاس ری دلبر تہاری

ہم کے کام سون دھرج دھرت
 ہو

بھی چہادو کرو ہو کیوں پکھیرا
 اری یہ آگ تن من کی بوجھا اون

ہزاراں درد دوکہ دی ہوس بیتا
 نمی داتم کہ ہا من کیا کرے گا
 اری اس ماس اپنا مولیاوی
 سکھی سبھ ہی کہیں پوری دیوانی
 پھرون پوری بزوری درد دلدار
 جو شب شد چنک قامت کا بتا اون
 خیال او نشانم پتی دہلہ
 اری ظالم توجھے ہایا بدیسا
 ایسا پردیس جا دل ٹنک نکچی
 کہ دلدارا بھال من نظر کن
 بہت مدت ہو ہی آون نکینا
 کیا سبھہ جوبنات ہیات ہیات
 جو جائے تھا کریکا بیوفا ہی
 کہی سو چاندہ اب آو کھری
 جو ایسا جانی تو من نہ لیجی

سکھی دن یوں کیا نس^۲ یوں بہانی
 عہد کر کر کہی اچھون لیاہی
 دغا بازی مسافر سون نہ کچی
 اری دھن پہاک ری دھن پہاک
 نہاری

تم اونے لال سون سبھہ سو کہہ کرت
 ہو

اری ٹنکوں نہیں کوچہ فکر مہرا
 جہان جاناں ہسی اوس دیس جا اون

۱ - جائے دے - ۲ - رات یوں گزاری - (سرتپ) - ۳ - ڈھیل -

اگر غم ہی کمی میری اکن کا کرو کچھ فکر پیاری کی ملن کا
سکھیں پتہ^۱ ہی یا بن زندگی ری کسی کو ہی یاسوں بند کی ری

پھاگن

کیا جب مانگہ پھاگن ماس آیا اری او دوستوں یہ درد من سون
کسی برہن کد پھاگن ماس آیا کسی برہن کد پھاگن ماس آیا
چلی بن تن سبھی آہنی مندر سون مزعفر چوٹری سبھ فی رنگا ہی
چشم سیاہ سرمہ سیاہ داری^۲ بدندان ہریکی مسی جاہی
عجائب بن رہا مکھ پر سیدہ خال مڑہ چون تیر وار ابر و کہاں کچ
نکپیاں کچ خوبکی دو ناکن اگر وہ ناگ جی کون دنک لاوی
اگر زاہد رود در کوہی ایشان سنی سبھ ہر طرف بچھوہی کی چنکار
رود ہوشل شود سرمست سرشار ساول ساوری اور سیز کوری
پہری دتکانکی تو نکان ہاتھ سبھ کی کو لال اندر پھریں ہیں لعل نیاری
کہوں دھولک کہوں مردلک باجی پھریں چنکل ابرونکی اوداویں
آہس سون دوہری غزلان سناویں وڑی ہی دھوم کہنی مون لیاوی
ولی میں ہی رہی سرچھای تم بن

۱ - پھٹ بہ معنی لعنت یا پھٹ بہ معنی جدا ، تنہا ، واباندہ ؟
۲ - ڈالے ۔ (مرتب)۔

دل و جان تجھ اوپر قربان کروں ری
جو مجھ کوں کوچہ - سہاوہ کا سہون
کی
سکھ اپنا تک بھی دکھلاوای ری
کہ تا امروز تم اچھوں لیاہی
نمانی چہ دیوانی ہو رہی ہوں
عیس تون
کرم کر کی کلی سون گل لگاؤ
کتھا میری ستو اپنی ستاو
نہیں اورک بھی کب لک ہکوں
ری

ہکن ہر سس دھر کر لای کہو
ست اپنی تون نمانی کا صبر لی
نیت سچھائی ڈو کہرا جتایا
اری اپنی کرم کون دوس دیجی
بہنی - سہ - غویش اخوان نیت کہوں
لیا ہی کنت کر ہو ری جری ری

اری ہالم تیری ہایوں پروں ری
تیری ہاندی کی ہاندی ہو رہوں
کی
کہی کا سو کروڑ کی او کہہ ری
بہدا تم چہ شد از من غطاہی
ہا تجھ بن نمانی ہو رہی ہوں
و کرتہ جان ز تن چلتا رہے کا
خدا کی سونہ بزودی زود آو
اری کہہ آؤ چان میری بچاؤ
اری اودو کہان تک دکھ کہوں
ری

میں لک کرم کر سچھائی کہو
کہ بچان ہو رہی ہی جا غیر لی
سکھی اودو کون سہ قصہ سناہا
نمانی ہوں کہہ کیا جتن کیجی
نقل مشہور ہے "جب وقت لوق
زفرہ" ہجر سہہ دیی "جری ری

چیت

اچھوں اسید میری ہر لیاہی
کری سیران ہا سنگ نارہاں ری
میری سینہ چٹائی کا لکا داغ
پروں پوری تمامی جکھ ہست ہی
ہا مرنا بھی اوروں کی ہانسی

سکھی ری چیت رت آہی نواہی
ہعالم پھولیاں پھولوارہاں ری
رہی ہیں پھور پھولوں کی کلی لاک
سکھی وہ رت بھی ناگن دست ہی
میری کاموں ہری ہریم ہانسی
(کٹنا)

-
- ۱ - سنے کا متعدی ہے - ۲ - غالباً "نار ہجر" مراد ہے - (مرتب)
۳ - جسم - ۴ - گرم - ۵ - میر حسن نے اس شعر کو یوں لکھا ہے :
بڑی ہے گل میں میرے ہم چانسی مرن اپنا ہے اور لوگوں کی ہانسی

نصیحت میں اپن سون یوں کروں
تھی
اری دلدی ہزاواں غم نہ لیجی
سدا غم سون چکر چلتا رہے گا
انہوں نے سببہ جنم روتی کواہا
مجھے سنکی^۱ براہی بس برہی ری
..... جلتی رہی ری
بسا کون جاسنا باقی ہواہی
کرت ہیں دل سون ہم سین
یوقاہی
خبر میری سویرا آہ دیجیو
کی بن بوہی جلتی رہی ری

اری میں عشق سون روتی ہروں
تھی
کہ پنجھی سون لکن ہرگز نکلیجی
کہ بس نسدن ہووی چلتا رہے گا
جنوں فی دل مسافر سون لکھا
اری یہ زین برجی نا رہی ری
پراہنی سنک لی چلتی رہی ری
یہ ہیں حالہ صبا پیری خدا ری
کہ تہہ کون لاج جک کی کوچہ
نیاہی
اکر باشد خطا ہم بضی لیجو
اری یہ چیت رت جلتی رہی ری

بسا کہ

کرم میری بھانوں کیا لکھی ری
غم ہجران مجھے ہر دم دھی ری
کہ تہہ بے سنک دلکوں دل دیا ری
مروں ہوں در غمت تک لاو کر ری
(کذا)

شستہای آپسی دیدار دیسو
ماو تک آی یہ فانی جہاں ہی

اری کن دوئیان کی وس پریری
کویل فی انب ہر چہر شور لایا
ہن سی غوار سرگرداں پیری ری
یہا بن ہر خدا معلوم حالہ
تم بے خواب غور پیرا پھاری

سنوں بسا کہ ماس آیا مکھی ری
نہایت درد دو کہ ہم ناسی^۲ ری
اری اجان^۳ میں کھایا دغا ری
سجن اب آو کھر کی لاج کر ری

میری جیو کا پھوسا دم نہ کیجو
کہاں ساون کہاں پھادوں کہاں
ہی

ہاری پہہ اچھوں کھر لاوری ری
سکھی کیسی سکھی دھی پہہ نیایا
اری اس ماس سببہ عشرت کر پیری
پہا اند سو کہ در جملہ عالم
میرا سو کھرا یا کی سنک کھاری

۱ - سنگ لے کر - ۲ - ہم نے - ۳ - نادانستہ -

کسی کو اوکٹھا میری سجن موی ملی اگر چھوٹی جام چلن سون

چیتھ

لوکل اچھ چتھ اب دھویاں پریری
ہن یوں اک غم کی موی چلت ہیں
ہمایہ تخت اوپر لاریاں وی
علاوہ دوسرا چہرکو کیجی
جنہوں کی ہیں سکھی اس رت ہیا
کبیر

ہاری ہسانو ہکی دھوپ پر سر
دوپہری تھک میں کیا دوکھہ
پہرت ہوں

پھول سر اوپر چھالی ہکوں موی
اڑی اس لاکھی پھستا چھکھی
اوتھن بیتھن کی طاقت ناں رھی وی
اڑی ای مرکت تیری لیون ہلیاں
سکھی وی چاکھی کو دلویا موی
کھامی درد دوکھہ اس ہاوریکا
کہ یاراں ماس میں روٹی گواھی
تیری غم نے بہت ہکوں دھامی
نعت کر جان ز تن ہاھر کریکا
جو اپنی غایت کی خیر چاہو
و الا اغشیار نعت نودان

آسہار

سنوں آسہار ماس آیا سکھی وی
سنوں وی رین کی میری کھاتی
کرم میری نجانوں کیا لکھی وی
کمر کون مور کر ہتھی کھاتی

نی سروسن هگتون دوکبه دپاری
حدیث دوست را خواندن گرفتیم
بجز حق خواستم زو وصل دلداری
بکن کارنگ روی^۱ زرد مارا
نبود و نیست نبود بارگاهم
برون آرم ز اندوه سلامت
برون آور ازین گنج ملالم

کشاده شد همه ابواب حاجات
میری کبر ناریان سببه آوی هین
بنی هی روشنی ساری مندر مان
ندیکها کوجبه ازی میران پشیری
که آخر کشت ایام جدائی
پیا کی بات دیکهن میں کسی ری
جسمن ماه را شرمناوتا هی
کامی عمر کا دوکبرا پهلایا
که پاری بر خورد از وصل پاری
پائی پکر کر لینی کلی لای
رها هی باید از داغ جدائی

.....
چنانون چوپر و شطرنج بازی
نمین اس اک سون هرگز نسر نان^۲
محبت خاله و ماسی ته چانون
پیا کا نام تب من سون بهجوری
اسی^۳ کیون سرک غم سون کیون
هرت هو

بجز اندوه و غم پالودگی نیست

۱- روئے - ۲- جهوتا جهاتا - ۳- پاؤن - ۴- نه سڑتا نه چلتا -

۵- هیت -

پیا کی چاه لی غلبه گپاری
ز دیده اشک افشانیدن گرفتیم
ندیم هیچکی را بار غم خوار
علاج کنی خدایا زود مارا
بجز درگاه تو دیگر پناهیم
بمقصودم رسان با جان سلامت
بمال رحمت خود کن وصالم

سکپی میں سوکپی اندر مناجات
چه می ینم که منگل کاوی هین
بدی دیوان مون هی شمع سوزان
یکایک اکبه میری کپولکنی ری
مینی تعبیر اس کی یون بنائی
سکپی به بات من شادی پسی ری
چه می ینم لستکتا^۲ اوتا هی
حمد الله رها چپو بار پیا
چه خوش وقتی و خورم روزکاری
ازی میں دور کر پائی^۳ پری جای
بر افروزد چراغ آفتابائی

.....
اری ای بوالهوس به عشق بازی
اری آسان لچانون عشق کرنا
هماری بات یون هانسی ته چانون
اکر سببه عیشی عشرت کون تجوری
والا کیون پناحتی دوکبه پیرت هو

درین ره نیم دم آسودگی نیست

اری یہ عشق کا پیندا بکت ہی نیت مشکل نیت مشکل نیت ہی
 اری میں اولاً جانسان سوھیلا پہاھی بکت دم مجھہ پر دوھیلا
 تمامی روز شب جب سر دوکھایا عجائب مندی تب یار پایا
 اگر بر دار باشی همچو منصور نباشی از در دلداد مہجور
 خموش افضل ازین مشکل کہانی کسوی حد اس دو کہہ کی بجائی

بیاد دلربا خوش حال میباش
 کہی افضل کہی کوہال میباش

پنجاب میں اردو کی سرگزشت کا ایک فراموش شدہ ورق

(از مائتہ "کاروان" بابت ۱۹۳۳ء مرتبہ مجید ملک)

بچوں کی تعلیم کے سلسلے میں ہمارے اسلاف نے جو ترقی پر تیار کیا تھا ، اس کا ایک شعبہ کتب نصاب کے نام سے موسوم ہے ۔ نصاب ترقی پر مراد ایسی منظوم مگر مختصر فرہنگیں ہیں ، جن میں ضروریات زندگی اور عام معلومات کے الفاظ اور معانی نوآموزوں کی تعلیم کی غرض سے آسان اور عام لہجہ زبان میں بیان کیے جاتے ہیں ، ان میں اختصار کا خصوصیت کے ساتھ لحاظ رکھا جاتا ہے ۔ چنانچہ ایک نصاب کی طوالت بالعموم دو سو اشعار تک محدود ہوا کرتی ہے ۔ بلکہ یہ دو سو کی تعداد ہے جس کی بنا پر اس ترقی پر کا نام بالآخر نصاب قرار پایا ۔ فقہی اعتبار سے دو سو درہم وہ رقم ہے جس پر حول گزر جانے کی صورت میں زکوٰۃ لازم آیا کرتی ہے ۔ چنانچہ یہ رقم 'نصاب' اور اس کا مالک 'صاحب نصاب' کہلاتا ہے ۔ ابولصغر فراہی نے جو فارسی نصابی ادب کے ابوالبشر مانے جاتے ہیں ، اپنی مشہور عالم تصنیف 'نصاب الصبیان' کا نام اسی رعایت سے رکھا کیوں کہ اس کے اشعار کی تعداد فقہی نصاب کے مساوی ہے ۔ ابو نصر کے مقلدوں نے بھی عام طور پر اپنے پیش رو کی سنت پر عمل جاری رکھا ۔ چنانچہ اکثر ایسی مثالیں کا نام نصاب کے لفظ سے شروع ہونے لگا ۔ مثلاً 'نصاب خسرو' ، 'نصاب بدیع' ، 'نصاب ضیائی' ، 'نصاب کمال الدین'

’نصاب مقلوب‘ و ’نصاب میراب‘ وغیرہ ، حتیٰ کہ رقتہ رقتہ اس شاخ کا نام ہی نصاب ہو گیا ۔

’نصاب الصبیان‘ کی تشکیل کے بعد جس کا سال تالیف ۱۰۶۶ھ بیان کیا جاتا ہے ، نصابی لٹریچر نے بے حد ترقی کی ہے اور کتب نصاب ایسے مالک میں جہاں عربی مدعائی تحصیل اور فارسی ذریعہ تعلیم رہی ہے ، بکثرت لکھی گئی ہیں ، لیکن یہاں ان کی تاریخ و تفصیل قلم بند کرنا مقصود نہیں ہے ۔ عہد مغلیہ سے بس تر ہندوستان میں جہاں فارسی عربی زبان کی طرح اکتسابی زبان رہی ہے ، یہ نصاب حسب رواج وقت فارسی میں لکھے جاتے تھے اور دیگر مالک کے نصاب بھی شامل درس تھے ، لیکن عہد اکبری میں جدید تعلیمی تنظیم کے ماتحت عربی زبان سرکاری طور پر تعلیمات سے خارج کر دی گئی ؛ اس کی جگہ فارسی کو دے دی گئی ، یعنی فارسی کی تحصیل مقصد خاص مالی گئی ، اور میں سمجھتا ہوں (اگرچہ وثوق کے ساتھ نہیں کہنا چا سکتا کیوں کہ تاریخ اس بارے میں خاموش ہے) کہ یہ کسی ایسی زبردست تحریک کا اثر ہے کہ ہندوستان میں دیرینہ نصابوں کے علاوہ ایسے جدید نصاب تیار ہونے لگے جن میں فارسی کے ساتھ دیسی زبانوں کو بھی ذریعہ تعلیم تسلیم کر لیا گیا ۔ ان جدید نصابوں میں سب سے اقدم نصاب ’مطبوع الصبیان‘ ہے جو ’خالق باری‘ کے نام سے مشہور ہے اور جس کی تصنیف عام طور پر امیر خسرو دہلوی کی طرف منسوب کی جاتی ہے لیکن تنقیدی نقطہ نظر سے یہ عقیدہ ناقابل قبول ہے ۔ خود اس نسخے میں جو فرائض شہادت موجود ہے وہ ہمیں دسویں صدی ہجری سے آگے نہیں بڑھاتی ۔ مگر اس میں بھی شک نہیں کہ ’خالق باری‘ اردو کا سب سے قدیم نصاب ہے جس سے ہم واقف ہیں ۔ علیٰ ہذا دیگر دیسی زبانوں کے نصابوں میں بھی اسے اولیت کا فخر حاصل ہے ۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ دیسی زبانوں میں نصاب لکھے جانے کی تحریک تقریباً ایک ہی زمانے میں نمودار ہوئی ہے ۔ سب سے پہلے یہ نصاب اردو زبان میں شروع ہوئے ۔ اس کے بعد ہندوستان کے دوسرے صوبوں کی زبانوں میں لکھے جانے لگے ۔ پنجاب نے اس تحریک کو

سے حد فروغ دیا اور ایسے نصاب جن میں ذریعہ تعلیم پنچابی تھی ، کثرت کے ساتھ لکھے گئے ۔ ان میں سب سے قدیم 'واحد باری' ہے جو ۱۶۷۹ یا ۱۶۸۳ ہجری میں جو ۱۰۳۰ و ۱۰۳۴ ہجری کے مطابق ہے ، تالیف ہوئی ہے ۔ واحد باری کے بعد ایک لمبا سلسلہ ان نصابوں کا چلتا ہے ، جن میں ایسے نصابوں کے نام جن تک میری رسائی ہوئی ہے ، حسب ذیل ہیں :

(۱) 'وازیق باری' از اسماعیل ، تالیف ۱۰۷۱ھ (۲) 'وازیق باری' از مصطفیٰ ۱۰۸۵ھ ، (۳) 'ایزد باری' از کھرمل ، ۱۱۰۵ھ (۴) 'اللہ باری' از امید ، ۱۱۹۹ھ (۵) 'ناصر باری' از مفتی شمس الدین ، ۱۲۰۸ھ (۶) 'صنعت باری' از گنیش داس بلھرہ قانون کوٹی ، ۱۲۲۰ھ (۷) 'قادر باری' از مظفر ، ۱۲۲۳ھ (۸) 'واسع باری' از بکدل ، ۱۲۳۱ھ (۹) 'رحمت باری' از مولوی رحمت اللہ ، ۱۲۳۲ھ ۔

(۱۰) 'فارسی نامہ' از عبدالرحمان قصوری (۱۱) 'نصاب ضروری' از خدا بخش (۱۲) 'اللہ باری' (دیگر) (۱۳) 'ہاد سہل' (۱۴) 'اعظم باری' (۱۵) 'صادق باری' (۱۶) 'فارسی نامہ' از شیخ محمد ، اسی سلسلے کی کڑیاں ہیں جن کے زمانہ تالیف سے ہم ناواقف ہیں ۔

پھر حال یہ فہرست ہے اس نصاب کی جو فارسی کے اکتساب کے خیال سے بہ زبان پنجابی تیار کیا گیا ہے ۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ میری فہرست مکمل نہیں ہے ۔ خدا وہ دن جلد لائے جب اہل وطن اصلاح کے ان بقیۃ الصالحات کی تلاش اور حفاظت کے واسطے کوئی جنبش کریں ۔

آمدن بر سر قصہ : پنجابی زبان کے نصابی تحریر کا جائزہ لیتے وقت ہم ایک نہایت غیر متوقع صورت حال سے دو چار ہوتے ہیں ، اور وہ یہ ہے کہ جہاں بچوں کے لیے پنجابی زبان ذریعہ تعلیم ہے وہاں اردو بھی جیسی حیثیت رکھتی ہے ۔ ہم یہاں ایسٹ انڈیا کمپنی کی آمد کے بعد کے زمانے کا ذکر نہیں کر رہے ہیں بلکہ سکھا شاہی اور مغلیہ دور کا ۔ یہ امر موجودہ نسل کے لیے باعث حیرت ہو ، مگر مجھ کو اس صداقت

کے اظہار میں کوئی حامل نہیں ہے کہ اور صوبوں سے قطع نظر اردو زبان پنجاب میں قدیم سے ملکی زبان مان لی گئی ہے۔ ہمارے اسلاف کا رویہ اس مسئلے کے متعلق بالکل واضح اور قطعی تھا۔ انہوں نے پنجاب میں پنجابی کے ساتھ اردو کو فراموش نہیں کیا تھا۔ گویا پنجاب میں دو زبانیں ذریعہ تعلیم بنی رہیں۔ اس نقطہ نظر سے انہوں نے ابتدا ہی سے بچوں کو دونوں زبانوں سے واقف کرنا ضروری سمجھا تھا اور ان کی تعلیم میں دونوں قسم کے نصاب شامل کر لیے تھے۔ چنانچہ پنجابی زبان کے مشہور نصاب 'واحد باری' اور 'رازق باری' کے ساتھ ساتھ اردو کے نصاب 'خالق باری' اور 'حمد باری' بھی درس میں پڑھائے جاتے تھے۔

'خالق باری' پنجاب میں بے حد مقبول رہی ہے اور مکتبوں میں کثرت کے ساتھ پڑھائی گئی ہے۔ چنانچہ وارث شاہ بھی اپنی تالیف 'ہیر و راجپا' میں اس کا ذکر کرتے ہیں :

اک نظم دے دوس ہر کرن پڑھدے نام حق نے خالق باریاں لی
گلستان ، بوستان فال بہار دانش ، طوطی نامہ نے رازق باریاں لی

ہیر راجپا ۱۱۸۰ء میں نظم ہوتی ہے۔ اس سے ظاہر ہے کہ خالق باری ، وارث شاہ کے عہد میں پنجاب کے مکتب میں عام طور پر پڑھائی جا رہی ہے۔ خالق باری کے متعدد نسخے نوشتہ پنجاب میری نظر سے گزروے ہیں جو سو ڈیڑھ سو سال پہلے کے نوشتہ ہیں۔ اس صوبے میں 'خالق باری' کی مقبولیت کی ایک دلیل یہ بھی ہے کہ پنجاب کے نصابی تحریر پر اس کا بے حد اثر ہے۔ اس کی تقلید میں نصاب لکھے جاتے ہیں ، بلکہ نام بھی اسی طرز کے اختیار کئے جاتے ہیں۔ چنانچہ ذیل کی کتب کے نام یہ تقلید 'خالق باری' رکھے گئے ہیں :

- (۱) 'واحد باری' (۲) 'رازق باری' (۳) 'ایزد باری' (۴) 'اللہ باری' (۵) 'ناصر باری' (۶) 'صنعت باری' (۷) 'قدر باری' (۸) 'واسع باری' (۹) 'رحمت باری' (۱۰) 'اعظم باری' (۱۱) 'صادق باری' (۱۲) 'اللہ باری' (دہکر) (۱۳) 'رازق باری' (دیگر)۔

پنجابی زبان کے سب سے پہلے نصاب یعنی 'واحد باری' میں ایسے

آثار موجود ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کتاب 'خالق باری' کی مبنی ہے ، حتیٰ کہ 'خالق باری' کے مصرعے اور شعر تک اس میں داخل کر لیے گئے ہیں ۔ میں ایک دو مثالیں دیتا ہوں :

'خالق باری' :

آتش آگ آب ہے ہائی خاک دھول جو باد اوڑانی
'واحد باری' :

عمہ پھوپھی تنوعہ نانی آتش آگ آب ہے ہائی
'خالق باری' :

دیگ ہانڈی کچھ ڈولی بیخدا تابہ کز گن است کڑاھی و نوا
'واحد باری' :

دیگ ہانڈی کچھ ڈولی بیخدا تاب و کز گن ہے کڑاھی جو نوا
'خالق باری' :

چائی غربال چائی آسما دیگ دان چولہا و کندو کوٹھیا
'واحد باری' :

چھائی غربال چکی آسما چینی سرپوش چلہا دیگ
خالق باری کے خطوطات میں جو نوشتہ پنجاب ہیں ، ایک اس اور دیکھا جاتا ہے ! وہ یہ ہے کہ اس کے ہندوستانی تلفظ کو پنجابی رنگ کے تلفظ میں تبدیل کرنے کی کوشش کی گئی ہے جس سے ظاہر ہے کہ یہ کتاب عرصہ دراز تک اس صوبے میں داخل دوس رہی ہے ۔

خالق باری کے بعد مجھے 'نصاب سہ زبان' عرف 'مبد باری' یا 'جان پہچان' کا ذکر کرنا چاہئے جو یہ زبان ہریانی لکھا گیا ہے ۔ یہ زبان بعض امور میں اردو سے کسی قدر مختلف ہے ورنہ دونوں ایک ہی ہیں ۔ بلکہ جن ایام میں یہ نصاب تالیف ہوا ہے اس وقت کی اردو اور ہریانی میں کوئی فرق نہیں ہے ۔ عبد الواسع عہد عالم گیر کے بزرگ ہیں اور کئی تالیفات مثلاً 'شرح بوستان' و 'شرح زلیخا' ، 'رسالہ عبد الواسع' اور 'غرائب اللغات' کے مصنف ہیں ۔ ان کا نصاب پنجاب کے مکتبوں میں

بڑے شوق و ذوق کے ساتھ پڑھایا جاتا تھا۔ اس نصاب کے متعدد نسخے نوشتہ پنجاب میری نظر سے گزر چکے ہیں۔ اور اس قدر مقبول ہے کہ پنجابی زبان کے مجموعہ نصاب یعنی 'فارسی نامہ'، 'واحد باری' اور 'اللہ باری' کے ساتھ بیسیوں مرتبہ لاہور کے مطبعوں میں چھپ چکا ہے۔

اردو زبان اس صوبے میں اس قدر مقبول رہی ہے کہ خود اہل پنجاب نے اس زبان میں نصاب تیار کئے ہیں۔ ان میں سب سے قدیم مولوی اسحاق لاہوری کا ایک نصاب ہے جو بہ عہد شاہ جہان ۱۰۵۷ء کے قریب تالیف ہوتا ہے۔ مولوی اسحاق نے دو نصاب لکھے ہیں اور دونوں 'فرح الصبیان' کے نام سے موسوم ہیں۔ ان رسالوں میں اگرچہ پنجابی زبان کا چھینٹا بعض موقعوں پر نظر آتا ہے، لیکن اردو الفاظ کی کثرت ہے، اور تشریحی زبان فارسی ہے۔ میں بعض مثالیں دیتا ہوں :

جراح رگ زن آمد بمرحہ ہداں تو گھٹائل
حق راستی تہنتر در ہندوی است مائل
طاؤس مسور زخنگ کویل سیاہ کالی
جنت بہشت سرگ است دان لعل بند مالی
سرگستوان ہسا کھر زریں ہداں سونہری
شق ہارہ مسوش ہراں در ہندوی کلہری
زاغ و کلاغ کوہا گوسند شاط ہکری
چون دیوچہ است اجی جوک عنکبوت مکڑی
خمیازہ نازہ باشد در ہندوی اوہاسی
ہکھک فواق ہدی ضحک است خندہ ہاسی
اشخار دان تو ہنجی غف موزہ موز کیلا
ہمرہ چہ ہشک میگن مدور کاوخ ڈھیلا
سہار میخ آہن مہمہ ستان ہسچھی ؟
کھکبر کتچہ ڈولی چون ہنظو است کورہھی ؟

ذیل میں اسی تالیف سے بعض الفاظ درج کئے جاتے ہیں جن سے ناظم بن اس کی زبان اور اردو و پنجابی الفاظ کا تناسب معلوم کر سکیں گے :-

- (۱) ائی (۲) ایڑن (۳) چوری (چورتی) (۴) جیٹھ
(۵) بیٹھا (بیٹھا) (۶) اٹکل (۷) ناد (نافوس) (۸) گولا (۹) گولا
(کوئلہ) (۱۰) انکھلی (۱۱) جلی (۱۲) سوٹھ (۱۳) منگنا
(مانگ) (۱۴) چھچھا (۱۵) پکھا (پکھا) (۱۶) کاجھی (۱۷) پھٹکری
(۱۸) هولان (هولے) (۱۹) ستو (۲۰) دھوب (۲۱) عیان
(۲۲) چھکا (چھینکا) (۲۳) ٹیکا (۲۴) وکالی (جکالی) (۲۵) کنوار
(۲۶) کالی کھنٹی (۲۷) کنوٹھی (۲۸) آلی (۲۹) مینھی
(۳۰) سرسون (۳۱) ڈوئی (۳۲) ہنگ (ہنگ) (۳۳) سنگ
(سینگ) (۳۴) جوار (۳۵) سر (سور) (۳۶) بازی (۳۷) املی
(۳۸) فالیر (لاریل) (۳۹) پٹھ (کھھوڑ) (۴۰) پیاری (۴۱) اکھروٹ
(اخرٹ) (۴۲) ہڈی (ہڈی) (۴۳) ڈیکار (ڈیکار) (۴۴) بکھری
(۴۵) کھیرا (۴۶) پھٹ (پھوٹ خیار برشکالی) (۴۷) بگن
(۴۸) نوری (نری) (۴۹) نوھر (تھوھر) (۵۰) پھانسا (۵۱) کسنبہ
(۵۲) جواھا (جوانا) (۵۳) کھٹلی (کھٹلی) (۵۴) سکھ (۵۵) پتل
(۵۶) لوھا (۵۷) کھان (۵۸) کھوٹا (۵۹) دیور (۶۰) فہس
(۶۱) پانچھ (۶۲) سالہ (۶۳) پھوٹھی (۶۴) جوڑا (۶۵) ہاسی
(۶۶) والک (لے والک) (۶۷) سانڈھو (ساڈھو) (۶۸) سسرا
(۶۹) ساکھی (سکھی) (۷۰) جالی (جال) (۷۱) سوکن (۷۲) مافوں
(۷۳) چاچا (چچا) (۷۴) کچا (کچا) (۷۵) سدھن (۷۶) گنگا
(گونگا) (۷۷) دمی (۷۸) مسکھ (۷۹) مسکھن (۸۰) رانی (۸۱) تھلائی
(۸۲) چھاجھ (۸۳) مدھاق (رقی) (۸۴) سرمڈائی (سرمہ دانی)
(۸۵) تیل (۸۶) ہل (۸۷) گولہو (۸۸) کھل (۸۹) آٹا
(۹۰) گالا (۹۱) گڈی (گڈی) (۹۲) پھٹھا (پھٹھا) (۹۳) چیتا
(۹۴) سہا (خرگوش) (۹۵) مینا (۹۶) سندسہ (۹۷) گوہ (۹۸) کوئل
(۹۹) تیرا (تیر) (۱۰۰) چوک (چولک) (۱۰۱) گھڑا (۱۰۲) نیول

(نیولا) (۱۰۳) بھو (۱۰۴) کچھو (کچھوا) (۱۰۵) چھکلی
(۱۰۶) ڈھکلی (منجلیق)۔

یہ کل ایک سو چھ الفاظ ہیں جن میں الفاظ ذیل بہ تفاوت لہجہ
پنجابی مانے جا سکتے ہیں :

(۱) بیٹلا (بیٹلا) (۲) کولا (کوئلہ) (۳) منگنا (مانگنا)
(۴) پکھا (پکھا) (۵) ہولا (ہولا) (۶) چھکا (چھینکا) (۷) تنگ
(ہینگ) (۸) سنگ (سنگ) (۹) سر (سرور) (۱۰) وگال (جگال)
(۱۱) ہڈی (ہڈی) (۱۲) پھٹ (پھوٹ) (۱۳) جواہا (جولسا)
(۱۴) سانڈھو (سانڈھو) (۱۵) گنگا (گونگا) (۱۶) کچھو (کچھوا)

ان سولہ لفظوں میں اکثر ایسے ہیں جن کو صرف لہجے کے
فرق نے پنجابی بنا دیا ہے۔ مثلاً ہینگ، سنگ، پھوٹ اور گونگا وغیرہ،
اور میں سمجھتا ہوں کہ مصنف کے مقابلے میں کاتب اس ترمیم کا
زہادہ ذمہ دار ہے۔

کئی ایسے نصاب ملتے ہیں جن میں آدھی اردو اور آدھی
پنجابی ہے۔ لیکن میں ان سب سے قطع نظر کر کے 'اللہ باری' یا
'ذوق الصبیان' کا ذکر کرتا ہوں جو ۱۲۰۷ء کی تالیف ہے۔ اس کے
مصنف حافظ احسن اللہ بن حافظ ہدایت اللہ بن حافظ عنایت اللہ لاہوری ہیں۔
حافظ صاحب کا پیشہ معلمی ہے؛ اس کے ساتھ کتابت اور مہرکشی
بھی کرتے ہیں؛ نہایت زود نویس ہیں اور کتابیں کثرت کے ساتھ
نقل کی ہیں۔ ان کی ایک ضخیم تالیف 'مفتاح الافواء' ہے۔ اس کے
صفحوں کی تعداد ۴۰۰ اور فی صفحہ ۱۰ سطریں ہیں۔ اس حساب سے اشیاء
کی تعداد سترہ ہزار کے قریب ہوگی۔ 'مفتاح الافواء' کی زبان فارسی ہے؛
مصنف کی توجہ عربی الفاظ کی طرف تمام تر مبذول ہے لیکن ایک
دل چسپ پہلو اس تالیف کا یہ ہے کہ اس میں اردو الفاظ بھی کثرت سے
لائے گئے ہیں۔ مگر 'مفتاح الافواء' پر تبصرے کا یہ موقع نہیں ہے
اس لیے میں اس ضخیم تالیف سے دست کش ہو کر حافظ صاحب کی دوسری
تالیف 'ذوق الصبیان' کے متعلق چند الفاظ کہنا چاہتا ہوں۔

ایک معلم سب سے زیادہ بچوں کی ضروریات سمجھنے کا اہل ہے۔ جب لاہور میں بیٹھ کر حافظ احسن اللہ اردو کا نصاب تیار کرتے ہیں تو ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اس کی از حد ضرورت ہوگی۔ 'ذوق الصبیان' کی تشریحی زبان اردو ہے۔ حافظ صاحب اپنے دیباچے میں لکھتے ہیں کہ اس سے قبل میں نے اس مضمون پر ایک بڑی کتاب تیار کی ہے لیکن وہ بچوں کے لیے دقیق و دشوار ہے، اس لیے نصاب ہذا کو آسان ہندی زبان میں تیار کیا ہے، سال تصنیف ۱۹۰۷ء ہے۔ اردو زبان کے متعلق حافظ صاحب فرماتے ہیں، یہ ہندی زبان بہت آسان ہے؛ جیسے بڑی خوشی کے ساتھ اسے پڑھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ اب میں نمونہ کلام دکھانے کے لیے 'ذوق الصبیان' کے دیباچے سے ایک اقتباس دیتا ہوں :

ملاں ، کاتب ، سپر کنندہ
اس کی ہدایت اس کی عنایت
کھتر ، کھتر اور احقر ہے
اوسکے مانا پتا کو بھٹے
فارسی عربی ہندی باتاں
لوگ ہیں مجھ کو ملاں کہتے
اس پر مھلت بہت کئی ہے
لڑکوں کی ابھی کند زبان ہے
لڑکوں کو ایک کھیل ہے کھول
چشم و سراو پر دھرتے ہیں اوسکو
سال اوس در باغ کہتا ہے
عجب ستارے اور بتاوتے
مجھ کو دے دعا وہ بھائی
فعلن فعلن فعلن فعلن

احسن نام اک عاجز بندہ
احسن اللہ کی ہے یہ رعایت
اس کا وطن لاہور نگر ہے
اوسکی دانا خطا کو بخشے
کہیاں ہیں یہ کیشیاں بیٹیاں
لڑکے میرے پاس ہیں پڑھتے
آگے ایک کتاب لکھسی ہے
پر وہ بہت دواڑ و کلاں ہے
یہ آسان اور ہندی بولی
خوشی خوشی وہ پھڑتے ہیں اوسکو
ذوق الصبیان نام رکھا ہے
جو کوئی اوسکو پھڑے پھڑاوتے
دے اصلاح جو ہوٹے بھلائی
بصر فروغ تقارب سبزاں

ذہل کا اقتباس اصل نصاب سے دیا جاتا ہے :

دل و جگر ہے حیا کا بچہ کلاسر ہے ملز ہے بیہجا

جیتل تقرہ قلعہ چاندی
 ڈبا کوبہا ڈھال پیر
 غیمہ تھیو منزل ڈھرا
 گشت و گزار گزر ہے پھیرا
 بھیڑ انبوی آتر روندہ
 طحال پیرز تل مخ گودا
 دشت و پر بیابان صحرا
 لیس لعاب کف و جھک ہلقم
 پاکہ غضب شیر ہے ناسیر
 مصنف کا طرز بیان شگفتہ اور زبان نہایت صاف ہے ۔ بعض بعض
 موقعوں پر پنجابی لہجہ نظر آتا ہے ۔ میں چند شعر ایک اور مقام سے

تھوڑا اندک کسم و قلیل
 افزوں زیادہ وافر دار
 ہم دم ہمہ پہلی ساتھی
 سوداگر تاجر ہارنگ
 مروارید مون در و گوہر
 نرخ چا اور قیمت مول
 روغن گہو سلیہ چوری
 صنم و بیگم ہے ڈورا گونگا
 ہرنہ ہشکھی بادکش ہنگھا
 جہان آباد شہر ہے دی
 سیاح دوندہ دام و دد ہے
 ہندی چٹا پوز ہلنگ
 کھال رات چو گزری دوش
 کتجد تل سزشف ہے سروں
 فردا اور ہی فردا بھاوے
 (کل) گونگلو (ہلقم) گہو

امہ کنیز ہے لوتلی ہانسی
 رہا سونا سم و زر ہے
 عاشق مترا بندہ چیرا
 حلقہ دورہ گروہ گھیرا
 بار ہوجہ انبار ہے تودہ
 لٹھو خون سیاہی سودا
 ہتھ زہرہ تلخہ صفرا
 گھیا کدو گونگلو ہلقم
 بیچ ہے اندر بیرون باہر
 مصنف کا طرز بیان شگفتہ اور زبان نہایت صاف ہے ۔ بعض بعض
 موقعوں پر پنجابی لہجہ نظر آتا ہے ۔ میں چند شعر ایک اور مقام سے

سجن دوست ہے بار خلیل
 پتا پیش و س و ہسبیار
 ذیل اور پیل اور مکنا خانی
 بینک و بینک قافلہ کاروان
 پتھر سنگ رتن ہے جوہر
 مربع چورس گردے گول
 اجر و اجرت مزد و مزدوری
 ہر جان ہند کلی اور مونکا
 غریب مسافر ماندہ تھکا
 سیک ہے کتا گریہ پیل
 پاکہ پکھیلہ شیر اسد ہے
 مباحی بھلی سینار نہنگ
 آجیو ہرن سہا خیر گوش
 دے و بڑی جوگڑا کھل پرسوں
 کھل پرسوں آئندہ چو آوے
 اوہڑ کے اتھاسوں میں آتر (آت) کھل (کل) گونگلو (ہلقم) گہو

(گہی) چوری (ملیدہ) کلی (مونگا) ڈورا (چہرا) وغیرہ پنجابی زبان کے ذخیرے سے تعلق رکھتے ہیں۔ آنت، جھاگ اور کل وغیرہ کا صحیح ترجمہ یہی ہو سکتا ہے۔ گونگلو آج کل پنجابی مانا جاتا ہے اور اردو میں غیر مستعمل ہے لیکن مغلیہ عہد سے قبل کے اہل لغات اس لفظ سے واقف ہیں اور قدیم تلفظ وہی ہے جو آج پنجاب میں رائج ہے۔ چنانچہ 'ادات الفضل' (تالیف ۱۸۲۲ء) میں چغتار کا مرادف گونگلو دیا گیا ہے۔ 'مضرب نامہ احمد منیری' (۱۸۷۷ء) میں گانگلو اور 'مؤید الفضل' (۱۹۲۵ء) میں گنگلو لکھا ہے۔

خاتمہ :

آخر اوڑک عجیب شمارا	ختم مرليب پورا سارا
پورا سارا قانع بس ہے	تکا جس ہے بچھے بس ہے
بھڑ درود اور حمد ذوالمن	تو بھی بس اب بس کر احسن
بخشے رب گشتہ ہماسی	مانگ خدا سے ہی ہداسی
مولیٰ صاحب داتا سائیں	بندہ سنگتا کرے دھائیں

'در باغ' اس تالیف کا مادہ تاریخ ہے جس سے ۱۲۰۷ء برآمد ہوتا ہے اور ۱۷۹۳ء کے برابر ہے۔ اس سال تیمور شاہ درانی کا انتقال ہوتا ہے اور شاہ زمان تخت نشین ہوتا ہے۔ لاہور میں سکھوں کا قبضہ ہے؛ سوہا سنگھ اور لہنا سنگھ کی حکومت ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ پنجاب میں اردو نصابوں کا رواج، نیز اردو نصابوں کی اس سولے میں تصنیف و تالیف ہمیں اس نظریے کو تسلیم کرنے پر مجبور کرتی ہے کہ پنجابی زبان کی طرح اردو زبان بھی اس سولے میں قدیم سے ذریعہ تعلیم رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ اردو پنجاب میں بہ عہد شاہان مغلیہ بولی اور سمجھی جاتی رہی ہے، لیکن ہم کو یہ علم نہیں تھا کہ بچوں کی تعلیم میں بھی اس سے کام لیا جا رہا ہے۔ 'مخالف باری' کے بعد اردو کا سب سے قدیم نصاب 'مرح العبدیان' پنجاب میں لکھا جاتا ہے۔ یہ اسر شاید ان بزرگوں کی آنکھیں کھولے جو آج پنجاب میں اردو کے استحقاق کو نظر انداز کرتے ہیں اور پنجابی کے لیے اصرار کرتے ہیں۔ ہم پنجاب کے ساتھ اردو کے قدیم تعلقات کی داستان سے بالکل بے خبر ہیں

لیکن اس سلسلے میں جو بعض واقعات گزشتہ چند سالوں میں روشنی میں آئے ہیں ، ان سے بھی اندازہ لگایا جا سکتا ہے کہ اردو کے روابط اس سولے کے ساتھ نہایت قدیم اور گہرے ہیں ۔ اردو اور پنجاب کی صرف و نحو ان زبانوں کے اتحاد اور قرابت کی طرف دلائل کرتی ہے ۔ اردو کا سب سے قدیم فقرہ جو ہمیں معلوم ہے ، پنجاب ہی کے ایک شیخ حضرت فرید الدین گنج شکر کی یادگار ہے ۔ مسلمانوں میں سب سے اول جس شاعر نے ہندی دیوان لکھا ، وہ لاہور کے مشہور شاعر خواجہ مسعود سعد سلمان ہیں ۔ سب سے پہلے جس شخص نے دواغریہ لکھا ، وہ بھی شیخ فرید الدین مذکورہ بالا ہیں ۔

گجرات و دکن میں اگرچہ اردو تالیفات دسویں صدی ہجری سے شروع ہو جاتی ہیں ، لیکن شمالی ہندوستان میں دو صدی بعد تک ان کا پتا نہیں چلتا ۔ دہلی میں ابھی اردو دبستان قائم بھی نہیں ہو چکا ہے کہ پنجاب میں لوگ اردو زبان میں مشوایاں لکھنی شروع کر دیتے ہیں ۔ میر پور (کشمیر) کے شیخ غلام علی الدین تصوف مثنوی " گلزار فقر " ۱۱۳۱ھ میں ختم کرتے ہیں ؛ پٹالے کے مشہور شیخ غلام قادر ۱۱۵۱ھ سے قبل مثنوی " رمز العشق " لکھتے ہیں ۔ اسی پٹالے کے ایک اور مصنف عاجز تخلص ہیں جو سیف الملوک و بدیع الجہال کا لقب فارسی سے اردو میں نظم کرتے ہیں ۔ ایک اور بزرگ تحسین ہیں ، جو ایک نظم موسوم بہ " واردات " کے مالک ہیں ، جس میں مصنف ایک شاگرد کی دعوت پر ، جو دیوان زادوں میں سے ہے ، اپنے میر پور کے سفر راہ کی مشقت و صعوبت ، میزبان کی بے اعتنائی ، وہاں سے واپسی اور گھوڑے کی منہمت و دہنکر واقعات بیان کرتا ہے ۔ یہ تالیفات جوانہ کے از ہمارے و مشنئے بخونہ از خروارے کا حکم رکھتی ہیں ، خالص پنجاب کی پیداوار ہیں جن پر ہندوستان کا اثر مطلق نہیں ہے ۔ یہ لوگ نہ ہندوستان گئے اور نہ اردو دانوں سے تعلق میں آئے لیکن اردو میں اپنی تالیفات لکھ رہے ہیں ۔ ہمیں ستائشی کرنی چاہیے ان بزرگوں کی جو دلی درکنار خود پنجاب کے دارالسلطنت لاہور سے

بھی فاصلے پر رہ کر ان دور افتادہ مقامات میں جہاں اردو بولنے والا
 سپہنوں کیا بلکہ برسوں بھی ان سے تعلق میں نہیں آ سکتا ہوگا ،
 اردو زبان کی تحریک کو زندہ رکھتے ہیں ۔ اب تا وقتیکہ ان تالیفات
 کے پڑھنے والے پنجاب میں موجود نہ ہوں ان کا منصہ شہود پر آنا
 ممکن نہیں ۔ اس لیے اس لکچریر کی روشنی میں ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں
 کہ پنجاب میں کم و بیش ہر عہد میں اردو کے لیے سرگرمی رہی ہے ۔

محل شاہ کے عہد میں پنجابی جفت فروشوں کے فساد پر بے نوا سنامی کا مخمس

یہ آخری مضمون ہے جو حافظ صاحب مرحوم نے "اورینٹل کالج میگزین" کے لیے (نوٹک ہے) روانہ کیا تھا اور اگست ۱۹۴۵ء کے شمارے میں شائع ہوا تھا۔ اس پر میگزین کے اس زمانے کے ایڈیٹر پروفیسر ڈاکٹر محمد اقبال صاحب نے مندرجہ ذیل نوٹ دیا تھا :

"مضمون ذیل ہمارے دیرینہ مخدوم حافظ محمود خان صاحب شیرازی مدظلہ کا تازہ ترین نتیجہ طبع ہے۔ موصوف کے عقائد مضامین کی بدولت اورینٹل کالج میگزین کو جو اہمیت نصیب ہوئی وہ کسی توضیح کی محتاج نہیں۔ افسوس ہے کہ ان کی مسلسل علالت اور ضعف پیری نے انہیں ایک عرصے سے علمی مشاغل سے باز رکھا ہوا ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ اس حالت میں بھی وہ اپنے دیرینہ احسان مندوں کو نہیں بھولے ہیں۔ ہم اس مضمون کو یہ صد افتخار ان کی جانب سے تبرکے کے طور پر جلدیہ ناظرین کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا انہیں آئندہ ایسے تبرکات عطا کرنے پر قادر رکھے۔"

مضمون کے حواشی میں روشن الدولہ بر نوٹ بھی پروفیسر اقبال صاحب کا دیا ہوا ہے۔ (مرتب)

سنام! فی زمانہ ریاست پٹانہ میں ایک معمولی نصیب اور دیلوے
 انجیشن ہے، لیکن سننامی روایات میں اپنے بابا و فضلا و شعرا کی بنا پر
 کسی قدر شہرت کا مالک ہے۔ سنام کا ذکر غالباً پہلی مرتبہ ہنن بھاری
 مخزنوی کے ایک قصیدے میں آتا ہے، جب مسعود ثالث (۹۶۲ء و ۹۵۰ء)
 اس کے قریب کوئی نیا قلعہ فتح کرتا ہے۔ حوالہ شعر ذیل میں
 آتا ہے:

خبر رسید کہ اندر نواحی سنام
 سر حصارے کو داشت یا ستارہ قران

عمید سناسی بیان کا مشہور شاعر ہے۔ 'صرفات العاشقین'،
 'منتخب التواریخ' اور 'گل رعنا' میں اس کا نمونہ کلام محفوظ ہے۔ وہ ان
 شعرا میں سے ہے جو امیر خسرو سے پیشتر اس ملک میں گزرے ہیں۔
 اس کا سال ولادت ۸۶۰ء ہے۔ ضیا سناسی تین مشہور ضیائوں
 میں سے ایک ہیں جو آٹھویں صدی ہجری میں گزرے ہیں۔
 'انصاب الاحتماب' ان کی مشہور تصانیف ہے۔ غایت اللہ سناسی
 'احکام الموق' برای مردم سکندہ سنام' تالیف کرتے ہیں۔ یہی قصیدے نوا
 کا وطن ہے۔ ہد شاہ کے ابتدائی دور میں بے نوا سنام سے دہلی آتا ہے۔
 اپنی خوش طبعی اور شاعری کی بنا پر بہاؤ کے لوگوں میں اچھا اثر پیدا
 کرتا ہے۔ اگرچہ نوالرد ہے مگر قبول عام حاصل کر لیتا ہے۔ بے نوا
 کا ذکر 'نکات الشعرا'، 'مخزن نکات'، 'طبقات الشعرا'، از قدرت اللہ شوق،
 'تذکرہ میر حسن'، 'چہستان شعرا' اور 'تذکرہ کلزار ابراہیم' میں
 ملتا ہے۔ ان میں سے میر لائیم اور شوق کے بیانات ہماری توجہ کے
 مستحق ہیں۔

میر صاحب کہتے ہیں کہ مجھے اس کا حال تحقیق معلوم نہیں۔
 ہد شاہ کے عہد میں سنکرن^۲ جوہری نے کسی جوئے فروش کو قتل

- ۱۔ لایم تلفظ یہ تشدید دوم اور موجودہ یہ تصنیف تشدید ہے۔
- ۲۔ سنکرن کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے، صحیح نام سنکرن
 بلکہ سہکرن ہے جیسا کہ اصل محسن اور شوق و آرون کے ہاں درج ہے۔

کر دیا تھا ! اس پر بلاوہ ہو گیا ۔ جوئے فروشوں نے جامع مسجد میں جا کر خطبہ روک دیا ۔ ظفر خاں روشن الدولہ نے کہ طرہ باز کر کے مشہور ہے ، جوہری مذکور کو پتا دی ۔ آخر بڑا فساد ہوا اور امرائے عظیم میں جنگ ہوئی ۔ طرفین سے جہت آدمی مارے گئے ۔ ظفر خاں تاب نہ لا کر بھاگ نکلا ۔ اس واقعے سے امیر موصوف کو اس قدر سخت ہوئی کہ ملت العصر گھر سے باہر کبھی قدم نہ رکھا ۔ اس قصے کو شاعر مذکور نے ایک خمس میں نظم کر دیا ہے جو اب تک لوگوں کی زبان پر ہے ۔

قائم کہنے ہیں بے نوا کسی گمنام شاعر ساکن قصبہ سنام کا
تخلص ہے ، جو شوخ چشم اور طریف تھا ؛ کبھی کبھی لطیفے کے طور پر بدیہ شعر کہتا تھا ؛ ہد شاہ کی سلطنت کے ابتدائی ایام میں دہلی آیا اور ہر شخص سے ، جو قابل ملاقات تھا ، ملا ۔ ایک روز مجلس مشاعرہ میں وارد ہوا ؛ میاں مبارک آبرو نے اس کی طرف توجہ نہ کی ؛ کچھ دیر کے بعد جب ملاقات ہوئی ، بولا ”میاں آبرو آپ اپنے مخلصوں سے اس قدر تعالٰیٰ کرتے ہیں گویا کبھی تین آنکھ نہ ہوئے تھے ۔“ چوں کہ آبرو کے ایک آنکھ نہ تھی یہ لطیفہ بہت با موقع ثابت ہوا اور حاضرین جاسہ خوب ہنسے ۔ الغرض اپنے عہد کا تحفہ انسان تھا ۔

قدوت اللہ شوق نے میر صاحب کے بیان کی نقل کے علاوہ اس میں کچھ اضافہ بھی کیا ہے ۔ کہتا ہے مجھے اس کا حال تحقیق معلوم نہیں ؛ ہد شاہ بادشاہ کے عہد میں جن کا لقب اب فردوس آرام رکھتا ہے ، سبہ کرن جوہری نے کسی چرمینہ فروش کو ہولی کے دن قتل

۱ ۔ نواب روشن الدولہ ظفر خاں ہد شاہی عہد کے امرا میں سے ہیں ؛ نواب نیرالدین خاں کے بعد کچھ عرصہ وزیر بھی رہے ، بالآخر غبن کے الزام میں معزول کر دیے گئے ۔ دہلی کی دو مشہور مسجدیں ان کی بنوائی ہوئی ہیں ۔ ایک نوشہری مسجد جو کنووالی چبوترے کے پاس ہے اور دوسری روشن الدولہ کی مسجد جو فیض بازار میں ہے ۔
۱۱۳۵ء (مطابق ۱۷۳۲ء) میں انتقال کیا ۔ (ایڈیٹر)

کر ڈالا ! اس پر عام ہلوہ ہو گیا ۔ جفت فروشوں نے جمع ہو کر جامع مسجد میں غلطی نہ ہونے دیا ۔ نواب ظفر خان روشن الدولہ نے ، طرہ باز خان جن کا لقب تھا ، جوہری مذکور کو پناہ دی ۔ نواب وزیر الممالک قمر الدین خان بہادر جفت فروشوں کے طرف دار تھے ؛ بالآخر بڑے امرا میں زبردست فساد ہوا ! طرفین کے بہت لوگ مارے گئے اور تمام مسجد غون سے بھر گئی ۔ ظفر خان کثرت ہاپوش زنی کی تاب نہ لا کر بھاگ گیا ۔ چنانچہ ایک شاعر کہتا ہے :

آن چہ بر فرق ظفر خان از خدا افتاده است
من چہ گویم معنی آن بیش یا افتاده است

شاعر مذکور نے اس قصے کو ایک غمخس میں نظم کیا ہے جو اب تک لوگوں کی زبان پر ہے ۔

میر صاحب کی طرح پہلا اور آخری غمخس شوق نے بھی نقل کر دیا ہے ، لیکن میر صاحب کے ہاں پہلے غمخس کا دوسرا مصرع یوں ہے :

مریخ پر جو تیر کی غنیمت کی اپنے دھار

شوق نے 'مریخ پر' کی جگہ 'مریخ پور' تحریر کیا ہے اور یہی صحیح ہے ۔ یہ غلطی طباعت کی معلوم ہوتی ہے ۔

بے نوا کے تذکرہ کلام میں تذکرہ گلزار ابراہیمی میں دو شعر ملتے ہیں :

تم ہو ہوس و کنار کی صورت

میں ہوں اسیدوار کی صورت

بے نوا ہوں زکوۃ حسن کی دے

او میان سالدار کی صورت (صفحہ ۶۵)

صاحب تذکرہ نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ شعر ایک بیانی میں خان آرزو کے نام پر بھی دے ہیں ؛ میں اضافہ کرتا ہوں کہ آخری شعر قائم اور میر حسن نے بے نوا ہی کی طرف منسوب کیا ہے ۔

جونی فروشوں کا فساد چھ شاہ کے عہد کا ایک مشہور واقعہ ہے ۔
اکثر کتب تاریخ میں اس کا مذکور آتا ہے لیکن میں اپنی 'نارسانی' کی
بنی پر اصل تاریخوں کے بیانات تمام بند کرنے سے معذور ہوں ۔ اس کی
تلافی میں ولیم ارون کی تالیف 'لیٹر مغل' کی ایک عبارت کا ترجمہ دیتا
ہوں جس میں واقعہ مذکور کسی قدر تفصیل کے ساتھ درج ہے ۔ مگر
یاد رہے کہ ارون ہندوستان کی آئی ۔ سی ۔ ایس جاعت سے تعلق رکھتا
ہے جس کا نقطہ نظر عموماً نوکر شاہی اور سرکاری ہوا کرتا ہے ۔
یہ جاعت ہر چیز کو حکومت کی عینک سے دیکھتی ہے ۔ ارون پرانے
تاریخی واقعات کے سلسلے میں بھی جو اس کے عہد سے دو سو سال قبل
گزرے ہیں اپنی روش خاصی بدل نہ سکا ۔ جہاں چہ مسلمانوں کے ذکر
میں ، جیسا کہ انگریزوں کا عام دستور ہے ، جوبلیں کرنے اور
چنگیاں لینے کا موقع نہیں چھوڑتا ؛ ظمن اور استہزا سے بھی کام لیتا ہے ۔
اس جذبے کو میں نے اپنے ترجمے میں بڑی حد تک دبا دیا ہے ۔

ارون ایک معتبر اور محتاط مصنف ہونے کے باوجود بعض بازاری
مصنفین کی دھوکے بازی کا آسان شکار بن گیا ہے ۔ جہاں چہ جعفر زئی کے
حالات جو اس نے ہندوستانی سیکیولٹر کے رسالہ زر کامل عیار سے
دئے ہیں ، بالکل بے سرو پا اور غیر تاویفی ہیں ۔ بطور آئندہ
میں ارون کا بیان دیا جاتا ہے ۔

از لیٹر مغل تالیف ولیم ارون ، جلد دوم ، باب دہم ، صفحہ ۷۷۲ ،
فصل چہرہ ۔ دہلی کے جنت فروشوں کا بلوہ :

چھ شاہ بادشاہ (۱۱۳۱ و ۱۱۶۱ھ) کے گیارہویں سال جلوس میں
جوتے فروشوں کے بلوے کو اس عہد کی تمام تاریخوں میں ایک

۱ ۔ یہ مضمون قبلہ حافظ صاحب نے ملازمت سے رہنماثر ہونے کے
بعد اپنے وطن ٹونک کے قیام کے دوران میں لکھا تھا ۔ کیوں کہ
لاہور چھوڑنے وقت اپنے کتب خانے کا غالب حصہ ہونیورسٹی لائبریری
کے حوالے کر آئے تھے اس لیے جہاں 'نارسانی' کا لفظ استعمال کیا ہے ۔
(مرتب)

قابل لحاظ جگہ دی گئی ہے۔ مسلمانوں کے ادنیٰ طبقے کے عام دستور کے مطابق ماہ شعبان کا نصف اول طرح طرح کے تیوہار اور خوشیاں منانے میں بسر کیا جاتا ہے۔ ان میں قابل ذکر شہرتا ہے جس میں چراغاں کرتے ہیں اور آتش بازی کئی کوچوں میں چھوڑی جاتی ہے۔ اس مہینے کی آٹھویں تاریخ کی شام کو ایک سرف سبھکون نامی جس کا شاہی محلات سے تعلق تھا، حافظ خدمت گزرا خان خواجہ سرا، داروغہ جواہرات خانہ کے مکان سے اپنے گھر لوٹ رہا تھا۔ یہ شخص ایک عرصے سے نواب روشن الدولہ ہائی ہٹی کے خاص آدمیوں میں تھا اور اسی کی امداد سے اس کو کوئی منصب بھی مل گیا تھا نیز خانسامان شاہی کے ماتحت اس کو کوئی بڑا عہدہ بھی ملا ہوا تھا۔ اس کا گھر جوہری بازار کے عقب میں واقع تھا، جہاں پہنچنے کے لیے سبھکون کو جفت فروشوں کی دوکانوں سے جو چوک سعد اللہ خان میں تھیں، گزرتا تھا۔ یہ جفت فروش سب کے سب پنجابی تھے اور ان کی دوکانیں بڑی تعداد میں نہیں جو سڑک کے دونوں طرف کھڑی تھیں۔ یہ سب کے سب منہصیب قسم کے مسلمان تھے اور اپنی عبادت کے سخی سے باہد تھے۔ ان کے بوڑھے بڑے باوقار اور سن رسیدہ معلوم ہوتے تھے۔ ان کی ڈالیاں لمبی اور لباس ستھرا تھا۔ ان میں سے اکثر حافظ قرآن تھے اور عرب سنانے تھے۔ جب منشی سبھکون کی ہالکی وہاں پہنچی، اس وقت ہوا اور مسلمان آتش بازی چھوڑنے میں مشغول تھے۔ جیسا کہ ایسے موقعوں پر ہوا کرتا ہے، اتفاق سے ایک ہوائی جوہری کی ہالکی میں جا گری جس سے اس کے درباری لباس میں سوراخ پڑ گیا۔ جوہری کے ملازمین نے جو اودلی میں تھے، دوکان داروں کو

۱۔ شہرت منانے میں تمام مسلمان شریک ہیں، ادنیٰ و اعلیٰ کی تفریق غلط ہے۔

۲۔ آبرو نے اسی خواجہ سرا کے حق میں لکھا ہے :

یارو خدمت گزراخان خوجوں کے بیچ ہے نسو مستثنیٰ و لیکن منقطع

سخت سست کیا۔ اس پر دونوں چاعتوں میں سار بیٹ ٹک ٹک ٹک پتھ پتھ گئی۔ جوہری کے نوکر مسلح تھے اور موچیوں کے پاس ان کی رانیوں کے سوا کچھ نہ تھا۔ چون کہ زیادہ تعداد میں تھے، انہوں نے ایک سپاہی کی ڈھال اور تلوار چھین لی۔ سبھکرن طیش کی حالت میں اپنے گھر پہنچا اور اس آدمی کو جس کی ڈھال اور تلوار چھین لی گئی تھی، دشمنوں سے بدلہ لینے کی غرض سے فوراً واپس بھیجا۔ رات کے وقت دوستوں کی ایک چاعت کے ساتھ یہ شخص جوئے فروشوں کے محلے میں پہنچا۔ ایک نو عمر لڑکا ان کے ہاتھ آگیا جس کو مارنے مارنے انہوں نے اذہ موا کر ڈالا۔ لڑکے کی چوڑی سن کر ایک بوڑھا آدمی حاجی حافظ اپنی چارپائی سے اٹھ کر ننگے پاؤں دوڑا آیا اور لڑکے کے پھانے میں تلوار کا زخم کھا کر مارا گیا۔ حملہ آور حاجی کو اسی جگہ چھوڑ کر جہاں وہ گرا تھا اپنے گھر چل دیے۔ صبح کے وقت تمام موچی اور ان کے بیچھے تمام شہری لاش کے گرد اکٹھے ہو گئے۔ انہوں نے قسم کھا لی کہ جب تک قاتل اور قاتل کے آقا کو ان کی پداغالی کی سزا نہیں ملے گی وہ میت دفن نہیں کریں گے۔ تمام اذیل طیتے کے مسلمان ان کے شریک ہو گئے۔ اب انہوں نے لاش کو کھڑی پر ڈالا اور دین دین کے نعے لگائے۔ سبھکرن کے دروازے پر پتھ گئی۔ راتوں رات سبھکرن نے شیر افگن خان ا پانی پتی خانبہاں شاہی کے ہاں جو اس کا افسر تھا پناہ لی۔ یہ جوہری جیسا کہ اس سے قبل اشارہ ہو چکا ہے،

۱۔ شیر افگن خان عزت الدولہ نواب بندہ علی خاں باسطی تھان
محمد افضل ثابت الہ آبادی کے مرید اور مدوح ہیں۔ ثابت کا دیوان
نواب موصوف نے ترتیب دیا ہے۔ اس کا ایک نسخہ میرے کتب
خانے میں موجود ہے جس پر چند سطریں بندہ علی خاں نے اپنے قلم
سے لکھی ہیں۔ ان کے حالات شہیں اورنگ آبادی نے اپنے فارسی
تذکرہ گل رعنا میں مفصل دیے ہیں۔ میرے کتب خانے میں نواب
(پانی حاشیہ اگلے صفحے پر)

روشن الدولہ ظفر خان کا متوسل تھا جس کے ساتھ شیر افکن خان کی رشتے داری بھی تھی۔ ہم وطنی اور رشتے داری کی بنا پر دونوں سردار ایک دوسرے کے دلی دوست تھے۔ شیر افکن خان ایک اور طاقتور سردار لطف اللہ خان صادق کا چھوٹا بھائی بھی تھا۔ ان دو وجوہ سے کہ (۱) پناہ گزین اس کا ماتحت تھا اور (۲) دوست خاص کا متوسل تھا، شیر افکن خان نے گناہ گار کو بلوائیوں کے حوالے کرنے سے انکار کر دیا؛ بلکہ شد و مد کے ساتھ اس امر کی تردید کی کہ مجرم اس کے گھر میں موجود تھا۔ مردے کو سپہکڑی کے گھر پر چھوڑ کر یہ انہوں نے غرض داد خواہی شاہی محل کی طرف روانہ ہوا۔

بعد شاہ بادشاہ اپنی والدہ قسبہ بیگم کی معیت میں باغ جعفر خان کی سیر سے واپس آ رہا تھا؛ جیسے ہی قریب پہنچا، بلوائیوں کے ہجوم نے فریاد کی اور انصاف انصاف کے نعروں سے لگائے۔ بادشاہ نے نزدیک بلا کر ان کی رام کہانی سنی اور قمر الدین خان وزیر کو حکم دیا کہ سزا دل بھیج کر مجرم کو جہاں کہیں موجود ہو، گرفتار کرالے۔ شیر افکن خان نے جس کے ہاں مجرم پناہ گزین تھا، تعمیل حکم سے صاف انکار کر دیا۔ جمعرات کا دن اس حالت میں ختم ہوا۔

جمعے کے دن ۱۱ شعبان ۱۱۳۱ھ (۱۱ مارچ ۱۷۲۹ء) کو جوتی فروشوں نے شہر میں چلوس نکالا اور مسلمانوں کو دین کی حفاظت کے واسطے عام دعوت دی۔ جامع مسجد دہلی محل اجتماع قرار پائی۔ جمعے کی نماز کے وقت تک مسجد کا وسیع صحن آدمیوں سے کھنچا کھنچ بھر گیا تھا۔ فریادیوں نے مسجد کی عمارت و منبر پر اس طرح قبضہ

(صفحہ گزشتہ کا باقی حاشیہ)

میدوح کی پناہ گار دو بیاضیں ہیں جن پر کچھ عبارت خود نواب کی نوشتہ ہے۔ ان میں بڑی بیاض نہایت اہم ہے۔ اس کے مختلف ابواب و فصول میں مشائخ، علماء، وزراء، سلاطین، امرا اور اساتذہ قدیم و جدید کا کلام کثرت کے ساتھ نقل ہوا ہے۔

کر لیا کہ نہ امامت کی جا سکتی تھی اور نہ خطبہ ادا ہو سکتا تھا۔ ان میں بیش بیش عرب، حبشی اور قسطنطنیہ کے ترک تھے جو روسی خان سے متعلق تھے، نیز سید عرب علی خان بغدادی کے تابعین میں سے تھے جو شاہی ثوب خانے میں حیدر علی خان سابق میر آتش کے عہد سے ملازم تھے۔ یہ لوگ شیر مسلح ہونے کے باوجود سرغنہ بن گئے اور حنظلہ ہاندہ کر منبر کے قریب آ گئے۔ نمازی رکوع و سجود نہ کر سکے؛ امام جماعت نہ کرا سکا؛ قاضی کی جس کو قاتر کا طرفدار بتایا گیا، گھوڑوں اور مکوں سے تواضع کی گئی۔ نہ تلوار چلی نہ خولتریزی ہوئی مگر قاضی اور اس کے فرزند پر اس قدر گھونٹے اور لاتیں بڑیں کہ دونوں قریب المرگ ہو گئے۔ خطیب کو منبر سے اتار کر زمین پر گرا دیا اور اتنا بیٹا کہ بے ہوش ہو گیا۔ فساد کی اطلاع قلعہ معالیٰ میں پہنچی؛ شاہی حکم سے وزیر اور روشن الدولہ اپنی اپنی فوج کے ساتھ ہنگامہ فرو کرنے کے لیے بھیجے گئے۔ سب سے پہلے وزیر پہنچا جو اپنی جماعت کے ساتھ مسجد کے شاہی دروازے سے داخل ہوا۔ اس نے مسلمانوں کے ساتھ ہر قسم کے وعدے کیے اور اپنی جرب زبانی سے فی النوائ قاضی اور اس کے عملے کو مار پیٹ سے بچا لیا۔ لیکن اس جلیل القدر امیر کی ملاقات نے ہلاکتوں کو اپنی انتقامی جدوجہد میں اور بھی مضبوط کر دیا۔ بد قسمتی سے عین اس موقع پر نواب روشن الدولہ اپنی فوج کے ساتھ مسجد کے شرق دروازے سے نمودار ہوا جس سے بادشاہ سلامت داخل ہوا کرتے تھے۔ اس کی فوج زیادہ تر جاہل افغانوں پر شامل تھی جنہیں اپنی بہادری پر بے حد ناز تھا۔ یہ لوگ خورجہ، سکندریہ اور دہلی کے دہکر برگات سے تعلق رکھتے تھے۔ ان کے افسر شامجہاد پور، منو، شمس آباد، فرخ آباد (ہندوستان کا افغانستان) اور تھانسر (واقع سرکار سرغنہ) کے رہنے والے تھے۔ جنوب سمت سے شیر افکن خان نمودار ہوا۔ ۱۔ لوہوں کی یہ قول کہ روشن الدولہ شاہی حکم سے گیا تھا، سچ نوا کے بیان کی روشنی میں غلط معلوم ہوتا ہے۔ وہ لکھتا ہے کہ روشن الدولہ اور شیر افکن خان از خود آئے تھے۔

ہوا جس نے مقتول کے ورثہ کو خون بہا لینے پر راضی کرنے کی کوشش کی تھی اب یہ سن کر کہ وزیر اور روشن الدولہ پہنچ چکے ہیں ، اپنی صلاح جماعت کے ساتھ جو ہندوستانیوں پر شامل تھی ، آ موجود ہوا ۔ مسجد میں هجوم کی زیادتی روکنے کے خیال سے روشن الدولہ نے اپنے افغانوں کو تمام دروازے بند کر دینے کا حکم دیا ۔ روشن الدولہ اور شیر افکن خاں کو دیکھ کر مجمع کے غیظ و غضب کا بارہ اور بھی جڑ گیا ۔ دین دین کے ساتھ انہوں نے "کافروں کو مارو" کا نعرہ بلند کیا و نعل دار جوتیاں سنہالیں اور اینٹ پتھر جو اپنے ساتھ لائے تھے ، دونوں برابر پھینکنے شروع کیے ۔ اس حملے کی پہلی شدت شیر افکن خاں کو پہنچی پڑی ۔ اس کی بے حد سے عزتی ہوئی ۔ اس پر جوئے پھینکنے لگے اور اس کی پکڑی پر پتھر پڑے ۔ روشن الدولہ کی طلانی منہدیل پر بھی وار ہوئے ۔ باوازی ان پٹھانوں پر جو اپنے اپنے آقا کے پیچھے صف بستہ کھڑے تھے ، ٹوٹ پڑے ۔ اس وقت تک وزیر محض کھاشاتی بنا رہا ۔

بالآخر ان امرا کی خطرناک حالت اور اپنے امیروں کے زخمیں اور خون میں لٹھڑے چہرے دیکھ کر افغانوں میں تاب نہ رہی ، انہوں نے ڈھالی کشتہوں پر لیں اور تلواروں سے فسادہوں پر حملہ بول دیا ۔ دکان داروں کا بے حد نقصان جان ہوتا لیکن توپ خانے کے ملازمین نے جو ان کے طرف دار تھے ، اپنی ٹوڑے دار بندوقوں اور فرانگی طہنجوں کے ساتھ ان کے حملے کا جواب دیا ۔ مغل پورے کے مغلوں کی ایک جماعت بھی ان کی شریک ہو گئی ۔ ایک حبشی نے متبر کے پاس سے دونوں امیروں پر اپنا طہنجہ داغ دیا ۔ اس پر افغان جو شخص سے دیوانے ہو رہے تھے ، نہایت جوش و خروش میں لپکے ! متخاصم جماعتیں ایک دوسرے سے بھڑکیں ! افغانوں کی تعداد توپ خانے والوں سے بہت زیادہ تھی اور جوتی فروش بالکل نئے تھے ۔ اس وقت تک وزیر کے ہمراہیوں نے جنگ میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا مگر جب انہوں نے دیکھا کہ ان کے ہم وطنوں پر بری آتی ہے انہوں نے وزیر کے حکم کی مطاعی پروا نہ کی اور

اپنے ہتھیار سپہال کر فوراً لڑائی کی آگ میں کود پڑے۔ باقی مقلبہ
 لوح مسجد کے باہر اپنے گھوڑوں پر وزیر کو واپس پہنچانے کے انتظار
 میں صف بستہ کھڑی تھی، اس رونما ہونے والے واقعے سے مشغول
 ہو کر مسجد کی سیڑھیوں پر گھوڑوں سے اتار کر آگے بڑھی اور ان
 ہتھانوں کو جو دروازوں پر نگہبان کر رہے تھے، منتشر کر کے مسجد
 کے دروازے کھول دیے اور نعرے مارنے بڑی تیزی کے ساتھ مسجد
 میں کھس گئے۔ پیچھے سے وزیر کا ہاتھی اور اس کے اولٹ جن پر ضرب زن
 اور بان لڑے تھے آچھے۔ بہت چابلیں ضائع ہوئیں۔ ہتھانوں نے
 جہاں تک ممکن تھا اپنی جگہ نہ چھوڑی مگر کہاں تک مقابلہ
 کرتے۔ شیر افکن خان کے سیدھے ہاتھ کی کلان پر زخم آیا، تلوار
 اس کے ہاتھ سے گر گئی، اس کے کئی آدمی مارے گئے، کئی زخمی
 ہوئے۔ بقیۃ السیف نے بھاگ کر جان بچائی چاہی۔ ہتھان اس وقت
 تک روشن الدولہ کے گرد سہر بنے کھڑے تھے، شیر افکن خان کی
 ہسیان پر انھوں نے روشن الدولہ کو بھی لوٹنے پر مجبور کیا۔ اس کا
 بھاری جسم اور قریبی بھرتی کے ساتھ مراجعت میں مزاحم ثابت ہوئے،
 لہذا اس کے آدمیوں نے اسے اپنے کندھے پر اٹھا لیا اور لڑتے بھڑتے
 خستہ اور چمکا چور دروازے کو جا لیا۔ مسجد سے نکل کر انھوں نے
 شیر افکن خان کے بھائی دل دلیہ خان کی حویلی میں جو مسجد سے
 چند قدم کے فاصلے پر تھی، بھاگ کر پناہ لی۔ جب مسجد کے
 ہتھانوں کو معلوم ہوا کہ دونوں سردار حفاظت کے مقام پر پہنچ
 گئے ہیں، انھوں نے بھی مسجد سے مراجعت کی اور اسی پناہ گاہ میں
 چلے آئے۔ فسادہوں نے غم الدین خان وزیر کے احکام کی پروا
 نہ کر کے ان کا تعاقب کیا اور لڑائی جاری رکھی؛ دل دلیہ خان کی
 حویلی کا محاصرہ کر لیا اور عیسویوں پر اپنا انتقام نوڑنے اور حویلی کو
 جلا دینے کی ٹھان لی۔ آخر سمجھا بچھا کر ان کو اس ارادے سے باز
 رکھا گیا۔ امرا کی ایک تعداد جو روشن الدولہ کے تابینوں میں تھی اور
 جنہیں لڑائی میں کوئی دلچسپی نہ تھی، مسجد کے زویوں، مبراہوں اور
 کشیوں میں چھپ گئی۔ یہ لوگ گولیوں کی بوچھاڑ سے مجبور ہو کر

بازار کی طرف کے کپالہوں میں رینگ گئے اور جس طرح بھی ممکن ہوا کٹی میں لٹک لٹک کر اتر گئے۔ اس طرح سے بھاگنے میں ایک امیر اعظم خان پر بری پتی۔ جس جگہ وہ چڑھا ہوا تھا اس کے نیچے مٹی کے بزن بچنے والے کی دکان تھی جس پر چھپر بڑا تھا۔ چھپر مضبوط تھا، پھر بھی لٹکنے میں اس کی ٹانگیں چھپر کے اندر اتر گئیں اور ہلندی اور اڑواڑ میں پھنس کر رہ گئیں۔ دکاندار نے غصے میں آکر اور ایک بانس لے کر خان صاحب کی ٹانگوں کی خوب ہی مرست کی، حتیٰ کہ وہ سوچ گئیں اور جگہ جگہ سے زخمی ہو گئیں۔ خان صاحب ایک عرصے تک پاؤں پر کھڑے ہونے سے معذور رہے۔

دن بھر کی کارروائی کے نتیجے کے طور پر وزیر بغیر ہاتھ پاؤں ہلانے مقبول عوام اور مخالف اسلام بن گیا۔ ادھر بادشاہ خوش تھے کہ یہ مہم ان کا وبال دوش بنے بغیر آپ سے آپ حاصل ہو گئی۔ اسی وقت سر کی پگڑی اتار کر شاہی انعام کے طور پر وزیر کے پاس لے جانے کے لیے ایک خواجہ سرا کے حوالے کی اور حکم دیا کہ وزیر فوراً حاضر خدمت ہو۔ وزیر نے اپنے آدمیوں کو فسادوں سے مسجد خالی کرائے اور دروازوں پر مضبوط پہرہ رکھنے کا حکم دیا اور قدم رسول میں جا کر نماز پڑھی، شکرانے کے نقل ادا کیے، عباورں کو انعام دیا اور خواجہ سرا کے ساتھ دیوان خاص میں حاضر ہوا اور تمام کیفیت گوش گزار کی۔ شمس الدولہ بخشی اول تمام دن محل سرا پر حاضر رہا۔ دونوں وزیروں کو انعام مرحمت ہوا اور پھر رخصت ہو گئے۔ بادشاہ محل میں تشریف لے گئے۔ مقتول جنت فروش جوہری کے مکان میں جسے لوگوں نے گرا کر میدان بنا دیا تھا، دفن کیا گیا۔ بعد میں وہاں ایک مسجد بنا دی گئی۔ یہ واقعہ ایک عرصے تک فارسی اور ہندی نظموں کا موضوع بنا رہا۔“

۱۔ وزیر کے حق میں آروں کی یہ رائے خود اس کے ذکر کردہ واقعات کی روشنی میں غیر متصفانہ نہیں رہتی ہے۔

بے نوا کا غمیں دہلی میں اردو شاعری کے ابتدائی دور سے
 تعلق رکھتا ہے۔ اس کی تصنیف کی تاریخ ہم کو معلوم ہے کیوں کہ
 جس واقعے یعنی جوتی فروشوں کے بلوے کی روداد اس کا موضوع
 ہے، وہ گیارہویں سال جلوس ہند شاعری میں رونما ہوا ہے۔ اردو
 شاعری کے دبستان دہلی میں تاریخی واقعات کے شعر کے ذریعے
 نئے بیان کی غالباً یہ پہلی مثال ہے اور اسی لیے اس غمیں کو کسی قدر
 اہمیت حاصل ہے۔ تذکرہ نگار میر صاحب کے زمانے سے اس کا حوالہ
 دیتے آئے ہیں، لیکن کسی نے اس کو تمام وکال نقل نہیں کیا۔ البتہ
 میر صاحب اور ان کی تقلید میں شوق نے اس کے پہلے اور آخری بند
 نقل کرنے پر قناعت کی ہے۔ غمیں کی ذاتہ اچھی شاعری کا نمونہ نہیں،
 تاہم بعد کے شعرا کے واسطے وہ ایک مثال بن گیا ہے۔ قاجی نے
 ہانی بت میں نادر کی آمد، دہلی کے لشکر کے انتشار، امرا کی منافقت اور
 بیباہوں کی آرام طلبی کے متعلق جو اپنا غمیں لکھا ہے، بے نوا کی تقلید
 معلوم ہوتا ہے۔ میر و سودا نے متعدد شہر آشوب لکھے ہیں، ان میں
 نہایت مشہور سودا کا وہ غمیں ہے جس کی ابتدا ہے :

کہا میں آج یہ سودا ہے کہوں تو ڈانواں ڈول

بے نوا کا غمیں ان ایام میں بہت مشہور ہو گا اور ہندوستان کے
 طول و عرض میں اس کی کئی اشاعت ہوئی ہو گی۔ جس دماغ سے میں
 اس کو نقل کر رہا ہوں اس کا ہمیر میرے مجموعہ کتب میں جو اب
 پنجاب یونیورسٹی کی ملک ہے، ۲۱۶ء ہے اور غمیں یہ ہے :

غمیں در مذمت طرہ باز خان

یہ کیا ستم ہے اے فلک ہرزہ نابکار

مریج ہمارے تیز کیا ہے خنجر کی دھار

جوتی فروشوں میں مسلمان دیس دار

ہیکسوں چوہری نے لیا ہے ستم سے مدار

سنگ جفا ہے چور کیا لعل آہدار

موجی و لہجے ایکٹھے اللہ کوں کر کے بساد
قاضی و کونوال سون کرتے پھریں فریاد
کہتے ہیں بادشاہ میں دلائل ہماری داد
ایکٹھے ہو جوراً ۱۔ ہاتھ کفر پر کریں جہاد۔

تاجہر دین دین ہد ہو ہنر فرا
لہجے و موجی ایکٹھے مسجد میں جا کے بیٹھ
جہشی عربی ایکٹھے ہو منجے کون گھیر بیٹھ
تروار تیر ترکش بدوق سب سمیٹھ
قاضی کا کاڈا ۲ جلوہ مفتی کا کچلا بیٹھ

مانع ہوئے نماز کون اڑ بیٹھے کٹی ہزار
نواب طرہ ہمارے سن کر یہ ماجرا
مسجد کون ہو سوار شہابی میں آ چھڑا (چڑھا)
ہولا ہڈھو نماز کرو طاعت خدا
قاضی نبی کا نائب حرمت رکھو روا

دنگل میں خاص و عام میں جب یہ کہا ہنکار
جسوی فروش بیچ پڑی آ کے کھلیلی
کہتوں کے کہتے لہلہے ہوئے اور عقل نلی
یہ حد شمار مرحلہ ہے جونیاں چلی (کڈا)
کیا تھی کہا ہرائی گنوارو ۳ (و) گھپٹلی ۴
لاہوری ۵ سیف خانی ۶ چرن مندر ۷ پھندہ دار ۸

نپ ژ لباس ہولا اس کسوٹ چھائی ہے
بارو برے سمیں کا نہ کوئی سنکائی ۹ ہے

۱۔ یعنی زور (مرتب) ۲۔ کاڈا یعنی نکالا۔ یہ راجستھانی انداز ہے،
پنجابی صورت 'کڈا' ہے (مرتب)۔ ۳۔ ۳، ۴، ۵، ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹، ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳، ۲۴، ۲۵، ۲۶، ۲۷، ۲۸، ۲۹، ۳۰، ۳۱، ۳۲، ۳۳، ۳۴، ۳۵، ۳۶، ۳۷، ۳۸، ۳۹، ۴۰، ۴۱، ۴۲، ۴۳، ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷، ۴۸، ۴۹، ۵۰، ۵۱، ۵۲، ۵۳، ۵۴، ۵۵، ۵۶، ۵۷، ۵۸، ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲، ۶۳، ۶۴، ۶۵، ۶۶، ۶۷، ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲، ۷۳، ۷۴، ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۸۶، ۸۷، ۸۸، ۸۹، ۹۰، ۹۱، ۹۲، ۹۳، ۹۴، ۹۵، ۹۶، ۹۷، ۹۸، ۹۹، ۱۰۰، ۱۰۱، ۱۰۲، ۱۰۳، ۱۰۴، ۱۰۵، ۱۰۶، ۱۰۷، ۱۰۸، ۱۰۹، ۱۱۰، ۱۱۱، ۱۱۲، ۱۱۳، ۱۱۴، ۱۱۵، ۱۱۶، ۱۱۷، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۱، ۱۲۲، ۱۲۳، ۱۲۴، ۱۲۵، ۱۲۶، ۱۲۷، ۱۲۸، ۱۲۹، ۱۳۰، ۱۳۱، ۱۳۲، ۱۳۳، ۱۳۴، ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷، ۱۳۸، ۱۳۹، ۱۴۰، ۱۴۱، ۱۴۲، ۱۴۳، ۱۴۴، ۱۴۵، ۱۴۶، ۱۴۷، ۱۴۸، ۱۴۹، ۱۵۰، ۱۵۱، ۱۵۲، ۱۵۳، ۱۵۴، ۱۵۵، ۱۵۶، ۱۵۷، ۱۵۸، ۱۵۹، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۶۲، ۱۶۳، ۱۶۴، ۱۶۵، ۱۶۶، ۱۶۷، ۱۶۸، ۱۶۹، ۱۷۰، ۱۷۱، ۱۷۲، ۱۷۳، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷، ۱۷۸، ۱۷۹، ۱۸۰، ۱۸۱، ۱۸۲، ۱۸۳، ۱۸۴، ۱۸۵، ۱۸۶، ۱۸۷، ۱۸۸، ۱۸۹، ۱۹۰، ۱۹۱، ۱۹۲، ۱۹۳، ۱۹۴، ۱۹۵، ۱۹۶، ۱۹۷، ۱۹۸، ۱۹۹، ۲۰۰، ۲۰۱، ۲۰۲، ۲۰۳، ۲۰۴، ۲۰۵، ۲۰۶، ۲۰۷، ۲۰۸، ۲۰۹، ۲۱۰، ۲۱۱، ۲۱۲، ۲۱۳، ۲۱۴، ۲۱۵، ۲۱۶، ۲۱۷، ۲۱۸، ۲۱۹، ۲۲۰، ۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۳، ۲۲۴، ۲۲۵، ۲۲۶، ۲۲۷، ۲۲۸، ۲۲۹، ۲۳۰، ۲۳۱، ۲۳۲، ۲۳۳، ۲۳۴، ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، ۲۴۰، ۲۴۱، ۲۴۲، ۲۴۳، ۲۴۴، ۲۴۵، ۲۴۶، ۲۴۷، ۲۴۸، ۲۴۹، ۲۵۰، ۲۵۱، ۲۵۲، ۲۵۳، ۲۵۴، ۲۵۵، ۲۵۶، ۲۵۷، ۲۵۸، ۲۵۹، ۲۶۰، ۲۶۱، ۲۶۲، ۲۶۳، ۲۶۴، ۲۶۵، ۲۶۶، ۲۶۷، ۲۶۸، ۲۶۹، ۲۷۰، ۲۷۱، ۲۷۲، ۲۷۳، ۲۷۴، ۲۷۵، ۲۷۶، ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۷۹، ۲۸۰، ۲۸۱، ۲۸۲، ۲۸۳، ۲۸۴، ۲۸۵، ۲۸۶، ۲۸۷، ۲۸۸، ۲۸۹، ۲۹۰، ۲۹۱، ۲۹۲، ۲۹۳، ۲۹۴، ۲۹۵، ۲۹۶، ۲۹۷، ۲۹۸، ۲۹۹، ۳۰۰، ۳۰۱، ۳۰۲، ۳۰۳، ۳۰۴، ۳۰۵، ۳۰۶، ۳۰۷، ۳۰۸، ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۱۱، ۳۱۲، ۳۱۳، ۳۱۴، ۳۱۵، ۳۱۶، ۳۱۷، ۳۱۸، ۳۱۹، ۳۲۰، ۳۲۱، ۳۲۲، ۳۲۳، ۳۲۴، ۳۲۵، ۳۲۶، ۳۲۷، ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۰، ۳۳۱، ۳۳۲، ۳۳۳، ۳۳۴، ۳۳۵، ۳۳۶، ۳۳۷، ۳۳۸، ۳۳۹، ۳۴۰، ۳۴۱، ۳۴۲، ۳۴۳، ۳۴۴، ۳۴۵، ۳۴۶، ۳۴۷، ۳۴۸، ۳۴۹، ۳۵۰، ۳۵۱، ۳۵۲، ۳۵۳، ۳۵۴، ۳۵۵، ۳۵۶، ۳۵۷، ۳۵۸، ۳۵۹، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲، ۳۶۳، ۳۶۴، ۳۶۵، ۳۶۶، ۳۶۷، ۳۶۸، ۳۶۹، ۳۷۰، ۳۷۱، ۳۷۲، ۳۷۳، ۳۷۴، ۳۷۵، ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، ۳۷۹، ۳۸۰، ۳۸۱، ۳۸۲، ۳۸۳، ۳۸۴، ۳۸۵، ۳۸۶، ۳۸۷، ۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۱، ۳۹۲، ۳۹۳، ۳۹۴، ۳۹۵، ۳۹۶، ۳۹۷، ۳۹۸، ۳۹۹، ۴۰۰، ۴۰۱، ۴۰۲، ۴۰۳، ۴۰۴، ۴۰۵، ۴۰۶، ۴۰۷، ۴۰۸، ۴۰۹، ۴۱۰، ۴۱۱، ۴۱۲، ۴۱۳، ۴۱۴، ۴۱۵، ۴۱۶، ۴۱۷، ۴۱۸، ۴۱۹، ۴۲۰، ۴۲۱، ۴۲۲، ۴۲۳، ۴۲۴، ۴۲۵، ۴۲۶، ۴۲۷، ۴۲۸، ۴۲۹، ۴۳۰، ۴۳۱، ۴۳۲، ۴۳۳، ۴۳۴، ۴۳۵، ۴۳۶، ۴۳۷، ۴۳۸، ۴۳۹، ۴۴۰، ۴۴۱، ۴۴۲، ۴۴۳، ۴۴۴، ۴۴۵، ۴۴۶، ۴۴۷، ۴۴۸، ۴۴۹، ۴۵۰، ۴۵۱، ۴۵۲، ۴۵۳، ۴۵۴، ۴۵۵، ۴۵۶، ۴۵۷، ۴۵۸، ۴۵۹، ۴۶۰، ۴۶۱، ۴۶۲، ۴۶۳، ۴۶۴، ۴۶۵، ۴۶۶، ۴۶۷، ۴۶۸، ۴۶۹، ۴۷۰، ۴۷۱، ۴۷۲، ۴۷۳، ۴۷۴، ۴۷۵، ۴۷۶، ۴۷۷، ۴۷۸، ۴۷۹، ۴۸۰، ۴۸۱، ۴۸۲، ۴۸۳، ۴۸۴، ۴۸۵، ۴۸۶، ۴۸۷، ۴۸۸، ۴۸۹، ۴۹۰، ۴۹۱، ۴۹۲، ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۷، ۴۹۸، ۴۹۹، ۵۰۰، ۵۰۱، ۵۰۲، ۵۰۳، ۵۰۴، ۵۰۵، ۵۰۶، ۵۰۷، ۵۰۸، ۵۰۹، ۵۱۰، ۵۱۱، ۵۱۲، ۵۱۳، ۵۱۴، ۵۱۵، ۵۱۶، ۵۱۷، ۵۱۸، ۵۱۹، ۵۲۰، ۵۲۱، ۵۲۲، ۵۲۳، ۵۲۴، ۵۲۵، ۵۲۶، ۵۲۷، ۵۲۸، ۵۲۹، ۵۳۰، ۵۳۱، ۵۳۲، ۵۳۳، ۵۳۴، ۵۳۵، ۵۳۶، ۵۳۷، ۵۳۸، ۵۳۹، ۵۴۰، ۵۴۱، ۵۴۲، ۵۴۳، ۵۴۴، ۵۴۵، ۵۴۶، ۵۴۷، ۵۴۸، ۵۴۹، ۵۵۰، ۵۵۱، ۵۵۲، ۵۵۳، ۵۵۴، ۵۵۵، ۵۵۶، ۵۵۷، ۵۵۸، ۵۵۹، ۵۶۰، ۵۶۱، ۵۶۲، ۵۶۳، ۵۶۴، ۵۶۵، ۵۶۶، ۵۶۷، ۵۶۸، ۵۶۹، ۵۷۰، ۵۷۱، ۵۷۲، ۵۷۳، ۵۷۴، ۵۷۵، ۵۷۶، ۵۷۷، ۵۷۸، ۵۷۹، ۵۸۰، ۵۸۱، ۵۸۲، ۵۸۳، ۵۸۴، ۵۸۵، ۵۸۶، ۵۸۷، ۵۸۸، ۵۸۹، ۵۹۰، ۵۹۱، ۵۹۲، ۵۹۳، ۵۹۴، ۵۹۵، ۵۹۶، ۵۹۷، ۵۹۸، ۵۹۹، ۶۰۰، ۶۰۱، ۶۰۲، ۶۰۳، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۰۶، ۶۰۷، ۶۰۸، ۶۰۹، ۶۱۰، ۶۱۱، ۶۱۲، ۶۱۳، ۶۱۴، ۶۱۵، ۶۱۶، ۶۱۷، ۶۱۸، ۶۱۹، ۶۲۰، ۶۲۱، ۶۲۲، ۶۲۳، ۶۲۴، ۶۲۵، ۶۲۶، ۶۲۷، ۶۲۸، ۶۲۹، ۶۳۰، ۶۳۱، ۶۳۲، ۶۳۳، ۶۳۴، ۶۳۵، ۶۳۶، ۶۳۷، ۶۳۸، ۶۳۹، ۶۴۰، ۶۴۱، ۶۴۲، ۶۴۳، ۶۴۴، ۶۴۵، ۶۴۶، ۶۴۷، ۶۴۸، ۶۴۹، ۶۵۰، ۶۵۱، ۶۵۲، ۶۵۳، ۶۵۴، ۶۵۵، ۶۵۶، ۶۵۷، ۶۵۸، ۶۵۹، ۶۶۰، ۶۶۱، ۶۶۲، ۶۶۳، ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶، ۶۶۷، ۶۶۸، ۶۶۹، ۶۷۰، ۶۷۱، ۶۷۲، ۶۷۳، ۶۷۴، ۶۷۵، ۶۷۶، ۶۷۷، ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۰، ۶۸۱، ۶۸۲، ۶۸۳، ۶۸۴، ۶۸۵، ۶۸۶، ۶۸۷، ۶۸۸، ۶۸۹، ۶۹۰، ۶۹۱، ۶۹۲، ۶۹۳، ۶۹۴، ۶۹۵، ۶۹۶، ۶۹۷، ۶۹۸، ۶۹۹، ۷۰۰، ۷۰۱، ۷۰۲، ۷۰۳، ۷۰۴، ۷۰۵، ۷۰۶، ۷۰۷، ۷۰۸، ۷۰۹، ۷۱۰، ۷۱۱، ۷۱۲، ۷۱۳، ۷۱۴، ۷۱۵، ۷۱۶، ۷۱۷، ۷۱۸، ۷۱۹، ۷۲۰، ۷۲۱، ۷۲۲، ۷۲۳، ۷۲۴، ۷۲۵، ۷۲۶، ۷۲۷، ۷۲۸، ۷۲۹، ۷۳۰، ۷۳۱، ۷۳۲، ۷۳۳، ۷۳۴، ۷۳۵، ۷۳۶، ۷۳۷، ۷۳۸، ۷۳۹، ۷۴۰، ۷۴۱، ۷۴۲، ۷۴۳، ۷۴۴، ۷۴۵، ۷۴۶، ۷۴۷، ۷۴۸، ۷۴۹، ۷۵۰، ۷۵۱، ۷۵۲، ۷۵۳، ۷۵۴، ۷۵۵، ۷۵۶، ۷۵۷، ۷۵۸، ۷۵۹، ۷۶۰، ۷۶۱، ۷۶۲، ۷۶۳، ۷۶۴، ۷۶۵، ۷۶۶، ۷۶۷، ۷۶۸، ۷۶۹، ۷۷۰، ۷۷۱، ۷۷۲، ۷۷۳، ۷۷۴، ۷۷۵، ۷۷۶، ۷۷۷، ۷۷۸، ۷۷۹، ۷۸۰، ۷۸۱، ۷۸۲، ۷۸۳، ۷۸۴، ۷۸۵، ۷۸۶، ۷۸۷، ۷۸۸، ۷۸۹، ۷۹۰، ۷۹۱، ۷۹۲، ۷۹۳، ۷۹۴، ۷۹۵، ۷۹۶، ۷۹۷، ۷۹۸، ۷۹۹، ۸۰۰، ۸۰۱، ۸۰۲، ۸۰۳، ۸۰۴، ۸۰۵، ۸۰۶، ۸۰۷، ۸۰۸، ۸۰۹، ۸۱۰، ۸۱۱، ۸۱۲، ۸۱۳، ۸۱۴، ۸۱۵، ۸۱۶، ۸۱۷، ۸۱۸، ۸۱۹، ۸۲۰، ۸۲۱، ۸۲۲، ۸۲۳، ۸۲۴، ۸۲۵، ۸۲۶، ۸۲۷، ۸۲۸، ۸۲۹، ۸۳۰، ۸۳۱، ۸۳۲، ۸۳۳، ۸۳۴، ۸۳۵، ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۴۱، ۸۴۲، ۸۴۳، ۸۴۴، ۸۴۵، ۸۴۶، ۸۴۷، ۸۴۸، ۸۴۹، ۸۵۰، ۸۵۱، ۸۵۲، ۸۵۳، ۸۵۴، ۸۵۵، ۸۵۶، ۸۵۷، ۸۵۸، ۸۵۹، ۸۶۰، ۸۶۱، ۸۶۲، ۸۶۳، ۸۶۴، ۸۶۵، ۸۶۶، ۸۶۷، ۸۶۸، ۸۶۹، ۸۷۰، ۸۷۱، ۸۷۲، ۸۷۳، ۸۷۴، ۸۷۵، ۸۷۶، ۸۷۷، ۸۷۸، ۸۷۹، ۸۸۰، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۸۸۴، ۸۸۵، ۸۸۶، ۸۸۷، ۸۸۸، ۸۸۹، ۸۹۰، ۸۹۱، ۸۹۲، ۸۹۳، ۸۹۴، ۸۹۵، ۸۹۶، ۸۹۷، ۸۹۸، ۸۹۹، ۹۰۰، ۹۰۱، ۹۰۲، ۹۰۳، ۹۰۴، ۹۰۵، ۹۰۶، ۹۰۷، ۹۰۸، ۹۰۹، ۹۱۰، ۹۱۱، ۹۱۲، ۹۱۳، ۹۱۴، ۹۱۵، ۹۱۶، ۹۱۷، ۹۱۸، ۹۱۹، ۹۲۰، ۹۲۱، ۹۲۲، ۹۲۳، ۹۲۴، ۹۲۵، ۹۲۶، ۹۲۷، ۹۲۸، ۹۲۹، ۹۳۰، ۹۳۱، ۹۳۲، ۹۳۳، ۹۳۴، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۹۳۸، ۹۳۹، ۹۴۰، ۹۴۱، ۹۴۲، ۹۴۳، ۹۴۴، ۹۴۵، ۹۴۶، ۹۴۷، ۹۴۸، ۹۴۹، ۹۵۰، ۹۵۱، ۹۵۲، ۹۵۳، ۹۵۴، ۹۵۵، ۹۵۶، ۹۵۷، ۹۵۸، ۹۵۹، ۹۶۰، ۹۶۱، ۹۶۲، ۹۶۳، ۹۶۴، ۹۶۵، ۹۶۶، ۹۶۷، ۹۶۸، ۹۶۹، ۹۷۰، ۹۷۱، ۹۷۲، ۹۷۳، ۹۷۴، ۹۷۵، ۹۷۶، ۹۷۷، ۹۷۸، ۹۷۹، ۹۸۰، ۹۸۱، ۹۸۲، ۹۸۳، ۹۸۴، ۹۸۵، ۹۸۶، ۹۸۷، ۹۸۸، ۹۸۹، ۹۹۰، ۹۹۱، ۹۹۲، ۹۹۳، ۹۹۴، ۹۹۵، ۹۹۶، ۹۹۷، ۹۹۸، ۹۹۹، ۱۰۰۰، ۱۰۰۱، ۱۰۰۲، ۱۰۰۳، ۱۰۰۴، ۱۰۰۵، ۱۰۰۶، ۱۰۰۷، ۱۰۰۸، ۱۰۰۹، ۱۰۱۰، ۱۰۱۱، ۱۰۱۲، ۱۰۱۳، ۱۰۱۴، ۱۰۱۵، ۱۰۱۶، ۱۰۱۷، ۱۰۱۸، ۱۰۱۹، ۱۰۲۰، ۱۰۲۱، ۱۰۲۲، ۱۰۲۳، ۱۰۲۴، ۱۰۲۵، ۱۰۲۶، ۱۰۲۷، ۱۰۲۸، ۱۰۲۹، ۱۰۳۰، ۱۰۳۱، ۱۰۳۲، ۱۰۳۳، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۳۷، ۱۰۳۸، ۱۰۳۹، ۱۰۴۰، ۱۰۴۱، ۱۰۴۲، ۱۰۴۳، ۱۰۴۴، ۱۰۴۵، ۱۰۴۶، ۱۰۴۷، ۱۰۴۸، ۱۰۴۹، ۱۰۵۰، ۱۰۵۱، ۱۰۵۲، ۱۰۵۳، ۱۰۵۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۷، ۱۰۵۸، ۱۰۵۹، ۱۰۶۰، ۱۰۶۱، ۱۰۶۲، ۱۰۶۳، ۱۰۶۴، ۱۰۶۵، ۱۰۶۶، ۱۰۶۷، ۱۰۶۸، ۱۰۶۹، ۱۰۷۰، ۱۰۷۱، ۱۰۷۲، ۱۰۷۳، ۱۰۷۴، ۱۰۷۵، ۱۰۷۶، ۱۰۷۷، ۱۰۷۸، ۱۰۷۹، ۱۰۸۰، ۱۰۸۱، ۱۰۸۲، ۱۰۸۳، ۱۰۸۴، ۱۰۸۵، ۱۰۸۶، ۱۰۸۷، ۱۰۸۸، ۱۰۸۹، ۱۰۹۰، ۱۰۹۱، ۱۰۹۲، ۱۰۹۳، ۱۰۹۴، ۱۰۹۵، ۱۰۹۶، ۱۰۹۷، ۱۰۹۸، ۱۰۹۹، ۱۱۰۰، ۱۱۰۱، ۱۱۰۲، ۱۱۰۳، ۱۱۰۴، ۱۱۰۵، ۱۱۰۶، ۱۱۰۷، ۱۱۰۸، ۱۱۰۹، ۱۱۱۰، ۱۱۱۱، ۱۱۱۲، ۱۱۱۳، ۱۱۱۴، ۱۱۱۵، ۱۱۱۶، ۱۱۱۷، ۱۱۱۸، ۱۱۱۹، ۱۱۲۰، ۱۱۲۱، ۱۱۲۲، ۱۱۲۳، ۱۱۲۴، ۱۱۲۵، ۱۱۲۶، ۱۱۲۷، ۱۱۲۸، ۱۱۲۹، ۱۱۳۰، ۱۱۳۱، ۱۱۳۲، ۱۱۳۳، ۱۱۳۴، ۱۱۳۵، ۱۱۳۶، ۱۱۳۷، ۱۱۳۸، ۱۱۳۹، ۱۱۴۰، ۱۱۴۱، ۱۱۴۲، ۱۱۴۳، ۱۱۴۴، ۱۱۴۵، ۱۱۴۶، ۱۱۴۷، ۱۱۴۸، ۱۱۴۹، ۱۱۵۰، ۱۱۵۱، ۱۱۵۲، ۱۱۵۳، ۱۱۵۴، ۱۱۵۵، ۱۱۵۶، ۱۱۵۷، ۱۱۵۸، ۱۱۵۹، ۱۱۶۰، ۱۱۶۱، ۱۱۶۲، ۱۱۶۳، ۱۱۶۴، ۱۱۶۵، ۱۱۶۶، ۱۱۶۷، ۱۱۶۸، ۱۱۶۹، ۱۱۷۰، ۱۱۷۱، ۱۱۷۲، ۱۱۷۳، ۱۱۷۴، ۱۱۷۵، ۱۱۷۶، ۱۱۷۷، ۱۱۷۸، ۱۱۷۹، ۱۱۸۰، ۱۱۸۱، ۱۱۸۲، ۱۱۸۳، ۱۱۸۴، ۱۱۸۵، ۱۱۸۶، ۱۱۸۷، ۱۱۸۸، ۱۱۸۹، ۱۱۹۰، ۱۱۹۱، ۱۱۹۲، ۱۱۹۳، ۱۱۹۴، ۱۱۹۵، ۱۱۹۶، ۱۱۹۷، ۱۱۹۸، ۱۱۹۹، ۱۲۰۰، ۱۲۰۱، ۱۲۰۲، ۱۲۰۳، ۱۲۰۴، ۱۲۰۵، ۱۲۰۶، ۱۲۰۷، ۱۲۰۸، ۱۲۰۹، ۱۲۱۰، ۱۲۱۱، ۱۲۱۲، ۱۲۱۳، ۱۲۱۴، ۱۲۱۵، ۱۲۱۶، ۱۲۱۷، ۱۲۱۸، ۱۲۱۹، ۱۲۲۰، ۱۲۲۱، ۱۲۲۲، ۱۲۲۳، ۱۲۲۴، ۱۲۲۵، ۱۲۲۶، ۱۲۲۷، ۱۲۲۸، ۱۲۲۹، ۱۲۳۰، ۱۲۳۱، ۱۲۳۲، ۱۲۳۳، ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹، ۱۲۴۰، ۱۲۴۱، ۱۲۴۲، ۱۲۴۳، ۱۲۴۴، ۱۲۴۵، ۱۲۴۶، ۱۲۴۷، ۱۲۴۸، ۱۲۴۹، ۱۲۵۰، ۱۲۵۱، ۱۲۵۲، ۱۲۵۳، ۱۲۵۴، ۱۲۵۵، ۱۲۵۶، ۱۲۵۷، ۱۲۵۸، ۱۲۵۹، ۱۲۶۰، ۱۲۶۱، ۱۲۶۲، ۱۲۶۳، ۱۲۶۴، ۱۲۶۵، ۱۲۶۶، ۱۲۶۷، ۱۲۶۸، ۱۲۶۹، ۱۲۷۰، ۱۲۷۱، ۱۲۷۲، ۱۲۷۳، ۱۲۷۴، ۱۲۷۵، ۱۲۷۶، ۱۲۷۷، ۱۲۷۸، ۱۲۷۹، ۱۲۸۰، ۱۲۸۱، ۱۲۸۲، ۱۲۸۳، ۱۲۸۴، ۱۲۸۵، ۱۲۸۶، ۱۲۸۷، ۱۲۸۸، ۱۲۸۹، ۱۲۹۰، ۱۲۹۱، ۱۲۹۲، ۱۲۹۳، ۱۲۹۴، ۱۲۹۵، ۱۲۹۶، ۱۲۹۷، ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۱، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۰۹، ۱۳۱۰، ۱۳۱۱، ۱۳۱۲، ۱۳۱۳، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۶، ۱۳۱۷، ۱۳۱۸، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۲، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۵، ۱۳۲۶، ۱۳۲۷، ۱۳۲۸، ۱۳۲۹، ۱۳۳۰، ۱۳۳۱، ۱۳۳۲، ۱۳۳۳، ۱۳۳۴، ۱۳۳۵، ۱۳۳۶، ۱۳۳۷، ۱۳۳۸، ۱۳۳۹، ۱۳۴۰، ۱۳۴۱، ۱۳۴۲، ۱۳۴۳، ۱۳۴۴، ۱۳۴۵، ۱۳۴۶، ۱۳۴۷، ۱۳۴۸، ۱۳۴۹، ۱۳۵۰، ۱۳۵۱، ۱۳۵۲، ۱۳۵۳، ۱۳۵۴، ۱۳۵۵، ۱۳۵۶، ۱۳۵۷، ۱۳۵۸، ۱۳۵۹، ۱۳۶۰، ۱۳۶۱، ۱۳۶۲، ۱۳۶۳، ۱۳۶۴، ۱۳۶۵، ۱۳۶۶، ۱۳۶۷، ۱۳۶۸، ۱۳۶۹، ۱۳۷۰، ۱۳۷۱، ۱۳۷۲، ۱۳۷۳، ۱۳۷۴، ۱۳۷۵، ۱۳۷۶، ۱۳۷۷، ۱۳۷۸، ۱۳۷۹، ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، ۱۳۸۲، ۱۳۸۳، ۱۳۸۴، ۱۳۸۵، ۱۳۸۶، ۱۳۸۷، ۱۳۸۸، ۱۳

عزت گئی تو جوتی میں اب جان جاتی ہے
 اب بات کچھ نہ بنتی ہے اور بن نہ آتی ہے
 اب بچھکو سیڑھیوں میں شتابی لیتو اوتار
 دستور بادشاہ نے پیل و پیادہ ساتھ
 نواب طبرہ باز کے اوپر چلائے ہاتھ
 دوسر بڑی لڑائی (و) چھوٹے فتح کے ہاتھ
 بدوق لاگی باجئے ہوں دن کو چاند رات
 مسجد میں آ پتلائے فرشتے کہ مار مار
 بھڑ گئے اس کے بیچ ملل اور پٹھان سب
 ہاجسی نگر سیاہی (و) نواب و خان سب
 لے کر صلاح ہاتھ میں دھائے ندھان سب
 تلوار تیر ترکش چمچھر کون ہاندھ سب
 گرجا گنگن لڑائی کا برسی لہو کی دھار
 لٹکار کہتے بیچ ہڑے جو بھیب تھے
 کہتے ہوئے شہید جو حق کے حبیب تھے
 زخمی ہوئے پٹھان جو جنگ کے حبیب تھے
 گھٹ گئے لیے شان لڑے جو غریب تھے (کذا)
 یہ فتح داد حق میں جسے دیوے کردگار
 کہتے غریب غریبا بھائے میں بھس گئے
 کہتے ہمک حرام لڑائی میں کھس گئے
 کہتے ہی کود بھاند وہاں کاند ۳ کھس گئے
 مردوں پہ بوجہ ڈال کے فاسرد جس گئے
 الموم کہتے شائع ہوئے مرد اہل کار

۱ - یعنی آخر - دگنی کا مخصوص لفظ ہے - (مرتب)

۲ - کھستا - کھستا : بھاگ جانا ؟ (مرتب)

۳ - کاند : دیوار - پتجائی میں 'کند' - (مرتب)

کیتوں کو چوسیں مار قضا نے گرا دیا
 تارچ بے نوا نیں رقم ہر چڑھا دیا
 بلوائے عام ملک ظفر غاں اٹھا دیا
 لکھتا ہے مار جوتیاں طیرہ اوڈا دیا
 تا حشر ہر زباں بہ رہے گا بہ یاد کر

عزت گئی تو جونی میں اب جان جاتی ہے
اب مات کچھ نہ بنی ہے اور بن نہ آتی ہے
اب بھٹکو سیڑھیوں میں شتاب لیتا اوتار

دستور بادشاہ نے پیل و پیادہ ساتھ
نواب طرہ باز کے اوپر چلائے ہاتھ
دوسر بڑی لڑائی (و) چھوٹے فتح کے ہاتھ
ہندوؤں لائی باجئے ہوئی دن کو چاند رات
مسجد میں آ پکڑے فرشتے کہ ساز مار

بھڑ گئے اس کے بیچ مغل اور پٹھان سب
ہاجسی نگر سیاہی (و) نواب و شان سب
لے کر سلاح ہاتھ میں دھائے لدھان^۱ سب
تلاوار تیر ترکش جمدھر کون باندہ سب
گرجا گنگن لڑائی کا برسوں لہو کی دھوا

ٹکڑا کہتے بیچ پڑے جو غریب تھے
کہتے ہوئے شہید جو حق کے حبیب تھے
زخمی ہوئے پٹھان جو جنگ کے محبوب تھے
کہتے گئے نیچے شان لڑے جو غریب تھے (کندا)
وہ فتح داد حق میں جسے دیوے کردگار

کہتے غریب غریبا نمائے میں بھٹس گئے
کہتے نیک حرام لڑائی میں کھنس^۲ گئے
کہتے ہی کوہ بھاند وہاں کاندہ^۳ کھنس گئے
مردوں پہ ہوجھ ڈال کے نامرد جس گئے
انسوس کہتے شائع ہوئے مرد اہل کلو

۱ - بمعنی آخر - دکنی کا مخصوص لفظ ہے - (مرتب)

۲ - کھنسا - کھنسا : بھاگ جانا ؟ (مرتب)

۳ - کاندہ : دیوار - پنجابی میں 'کند' - (مرتب)

کہتوں کہو جیو میں مار لٹا نے کرا دیا
 تارخ ہے نسوانیں رقم ہر چڑھا دیا
 بلوائے عام ملک نافر خان اٹھا دیا
 لکھتا ہے مار چوتیاں طرہ اوڈا دیا
 تہا حشر ہر زباں یہ رہے گا یہ باد گز

دائرہ کے مہدویوں کا اردو ادب کی تعمیر میں حصہ

(از "اورینٹل کالج میگزین" مابت ماہ نومبر ۱۹۴۰ء و فروری ۱۹۴۱ء)

رہاست جے پور کی نورواہی نظامت میں کھنڈیابہ کے نام سے ایک قصبہ ہے جو جے پور سے پچیس میل شمال میں مغرب کی طرف ہٹتا ہوا واقع ہے۔ قی زمانہ کھنڈیلے کے ذو حق دار ہیں، دونوں راجا کہلاتے ہیں اور مقامی طور پر بڑا پانا اور چھوٹا پانا کے نام سے یاد کیے جاتے ہیں۔ یہ راجے رہاست جے پور کو پندرہ ہزار پانسو پچاس روپے سالانہ خراج میں ادا کرتے ہیں۔ کھنڈیلے سے مشرق میں تین تیر ہر تاب کے فاصلے پر ایک بستی ہے جو دائرہ کے نام سے موسوم ہے اور ۱۹۹۹ء (۱۵۹۰ء) میں بہ عہد جلال الدین اکبر بادشاہ آباد ہوئی ہے اور میان مصطفیٰ کے فرقے کے مہدویوں کی خالص آبادی ہے۔ اہل دائرہ کو مذہب کے ساتھ ہمیشہ توغل رہا۔ ایک الگ ٹھلگ مقام میں آباد رہنے اور بعض اختلافی معتقدات پر یقین لانے کی وجہ سے ان میں مذہبی جوش ہر عہد میں بیدار اور قائم نظر آتا ہے! وہ اپنی رواجیت زندہ رکھتے ہیں؛ جب تک فارسی میں نبھا سکے فارسی سے کام لیتے رہے، جب اردو کا ستارہ چمکا اور بدشاہ کے عہد سے شمالی ہند میں ادبی تحریک شروع ہوئی، انہوں نے اردو اختیار کر لی اور اپنے مطالعے کے لیے اپنا علاحدہ لٹریچر جو زیادہ تر نیم مذہبی قسم کا ہے، تیار کرتے رہے۔ نہ صرف تحریر تیار کیا بلکہ اس کے تحفظ میں بھی سعی رہی۔ ہمارے لیے دل چسپی کا موجب

یہ امر ہے کہ اس جماعت کے ذریعے سے واجہوتائے بین نہیں اردو لٹریچر کے وجود کا سراغ لگتا ہے اور اس کے کالی نمونے حاصل ہو جاتے ہیں جن سے اس علاقے میں اردو زبان کی عام حالت اور کیفیت کے مطالعہ کرنے کا ایک غیر متوقع موقع ہم پہنچ جاتا ہے۔ ہم اپنی موجودہ معلومات کی رو سے کہہ سکتے ہیں کہ اہل دائرہ میں اردو زبان کی تصنیفات کا سلسلہ ۱۱۳۱ھ (۱۷۲۸ء) سے شروع ہو کر ۱۱۸۵ھ (۱۷۷۱ء) کے قریب ختم ہو جاتا ہے۔ اس پینتالیس سال کے عرصے میں انہوں نے دس کے قریب جدید تالیفات مہیا کیں جو ایسی جہتوں جماعت کے لئے، بالخصوص ان ایام میں، ایک قابل ستائش اور یادگاری کارنامہ ہے۔ یہ تالیفات سب کی سب نظم میں ہیں، نثر کا کوئی نمونہ موجود نہیں۔

ان میں اولیت کا فخر مثنوی فیضی عام کو ملتا ہے جو ۱۱۳۱ھ میں لکھی جاتی ہے؛ اس کے بعد 'تاریخ غریبی' کا نمبر ہے جو ۱۱۶۳ھ (۱۷۵۰ء) میں آغاز ہاکر ۱۱۷۲ھ (۱۷۵۶ء) میں ختم ہوا ہے۔ 'شہادت نامہ' اور 'وفات نامہ' ۱۱۷۵ھ (۱۷۶۱ء) کے مصنف آدمین مہدوی ہیں۔ 'زینت المصطفیٰ' اور 'رسالہ واگ' تالیف ۱۱۸۱ھ (۱۷۶۷ء) بھی انہی کی ملک ہیں۔ 'رسالہ در حجت دلیل بے واسطہ' یا 'خلاصہ عقیدہ میان مصطفیٰ' ۱۱۶۵ھ (۱۷۵۱ء) کی یادگار ہے۔ ۱۱۸۰ھ (۱۷۶۶ء) میں محمد جی میان اماموں کا فتح نامہ تیار کرتے ہیں۔ 'بہر المعانی' عرف 'معراج نامہ' ۱۱۸۱ھ (۱۷۶۷ء) میں شائع ہوتا ہے۔

یہاں وہ تصانیف مذکور ہوتی ہیں جن کی تاریخ معلوم نہیں۔ مثلاً (۱) 'گشاہ کسپرہ' (۲) 'عقائد مسیحویان' (۳) 'رسالہ در تائید گروہ میان مصطفیٰ' از سید مرتضیٰ بن سید شریف (۴) ایک نظم 'حق حاضر ہے حق ناظر ہے' (۵) 'عمرس و تاریخ میران علیہ السلام' (۶) 'نیل عیسویہ' (۷) 'تہذیب و تمدن' (۸) 'مقابلہ مرآت' (۹) 'شہادت نامہ' (۱۰) 'الصفات مہدویت' (۱۱) 'رسالہ نظم' 'سپاس اور دلت خدا راست ہی' (۱۲) 'درویشی نامہ'

(۱۳) رسالہ : اولاً وصف ہے سبحان جو ہے صاحب سلطان
(۱۴) ریختہ "عقائد مہدویاں"۔

صفحات آئندہ میں انہی کتابوں اور رسالوں پر تبصرہ پیش کیا جاتا ہے۔ لیکن تبصرے سے پیشتر ہمیں مہدویوں کی تحریک کے بانی اعظم حضرت سید محمد جونپوری نیز ہندگی میں مصطفیٰ پشواے اہل دائرہ کے حالات جاننے نہایت ضروری ہیں۔ اس حصے کو میں نے حتی الامکان مختصر کر دیا ہے اور ایسے عنصر کو جو ان کی کرامتوں سے تعلق رکھتا ہے، بالکل حذف کر دیا ہے۔ تاہم میں دیکھتا ہوں کہ مضمون بہت لمبا ہو گیا ہے اور مجبوراً مجھ کو دو حصوں میں تقسیم کرنا پڑا ہے۔

پیشتر اس کے کہ اس پیش نامے کو ختم کروں، میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ سید خیر الدین صاحب وکیل ٹھکانجات جے پور کی خدمت یا برکت میں اس مجموعہ تصانیف اہل دائرہ کے واسطے جو انہوں نے نہایت مہربانی اور فیاضی سے کام لے کر مجھے مستعار دی ہیں، اپنی دلی محنت کا اظہار کروں۔ اہل دائرہ کی ادبی تحریک میرے نزدیک اردو کی تاریخ کا ایک نامعلوم ورق ہے اور اس ورق کو منظر عام پر لانے میں سید صاحب مدوح کی علم دوستی اور فیاضی میری شریک غالب ہے۔

حضرت سید محمد جونپوری بانی فرقہ مہدویہ

نویں صدی ہجری مذہبی اعتبار سے نہایت انقلاب انگیز اور یادگار صدی ہے جس میں کئی جدید تحریکیں برپا ہوئے کار آئیں۔ مخلوق کو اپنے خالق کی تلاش میں زبردست انہماک رہا۔ جدید پشوا فور اصلاح پیدا ہوئے جو بھولی دنیا کو بیدار کرنے اور ہیغام حق سناتے میں کامیاب ہوئے۔ نئے مذہب اور نئے فرقے پیدا ہوئے اور پروان چڑھے۔ مداری و جلالی فرقے، کبیر پنتھی، دادو پنتھی، ست لسانی، اسی صدی کی یادگار ہیں اور سید محمد جونپوری بھی جو فرقہ مہدویہ کے بانی ہیں، اسی صدی کی یادگار ہیں۔ مہدویت کے خروج سے نہ صرف ایک نیا فرقہ وجود میں آیا بلکہ اس نے اپنے پیروؤں میں

ایک تازہ روح اور دینی جوش بھونک دیا ؛ ایک نئی قسم کی رہبانیت کی ترویج کی ؛ نئی جماعت بندی ہوئی اور نیا التزم وجود میں آیا ؛ نئے فرائض اور شہداء پیدا ہوئے جو عقیدے کی خاطر اپنا جان و مال ہر وقت قربان کرنے کے لیے مستعد تھے ۔ قید و بند ، قتل و غارت ، اخراج اور دلیوی لالچ انہیں اپنے معتقدات سے متزلزل نہیں کر سکتا تھا ۔ دنیا ترکہ کی اور مہدی کی خاطر طرح طرح کے عذاب سہیے ، مگر اس سے غداری نہیں کی ۔ اب وقت آ گیا ہے کہ ہم اس مہدی کی زندگی کے مختصر حالات اپنے سامعین کی خدمت میں پیش کریں ۔

۸۴۷ھ (۱۴۴۳ء) میں حضرت سید محمد بانی فرقہ مہدیہ شہرجونپور میں پیدا ہوئے ۔ آپ کے والد کا نام سید عید اللہ عرف سید خان ہے ۔ والدہ کا نام بی بی آمنہ عرف امنا ملک ہے ۔ سات برس کی عمر میں حفظ قرآن کر کے بارہ سال کی عمر میں فارغ التحصیل ہو گئے ۔ چوں کہ موشگافی میں دلیر اور مباحثے میں شیر تھے شیخ ڈالیاں جونپوری و دیگر علماء نے آپ کا لقب ابد العلماء قرار دیا ۔ انیس سال کی عمر میں یعنی ۸۶۶ھ (۱۴۶۱ء) میں آپ کی چچا زاد بہن بی بی الہ دادی دختر سید جلال الدین بن سید عثمان سے آپ کا نکاح ہوا ۔

سید محمد نے عنوان شباب سے عالم دینی میں قدم رکھا اور دنیا ان کی معتقد ہونے لگی ۔ جب آپ کی ولایت کا زیادہ چرچا ہوا سلطان حسین شرقی [۸۶۳ھ (۱۴۵۸ء) و ۸۸۵ھ (۱۴۸۰ء) متوفی ۹۰۵ھ (۱۴۹۹ء)] اس وقت جونپور کے تخت پر جلوہ فرما تھا ؛ وہ خود آپ کی مجالس وعظ میں حاضر ہوا ۔ مہدیوں کی روایت ہے کہ ان ایام میں سلطان حسین راؤ دلیت والی کسور کا خسراج گزار تھا ۔ آپ نے ۱ ۔ یہ قصہ تاریخی نقطہ نظر سے محل تامل ہے کیوں کہ تاریخ میں

کوئی ایسا راجا نظر نہیں آتا ۔ گوڑ (بنگال) ان ایام میں مسلمانوں کے زیر نگیں ہے اور حسین کا سب سے بڑا دشمن راؤ دلیت نہیں بلکہ جہلول لودھی ہے جو متواتر جنگوں کے بعد ۸۸۵ھ میں حسین کی سلطنت پر قابض ہو جاتا ہے اور حسین بنگالے میں جا کر پناہ لیتا ہے اور ۹۰۵ھ میں وہیں مر جاتا ہے ۔

اٹھائے وعظ میں فرمایا کہ مسلمان حاکم کو چاہیے کہ مطیع الاسلام رہے ۔ سلطان نے کہا جب ہندو قوی ہو تو کیا کیا جائے ؟ اگر میں وقت پر خراج ادا نہ کروں تو ہندو راجا میرا ملک تباہ و تاراج کر دے گا ۔ آپ نے جواب دیا خدا دین حق کا ناصر ہے ، ہمٹ شرط ہے ۔ اس جواب سے سلطان کی حوصلہ افزائی ہوئی ۔ اس نے ایک بڑی رقم مجاہدین کے صرفے کے لیے بھیج دی ۔ آپ نے اس رقم سے پندرہ سو جوان بھرا کی ملازم رکھ لیے ۔ جب خراج دینے کا وقت آیا ، سلطان نے اس کی ادائیگی سے صاف انکار کر دیا ۔ والٹی گوڑے رائے دہت رائے ستر ہزار فوج لیے کو چڑھ دوڑا ۔ سلطان نے آپ کی خدمت میں کھلا بھیجا کہ اب وقت آ پہنچا ہے کہ مسلمان مشرکوں کے ہاتھ سے شہید ہوں ۔ آپ نے جواب میں فرمایا خدا پر بھروسہ رکھو ، میں میدان میں آتا ہوں ، تم بھی تیار ہو کر آؤ ۔ انفرض آپ تین سو نیرہ آدمی لیے کر میدان میں آدھسکے ۔ سلطان نے بھرا کی سواروں کو حضرت کے مطیع فرمان کر دیا ۔ سلطان فوج راجا کی ٹٹی دل فوج کے مقابلے میں بہت کم تھی ؟ جنگ شروع ہوئی اور کھانڈا بجا ؟ راجا کے لشکر نے شاہی فوج کو ایسا دبا دیا کہ اس کے پاؤں اکھڑ گئے مگر آن حضرت اپنے دھتے کے ساتھ میدان میں قدم گاڑے کھڑے رہے ۔ سلطان نے پیغام بھی بھیجا کہ ہٹ آئیے ۔ جب راجا نے دیکھا کہ ایک مختصر جماعت ابھی تک جنگ میں ٹٹی ہوئی ہے ، اس نے اپنے ایک سفید ہاتھی کو ان پر ریل دیا ۔ حضرت نے ہاتھی کی طرف گھوڑا بڑھایا اور ایک تیر اس کی مسنک پر اس زور سے مارا کہ سوار تک غرق ہو گیا ۔ ہاتھی زخمی ہو کر ہٹ بڑا اور اپنی فوج کو روندنے لگا ۔ راجا کی فوج میں بھگدڑ مچ گئی ۔ راجا آگے بڑھا ، اس نے آپ پر تلوار کا ہاتھ چھوڑا ، تلوار کھوڑے کی گردن پر بڑی مگر کارگر نہ ہوئی ۔ اب آپ نے اس پر وار کیا اور تلوار سر کاٹتی ہوئی سینے تک پہنچی ۔ راجا وہیں ڈھیر ہو گیا اور مسلمانوں کی فتح ہو گئی ۔ میان دلاور حضرت سید محمد کے خلیفہ اسی راجا کے بھائی ہیں اور لڑائی میں اس پر ہو کر آپ کی خدمت میں پہنچے ۔ اس جنگ کے بعد بارہ سال آپ پر جہنم کی حالت میں گزرتے ہیں ۔

۸۸۷ء (۱۴۸۲ء) میں جب آپ کی عمر چالیس سال کی تھی آپ نے حج بیت اللہ کا ارادہ کیا؛ سلطان حسین^۱ نے بھی سلطنت چھوڑ کر ساتھ چلنے کی خواہش ظاہر کی لیکن آپ نے فرمایا کہ اگر ہم ہمارے ساتھ رہو گے تو کفار پھر سر اٹھائیں گے اور مسلمان تباہ ہو جائیں گے۔ یہ کہہ کر سلطان کو اس کے ایمان کی سلامتی کی بشارت دی اور دانا پور روانہ ہو گئے۔ وہاں سے کالپی، چندیری ہوئے ہوئے چائناپور پہنچے اور جامع مسجد میں قیام فرمایا۔ سلطان محمود ۸۹۳ء (۱۴۸۸ء) و ۹۰۱ء (۱۵۱۱ء) ان دنوں گجرات کا بادشاہ تھا، جب اس نے آپ کی مجلس وعظ کا چرچا سنا اپنے دو معتمد فرہاد الملک اور سلیم خان کو دریافت حال کے لیے آپ کی خدمت میں بھیجا۔ یہ لوگ آپ کا بیان وعظ سن کر اس قدر گرویدہ ہوئے کہ مرید ہو گئے۔ اسی مقام پر آپ کی حرم محترم یعنی بی بی الہ دادی ۳ ذی الحجہ کو انتقال فرماتی ہیں۔ چائناپور میں آپ کا قیام ڈیڑھ سال رہا؛ اس اثنا میں ہزاروں نے آپ سے فیض پایا۔ اب آپ مانڈو تشریف لائے۔ لیکن بعض سواح نگار لکھتے ہیں کہ آپ چندیری سے پہلے مانڈو گئے اور پھر چائناپور پہنچے۔ ہمارے خیال میں یہ بیان زیادہ صحیح ہے۔ بہر حال حضرت کی تشریف آوری کے وقت مانڈو کا حاکم سلطان نصیر الدین^۲ تھا۔ اس نے اپنے باپ سلطان غیاث الدین کو لید کر کے اپنی حکمرانی کا سکہ جاپا تھا۔ غیاث الدین نے آپ کی خدمت میں ساتھ توڑے روپے، اشرف و زر و جواہر کے اور ایک نسبیح موتیوں کی جس کی قیمت ایک کروڑ محمودی تھی بھجوائے اور دعا کا طالب ہوا۔ دولت آباد میں آپ نے

۱۔ سلطان حسین تو اس زمانے سے دو سال پہلے اپنا ملک چلول لودھی کے ہاتھ پر کھو کر ہنگالے میں پناہ گزین ہو جاتا ہے۔ اس لیے اس سفر میں حضرت سید محمد مہدی کے ساتھ اس کو شرف معیت کی خواہش کرنے کا کوئی موقع نہیں مل سکتا۔

۲۔ دونوں نام درست نہیں۔ غیاث شاہ خلجی والی مانڈو ۸۸۸ء (۱۴۸۵ء) سے ۹۰۶ء (۱۵۰۰ء) تک اور ناصر شاہ ۹۰۶ء (۱۵۰۰ء) سے ۹۱۶ء (۱۵۱۰ء) تک حکومت کرتا ہے۔

مزارات اولیاء اللہ کی زیارت کی ۔ احمد نگر میں احمد نظام شاہ بن نظام الملک
 بھری کے اولاد نہ ہوتی تھی ، خدا نے آپ کی دعا قبول کی اور اس کے
 اولاد ہوئی ۔ پندر میں جب پہنچے اس وقت ۵۹۰۰ (۱۳۹۳ء) اور وہاں
 کا بادشاہ قاسم برید (۵۸۹۷ - ۱۳۹۱ء و ۵۹۱۰ - ۱۵۰۳ء) تھا ۔ یہاں آپ
 پورے فیڑہ سال قیام فرماتے ہیں اور بڑے بڑے علماء اور شیخ زادے
 مثلاً جناب شیخ مومن لوکی ، قاضی علاؤالدین ، مولانا ضیاء الدین
 عاشق اللہ اور قاضی مستطاب الدین جو پوری آپ کی تصدیق کرتے ہیں ۔
 پندر سے رغبت کے وقت آپ کے ساتھ تین سو ساٹھ یار و احباب کی
 جماعت تھی ۔ اب ارادہ ہوا کہ بیجاپور ہوتے ہوئے ڈابول سے جہاز
 پر بیٹھ کر برائے حج بیت اللہ تشریف لے جائیں مگر کسی ہزارت کی
 بنا پر آپ کو گلبرگہ جانا پڑا ۔ زیارتوں سے فارغ ہو کر براہ بیجاپور
 و چیتاپور ڈابول پندر پہنچے اور جہاز میں سوار ہو کر چلے ہوئے
 ہوئے مکہ معظمہ پہنچے ۔ یہ ۵۹۰۱ (۱۳۹۵ء) تھا ۔ آپ کی عمر اس
 وقت چوں سال تھی ۔ طواف کے بعد آپ نے درمیان رکن و حجر اسود
 صبح کثیر میں دعوت سہلویت کی ۔ واپسی کے وقت آپ بتولے دیو پندر
 اور بتولے پندر کھنیاپ میں جہاز سے اترے ۔ کھنیاپ میں اکثر پورے
 آپ کے مرید ہو گئے ۔

احمد آباد پہنچ کر آپ نے تاج خاں سالار کی مسجد میں جال پور
 کے قریب اقامت فرمائی ۔ یہاں آپ کی شہرت اس کثرت سے ہوئی کہ
 ہزاروں آدمی آپ کی مجالس و عطا میں شریک ہونے لگے اور باوجود
 مسجد کی وسعت کے تل دھرنے کو جگہ نہ ملتی تھی ۔ آپ کے بیان کا
 ایک اعجاز یہ تھا کہ وعظ نزدیک اور دور کے آدمیوں کو یکساں
 سنائی دیتا ۔ ایک دن جب آپ آیہ ”لن ننا لوالبر حتی تنفقوا“ پر وعظ کر
 رہے تھے ، ملک برہان الدین جو بڑے عالم اور جلیل القدر اسرائیل احمد آباد
 سے تھے ، ترک دنیا کر کے آپ کے مصدق ہو گئے ۔ امیر ملک گوہر
 خزانہ دار بادشاہ ہنگالہ ، سلطان محمود بیگڑہ کا بد چلن بھابھا اور حاجی مالی
 آپ پر ایمان لاتے ہیں ۔ قاضی بدھن صاحب ، شاہ عبدالحمید نوروی ،
 امین محمد صاحب اور ابو محمد صاحب فرزندان شاہ سعد اللہ ، مولانا یوسف ،

مولانا احمد شاہ قدس جو جماعت علماء و مشائخ سے تعلق رکھتے ہیں ، آپ کی تصدیق کرتے ہیں ۔ بالآخر علماء احمد آباد آپ کے روز افزوں اثر اور خلق اللہ کے عام رجوع کی حالت دیکھ کر گھبرا گئے اور جاپانیر اس مضمون کی عرضی بھیجی کہ سید محمد جونپوری کے وعظ و تلقین میں تہجد اور ترک دنیا کی ترغیب ہوتی ہے ۔ تمام شہر کے علماء و سپاہ و رعیت و مشائخ چند ہی روز میں ان کے معتقد و گرویدہ ہو گئے ہیں اور ہو رہے ہیں ؛ سب کے سب دنیا چھوڑ کر اگر فقیر بن گئے تو ریاست کے کل ہرزے بیکار ہو جائیں گے ۔ اگر کچھ دنوں یہ سید یہاں اور رہا تو تمام شہر اس کا مطیع ہو جائے گا اور ریاست ہاتھ سے جاتی رہے گی ؛ بہتر ہے کہ ابھی سے انسداد کیا جائے ۔ اس درخواست پر آپ کے اخراج کا حکم ہوا اور آپ نے پن کا رخ کیا ۔

مرآت سکندری میں یہ واقعہ کسی قدر مختلف بیان ہوا ہے ، جو یوں ہے کہ ایک روز سید (محمد مہدی) نے کہا کہ میں خدا کو اس سر کی آنکھ سے دکھا سکتا ہوں ۔ اس پر علماء احمد آباد نے ان کے قتل پر فتویٰ دے دیا مگر مولانا محمد تاج کہ اعلم العلماء و استاد الاساتذہ تھے ، مفتیوں کو خطاب کر کے کہتے ہیں کہ تم نے علم کیا اس عرض سے سیکھا تھا کہ سید کے قتل پر فتویٰ دو؟

”حمہ فتویٰ نوشہند الا مولانا محمد تاج کہ اعلم علماء عصر بود و استاد استادان شہر ، بعدا گفت کہ شاہ علم را برائے ہمین آموختہ اید کہ ہر قتل سید فتویٰ بدہید۔“

الغرض سید احمد آباد سے پن کو روانہ ہوئے ۔ بڑی پن سے تین کوس پر ایک گاؤں ہے ، وہاں قیام کیا اور مہدویت کی دعوت دی ۔ (مرآت سکندری ، بحوالہ سوانح مہدی، موعود ، صفحہ ۵۰۰) جب پن پہنچے ۵۹۰۳ (۱۳۹۷ء) یا ۵۹۰۴ (۱۳۹۸ء) تھا ، یہاں بھی مرجع خلق اللہ بن گئے ۔ ملک نجن نے تصدیق کی اور اجازت لے کر سید خونہ میر کو خدمت میں لے گئے ۔ انہوں نے بھی تصدیق کی ۔ ملک یعقوب صوفی دار پن ، ان کے فرزند اور لواحق سب کے سب آپ کی تلقین میں آ گئے ۔

اسی طرح شہر کے مشہور علما، مولانا یوسف سیب اور ان کے بھائی مولانا محمد تاج جو سرآمد طبقات علما تھے، نیز مولانا عبدالرشید بنی آپ کے مصدق ہوئے۔ ملک معروف اور ملک برہان الدین بھی آپ کے حلقہ ارادت میں آئے ہیں۔ اسی شہر میں مولانا لاڑشد کی دختر بھی ماکن سے آپ کا نکاح ہوا۔ سید صاحب نے یہاں اپنے فرزند سید محمود ثانی سہدی کو جو آپ کے بعد آپ کے خلیفہ اول بنے ہیں، کسب معاش کے لیے ملازمت کی اجازت دی جو ملک عثمان ہاڑیوال کی معرفت سلطان محمود یگڑہ کی خدمت میں کسی منصب پر سرفراز ہوئے۔

پن میں جب آپ کے معتقدین کی تعداد ہزاروں تک پہنچ گئی اور علما کی بے قدری ہونے لگی، سب نے متفق ہو کر سرکار شاہی میں آپ کے خلاف درخواست ارسال کی؟ سابق کی طرح اخراج کا حکم صادر ہوا۔ آپ اس سے قبل پن سے کوچ کا عزم کر چکے تھے؟ پن سے بڑی پہنچے جہاں آپ نے سہدی مسعود بننے کا دعوٰی کیا۔ اس وقت آپ کی عمر اٹھاون سال کی ہو چکی تھی اور ۵۰۵ھ (۱۱۰۹ء) تھا۔ آپ نے سلطان محمود والی گجرات و دیگر سلاطین کو تبلیغی خطوط بھیجے اور چار ماہ تک ان کے جواب کی امید میں بڑی قیام پذیر رہے۔ اس اثنا میں پن کے علما، ملا معین الدین کی قیادت میں آپ سے مباحثہ و مناظرہ کرنے کے لیے بڑی آئے اور مغلوب ہو کر واپس گئے۔

بڑی سے چل کر آپ جالور پہنچے۔ زبدۃ الملک حاکم جالور آپ کی مجلس میں آیا اور مرید صادق بن گیا۔ جالوری ہزاروں کی تعداد میں آپ کے حلقہ ارادت میں آئے۔ چار مہینے جالور میں رہ کر نصیرپور ہوئے ہوئے ناگور پہنچے۔ ملک جس حاکم ناگور علما کو جمع کر کے مناظرے کی نیت سے آیا مگر جیسے ہی اس کی نگاہ آن حضرت پر پڑی آپ کی تائین پر ایمان لے آیا۔ ناگور کے دیگر اشراف و اعیان اور علما، آپ کی تصدیق سے مشرف ہوئے۔ یہاں سے آپ جیسلمیر ہوئے ہوئے ٹھٹھے وارد ہوئے۔ جام نظام الدین والی ٹھٹھے نے، جس کو جام نندا بھی کہتے ہیں، علما سے وقت کو آپ کے ساتھ بحث و مناظرے کے واسطے بھیجا۔ انہوں نے واپس آکر آپ کی شکایت کی اور جام نندا کو آپ

کے قتل کی ترغیب دی ۔ جام نے اپنے میں لشکر دریا خان کو آپ کے اخراج کا حکم دیا اور کہا کہ اگر عدول حکمی کریں تو قتل کر دینا ۔ دریا خان نے لوج سانہ لی اور جب قریب پہنچا ، چند آدمیوں کو سانہ لے کر آپ کی اقامت گاہ میں آ پہنچا ۔ جیسے ہی آن حضرت کی نظر دریا خان پر پڑی ، گھوڑے سے گڑا کر بے خود ہو گیا ؛ آپ کی تصدیق کر کے اور تلقین پا کر واپس ہو گیا ۔ جام اس خبر سے بڑا پریشان ہوا ۔ آخر اس نے اپنے پیر شیخ صدر الدین سندھی کو جو اپنے وقت کے فاضل اور نامور شیخ تھے ، طلب کر کے یہ غرضی مناظرہ بھیجا ؛ شیخ آئے اور بحث کے بعد آپ کے معتقد ہو گئے ، اور دنیا ترک کر کے آپ کے گروہ مہاجرین میں شامل ہو گئے ۔ اب سندھی کثرت سے آئے اور مصدق ہونے لگے ۔ ان میں میرزا شاہین بھکر کے امیر اور شیخ الیاس مولوی اور جناب قاضی قاضی سندھ قابل ذکر ہیں ۔ مؤخر الذکر مشرکوں کا لباس پہنے اور زنا کر گئے میں ڈالے حاضر خدمت ہوئے۔ آپ نے دیکھتے ہی فرمایا "قاضی قاضی یہ کیا سوانک ہے ؟" اس لطیفے پر قاضی صاحب ایان لے آئے۔ ٹھٹھے میں ایک سال ٹھہرنے کے بعد آپ براہ دریا کاہہ تشریف لے گئے ۔ حاکم کاہہ اشرف خان آپ کے مصدقین میں شامل ہو گیا ۔ یہاں آپ کے اصحاب کو بھوک اور فاقوں سے بڑی تکلیف اٹھانی پڑی اور آپ کی جماعت کے چوراسی بندگان خدا فدا اجل ہوئے ۔ مشرک خاتون اور قاضی خان فاقوں کی تاب نہ لا کر گجرات کو چلے گئے ۔ اس وقت آپ کی جماعت میں نو سو نفوس تھے ؛ ان میں عبدالدار تین سو سانہ تھے ۔ ایک روایت کی رو سے ہاتھی سو تھے ، جن میں نو سو عبدالدار اور باقی تیرہ سو بھرت تھے ۔ اسی مقام پر وہی یون آپ کے نکاح میں آئیں ۔ کاہہ سے قندھار کی طرف کوچ ہوا ؛ راستہ بڑا خطرناک تھا ؛ موذی جانور ، حشرات الارض اور درندوں کے علاوہ زہریلے سانپ بہ کثرت تھے ، مگر آن حضرت مع اپنے مہاجرین کے بغیر و عافیت قندھار پہنچ گئے ۔ قندھار میں اول اول آپ پر سختیاں ہوئیں لیکن جب شاہ بیگ حاکم قندھار آپ پر ایان لے آیا ، وہاں کے شرفا اور

معززین کثرت سے آئے اور تصدیق کرنے لگے ۔ منجملہ ان کے جناب
 محمد کشانی ، میان اشرف ہاشمی ، میان دانش خراسانی ، جناب حاجی
 محمد عبداللہ ، عبدالہاشم ، عبد القادر ، کبیر خان ، شریف محمد ، کمال خان
 و چالاک خان ترک دنیا کر کے آپ کے ہمراہ ہو گئے ۔ قندھار
 سے روانہ ہو کر منزل بہ منزل موضع ذلارام ہوتے ہوئے قصبہ کوہ
 پہنچے ۔ یہاں متعدد علماء و اکابرین آپ کے مقلدوں میں داخل ہوئے ۔
 قندھار سے فراہ پورا دس منزل ہے ، یہاں پہنچ کر حضرت سید محمد مہدی
 ملک اسکندر کی حرائے میں جو شہر کے باہر ہے ، قیام پذیر ہوئے ۔
 فراہ میں آپ کے کلام و بیان و دعوت مہدیت کی بڑی شہرت ہوئی ۔
 قاضی کے حکم سے اگرچہ فوج نے آپ سے قہقہار و سامان لیے لیا مگر
 سردار فوج سرور خان بہت چلا آپ کا معتقد بن گیا ۔ ادھر
 میں ذوالنون عامل فراہ بھی ارادت لے آیا ۔ علما کا ایک گروہ بھی مناظرے
 میں شکست پا کر آپ کے مریدان یا اخلاص میں شامل ہو جاتا ہے ۔
 عامل نے آپ کے دعوے کی تصدیق کرتے ہوئے ایک عرضی سلطان
 حسین (بافرا) (۵۵۸ھ ، ۱۳۷۳ء و ۵۹۱۲ھ ، ۱۵۰۶ء) والی ہرات کی
 خدمت میں بھیجی ۔ سلطان نے آپ سے مناظرے کے لیے علماء کو بلایا ؛
 جب یہ علماء آئے ، وہ بھی آپ کے پیرو بن گئے ۔ سلطان خود آ کر
 آپ کی تصدیق کرنا چاہتا تھا ، مگر بہ وجہ شیعویت و پیرانہ سالی
 سفر کرنے کے قابل نہ تھا ، تاہم ہمت کر کے وہ چند منزل چلا تھا
 کہ پیام اجل آپہنچا اور وفات پائی ۔

جب آپ کی عمر تریسٹھ سال کی ہوئی ، آپ ایک روز جمعہ
 بڑھے موضع رچ میں جو فراہ کے قریب ہے ، تشریف لے گئے ۔ راستے
 میں ایک مقام پر ٹھہرے اور فرمایا کہ ملائک و انور کے طبقات
 لے کر اس مقام پر آئے ہیں اور خدائے تعالیٰ کا حکم ہے کہ یہ مقام

۱ ۔ سلطان حسین ۵۹۱۲ھ میں یعنی حضرت سید محمد مہدی کی وفات
 سے جو ۵۹۱۰ھ میں واقع ہوا ہے ، دو سال بعد انتقال کرتا ہے ، اس لیے
 اس قصہ کا ضعف ظاہر ہے ۔

متبرک ہے ”یہاں ٹھہر جا۔“ بالآخر آپ اسی مقام پر دفن ہوئے۔ آپ کی وفات ۱۹ ذی قعدہ ۹۱۰ھ کو یومِ دو شنبہ ڈیڑھ بیس دن چڑھ واقع ہوئی۔ لفظ ’فضل‘ سے تاریخِ وفات برآمد ہوئی ہے۔ دفن کے لیے اہلِ قراء اور اہلِ رح میں جھگڑا ہوا۔ قراء والے اپنے علاقے میں اور رح والے اپنے علاقے میں دفن کرنے کے خواہش مند تھے۔ آخر آپ کو قراء اور رح کے مابین ایک باغ میں دفن کیا گیا جہاں آخری جمعہ پڑھتے وقت آپ ایک مرتبہ ٹھہرے تھے۔ قبر میں رکھنے کے بعد جب سید محمود نے کفن میں آپ کو ٹھولا تو آپ کی میت کا نشان نہیں ملا۔ اس واقعے پر سب حیرت زدہ رہ گئے۔

حضرت سید محمد عہدی کے یہ وہ حالات ہیں جو میں نے سولانا سید ولی صاحب سکندر آبادی کی تصنیف ”سوانح سیدی موعود“ سے اخذ کیے ہیں۔ یہ کتاب اگرچہ اپنے مضمون پر نہایت قابلِ قدر مانی جا سکتی ہے، مگر مصنف نے اپنے پیشوا کی شخصیت کو خوش عقیدگی اور کرامت کے پردوں میں اس قدر چھپا دیا ہے کہ ان کے اصلی خط و خال کی شناخت دشوار ہو گئی ہے۔ سید صاحب کی شان اس میں شک نہیں کہ نہایت اعلیٰ و ارفع ہے؛ خود ان کے مخالف ان کی بزرگی کو تسلیم کرتے ہیں؛ تمام دسویں صدی میں ان کا نام مخالف و موافق حلقوں میں گونجتا رہا ہے۔ وہ ایک زبردست عالم اور فاضلِ کامل تھے؛ علومِ ظاہری و باطنی میں ان کو کامل دستگاہ تھی۔ ان کی زندگی میں ان کے معتقدین کی تعداد ہزاروں سے تجاوز کر گئی تھی۔ نہ صرف عامی و جاہل ان کے حلقہ بہ گوش تھے بلکہ علما و فضلا، امرا و شرفاء ان کے حلقہٴ ارادت میں شامل تھے۔ کالاتِ علمی کے ساتھ ساتھ خدا نے ان کی زبان میں جادو اور بیان میں تاثیر دی تھی۔ ان کی آنکھ میں تسخیر کرنے کی بڑی طاقت تھی۔ دشمن بھی ان کے سامنے آ کر موم ہو جاتے تھے۔ بحث و مباحثے میں بے نظیر تھے۔ زبردست سے زبردست حریف کو بھی ان کے مقابلے میں اپنی شکست تسلیم کرنی پڑتی تھی۔ ہاں ہمہ تقدس وہ ظرافت کی چاشنی سے بھی خالی نہ تھے، بلکہ بعض اوقات اپنی اس استعداد سے انہوں

نے اپنی شکست کو فتح میں بدل دیا ہے۔ ان کے ایک کامیاب ریفاہی اور اعلیٰ مصالح ہونے میں کوئی شک نہیں۔ مہدویت کے علاوہ انہوں نے کوئی بدعت روشناس نہیں کی، بلکہ تقویت دین اسلام و اعلیٰ شریعت رسول سے کام رکھا۔ دین کی بادشاہی کی بجائے اگر کہیں دنیاوی بادشاہت قائم کرنے کا ان کو خیال آ جاتا تو آج ہندوستان کی تاریخ میں ایک کی جگہ سادات کی دو سلطنتوں کا حال ہم پڑھتے۔

مہدویوں کا عقیدہ

مہدویوں کا عقیدہ ہے کہ فرائض و واجبات قرآنی دو قسم کے ہیں۔ پہلی قسم میں وہ احکام شامل ہیں جن کا تعلق نبوت و شریعت سے ہے۔ ان احکام کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بلسان شریعت مفصل بیان فرما دیا۔ دوسری قسم میں وہ احکام ہیں، جن کا تعلق خاص ولایت ہدیہ سے ہے۔ اب مشیت الہی کو منظور ہوا کہ ان احکام کی بھی تبلیغ ہو جائے، لہذا حضرت سید محمد مہدی موعود مبعوث ہوئے، جو دافع ہلاکت امت ہدیہ اور ناصر شریعت ہدی و مبلغ احکام ولایت ہدی ہیں۔ مقام ولایت میں جو امور فرض ہیں، یہ ہیں :

- (۱) ترک دنیا (۲) صحبت صادقان (۳) عزت از خلق (۴) ذکر کثیر (۵) ہجرت و توکل (۶) طلب دیدار خدا (۷) عشر -

سید محمد مہدی کے جانشین

حضرت سید محمد مہدی کے جانشین ان کے فرزند سید محمود نالی مہدی ہوتے ہیں، جو ۱۲۸۶ یا ۱۲۹۹ میں پیدا ہوئے ہیں۔ وہ ایک سال کے بعد اپنی جماعت کو لے کر گجرات آ جاتے ہیں اور موضع بہاؤت میں جو رادھن پور سے تین کوس مغرب میں ہے، قیام کرتے ہیں۔ جب ان کی شہرت عام ہوئی خلق اللہ کا ہجوم ہونے لگا، مخلوق کثرت سے آئی اور گھریار ترک کر کے آپ کے حلقہ یگوشوں میں شامل ہو جاتی۔ مہدویت کی اس روز افزوں ترقی کو دیکھ کر حکومت کو

اندیشہ ہوا ، علماے اسلام کو خوف ہوا ؛ چنانچہ علما نے متفق ہو کر بادشاہ کی خدمت میں چاہناہر شکایت بھیجی ؛ شاہی حکم پر پولیس آئی اور سید محمد ثانی مہدی کو قید کر کے لے گئی ۔ آپ چالیس روز برابر قید میں رہے اور بادشاہ کی بہنوں کی سفارش سے جو آپ کی معتقد تھیں ، قید سے رہائی پائی ۔ آپ نے ۳ رمضان ۱۰۹۹ھ ، (۱۵۱۳ء) یا ۱۰۹۲ھ ، (۱۵۱۳ء) کو وفات پائی ۔

سید خوند میر ان کے قائم مقام ہوئے ہیں ۔ یہ مہدی موعود کے داماد بھی ہیں ۔ اس وقت تک حکومت گجرات مہدویوں سے کافی بدظن ہو چکی تھی ۔ سید خوند میر کا بیس مختلف مقامات سے اخراج کیا گیا ۔ علماے احمد آباد نے مہدویوں کے قتل کے فتوے دے دے اور ان کی پیشانیوں کو ایک ٹوٹے سے جس کا سرا کوٹے کے پنجے کے مشابہ تھا ، داغنے لگے ۔ دو مہدوی رنگریز لڑکوں کو قتل کیا گیا ۔ ملا حمید اور ملا انوارالدین ؟ پر قتل کا فتویٰ لگا اور حد جاری ہوئی ۔ جب دیکھا کہ مہدوی تحریک سیاسی اہمیت حاصل کر رہی ہے ، ان کے قتل عام کے لیے سولہ ہزار فوج بہ سرکردگی عین الملک روانہ کی ۔ یہ مظفر شاہ گجراتی (۱۰۹۱ء ، ۱۵۱۱ء و ۱۰۹۳ء ، ۱۵۲۵ء) کا زمانہ ہے ۔ شاہی فوج ۱۴ شوال ۱۰۹۳ھ کو جاعت مہدویہ کے مقابلے پر آئی ہے ؛ کھانیل یا کھارہال میں پڑاؤ تھا ؛ سید خوند میر صرف ساٹھ جان باز لے کر مقابلے میں نکلے ۔ ان مشہی بھر خدائیوں نے شاہی فوج میں قیامت مچا دی ۔ چھ سات سو سپاہیوں کو میدان جنگ میں موت کی نیند سلا دیا ۔ شاہی فوج نے بری طرح شکست کھائی ۔ فاتحین نے ڈیڑھ میل تک دشمن کا تعاقب کیا ۔ سید خوند میر اس معرکے میں زخمی ہوئے ۔ ۳ شوال سنہ مذکور کو شاہی فوج بھر پڑھی اور معرکہ کا زار ازسرنو گرم ہوا ۔ مہدوی نہایت بے جگری سے لڑے اور جب تک کہ ان میں کا ایک ایک شخص قتل نہ ہو لیا ، جنگ سے منہ نہ پھیرا ۔

شاہ نعمت مہدویوں کے خلیفہ سویم ہیں ۔ ان کے والد کا نام شیخ بڑے ہے ، جو شیخ بیانی صدیقی تھے ۔ شاہ نعمت گھر کے رئیس

تھے ، سہ گری اور پہلوانی کا بڑا دم بھرتے تھے ۔ ایک دفعہ کہیں تکرار ہو گئی ، آپ نے طہشی میں آ کر سات آدمیوں کو قتل کر دیا اور پچیس تیس آدمی اپنے ہمراہ لے کر احمد آباد کی اطراف میں لوٹ مار شروع کر دی ۔ شاہی فوج ان کے تعاقب میں نکلی ۔ ایک روز انہوں نے جنگل میں اذان کی آواز سنی ، دوہات کیا تو معلوم ہوا کہ سید محمد مہدی مع اپنی جماعت متوکلین کے یہاں ٹھہرے ہوئے ہیں ۔

احمد آباد سے ان کا اخراج ہو گیا ہے ۔ ان کو سید صاحب سے ملاقات کا ایشیائی ہوا ، جب سامنے پہنچے ، ایک ہی نگاہ میں مسخر ہو گئے ، دوڑ کر قدموں پر گر گئے ، توبہ کی اور ترک دنیا کر کے مہدی کے خدمت گزاروں میں شامل ہو گئے ۔ مہدی کی وفات کے بعد ثانی مہدی کے ساتھ کجرات آ گئے ۔ آپ کا دائرہ پٹن ، جالور ، احمد آباد ، احمد نگر ، خاندیس وغیرہ مختلف مقامات میں رہا ہے ۔ جب آپ کا مقام موضع منولی میں قریب قلعہ لوہ گڑھ تھا ، محاذ عشا کے بعد آپ کے دائرہ سے آواز تسبیح و تہلیل بلند ہوئی یعنی ”لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ اللہ اعلمنا محمد نبینا القرآن والمہدی امامنا آئنا و حدیثا“ کھشدار خاں خواجہ سرانے حرم نظام شاہ کو جو اس وقت بیگانہ کی حفاظت کے لیے قلعہ لوہ گڑھ میں متعین تھا ، مہدوی مذہب سے سخت عداوت تھی ؛ تسبیح کی آواز جو سنی ، غصے میں چند لوگوں کو ساتھ لے کر چلا آیا ؛ شاہ نعمت کو مع دیگر سولہ طالبان حق کے ناحق قتل کر ڈالا ۔ شاہ نعمت اکسٹھ برس کی عمر میں ۲۲ شعبان ۱۰۹۴ھ (۱۵۳۸ء) کو شہید ہوئے ہیں ۔

شاہ نظام خلیفہ چہارم مانے جاتے ہیں ؛ سلسلۂ نسب حضرت شیخ فرید الدین گنج شکر سے ملتا ہے ۔ آپ کے والد شاہ غداوند پورب میں بلند چاہیس کے حاکم تھے ۔ ان کی وفات کے بعد شاہ نظام وارث بنے مگر ان کی طبیعت خدا طلبی اور ترک دنیا کی طرف مائل تھی ؛ عین شباب میں ریاست اپنے چھوٹے بھائی کے حوالے کر کے مکہ معظمہ گئے ۔ ستائیس برس کی عمر میں جناب مہدی کی تلقین سے فیضیاب ہوئے ؛ گیارہ برس آپ کی خدمت میں رہے اور بعد وفات مہدی تیس سال

خلافت کو کے موضع انوندرامیں جو نصیبہ کڑی ضلع احمد آباد سے قریب ہے ، ۶۸ یا ۶۹ برس کی عمر میں ۸ ذیقعدہ ۹۹۵ (۱۵۳۳ء) کو رہ کر اسے عالم جاودانی ہوئے ۔

شاہ دلاور خلیفہ پنجم دلت رائے والی گوڑ کے بھائی ہیں ۔ جب سلطان حسین شرقی نے حضرت سید محمد کی مدد سے ولایت گوڑ فتح کی ، آپ غنیمت کے ساتھ گرفتار ہو کر آئے ۔ اس وقت آپ کی عمر گیارہ بارہ سال کی تھی ۔ سلطان کی بہن سلیمہ خاتون نے جو لاولد تھیں ، ان کو اپنا مشقی کر لیا ۔ ان کو جب سے کلمہ لا الہ الا اللہ کا الہام ہوا تھا ، تب ہی سے آپ مجذوب رہتے تھے ۔ جب آپ مہدی کے حضور میں پہنچے ہیں اس وقت آپ وضو کر رہے تھے ؛ ان کو دیکھتے ہی فرمایا ”یہ دلاور نہیں شاہ دلاور ہے ! یہ میرا مقبول اور خدا کا مقبول ہے ۔“ اسی روز سے آپ شاہ دلاور کے نام سے پکارے جانے لگے ۔ جب مہدی اپنے سفروں میں دانا پور سے آگے بڑھے ، شاہ دلاور کے پاؤں ٹھہر نہ سکتے تھے ، اس لیے آپ کو میاں دراج کی مسجد میں چھوڑ دیا گیا ۔ میاں دراج ان کی خبر گیری کرتے ۔ جب مہدی حج سے فارغ ہو کر احمد آباد تشریف لائے ، اس وقت شاہ دلاور ہوش میں آئے اور سولہ سال کے بعد احمد آباد پہنچ کر آپ کی زیارت سے مشرف ہوئے اور اس کے بعد تا اوقات مہدی ساتھ رہے اور ایک ساعت کے واسطے ہوی جدا نہ ہوئے ۔ مہدی نے بہت بشارتیں آپ کے حق میں کی ہیں اور بی بی راجعتی کا نکاح آپ کے ساتھ کیا ۔ شاہ دلاور ۲ ذیقعدہ ۹۹۵ (۱۵۳۸ء) کو پورکھڑہ میں جو پورنگ آباد سے تین میل شمال و مغرب میں کشر گھاٹ کے اس پار ہے ، انتقال کرتے ہیں ۔

سید محمد کے بعد مہدوی فرقہ ان کے خلفاء و دھکر تابعین کی مساعی سے برابر ترقی کرتا رہا ۔ خصوصاً شیخ علانی کے ذریعے سے جو بڑی جوشیلی طبیعت اور تیز زبان کے بزرگ تھے اور اسلام شاہ کے عہد میں ۹۵۵ (۱۵۳۸ء) میں شہید ہوئے ہیں ۔ جمال خان مہدوی کے اثر میں نظام شاہی خاندان کا چھٹا بادشاہ اسماعیل بن برہان نظام شاہ ثانی

(۱۸۹۷ء، ۱۸۸۸ء و ۱۸۹۹ء، ۱۸۵۹ء) مذہب مہدویہ قبول کر لیا ہے۔ اس زمانے میں مہدوی فرقے کو بڑا فروغ ہوا۔ شہزادہ اورنگ زیب کے ساتھ ایک مہدوی سردار مع اپنی جماعت کے متبعین تھا؛ کسی مذہبی بحث کی بنا پر آپس میں فساد ہو گیا اور آخر شہزادے کی فوج کے ہاتھ سے مع اپنے متبعین کے مارا گیا۔ سلطان ٹیپو کے پاس بہت سے مہدوی افغان ملازم تھے؛ ایک بار عدول حکمی کی بنا پر کئی سو مارے گئے اور باقی کا اخراج کر دیا گیا۔ سردار غڑے زئی مہدوی ملازم باجے راؤ والی ہونا اپنے آقا کی مخالفت کے باوجود انگریزی چھاؤنی پر حملہ کرتا ہے، جس سے باجے راؤ کا علاقہ ضبط ہوتا ہے اور انگریز باجے راؤ کو ۱۲۳۲ھ (۱۸۱۹ء) میں گرفتار کر کے پٹھور پہنچا دیتے ہیں۔ راجا چندو لال کے دور میں حیدر آباد مہدوی گروہ کا مرکز بن جاتا ہے۔ وہ دس ہزار کی تعداد میں یہ مشاہدہ پیش قرار ملازم رکھ لیے جاتے ہیں اور اتنا اقتدار حاصل کر لیتے ہیں کہ بے ہنگامہ مذہبی بحثیں شروع کر دیتے ہیں، جہاں تک کہ ۱۲۳۷ھ میں مولوی عبدالکرم کو مذہبی بحث کی بنا پر میر عالم بہادر کی مسجد میں قتل کر ڈالتے ہیں، جس کی بنا پر شہر میں فساد برپا ہو گیا اور بہت سے سنی اور مہدوی مارے گئے۔ نواب سکندر جاہ نے انگریزی فوج کی امداد سے ان کو ملک سے نکالا۔

یہ زمانہ اس فرقے کے پیروؤں کی تعداد لاکھوں تک پہنچتی ہوئی۔ گجرات تو گویا اس جماعت کا زاد و بوم ہے، اس لیے گجرات اور بمبئی اطاعت میں بڑی تعداد میں موجود ہیں۔ راجپوتانہ و ممالک متوسط میں ان کی متعدد پستیاں ملتی ہیں۔ ریاست پالن پور کا مذہب کئی پشتوں سے مہدوی ہے اور اس کے علاقے میں ہزاروں مہدوی آباد ہیں۔ مدراس پریسڈنسی، دکن و کرناٹک، مرہٹہ و تلنگانہ، ملیار وغیرہ علاقوں میں بڑی تعداد میں پائے جاتے اور شاید بیرون ہند بھی کہیں کہیں مل جاتے ہیں۔

اب ہم مرکزی شاخ سے قطع نظر کر کے اس کی ایک دور افتادہ شاخ کا ذکر کرتے ہیں ، جو ریاست جے پور کے جاگیرداران ، راجا صاحبان کھنڈیہ کے علاقے میں آباد ہے اور دائرہ کے نام سے مشہور ہے ۔ فترا کے ٹکیوں اور خانقاہوں کو دائرہ بھی کہہ دیا کرتے ہیں ۔ مہدوی جو اپنے آپ کو فترائے مہدوی کہتے ہیں ، اپنی قیام گاہوں کو بھی اسی مناسبت سے دائرہ کے نام سے یاد کرتے لگتے ۔ اہل دائرہ کی مرکزی شخصیت میان مصطفیٰ ہیں جن کے حالات سوائے ہدا یونی کے ایک مختصر بیان کے عام طور پر نا معلوم ہیں اور شاید یہ پہلا موقع ہے جو اردو میں شائع ہو رہے ہیں ۔ میں سب سے پہلے ہدا یونی کا بیان دیتا ہوں ، اس کے بعد عبدالمجید کی مثنوی 'فیض عام' (۱۰۱۴ھ) سے جو مولانا شیخ آدم کی ایک فارسی تالیف پر مبنی ہے ، مختصر حالات یہاں درج کرتا ہوں ۔

میان مصطفیٰ گجراتی (از منتخب التواریخ)

اصلًا بوہروں کی جماعت سے تعلق رکھتے ہیں ، جو صوبہ گجرات میں تجارت میں مشغول ہیں ۔ میر سید محمد جونیوری کے ایک بے واسطہ مرید سے طریق فقاہت سیکھا اور آخر عمر تک اسی پر راسخ رہے ۔ جب (اکبر) بادشاہ تسخیر بنگالہ کے بعد ہشتہ سے مراجعت فرمائے اجیر ہوئے ، آصف خان ثانی میں بخشی حسب فرمان شاہی انہیں گجرات سے اپنے ہمراہ لایا ۔ ایک رات صحن دیوان خانہ میں علماء کو بلوا کر شیخ مصطفیٰ سے مسئلہ مہدویت کے متعلق تحقیقات شروع کی ، وہ جواب دیتے رہے ؛ مناظرے میں دیر لگی اور حاجی ابراہیم سرھندی بحث کے وقت اپنی مذموم عادت کی بنا پر تحکم کرتا اور شیخ کو آزار دینا ۔ ہشتہ نے جو کچھ شرح گلشن راز میں پڑھا تھا ، تفصیلاً نقل کیا ۔ شرح ہذا شیخ محمد لاہجی کی تصنیف ہے جو میر سید محمد نور بخشی کے بالرواۃ مرید ہیں ۔ میر نے بھی اپنے زمانے میں مہدویت کا دعویٰ کر کے بہت فتنے کھڑے کیے تھے ۔ چون کہ یہ امر شیخ کے مدعا کے خلاف تھا ، اس سے شاید ان کو ملال پہنچا ہو ،

فتح پور پہنچنے پر حکم دیا کہ شیخ چند روز خواجہ عبدالصمد شہر میں قلم کے مکان پر رہیں۔ میں اپنی اس تصویر کی عذر خواہی کے واسطے شیخ کی خدمت میں حاضر ہوا اور دعائی مانگی۔ ان کو بے حد ضعف تھا، اسی مجلس میں طشت منگوا یا اور بہت خون ان کے منہ سے گرا۔ جب گھبرات جانے کی اجازت ملی، غالباً راستے میں یا اپنے وطن پہنچ کر اس دار فانی سے رحلت فرما ہوئے۔ یہ واقعہ ۱۰۶۴ھ میں پیش آیا۔ شیخ کے مکتوبات موجود ہیں، جن سے غربت و فنا کی بو آتی ہے، عاملہ اللہ باطنہ۔

(جلد ۱۵-۱۶، منتخب التواریخ، جزو سوم طبع ایٹیانک سوسائٹی بنگال)

از فیض عام

جب میران سیدی بذلی میں مقیم تھے، آپ کی خدمت میں ایک بزرگ اویس نامی حاضر ہوئے؛ یہ میان مصطفیٰ کے دادا تھے؛ آکر سیدی پر ایمان لے آئے۔ جب سیدی کی وفات کے بعد جماعت مہدویہ مختلف دائروں میں تقسیم ہو گئی، ان دائروں میں ایک دائرے کے پیشوا سید خوند میر تھے۔ اویس کے بھائی قطب جہاں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میان مصطفیٰ ان کے نواسے ہیں۔ میان اویس کے فرزند کا نام عبدالرشید تھا۔ شہر پٹن میں آپ یہ حیثیت ایک فاضل مشہور کے مشہور تھے۔ قطب جہاں اور میان عبدالرشید سید خوند میر کی خدمت میں آئے جانے لگے۔ شیخ قطب جہاں نے اپنی دختر بلند اختر میان عبدالرشید کے نکاح میں دے دیں جن کے بیٹے ہیں میان مصطفیٰ پیدا ہوئے۔

جب میان مصطفیٰ بالغ ہوئے، ان کو خدا کا حکم ہوا کہ تم سید خوند میر کی پیروی کرو۔ چنانچہ ان کا دستور تھا کہ تلقین دیتے وقت ”بھرت سید خوند میر“ ضرور فرماتے۔ گویا ان کا سلسلہ میان خوند میر سے چلتا ہے۔ میان مصطفیٰ کے چہ بھائی تھے (۱) میان مائجھل (۲) میان مراتضی (۳) میان مجتبیٰ (۴) شیخ آدم (۵) حضرت عباد (۶) شاکر عہد۔

میاں بڑے خدا والے اور توکل پیشہ تھے ۔ ان کے والدین کے پاس کچھ جائیداد بوجہ میراث تھی ، میاں نے ان سے تقاضے پر تقاضہ کرنا شروع کیا کہ آپ اس جائیداد کو برائے خدا ترک کر دیں ، کیوں کہ حضرت مہدی نے اپنی بیعت کو بھی ہدایت کی ہے کہ ہم پر ملک و میراث حرام ہے ۔ رسول اللہ نے بھی دنیا کو مردار کہا ہے جس کا طالب ہمیشہ ذلیل و خوار ہے ۔ دنیا گناہوں کا راز ہے ، اور ترک دنیا بندگی کا راز ہے ۔ مہدی کا قول ہے کہ ایمان بغیر ترک دنیا حاصل نہیں ہوتا ۔ ان کی یہ باتیں سن کر والدین نے جواب دیا ، کہ ہم میں دنیا چھوڑ دینے کی بالکل ہمت نہیں اور نہ ہم توکل پر قادر ہیں ، ہمیں ان امور سے معاف کرو ۔ آخر میاں کو کہنا پڑا کہ اگر آپ میری عاجزانہ درخواست قبول نہیں کریں گے تو میں آپ کے ساتھ نہیں رہ سکوں گا ۔ والدین کا جواب تھا کہ اگر ہمارے ساتھ رہو تو ہمارے سر آنکھوں پر ، اگر جاؤ تو فضل خدا سمجھارا حافظ و ناصر ہو ۔ الغرض میاں مصطفیٰ والدین سے جدا ہو پٹن سے کوچ کر کے اندری گاؤں میں آ بسے ۔ یہ ایک چھوٹا سا موضع تھا ۔ طالبان خدا آ کر ان کے گرد جمع ہونے لگے ۔ ایک مدت کے بعد میاں عبدالرشید ان سے ملنے آئے ، اور بیٹے کی موجودہ زندگی سے متاثر ہو کر ترک دنیا پر عازم ہو گئے اور لغیری لے کر بیٹے کے پاس آ کر رہنے لگے ۔ ایک عرصے کے بعد انہوں نے میاں مصطفیٰ سے کہا کہ اندری نہایت چھوٹا موضع ہے ، یہاں لغیروں کو بڑی تکلیف ہوتی ہے ، مناسب سمجھو تو پٹن چل رہیں ، کیوں کہ جو امور سمجھاری ناخوشی کے موجب تھے ، خدا نے انہیں فضل سے رفع کر دیے ۔ تجویز معقول تھی میاں مان گئے ؛ سب کو ساتھ لے کر پٹن شہر میں آ گئے اور تالاب سہلنگ پر دائرہ باندھ کر رہنے لگے ۔ ان کے دائرے میں ہنترہ سو لغیر تھے ۔

جب میاں مصطفیٰ کی شہرت ہوئی اور ان کے پاس مردوں کی رجوعات ہونے لگی ، اس عہد کے علما نے ان پر حسد کرنا شروع کیا اور بادشاہ کو لکھا کہ ملک میں کامل فساد ہوئے والا ہے ۔ شیخ زادہ

نے مہدوی مذہب اختیار کر لیا ہے اور اپنے عقیدے کی دوسروں کو دعوت دیتا ہے۔ چنانچہ ہولادت قوم اور پٹھانوں بلکہ بعض علماء اور بے شمار دیگر اشخاص نے یہ مذہب اختیار کر لیا ہے۔ بادشاہ ہر فرض ہے کہ اس کی جلد تدبیر کریں۔ جب یہ خط بادشاہ کے پاس پہنچا، اس نے کہا کہ مصطفیٰ مہدی نے غلوئی خدا کو گمراہ کیا ہے، میں خود اپنے ہاتھ سے اس کو قتل کر کے دین کی خدمت بجا لاؤں گا۔ اور یہ جواب دینے کا حکم دیا کہ میں خود آتا ہوں۔ شاہی لشکر میں کئی اشخاص میاں کے مرید تھے، انہوں نے فی الفور ایک خط کے ذریعے سے اطلاع دی کہ بادشاہ وقت نے کہا ہے کہ میں مصطفیٰ مہدی کو قتل کروں گا، اس لیے آپ کی خدمت میں گزارش ہے کہ آپ شہر پٹن کی سکونت ترک کر کے کسی اور جگہ تشریف لے جائیں، ظالم ہے کنارہ کرنا بھلا ہے۔ میاں نے یہ مکتوب پڑھ کر اپنے تمام مریدوں اور غلیبوں کو بلوایا اور وہ خط منایا۔ پھر کہا کہ میرا ارادہ تو یہی ہے کہ میں اپنی جگہ پر قائم رہوں؛ اگر بادشاہ نے دلیل و حجت مانگی، میں جواب دوں گا۔ اگر وہ میری جان کا طالب ہے تو میں مسرت کے ساتھ اپنی جان دینے کو تیار ہوں۔ مریدوں کا جواب تھا کہ ہم سب آپ کے فرمان کے تابع ہیں، جس طرح آپ کی مرضی ہو کیجئے؛ ہم اپنی جانیں آپ پر قربان کرنے کے واسطے مستعد ہیں۔ اکبر بادشاہ کوچ در کوچ فتح پور سیکری سے گجرات پہنچے۔ شیر خان ایک امیر پٹن میں رہتا تھا جو میاں کا مرید تھا، اس کو جب بادشاہ کی آمد کی اطلاع ملی، اس نے میاں کی خدمت میں حاضر ہو کر ان کو ایک مرتبہ اور سمجھانے کی کوشش کی اور کہا کہ آپ یہاں سے کنارہ کر جائیں، مگر میاں کا فیصلہ اٹل تھا۔ ان کے عزم پر یہ اشارہ ہے اکبر کی دوبارہ روانگی گجرات کی طرف جو میرزاؤں کی بغاوت اور خان اعظم کے احمد آباد میں محصور ہو جانے کی بنا پر وقوع پذیر ہوئی۔ جس کو ہمدل نے اپنے پشوا کے قتل کی سیم سازی سے تعبیر کیا ہے۔ اکبر سبھر کے دن ۲۷ ربیع الآخر ۹۸۱ھ (۱۵۷۳ء) کو فتح پور سے روانہ ہو کر نو روز میں احمد آباد پہنچا ہے۔

میں کوئی جنبش نہیں ہوئی۔ شیر خاں نو پٹن چھوڑ کر چلا گیا، جب اکبر کو اس کے جانے کا واقعہ معلوم ہوا، اس نے فوراً دریا خاں کو شہر پر قبضہ جانے کے لیے بھیج دیا اور حکم دیا کہ ہمارے نام کا خطبہ پڑھا جائے۔ دریا خاں میاں کی خدمت میں حاضر ہوا، قدم بوس کی اور بولا کہ بادشاہ آپ کے قتل کے لیے آ رہے ہیں، بہتر ہے کہ آپ اس وقت ٹل جائیں۔ میاں نے جواب دیا، ”نواب! تمہاری بہت بھوکو معلوم ہو گئی مگر میں متوکل ہوں، اور خدا پر میرا آسرا ہے۔“ اکبر ایسے آ پہنچے، جو پٹن سے تین فرسنگ ہے۔ اس جگہ تمام علماء بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئے؛ ان کے پیشوا نے جسے میاں سے قدیمی عداوت تھی، بادشاہ کے سامنے اپنی پگڑی اتار کر پھینک دی اور بولا کہ مصطفیٰ مہدوی نے ہماری پگڑیاں اتار دی ہیں۔ بادشاہ نے اسے تسلی دی اور اپنی کمر کا پٹکا کھول کر اس کے سر پر بندھوایا اور بولا کہ بس اب میں اسے ماروں ہوں۔ عثمان خاں ایک نہاری پٹھان تھا، وہ میاں کا بھی معتقد تھا، بادشاہ نے اسے پٹن رحمت کی تسلی کے لیے بھیجا؛ وہ بڑی دھوم سے آیا اور شہر میں ڈیرہ لگا دیا؛ آدھی رات کو نوکروں کے ساتھ میاں کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ایک کوئل کھوڑا ساتھ لایا اور عرض کی ”خدا را آپ اسی وقت کسی طرف نکل جائیں، یہ کھوڑا سوازی کو حاضر ہے۔“ مگر میاں کے ارادے میں کوئی فرق نہیں آیا۔ اکبر پٹن پہنچ گئے۔ علماء نے عرض کی کہ مصطفیٰ مہدوی اسی شہر میں مقیم ہے؛ بادشاہ نے کہا ”اچھا! کل ما بدولت اسے ہلائیں گے۔“ انہوں نے پھر عرض کی کہ اس کا حضور میں ہلایا جانا دوست نہیں؛ اس کے بے شمار معتقد ہیں، اگر سب کے سب قلعے میں آکھسے تو ان سے عہدہ برا ہونا بہت دشوار ہو جائے گا؛ مناسب یہی ہے کہ وہیں فوج بھیج کر اسے قتل کروا دیا جائے۔ اکبر نے غصا ہو کر کہا ”تمہارا مذہب تعالیات کیسے جانے کے بغیر قتل کا حکم دیتا ہے؟“ اس پر علماء نے سکوت اختیار کیا۔

دوسرے روز صبح کو چوہدری بھیج کر بادشاہ نے میاں مصطفیٰ کو ہلایا؛ میاں فوراً عصا لیے کر روانہ ہو گئے اور پیچھے سرینوں کا

ایکجہم غمیر ہو لیا ۔ بادشاہ جھروکے میں بیٹھ کر دیکھ رہے تھے ؛
 اٹنے بڑے ہجوم کو دیکھ کر سوچ میں پڑ گئے ، دل میں کہنے لگے
 کہ علماء سچ کہہ رہے تھے ، اگر یہ لوگ قلعے میں گھس آئے تو ان کا
 سنبھالنا مشکل ہو گا ۔ اسی وقت چوب دار سے کہا کہ جاؤ ، کہہ دو ،
 سب واپس جائیں ، شاہی حکم ہے ۔ میان کو جب یہ حکم ملا ، مع اپنے
 مریدوں کے لوٹے گئے ۔ اب عالموں کو موقع مل گیا ، بولے : ہم نے
 کل درست عرض کی تھی ! مصطفیٰ محض درویش نہیں ہے ، بلکہ اس کا مرتبہ
 امراء سے بھی بڑھا ہوا ہے ۔ دوسرے دن بادشاہ نے چوب دار بھیج کر
 میان کو کہلا بھیجا کہ اکیلے آئیں ۔ میان بلا عنبر اٹھ کھڑے ہوئے
 اور فوراً چوب دار کے ساتھ ہو لیے ۔

جب قریب پہنچے ، بادشاہ کے ہاتھ میں ایک بڑا سا نیبو تھا ؛
 جب اس نے میان پر نظر ڈالی ، اسے بیٹھنے کی ٹاپ نہ رہی ، نیبو کو
 اچھالا اور اسے چھیلنے کے بجائے فوراً کھڑا ہو گیا اور یوں میان کی
 تعظیم کی ۔ ساتھ والے چوب دار نے میان سے کہا ”یہ جو فرش پر
 کھڑے ہیں ، بادشاہ سلامت یہی ہیں ، تم تسلیات بجا لاؤ !“ میان نے
 کہا ”اےہی تو آگے بڑھو ۔“ جب دوسری ڈھوڑھی پر پہنچے ، چوب دار
 نے پھر کہا ”اب کورنش بجا لاؤ ، سامنے بادشاہ سلامت کھڑے ہیں !“
 میان بولے ”اور آگے بڑھو ۔“ جب تیسری ڈھوڑھی آئی ، چوب دار پھر بولا
 ”فرش پر چو ایستادہ ہیں ، اعلیٰ حضرت ہیں ، آپ بندگی بجا لائیے ۔“
 یہ کہتا ہوا وہ تو اپنی جگہ جا کھڑا ہوا اور میان آگے بڑھ گئے ۔

جب بادشاہ کے بالکل قریب پہنچے ، بولے ”میں سلاطین کے
 ادب آداب سے ناواقف محض ہوں ، دروہی ہوں ، ست نہی جانتا ہوں ،
 اس لیے سلام علیکم کہتا ہوں اسے نیک نام بادشاہ !“ اکبر نے اپنے
 دونوں ہاتھ سینے پر رکھے اور وعلیکم السلام جواب دیا ، اور کہا
 آگے آؤ ؛ جب فرش کے پاس پہنچے ، جوٹا اتارنے لگے ؛ بادشاہ نے کہا
 ”کوئی مضائقہ نہیں ، جوٹے ہنسنے چلے آؤ ؛ دیکھو نا میں نے بھی تو
 جوٹے ہن رکھے ہیں ۔“ چنانچہ میان جوٹوں سمیت فرش پر پہنچ گئے ۔

اب بادشاہ نے کہا کہ آپ کی طرف جادو ٹونا نسبت کیا جاتا ہے ۔
 میان نے جواب دیا ”رسول اللہ پر یمنی یہی تہمت لگائی گئی تھی ؛
 محافوق کی زبان سے نہ خدا بجا ہے نہ خدا کا رسول بجا ہے ، میں تو ایک
 ادنیٰ انسان ہوں ۔“ بادشاہ کو یہ جواب پسند آیا ؛ پھر سوال کیا کہ
 بھیجے علماء کے ذریعے سے معلوم ہوا ہے کہ ہم مسلمانوں کا یہ دستور ہے
 کہ جب تمہارے دائرے میں کسی کی بیوی بیٹی آ جاتی ہے
 ہم اپنے ہاں اس کا نکاح کر لیتے ہو اور کہتے ہو کہ خدا کا یہی
 حکم ہے ۔ اسی طرح اگر کسی کی بیوی ، بکری یا بیل ، اونٹ ، گھوڑا
 بھولے سے تمہارے دائرے میں آ جاتا ہے ، ہم فوراً اسے ہکڑ لیتے ہو
 اور کہتے ہو کہ خدا کی طرف سے ملی ہے ۔ میان نے جواب دیا
 ”ایسے امور تو محض نہیں رہ سکتے ؛ اگر ہم ایسے عملوں کے مرتکب
 ہوتے ہیں ، شہر یمن میں ایک چھوڑ دو قاضی موجود ہیں ، ان سے تو
 نہیں چھپ سکتے ، اعلیٰ حضرت ان سے دریافت کریں ۔“ اتفاق سے
 دونوں قاضی بادشاہ کی خدمت میں حاضر تھے ۔ بادشاہ نے ایک قاضی
 سے پوچھا ، وہ میان کا حاسد تھا ، اس نے کہا ”مجھ میں یہ طاقت نہیں
 کہ ان کے خلاف بات کر سکوں ، نہ کسی اور کی تاب ہے ۔“ یہ سن کر
 بادشاہ نے جواب کے لیے میان کی طرف دیکھا ؛ انہوں نے کہا ”دوسرا قاضی
 اور ہے ، اس سے بھی تو دریافت کیا جائے ۔“ یہ قاضی راست گو
 اور عادل تھا ، اس نے عرض کی کہ اے بادشاہ ! یہ تو نامی گرامی
 میان مصطفویٰ ہیں ، میرا مقلد نہیں کہ ان کی تعریف کر سکوں ۔
 ان کے سبب سے بے شمار مخلوق نے ترک دنیا کر کے راہ مولیٰ لی ہے ،
 بلکہ بارہ ہزاری ، ستر ہزاری ، پانصدی اور دوسہ صدی امراء اپنا اپنا
 منصب چھوڑ کر ان کے پیرو ہو گئے ہیں اور ہیک اسپی ، دو اسپی
 نو بے تعداد ہیں جو ان کو اپنا ہادی سمجھتے ہیں ۔ جس شخص نے
 فخر لیے لیا ہو اور نوکی پر عامل ہو ، اس سے نا واجب اعمال کیوں کر
 سرزد ہو سکتے ہیں ۔ جو لوگ میان مصطفویٰ کی شکایت کرتے ہیں ،
 اعلیٰ حضرت یقین رکھیں کہ مفتری ہیں ۔ بادشاہ بولے ”میں سمجھ گیا ،
 علماء آپ پر حسد کرتے ہیں ۔“ میان نے برادران یوسف کے حسد کا

ذکر کیا ؟ اس پر بادشاہ نے کہا ”میں نے یہ قصہ تو سنا ہے لیکن میں آپ کی زبان سے سنا چاہتا ہوں۔“ میں نے کہا ”آپ اطمینان سے بیٹھ جائیں ، آپ کی وجہ سے تمام لوگ کھڑے ہیں ، یہ بھی بیٹھ جائیں۔“ بادشاہ نے کہا ”پہلے آپ بیٹھیں پھر میں بیٹھوں گا۔“ یہ سن کر میں مصطفیٰ بیٹھ گئے ۔ بادشاہ بھی ان کے سامنے مؤدب بیٹھ گئے ۔ میں نے اس وقت ’ولی نعمت‘ کو پاس بلوایا اور ان سے سورۃ یوسف پڑھوائی اور میں تفسیر بیان کرنے لگے ؛ گویا ان کے منہ سے بدول جھڑنے لگی ۔ بادشاہ عالم سکوت میں سنتے رہے ۔ آخر ان پر اس قدر اثر ہوا کہ زار و قطار روئے لگے ۔ شیخ عبد النبی جو بادشاہ کے مرشد تھے اور قاضی معتبوب ملک القضاۃ کہیں علیحدہ بیٹھے ہوئے تھے ؛ ان کا نائب بادشاہ کے سامنے کھڑا تھا ؛ اس نے جب یہ معاملہ دیکھا فی الفور ان کے پاس پہنچا اور بولا کہ تم یہاں بیٹھے کیا کر رہے ہو ؟ قریب ہے کہ بادشاہ میں مصطفیٰ کے معتقد ہو جائیں ۔ دونوں اٹھے ، شاہی خدمت میں حاضر ہوئے اور بولے کہ وقت بہت گزر چکا ہے اور میں کو بھی آئے دیر ہو گئی ہے ؛ اب ان کو رخصت کر دیجیے ، وہ پھر آسکتے ہیں ۔ بادشاہ ان کا کہنا مانتے تھے ، یہ الفاظ سن کر اٹھے اور میں مصطفیٰ سے کہا کہ لشکر کے لوگ ظالم ہیں ، ممکن ہے کہ میرے بعد وہ آپ کو ایذا پہنچائیں ؛ بہتر ہو گا کہ آپ ہٹ چھوڑ کر کسی اور گھوڑے میں چلے جائیں تاکہ ان کے ہاتھ سے محفوظ رہیں ؛ جب مجھ کو ذرا فرصت ملے گی میں آپ کو بلواؤں گا ۔ میں رخصت ہونے اور ہٹ چھوڑ کر موری میں رہنے لگے ۔ اکبر نے کجرات قلعہ کر کے خان اعظم کو اس کا صوبہ دار بنا دیا اور ہدایت کی کہ جس وقت میں انہیں ہلاؤں اور دوسرا صوبہ دار بھیجوں ، تم میں مصطفیٰ کو اپنے ساتھ لے کر آ جانا ۔ بادشاہ یہ ہدایت دے کر اجمیر کی طرف راہی ہوئے ۔ میں مصطفیٰ موری میں مع اپنے قبیروں کے قنوج وفاقہ کے پنجے میں اسیر تھے ۔ گیارہ ماہ کے اندر اندر ان کے تین سو ساٹھ فقیر فاقوں سے ہلاک ہو گئے ؛ ان میں سرد بھی تھے اور عورتیں بھی ۔

موریں سے تین کوس پر کنودرا ایک چھوٹا سا گڑھ تھا ؛ یہاں ایک امیر فتح خان نامی رہا کرتا تھا ؛ وہ میاں کے قلیروں کو بڑا لالچ دیتا کہ اگر میرے پاس آ جاؤ تو میں تمہیں بڑے آرام سے رکھوں ، سرخ اور ہلاؤ کھلاؤں ، حلوا صابونی اور دوسری لذیذ نعمتیں آجے دھروں ؛ جب تک دل چاہے رہو اور جب جائے لگو، ہر ایک کو ایک ایک اشرفی دلدان مزد کے طور پر دے کر رخصت کروں ۔ لیکن میاں کے قلیروں میں سے کسی نے بھی اس کی طرف رخ نہیں کیا ۔

خان اعظم نے ایک روز امین سنجر کو حکم دیا کہ جا کر موریں پر شاہی حمل قائم کرو اور جب فارغ ہو کر آئے لگو ، میاں مصطفیٰ کو اپنے ساتھ لیتے آنا کیوں کہ بادشاہ نے بلوایا ہے ۔ امین سنجر حسب الحکم موریں پہنچا اور میاں کے پاس ایک آدمی کے ذریعے کہلا بھیجا کہ مجھے علم خان سے لڑائی درپیش ہے ، آپ خدا کے کامل ولی ہیں ، آپ اطمینان کے ساتھ بیٹھے رہیں اور تشویش نہ کریں ۔ جب یہ پیغام میاں کے پاس پہنچا ، انہوں نے ایک معنی خیز نگاہ کے ساتھ اپنے قلیروں کی طرف دیکھا ۔ شاہی فوج بہ سرکردگی امین سنجر موریں آئی ، علم خان سے جنگ ہوئی اور وہ میدان میں مارا گیا ، اس کے تینوں بیٹے گرفتار ہوئے ۔ فتح کے بعد امین سنجر نے اپنے آدمیوں کو اشارہ کیا کہ ان قلیروں کو آزاد دو ۔ چنانچہ انہیں طرح طرح سے ستایا گیا ؛ مثلاً اگر کسی کے پاس نیا لباس دیکھا چھین لیا ، اگر کسی نے احتجاج کیا اسے مارا بیٹا ۔ ایک دن خود امین سنجر فوج لے کر دائرے کے قریب آ گیا ؛ مسجد میں جا کر بیٹھا اور میاں مصطفیٰ کو بلا کر بولا کہ میری سرکار کے دو غلام بھاگ آئے ہیں اور مجھے بتا چلا ہے کہ وہ تمہارے دائرے میں موجود ہیں ، تم انہیں جلد حاضر کرو ؛ ایسے موقعوں پر تمہارا کیا دستور ہے ؟ میاں نے کہا ” ہمارے ہاں اگر ایسا معاملہ پیش آتا ہے تو ہم ڈونڈی بٹوا دیتے ہیں ؛ ڈونڈی پٹنے سے تمام لوگ آ کر جمع ہو جاتے ہیں ۔“ چنانچہ ڈونڈی بٹوا دی گئی اور لوگ آ کر جمع ہونے لگے ۔ جب سب آچکے میاں نے مغل سے کہا اگر تم اپنے غلام پہچان سکتے ہو پہچان لو ، ہمارے لوگ سب موجود ہیں ۔

اس میں سب سے بڑا مسئلہ یہ تھا کہ وہ دیکھتا تھا کہ اہل دائرہ کی طاقت کتنی ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ وہ قلیل تعداد میں ہیں اور شاہی فوج کا مقابلہ نہیں کر سکتے، اس نے اپنے سپاہیوں کو حکم دیا کہ وہ لوگ دائرے کے اندر گھسی گئے اور لوگوں پر زیادتیاں کرنے لگے۔ حضرت عہد میاں مصطفیٰ کے چھوٹے بھائی تھے، وہ بڑے جوان مرد اور غیرت مند تھے، انہوں نے آکر میاں کے کالی میں کہا کہ، غلوں کے طور پر طور معلوم ہوئے ہیں، آپ ہمیں اجازت دے دیں کہ انہیں مار پیٹ کر نکال دیں، صرف آپ کے حکم کا انتظار ہے۔ میاں نے فرمایا ”صبر رکھو اور دیکھو خدا کو کیا منظور ہے۔“ کچھ توقف کے بعد انہوں نے پھر عرض کی، آپ نے وہی جواب دیا۔ میاں کا ایک فقیر خدمت گار تھا، اس کے پاس میاں کی تلوار رہتی تھی؛ ایک مغل نے آکر اس تلوار پر قبضہ کرنا چاہا، خادم نے قبضہ نہ چھوڑا؛ دونوں میں کشمکش ہونے لگی؛ میاں نے دیکھا اور بوجھا کیا ماجرا ہے؟ خادم نے کہا ”یہ مغل آپ کی تلوار میرے ہاتھ سے چھیننا چاہتا ہے۔“ آپ نے فرمایا ”تم ہی تلوار اس کے حوالے کر دو، مجھے اس کا رکھنا منظور نہیں۔“ خادم نے تلوار فوراً چھوڑ دی۔ میاں عہد نے تیسری مرتبہ لڑائی کی اجازت مانگی، آپ نے گرم ہو کر فرمایا کہ میں خدا کا کہنا مانوں کہ تمہارا؟ تم لڑائی پر تلے ہو، ادھر خدا کا حکم ہے کہ تسلیم سے کام لو۔ مغل نے میاں سے کہا کہ اب تم ہمارے ساتھ چلو۔ آپ فوراً اس کے ساتھ ہو گئے۔ دائرے کی تمام عورتیں آپ کے پیچھے پیچھے آئے لگیں؟ ایک شخص نے آکر آپ کو خبر دی؛ آپ نے فرمایا ”نجاؤ ان کو روک دو اور کہہ دو کہ دائرے میں بیٹھو، اگر ہماری زندگی ہو گی، آئیں گے ورنہ الوداع۔ اگر تم کو کوئی آزار دے تم اس کو خدا کی عتاب سمجھو؛ اگر کوئی تمہاری جان اس کے نام پر مانگے، تم اپنی جان دے دو۔ جہاں کی سٹی ہنگامی ہے، گزر جانے کی، عاقبت میں اس کا اجر ملے گا۔ جہاں کی تکلیف دم بھر کی ہے، وہاں ابدالاباد تک بہشتوں میں رہنا ہو گا۔“ یہ نصیحتیں سن کر عورتیں روتی ہوئیں دائرے میں لوٹ گئیں۔ میاں مصطفیٰ مغل کے ساتھ روانہ ہوئے۔

مغل نے اپنی فرودگاہ پر پہنچ کر میاں سے کہا کہ تم اپنے فقیروں کو کہہ دو کہ باہر ٹھہریں اور تم تنہا میرے ساتھ آؤ۔ آپ نے مریدوں کو وہیں روک دیا اور خیموں میں داخل ہو گئے۔ یہاں پہنچ کر مغل نے شمشیر برہنہ کی اور غصے کے لہجے میں کہا ”مہدی سے انکار کر ورنہ ابھی تیرا لاشہ زمین پر بھڑکنا ہو گا۔“ آپ نے نہایت متانت سے کہا کہ مہدی آئے اور چلے گئے، اور اب کوئی مہدی نہیں آئے گا۔ دو مرتبہ مغل نے آپ سے مہدویت سے برگشتہ ہونے کے لئے کہا۔ اتنے ہی میں آپ کا پھانہ صبر لبریز ہو گیا اور کڑک کر بولے ”دیوانے کہا بار بار بیوی کی طرح بات کی تکرار لگا دی؟ میں جو کہتا ہوں نہیں سنتا، سمجھے جو برا کرنا ہو بسم اللہ کر۔“ اس پر مغل نے تلوار بھیٹک دی اور بولا ”کیا کروں شاہی حکم نہیں ہے ورنہ یہاں سے تو زندہ نہ جاتا۔“ یہ کہہ کر مغل باہر آیا اور میاں کے مریدوں سے بولا ”میں تمہارے پیروں کو تو ہلاک کر آیا ہوں، اب تم مہدی سے برگشتہ ہو جاؤ، میں تمہیں بادشاہ سے منصب و مرتبہ دلاؤں گا۔“ سب نے انکار کیا اور بولے کہ مہدی آیا اور گیا اور آئندہ نہیں آئے گا۔ اس وقت مغل نے عثمان خان کو اپنے پاس بلایا؛ عثمان اپنے عقیدے میں نہایت راسخ تھا؛ جب وہ ترک کر کے جماعت مہدویہ میں شامل ہوا تھا، اس نے بارہ من سونا لٹایا تھا۔ مغل نے اس سے کہا کہ تو نو شاہ و دربار شاہ کا روشناس تھا اور تمام تباہی امراء سے واقف، خود ایک جلیل القدر امیر تھا، تو کہاں آ کر ان بھکویوں میں شامل ہو گیا؟ اس عقیدے سے نائب ہو، میں تجھے بادشاہ کی خدمت میں لے جاؤں گا اور بڑا مرتبہ دلاؤں گا۔ عثمان نے جواب دیا ”تو مجھے دنیا کا لالچ کیا دلاتا ہے؟ دنیا میرے پاس بہت تھی، میں نے اسے ناپاک سمجھ کر ترک کیا؛ خدا نے پاک نے میری سب مرادیں پوری کیں اور اس سے بڑی مراد کیا ہو گی کہ مجھ کا کلمہ نصیب کیا۔ دوسری نعمت مہدی کی تصدیق روزی کی؛ خدا کا یہ کتنا بڑا احسان ہے کہ میاں مصطفیٰؐ سا مرشد مجھ کو دیا۔ اب صرف ایک آرزو باقی ہے؟ وہ یہ ہے کہ مہدی کے مقدس نام پر قربان ہو جاؤں۔“

مغل نے ہنڈ کر اپنے کسی آدمی کو اشارہ کیا ، اس نے تلووار کا ایک ہاتھ ایسا مارا کہ عثمان جیسا صادق العلیہ انسان شہید ہو کر زندہ جاوید بنا ۔ اس کے بعد مغل نے میاں ناصر ، خان موسیٰ اور عسلی کو باری باری بلایا اور مہدی سے منکر نہ ہونے پر سب کو موت کے گھاٹ اتارا ۔ بوڑھے میاں عبدالرشید سب سے بڑھے تھے ؛ ان کی پیرانہ سالی اور ضعف و ناتوانی دوسروں کے برابر جانے سے مانع تھی ۔ ان کے فرزند ان کے ساتھ تھے جو ان کا ہاتھ پکڑے کھینچتے ہوئے لا رہے تھے ۔ ان کا نام شاہر چد تھا اور وہ میاں مصطفیٰ کے سگے بھائی تھے ۔ شاہر نے قلیروں کے کٹے ہوئے سر دیکھ کر کہا ”ہاوا جان ! معلوم ہوتا ہے کہ میاں مصطفیٰ کو جام شہادت ہلا دیا گیا ، اب ہمارا بھی آخری وقت آگیا ۔“ میاں عبدالرشید ضبط نہ کر سکے ۔ خواجہ سنجر کو بلند آواز میں کہنے لگے ”ظالم تو بڑا کم جنت ہے کہ تو نے ایسی ذات پر ہاتھ اٹھایا ۔“ یہ کہہ کر وہ آگے بڑھے اور بولے کہ مہدی تو آئے اور گئے ۔ مغل نے جیسے ہی یہ الفاظ سنے بے تاب ہو کر دوڑا اور یہ پک ضرب شمشیر آپ کو موت کی نیند سلا دیا ۔ تب شاہر چد بڑھے اور بولے ”اب میری باری ہے ۔“ مغل نے کہا ”مجھے تیری جوانی پر رحم آتا ہے“ آپ بولے ”اگر تو مجھے قتل کیجے بغیر آگے بڑھے گا ، میں قسم دلاتا ہوں کہ تجھ پر جو چیز حلال ہے ، حرام ہو اور تیری ماں کا دودھ تجھ پر حرام ہو ۔“ مغل ہلٹا اور ایک ہاتھ چھوڑا ؛ بھاشا پر گہرا زخم آیا ۔ آپ تیورا کر زمین پر گر پڑے ؛ کوئی دو تین گھنٹی سانس چلنا رہا ، پھر ہمیشہ کے لیے خاموش ہو گئے ۔ باقی افراد کو قید کر دیا گیا ؛ ان میں میاں مصطفیٰ اور ان کے فرزند شاہ عبداللہ بھی تھے ۔ سب کے پاؤں میں بیڑیاں ڈال دیں ۔ اب فوج دائرے میں گھس گئی اور عورتوں کو گرفتار کر لیا ۔ میاں مصطفیٰ کی صاحب زادی کی تلاش ہوئی ؛ سرہندیوں میں ایک نیک بی بی تھیں ، استوا نام تھا ؛ وہ سمجھیں کہ مرشد زادی پر یہ لوگ زیادتیاں کریں گے ، جھٹ بول اٹھیں کہ وہ صاحب زادی میں ہوں اور مغل سے پوچھا کہ بدیا تم کیا چاہتے ہو ؟ امۃ الکرم ، میں کی صاحب زادی ادھر سے بول اٹھیں

کہ میان مصطفیٰ کی اصلی صاحب زادی یہ نہیں ، میں ہوں ۔ مغل نے کورڑا الہیاء اور فارسی زبان میں کہا کہ مجھے روپہ ہٹاؤ؟ یہی امۃ الکرم فارسی نہیں جانتی تھیں ، ابھی ددا سے بوجھنے لگیں کہ یہ مغل کہا کہتا ہے ؟ ددا نے مسجھایا کہ وہ تو مال کے واسطے بوجھتا ہے ۔ یہی نے مغل کو جواب دیا کہ ہمارا خزانہ اور ہماری دولت میان مصطفیٰ ہیں ، ان کے سوا ہمارے پاس کوئی اور مال و دولت نہیں ۔ مغل کو اس جواب پر طیش آیا ، یہی کی چٹا ہکڑ لی ، ان کی گود میں بچہ تھا ؛ آخر وہ اسی حال میں ایک خانہ سے یہی کی چٹا ہکڑے ہوئے گھوڑے کو ایڑے سے کو لشکر میں پہنچ گیا ۔ کہیں یہی کے ہاؤں زمین پر گھستے ، کہیں ادھر ہو جاتیں ۔ اس طرح مغل وہاں پہنچا جہاں یہی امۃ الکرم کے بھائی قید تھے ۔ بھائی نے بہن کو اس حال میں دیکھا مگر تسلیم سے کام لیا ۔ قصہ مختصر مغل اسی طرح تمام عورتوں کو ہکڑ کر لے گئے اور لے جا کر لشکر میں الگ الگ قید کر دیا ۔ میان ، ان کے بھائی اور فرزند ایک جگہ قید تھے ؛ جب عشاء کا وقت ہوا ، میان نے نماز عشاء ادا کی اور قاریح ہو کر تسبیح یہ آواز بلند پڑھی ۔ قبریوں اور عورتوں نے ، جو مختلف جگہ قید تھے ، میان کی آواز پہچان لی اور تسبیح کا جواب اسی طرح بلند تسبیح سے دیا جس سے فوج میں ایک شور مچ گیا ۔ سیاہی یہ آواز سن کر حیران رہ گئے اور بولے کہ یہ مہدوی بھی عجیب قسم کے انسان ہیں ، نہ چھپائے سے چھپتے ہیں ، نہ ڈرائے سے ڈرتے ہیں ، نہ جان دینے سے ان کو خوف آتا ہے ۔ چھوٹے بڑے سب کے سب اپنے عقیدے پر ثابت قدم ہیں ۔ ہم نے ایسے لوگ نہیں دیکھے ؛ اس قدر ان کو عذاب دیا اور کشتوں کو بے دودی کے ۔ اناہ ہلاک کیا گیا مگر ان کے حوصلے پست نہیں ہوئے ۔ اس امر کی خواجہ سحر سے رپورٹ ہوئی ، وہ متعجب رہ گیا ۔ آخر اس نے حکم دیا ان سب کو بھاگسی میں بند کر دو ۔ چنانچہ سب کو

۱ ۔ زمین دوز قید خانہ یا اندھا کنواں جس سے قید خانے کا کام لیا جائے ۔ (مرتب)

بھاگسی میں ڈال کر اوپر سے نالاٹھوک دیا۔ ایک عورت اتفاق سے باہر رہ گئی؛ وہ دربان کی رات بھر منٹ ساجت کرتی رہی کہ مجھے بھی بھاگسی میں اپنی پہنوں کے پاس پہنچا دے۔ دربان حکم کا بندہ تھا، نہ مانا۔ عورتوں کو تین روز برابر بھاگسی میں رکھا، پھر ان کو رہا کر دیا گیا۔ ان عورتوں نے میاں کی خدمت میں پیغام بھیجا کہ اب ہمارے لیے کیا حکم ہوتا ہے؟ میاں نے جواب بھیجا ”جہاں خدا سمجھیں لے جائے، جاؤ اور مشقت ایزدی کے خلاف کوئی حرف زبانی نہ لاؤ۔ میں تم کو رخصت کرتا ہوں۔“ جب یہ جواب عورتوں تک پہنچا، زار زار روئیں اور ایک دوسرے سے رخصت ہو کر جس کے جہاں سنگ سہانے چلی گئیں۔

ماہ رمضان کی چھبیسویں تاریخ کو خواجہ سنجر نے حضرت عہاد کو بلایا؛ وہ اپنے بھائی محمود کو ساتھ لے کر گئے۔ مغل نے حسب معمول کہا کہ مہدی سے منکر ہو جاؤ۔ ان کا وہی جواب تھا کہ مہدی تو آئے بھی اور جانے بھی گئے۔ وہیں سنجر یہ جواب سن کر نہایت برہم ہوا؛ اپنے خادم کو اشارہ کیا کہ کھڑا کیا ہمیشہ دیکھتا ہے، اسے قتل کر۔ خادم تلوار لے کر ان کی طرف بڑھا مگر انہوں نے اس اندیشے سے کہ مہادا محمود مجھے قتل ہوتا دیکھ کر مہدی سے بدل جائیں، مغل سے کہا کہ پہلے تو میرے ساتھی کو قتل کر؛ اس نے محمود پر وار کیا؛ ادھر سے عہاد نے ان کی ہمت بندھائی اور کہا کہ یہ امتحان کا وقت ہے، حوصلہ نہ چھوڑو اور ثابت قدم رہو۔ یہ سمجھت ایک ہل میں ختم ہو جانے کی اور عقبی میں ہمیشہ ہمیشہ کے واسطے مجھیں نعمتیں ملیں گی۔ محمود نے جواب دیا ”بھائی صاحب اب یہ کیا فرماتے ہیں؛ اگر مہدی کے واسطے میری بوٹی ہوئی جدا کر دی جائے گی تو میری بوٹی سے ’مہدی امانتا کی صدا نکلتی گی‘“ بالآخر دونوں بھائیوں کو شہید کر ڈالا۔ ادھر میاں مصطفیٰ اور میاں جی مبارک کو شکستے میں کس دیا، جس سے ان کے بدن کا جوڑ جوڑ ٹوٹنے لگا مگر دونوں اپنے عقیدے میں راسخ رہے۔ جب پیادوں نے دیکھا کہ ان کی حالت خیر ہو رہی ہے اور موت کے قریب پہنچ گئے ہیں،

انہوں نے خواجہ سنجر کو خبر دی کہ یہ لوگ قریب المرگ ہیں ، اس نے حکم دیا کہ کھول دو اور معمولی قید میں رکھو ۔ چند روز کے بعد خواجہ سنجر اپنے قیدیوں کو لے کر احمد آباد آگیا ۔ یہاں خان اعظم نے علاء کو بلایا اور میان مصطفیٰ کو بلوایا ۔ مجلس مباحثہ گرم ہوئی ، مگر یہ مباحثہ اس مختصر مضمون میں نہیں آسکتا اس لیے حنف کیا جاتا ہے ۔ اس کے بعد خان اعظم نے میان کے قتل کے خیال سے فوج و لشکر آراستہ کیا ، دارین نصب کرائیں اور ہاتھی منگوائے اور میان سے کہا کہ یہ تمہارے قتل کے سامان ہیں ۔ اس امتحان میں میں بھی میان پورے اثرے ، ان کے عقیدے میں کوئی توڑل نہیں آیا ۔ آخر خان اعظم نے انہیں معمولی قید میں رکھا ۔ ایک روز ایک رحم دل سفیل آیا ! اس کا دل سہر و شفقت سے معمور تھا ! اس نے میان کے قید و بند ، ان کے باپ بھائیوں کی شہادت اور دائرے کی تباہی پر بڑا افسوس کیا اور بولا ”بہت برا ہوا۔“ میان نے اس کی ہمدردی قبول نہ کی ۔ گوجری زبان میں ذہل کا ربطہ ان کے اس وقت کے خیالات و جذبات کا آئینہ دار ہے جو دو فارسی نظموں کے ساتھ میان نے انہیں ایام میں لکھا تھا :

وے چو کیں جو کہیں برا ہوا ات دھل چو لیوں سیس پڑے
 ہور ولیوں سوں بھی آئی اڑے ہم اس پتہ چالیں کھڑے کھڑے
 جو ہو جی ہسوں نہیں جوا وے چو کیں جو کہیں برا ہوا
 کیا ہوا ہم جو بھرتک ہوے کوئی ترواراں کوئی بھوکہ موے
 کوئی رہے سوہر جوئے جوئے

جو ہو جی ہسوں نہیں جوا وے چو کیں جو کہیں برا ہوا
 کیا ہوا جو مغلوں بند پڑے لے پکڑ جو بیڑیوں سانہ چڑے
 جوں چور سو اکل کٹی کھڑے

جو ہو جی ہسوں نہیں جوا وے چو کیں جو کہیں برا ہوا
 کیا ہوا جو لوگوں پرے کہے کیا ہوا جو دکھ میں سوک رہے
 کیا ہوا جو کروت سیس ہے

جو پیو جی ہمسوں نہیں جوا وے چوکیں جو کہیں برا ہوا
کیا ہوا جو حالے بہت ہلے کیا ہوا جو سانھی چھوڑ چلے
کیا ہوا جو اس پتہ چلے ہلے

جو پیو جی ہمسوں نہیں جوا وے چوکیں جو کہیں برا ہوا
ایسا پیسری وقت پڑ جائے کے باوجود میاں کا دل مکن ہے ، خدا
سے لو لگ رہی ہے اور نہایت شکستہ روئی ہے کہتے ہیں ”خدا دارم چہ
غم دارم۔“

نوشتہ بالا ریختہ ہے ایک نئی بات معلوم ہوتی ہے جس کا میاں
کے سواغ نگار نے ذکر نہیں کیا ۔ وہ یہ ہے کہ اس تباہی کے وقت
ان کے مریدوں کی ایک جماعت نے ان سے بے وفائی بھی کی ہے اور
جداغی اختیار کر لی ہے چنانچہ : مصرع

کیا ہوا جو سانھی چھوڑ چلے

میں اسی امر کی طرف اشارہ ہے ۔ یہی جذبہ ان کے ایک فارسی مخمس
میں بھی ہے جس سے یہ خوف طوالت میں صرف دو پہلے بند یہاں نقل
کرتا ہوں ۔ عبدالحمید اس کی نسبت لکھتا ہے :

لغزل ریختہ کی مثل بے بدل میاں نہیں کہی سو ستو دراصل
زبان فارسی میں جو بولے صحی لکھوں میں سو کا نہر ہم وہی

چہ شد گر میتلا کشم بہ تازیکی و تنہائی
چہ شد گر زخمیا خوردم ز دست چرخ میتائی
چہ شد گر روی آوردم بہ وادی ہائے غریبتا
چہ شد کز خلق پیدا (گشت) بدخونی و بدوائی
تو خوشنودی اگر از من ازین ها هیچ غم نہ بود
چو تو داری نظر سوم خوشبہا هیچ کم نہ بود

چہ شد گر جمع ہارام جدا گشتند در ہر سو
 چہ شد گر دوستدارام شدہ بیچارہ بر ہر سو
 چہ شد گر نیشہا خوردم پیر رنگی پیر صورت
 چہ شد گر چملہ عالمہا شدہ درہاب من بد خو
 تو خوشنودی اگر از من ازین ہا هیچ غم نبود
 چو تو داری نظر سویم خوشی ہا هیچ کم نبود

میان مصطفیٰ اپنی برہادی اور قید و بند کو اسی محبوب ازل کی
 ایک ادا سمجھتے ہیں اور اپنے مدعیوں اور آزار دہندوں کے افعال کی
 اسی ہمہ اوستی انداز میں توجیاتی کرتے ہیں۔ میں ان کی فارسی غزل کے
 چند شعر جو فیض عام میں درج ہیں، یہاں نقل کرتا ہوں۔ ان شعروں
 میں بعض ایسے نام بھی ملتے ہیں جن کا مذکور ان کے سواغ نویس
 نے نہیں کیا۔ و ہوہذا :

ندیدہ کسی بدہنساں دل ستانی	کہ ہر لحظہ نماید نو نشانی
کہی چون میرزا در گفت و در هیچ	کہی در خشم چون خان کلائی
کہی بد خوبی چون قلچی چہ	کہی شیریں زہان چون شیرخانی
کہی چون خواجہ سچر بر سر قتل	کہی مرغوب شکلی میزبانی
کہی بد خلقی ہمچوں میر ٹولک	کہی خوش خوبی چون حلوا نشانی (۹)
کہی چون نقطہ ظاہر (۱۰) حسینی	کہی چون مرتضای مہربانی
کہی ملاں صفت در بحث و در جنگ	کہی درویش رو شیریں زبانی
کہی با وحشت؟ اندر حبس و زندان	کہی ہمچوں محبت ہاسبانی

میان کے یہ تبرک جو اشعار کی شکل میں اوپر درج ہیں، سب سے
 بڑا وصف ان کا یہ ہے کہ حالی ہیں نہ خیالی۔

آدم بر سر قعدہ! جب اکبر بادشاہ اجمیر پہنچ گئے، نیا صوفیہ داو
 وہاں سے احمد آباد بھیج دیا اور خان اعظم کو بلا لیا۔ خان اعظم
 میان مصطفیٰ اور عہدائتہ کو لے کر چلے! جب جالور سے گزرے، وہاں

میاں سید محمود کا دائرہ تھا ؛ ان کے ایک فقیر نے میاں مصطفیٰ اور میاں عبداللہ کو دیکھ لیا اور جا کر سید محمود کو خبر دی ۔ انہوں نے پوچھا ”ہمیں کیا کرنا چاہیے ؟“ اس نے مشورہ دیا ”میاں کو چھڑانا چاہئے ، اگر وہ خوشی سے نہ چھوڑیں تو لڑ کر چھڑانا چاہئے یا دائرہ چھوڑ کر ہمیں یہی ان کے ساتھ چلنا چاہئے۔“ سید محمود نے کہا ؛ ”ایسا کوئی اقدام کرنے سے بیشتر ہمیں میاں سے بھی تو پوچھ لینا ضروری ہے کہ ان کی کیا رائے ہے۔“ چنانچہ اسی فقیر کو میاں کے پاس بھیجا گیا ، انہوں نے کہا ”اے دوست تم جا کر سید سے پوچھو کہ تمہارا یہ ارادہ تمہاری اپنی فکر کا نتیجہ ہے یا خدا کے حکم سے ؟“ سید نے کہلا بھیجا کہ یہ میری اپنی نیویز ہے ، نہ حکم الہی ۔ یہ جواب آنے پر میاں نے کہلوا یا کہ اندریں حالات مجھے اپنے حال پر چھوڑ دو اور خدا کے سپرد کرو ۔

خان اعظم مع الخیر اجیبر پہنچ گئے اور میاں مصطفیٰ کو لے کر دربار شاہی میں حاضر ہوئے ۔ بادشاہ کی نظر میاں پر پڑی ، تعظیم کے لئے اٹھا ، کچھ دور بڑھا اور بڑی محبت سے میاں سے معاف کیا اور میاں عبدالرشید کی غیریت دریافت کی ۔ میاں نے جواب دیا کہ ان کو کجرات میں رکھا گیا ہے ۔ اسی وقت ایک راست بیان امیر پہنچا ؛ اس نے میاں عبدالرشید کی شہادت اور اہل دائرہ پر تمام جور و مظالم کی تفصیل بادشاہ کے گوش گزار کی ۔ اکبر نے غضب ناک ہو کر پوچھا کہ یہ ظلم کس کے ہاتھ سے عمل میں آیا ؟ امیر موصوف نے کہا کہ خواجہ سنجر ان مظالم کا ذمہ وار ہے ۔ اکبر نے کہا ”اوہو ، سنجر مطلق العنان ہو گیا ہے۔“ پھر اس نے ایک شخص کو حکم دیا کہ جا کر سنجر کو پکڑ لانے کہ معلوم تو ہو اس نے کس کے حکم سے یہ ستم توڑے ۔ سنجر کا وکیل دربار میں موجود تھا ، اس نے جا کر یہ اطلاع اس کو پہنچا دی ۔ سنجر یہ قصہ سن کر ایسا غائب ہوا کہ پھر اکبر کی خدمت میں نہیں گیا ۔ بادشاہ نے میاں کو (خواجہ) عبدالصمد کے حوالے کیا اور تاکید کر دی کہ نہایت احترام سے رکھنا ۔ خواجہ عبدالصمد میاں کو ساتھ لے کر اپنے گھر چلے ؛ راستے

میں خیال آیا کہ شاہی حکم ہے کہ ہم انہیں عزت سے رکھنا ! ادھر یہ حال ہے کہ میان قیدوبند میں چکڑے ہوئے ہیں ! اس لیے واپس دربار میں پہنچے اور طوق و زنجیر کے کالے کی اجازت حاصل کی ۔ الغرض اٹھارہ مہینوں کے بعد میان مصطفیٰ قید سے چھوٹے ۔ جب بادشاہ فتح پور سیکری پہنچے میان کو ساتھ لے گئے ! وہاں پہنچ کر علماء کو بلایا اور میان کو بلا کر مجلس مناظرہ منعقد کی ۔ مناظرہ کئی روز تک جاری رہا ! اس کی تفصیل ایک رسالے کی صورت میں خود میان مصطفیٰ نے بیان کی ہے ۔

بادشاہ نے ایک روز سو اشرفیاں اور ہر کالے کا تھان میان کو دیا ! اشرفیاں باہر نکل کر انہوں نے لٹا دیں ۔ پھر بادشاہ نے ہتھوں کے قریب چھوٹووارہ ایک گاؤں میان کی جاگیر میں دینا چاہا ، آپ نے قبول نہیں کیا اور بولے کہ میراث تو مہدی کی ٹولی پر حرام ہے ۔ بادشاہ نے میان کے فقیروں میں سے میان اسماعیل اور ملک جی خضر کو بلا کر سمجھایا کہ میان کو گاؤں قبول نہیں ہے ، ہم ان سے خلیہ یہ گاؤں لے لو اور اس کا حاصل میان کی اولاد پر صرف کرو ۔ فقیر خاموش رہے ! بادشاہ نے گاؤں کا پتہ لکھ دیا ۔ یہ گاؤں اتنا بڑا تھا کہ اس میں تین سو کولہو تھے ۔ ان امور سے میان کی شہرت بہت بڑھ گئی اور خلقِ اللہ کا مرجع بن گئے ۔ لوگوں کے رجوع کی یہ حالت تھی کہ جمعات کے دن صبح پور شہر میں مٹھائی نہیں ملتی تھی ۔ لوگ حلوائی سے قربافت کرتے ، وہ کہتا آپ کو معلوم ہو آج دنیا میان مصطفیٰ کی خدمت میں تلفین ہونے لگی ہے ، اس لیے ہاں اور شیرینی نہیں ملے گی ۔ میان کی یہ بڑھتی شہرت دیکھ کر عالموں کو حسد آیا اور شکایت لے کر عبدالنبی کے پاس پہنچے اور بولے ، یہ ظلم ہم نے کیا ہے جو مصطفیٰ مہدوی کو پان بلوایا اور اسلام میں اتنا بڑا رخنہ پیدا کیا ! ہم بادشاہ کے مرشد ہو ، اب بھی کوئی تدبیر کرو ! دیکھتے نہیں کہ ہم رات دن انکاروں پر لوتے ہیں ۔ عبدالنبی نے میان کو بلا کر ملامت کی اور کھر میں قید کر دیا ۔ اس حالت میں چار دن گزر گئے ۔ اڑتے اڑتے یہ غیر اکبر تک پہنچ گئی کہ عبدالنبی نے میان کو قید کر دیا ہے ۔

اکبر کو بہت طیش آیا کہ میرے حکم کے بغیر ان کو قید کر دیا ۔ اسی شخص نے عبدالنبی کے پاس عالموں کے جانے اور شکایت کرنے کا تمام قصہ کہہ سنایا ۔ بادشاہ نے ایک جاگر عبدالنبی کے پاس بھیج کر پھوپھایا کہ تو نے کس کے حکم سے میان کو قید کیا ہے ؟ عبدالنبی کا وکیل دربار میں موجود تھا ، اس نے پہلے سے پہلے جا کر اپنے آقا کو اطلاع دے دی ۔ عبدالنبی متعیر رہ گیا ؛ اسی وقت میان مصطفیٰ کے پاس آیا اور بولا کہ آپ فوراً اپنے ڈارے تشریف لے جائیں ۔ میان نماز عشا پڑھ کر ابھی بستر پر دراز ہوئے تھے ، بولے ”اب تو میں نہیں جا سکتا ، میری طبیعت خراب ہے ۔“ عبدالنبی نے کہا کہ آپ کے واسطے ہانکی تیار ہے ، اس میں بیٹھ کر تشریف لے جائیے ۔ میان نے کہا ”میں کبھی ہانکی میں نہیں بیٹھا اور نہ بیٹھوں گا ۔“ عبدالنبی نے کہا بھلی موجود ہے ، اس میں جائیے ۔“ اس کی یہ تشویش دیکھ کر میان اٹھے اور بھلی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے ۔ اتنے میں بادشاہ کا نقیب آیا اور میان کے متعلق دریافت کیا ؛ ”عبدالنبی نے کہا ، یہ بالکل غلط ہے کہ میان میرے ہاں قید ہیں ، وہ اپنے گھر موجود ہیں ، جا کر دیکھ لو ۔“

چند روز کے بعد میان بادشاہ سے رخصت ہو کر پیانے کی طرف روانہ ہوئے لگے ؛ انہوں نے اپنے فرزند اور فقروں کو بلایا اور کہا کہ بلند مجھے پیانے پہنچاؤ ۔ فتح پور کے لوگوں کا ان پر کچھ غرض بھی تھا ، انہوں نے بے باقی کے لیے تقاضا کیا ؛ میان نے کہا ”اس وقت تو اداکاری مشکل ہے مگر تمہاری تسلی کے واسطے ہم قبیلہ اور دو آدمی چھوڑ جاتے ہیں ، جیسے ہی ہمیں فتوح کی رقم کہیں سے پہنچی تمہارے قرضے کی رقم بھیجا دیں گے اور اپنے قبیلے کو بلوا لیں گے ۔“ اس سے قرض خواہوں کی تسکین ہو گئی ۔ میان کے جسم پر قید و تشدد کی کافی علامات موجود تھیں ، بدن میں طاقت مطلق نہیں رہی تھی ؛ ان کو ہانگ پر لٹایا اور لے نکلیے ۔ ذہنمدہ کی ۱۴ کو فتح پور سے چلے ؛ پیانہ ہندوہ کوس تھا ، جب وہاں پہنچے آموں کے ایک جھنڈ میں آپ کا ہانگ اتارا اور عرض کی ”یہ مقام بڑا پر نضا

ہے ، حکم ہو تو ٹھہر جائیں؟“ میاں نے فرمایا ”آگے بڑھو۔“ الغرض اسی طرح مریدوں نے کئی جگہ تھم تھم کر پوچھا ، آپ ہر مرتبہ یہی کہتے رہے کہ آگے بڑھو۔ چلتے چلتے شہر کے مغرب میں تین تیر برتناب کے فاصلے پر آ گئے ؛ یہاں آم اور گولر کے دوختوں کے جھٹٹ تھے۔ میاں کو یہ جگہ پسند آئی ، ہلنگ اتارا اور وہ پڑے۔ رات کو فتح خان نے قرض کے متعلق دریافت کیا ، جب رقم معلوم ہو گئی بولا کہ خدا نے کچھ رقم بھیجی ہے ، بہتر ہے کہ اس سے قرض ادا کر دیا جائے۔ چنانچہ فوراً فتح پور کو آدمی دوڑا دیا۔ یہ مسیحی کی اٹھارویں تاریخ تھی ؛ ۱۹ کو مہدی کے عرس کے روز سوا پھر دن چڑھے ۵۹۸۸ میں باون برس کی عمر میں میاں مصطفیٰ جنت کو سدھارے۔ جب دفن سے فراغت ملی اس وقت قبیلے کے لوگ فتح پور سے پہنچے ، آخری ملاقات نہ ہو سکی۔

میاں عبداللہ

میاں مصطفیٰ کے خلیفہ ان کے فرزند میاں عبداللہ ہوئے۔ یہ تمام مصائب میں اپنے والد کے شریک رہے ؛ بڑے مبارک ذات اور صاحب کرامات تھے۔ انہوں نے فقیروں کو ہلا کر ہر ایک کی تشفی کی۔ کچھ دن گزروے تھے اور میاں مصطفیٰ کی جدائی کا داغ ابھی تازہ تھا کہ کسی نے میاں عبداللہ سے کہہ دیا کہ فلاں فلاں فقیر نے بادشاہ سے گاؤں قبول کر لیا ہے۔ میاں عبداللہ نے دونوں کو اپنے سامنے طلب کیا اور پوچھا ؛ انہوں نے گاؤں لینے کا اقرار کیا اور کہا کہ بادشاہ نے ہماری درخواست کے بغیر از خود عنایت کیا ، جب مانگے بغیر ملا ؛ لے لیا میاں جن بولے ”اگر میاں مصطفیٰ کو علم ہو جاتا ، یقیناً تم کو نکال دیتے۔ اب بھی کچھ نہیں بگڑا ، ہم گاؤں سے دست بردار ہو جاؤ۔ انہوں نے جواب دیا کہ ہم گاؤں چھوڑنے کے لیے تیار نہیں ؛ جو بھائی ہمارے ساتھ رہیں گے ، ہم گاؤں کی آمدنی ان کے ساتھ بانٹ لیا کریں گے اور میاں کی قبر کے مجاور رہیں گے۔ میاں عبداللہ بہت خفا ہوئے اور بولے ”جہاں کہیں ملک و املاک کا تعلق

ہوگا ہندہ نہیں رہنے کا؛ اگر تم یہ کالوں نہیں چھوڑنے، میں یہاں سے
 رخصت ہوتا ہوں۔“ مریدوں نے دریافت کیا کہ یہاں سے نکلے تو پھر
 کہاں جا کر رہیں گے؟ میاں نے جواب دیا ”میں سنتا ہوں رانا کے
 علاقے میں مسلمان کی مطلق عزت نہیں؛ میں وہاں جا کر رہوں گا
 تاکہ خدا کے سوا کوئی بھی ہماری عزت نہ کرے۔“ فقہروں نے کہا،
 ”اور پہنچو گے کیا؟“ جواب دیا ”اس علاقے میں ساگوان کا درخت
 ہوتا ہے جس کے بڑے بڑے پتے ہوتے ہیں، ستر چھپانے کے واسطے ایک
 پتا کافی ہوگا۔“ مریدوں نے کہا ”آپ کو جانے کا اختیار ہے، مگر
 ہم نہیں جائیں گے۔“ میاں نے کہا ”تم اپنی مرضی کے مختار ہو، چند
 روز میں یہاں رہوں گا؛ میاں کی وفات کو ابھی چالیس دن نہیں گزرے،
 دوسرے روضے کی تیاری میں بھی کام باقی ہے۔ اس کے بعد میں یہاں
 دم پھر نہیں لےہوں گا۔“ سب نے کہا ”جب آپ کا دل چاہے مدھاریں۔“
 ادھر مریدوں نے علیحدہ کونسل کی اور یہ فیصلہ کیا کہ اگر ہم
 سب متفق رہیں گے، میاں بہ وجہ نوعمری ہم کو چھوڑ کر اکیلے
 نہیں جائیں گے۔ اس وقت ان کی عمر سولہ سال تھی۔ جب میاں مصطفیٰ
 کی وفات کو چالیس ہوم گزر گئے اور روضے کا کام بھی ختم ہو چکا،
 میاں نے سفر کی تیاری کی؛ خرچ کی فکر تھی، خدا نے اسی وقت کچھ
 فتوح بھیج دی؛ مریدوں کو ہلا کر کہا کہ یہ روپیہ لو اور بازار
 سے میرے واسطے ایک گھوڑا خرید لاؤ۔ انہوں نے کہا ”آپ ہماری
 مرضی کے خلاف سفر کو جانے ہیں، اس لیے ہم تو تعیل اوشاد نہیں
 کریں گے۔ غرض میاں جس خود بازار گئے اور ایک بیل خرید کر لائے؛
 اس پر گدڑی ڈالی، بیوی کو سوار کیا اور بیل کی ڈور ہاتھ میں
 پکڑے پکڑے روانہ ہو گئے۔ مرید مرد اور عورت یہ تماشا دیکھ رہے
 تھے؛ جب آنکھوں سے اوجھل ہو گئے، اس وقت جیسی تاسی فقیر
 بے تاب ہو گیا اور پیچھے دوڑا۔ جب میاں کے پاس پہنچ گیا، ہاتھ
 جوڑ کر عرض کی ”آپ کسی صورت سے بھی یہاں رہیں گے؟“ میاں نے
 کہا ”جہاں دنیا کا تعلق ہوگا میں نہیں رہوں گا۔“ جیسی ”بولا“ جب آپ
 یہاں نہیں رہتے تو میں یہاں وہ کر کیا کروں گا، چلے جہاں غلام

کی مرضی ہو ۔ پہلی کے بعد باقی فقیروں نے ایک ایک دو دو کر کے آنا شروع کیا ، یہاں تک کہ تمام مرید چلے آئے ؛ بیانہ میں صرف وہی دو فقیر رہ گئے جنہوں نے بادشاہ سے کڑاں قبول کیا تھا ۔ میاں نے عورتوں اور بچوں کے خیال سے آہستہ آہستہ سفر کیا اور کئی روز کے بعد آنیور پہنچے ۔ آنیور کا راجا بادشاہ کا نوکر تھا اس کا نام ماں سنگھ تھا ؛ وہ میاں مصطفیٰ اور میاں عبداللہ سے خوب واقف تھا ؛ آنیور میں اس کا ایک وزیر تھا جو ذات کا سنگھی تھا ؛ جب راجا کو میاں جی کے آنیور پہنچنے کی اطلاع ملی اور یہ بھی علم ہوا کہ وہ رانا کے علاقے میں آباد ہونے کی نیت سے جا رہے ہیں ، اس نے اپنے وزیر کو خط لکھا جس میں مرقوم تھا کہ میاں جی عبداللہ رانا کے علاقے میں جانے کی غرض سے مسافرانہ آکر آنیور میں ٹھہرے ہیں ، تم ان سے درخواست کرو کہ وہ آنیور میں ہی رہ بڑیں ۔ سنگھی یہ خط پا کر سیدھا میاں جی کی خدمت میں حاضر ہوا اور بڑے عجز و الحاح سے آنیور میں رہنے کی درخواست کی ؛ میاں جی نے اس کی درخواست کو مان لیا ۔ سنگھی بہت مدارات سے پیش آیا ، تحفے تحائف بھیجے اور دائرے کے واسطے موضع ہالڈی پورہ میں زمین بٹائی ؛ دائرہ آباد ہو گیا اور اس پر دو تین سال گزر گئے ۔ اب میاں جی اپنے والد کے روضے کی زیارت کو بیانے تشریف لے گئے ۔ زیارت و طواف سے فارغ ہونے کے بعد آپ نے ان دونوں فقیروں کو بلایا اور کہا ”میں سنتا ہوں تم نے بادشاہ سے اور پٹہ لکھوایا ہے ، لاؤ مجھے تو دکھاؤ ؟“ وہ پٹہ لائے ، میاں جی نے پڑھا ، اس میں میاں مصطفیٰ کی اولاد کا نام درج تھا ۔ میاں جی نے انہیں ملاحت کی کہ تم نے سہم کیا جو میاں مصطفیٰ کی اولاد کے نام پر پٹہ لکھوایا ؛ آپ کو طیش آیا اور سند کو چاک کر کے قلاب میں پھینک دیا ؛ اس کے بعد آنیور کو روانہ ہوئے ؛ اب وہ دونوں پٹہ دار فقیر بھی ہمراہ ہو گئے ۔

آنیور میں دمودر نامی ایک نیک ذات سہاجن رہتا تھا جو میاں جی کی خدمت میں بھی آتا جاتا اور گلہ گلہ آپ کی نصیحت بھی سنتا ۔ ایک دن میاں جی مبارک ، قیامت کا ذکر فرما رہے تھے کہ گرد کی کثرت سے دنیا تاریک ہو جائے گی ، تمام دیوخت اور پہاڑ گرد میں

غائب ہو جائیں گے۔ دمودر نے قیامت کا یہ مدکور سنا، اس کے دل میں خدا کا خوف آیا۔ انہی دنوں میں اتفاق سے ایک شدید آندھی آئی، گردِ الہی، درخت اور پہاڑ غائب ہو گئے اور دنیا پر تاریکی چھا گئی۔ دمودر نے یہ کیفیت معائنہ کی، سمجھا کہ قیامت نمودار ہو گئی اور دنیا کا خاتمہ آگیا؛ خوف زدہ ہوا اور میان جی کی خدمت میں حاضر ہو کر بولا کہ میں مسلمان ہوتا ہوں، آپ مجھے راہِ ہدایت بتائیں۔ میان جی نے اسے کلمہ لکایا، کلمہ پڑھا کر مسلمان بنا لیا اور شیخ برہان نام رکھا۔ یہ غیر ہستی میں یہوؤں اور شیخ دمودر کے رشتہ داروں نے اسے فیہائشی کی، مگر وہ نہ مانا۔ انہوں نے اسے قید و بند میں رکھا، پھر بھی وہ اسلام سے نہیں ہٹا۔ آخر انہوں نے اسے بھاگسی میں ڈال دیا؛ اس کا بھی اس پر کوئی اثر نہ ہوا؛ جب اسے آزاد کونے، جھٹ میان کی خدمت میں حاضر ہو جانا۔ ایک روز اس نے عرض کی کہ میں اس قید و تشدد سے تنگ آگیا ہوں؛ مجھے آپ سے جدائی کی تاب نہیں، اس لیے بہتر ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے مجھے قتل کر دیں تاکہ اس دوگونہ عذاب سے چھوٹوں ورنہ یہاں سے کسی اور جگہ نقل مکان فرمائیں کہ میں زندہ وہ سکوں۔ میان جی نے اپنے فقہروں کو طلب کیا اور کہا ”دیکھو! شیخ برہان نے ہماری خاطر اپنے قبیلے اور رشتہ داروں کو ترک کر دیا ہے؛ یہ انصاف نہیں کہ شیخ مصیبت پھریں اور ہم چین کی چڑیاں اڑائیں؛ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم یہاں کی سکونت ترک کر دیں۔“ سب نے اس رائے سے اتفاق کیا اور شیخ برہان کو سمجھا دیا کہ ساتھ نہ آنا، کچھ دن بعد موقع پا کر چلے آنا۔ آخر وہ دن آیا جب میان عہدائے نے آئیر کو غیر یاد کیا۔ کھنڈیلے کا راجا رائے سل تھا؛ اس کا کارنامہ دئی داس تھا؛ اس علاقے میں پٹھانوں کی ایک ہستی بھی تھی؛ پٹھانوں کو میان کے ساتھ جت محبت تھی؛ ان کی آرزو تھی کہ میان ہماری ہستی میں رہنا قبول فرمائیں؛ دئی داس سے بھی کہتے رہتے تھے کہ میان جی کو کھنڈیلے لاکر آباد کرو۔ آخر اس نے میان جی کی خدمت میں ایک عرض داشت لکھی؛ دو پٹھان یہ عرض داشت

لئے کو خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان میں سے ایک کا نام خضر خان ترین اور دوسرے کا محمود خان مشوائی تھا۔ عرضی پیش کی اور زبانی منت ساجت کی۔ میان نے بالآخر کہا ”میں تمہارے ساتھ چلوں گا۔“

۸۹۹ (۱۵۹۰ء) تھا اور آنیور میں رہتے ہوئے ہندوہ بوس گزر چکے تھے، جب میان نے ذی الحجہ کا چاند دیکھ کر کھنڈیلے کی طرف کوچ کیا۔ بچوں اور عورتوں کا ساتھ تھا، اس لیے کوچ بہت آہستہ ہوتا، پھر بھی ۱۰ ذی الحجہ کو کھنڈیلے کے پاس پہنچ گئے۔ دو کوس کا فاصلہ باقی تھا، میان نے ڈیرہ کر دیا۔ پٹھان اطلاع دینے کو آگے بڑھے؛ دئی داس حاضر ہو گیا، ضیافت کی اور نذر دی۔ ۱۰ ذی الحجہ کو کھنڈیلے سے مشرق میں یہ فاصلہ تین تیر ہر تاب ایک تالاب کی بال پر ڈیرہ ڈالا؛ دوختوں کے نیچے عورتوں کی بھلیاں ٹھہریں۔ گیارہویں کو دئی داس واپس آیا اور عرض کی کہ دائرے کے واسطے چل کر زمین دیکھ لیجئے۔ میان نے دئی داس کے ساتھ پھر کر تمام زمین دیکھی، مگر سوائے اس زمین کے جہاں بڑاؤ تھا، کوئی جگہ پسند نہیں آئی، بولے ”ہم تو یہیں آباد ہوں گے۔“ دئی داس بولا ”مبارک ہو!“ تالاب کے قریب پتھریلی زمین کی ٹیکری تھی، تھوہر کے درخت کثرت سے تھے، سب سے پہلے مسجد کے واسطے زمین انتخاب ہوئی، اس کے بعد مریدوں کو زمینیں ملیں؛ وہ اپنے اپنے گھر بنانے میں مشغول ہو گئے۔ دئی داس نے اپنی عرض داشت میں راجا کو مفصل کیفیت لکھ دی؛ اس کا جواب آیا کہ سب میں بڑا کلؤں جو عہدہ ہو اور خوب آباد ہو، خدا کے واسطے میان کے نذر کر دو۔ دئی داس نے آکر عرض کی، میان نے جواب دیا کہ اگر کلؤں لینا منظور ہوتا تو اکبر بادشاہ سے کہوں نہ لیتے؟ پھر اس نے عرض کی ”کوئی کتناں، پاوڑی تو قبول فرمائیے؟“ آپ نے پھر نفی میں جواب دیا اور کہا ”البتہ ہمارے آدمیوں کو جلانے کی لکڑی کے لیے نہ روکا جائے۔“ دئی داس نے کہا کہ واسل آباد کا سارا جنگل لیز میٹاھلا اور بال ٹلیکی پاوڑی رائے سل کی طرف سے میان کی نذر ہیں۔

کھنڈیلے میں آباد ہونے کی اطلاع جب شیخ برہان کو پہنچی،

کھوئی بہانہ بنا کے اس نے جنگل کا راستہ لیا اور کھنڈیلے کا رخ کیا ۔
 رشتہ داروں کو جب اس کے غائب ہونے کی حقیقت معلوم ہوئی ،
 سمجھ گئے کہ وہ مسلمانوں کے پیچھے گیا ہے ؛ دو آدمی اس کی تلاش
 میں روانہ کیے ۔ وہ اس کے کھوج نکالتے چلے اور راستے میں جا پکڑا ،
 واپس چلنے پر مجبور کیا ؛ اس نے کہا ”میں تمہیں یہ سونے کی انگوٹھی
 اس شرط پر دیتا ہوں کہ تم خاموشی کے ساتھ واپس چلے جاؤ اور
 میرے رشتہ داروں سے کہہ دو کہ میں نہیں ملا ۔ دونوں آدمی
 انگوٹھی لے کر لوٹ گئے ۔ برہان کے رشتہ داروں نے اور آدمی
 تلاش میں بھیجے ۔ وہ ڈھونڈنے ڈھونڈنے چلے اور برہان کو ایک
 گاؤں میں جا پکڑا ۔ برہان نے گاؤں کے ایک بٹھان سے مدد مانگی اور
 کہا کہ میں میاں جی مبارک بدن کا فقیر ہوں ، یہ لوگ میرے
 دشمن ہیں اور مجھے گرفتار کر کے لے جائیں گے ۔ بٹھان نے بناء دے دی
 اور ہلتک کے قلعے رضائیاں گدیہ لے ڈال کر اسے چھپا دیا ۔ برہان کے
 گرفتار کرنے والے آئے اور بٹھان کے گھر برآ کر شور مچا دیا کہ تم
 نے ہمارے غلام کو چھپا لیا ہے ۔ بٹھان کو تلاشی دینی پڑی ، مگر
 برہان نہیں ملا ۔ وہ بولے کہ ہمارے چور کے کھوج تمہارے گھر
 تک آ گئے ، ہم اب شہر میں فوج بھیجنے جاتے ہیں ، تم سے فوج والے
 معاملہ فہمی کریں گے ۔ ادھر برہان نے بٹھان سے کہا ”مجھے جلد از جلد
 میاں کے پاس پہنچا دو ۔“ بٹھان نے سواری کو گھوڑا دے دیا اور
 ایک آدمی ساتھ کر دیا ۔ برہان بہ خیریت کھنڈیلے پہنچ گیا ۔
 آئیں پہنچ کر ان آدمیوں نے حاکم کے سامنے شکایت کی کہ گاؤں میں
 ایک بٹھان رہتا ہے ، دسودر اس کے گھر میں گھس گیا اور پھر ہمیں
 نظر نہیں آیا ؛ ہمیں یقین ہے کہ اس بٹھان نے اسے کیوں غائب کر دیا ۔
 حاکم نے فوج بھیج دی اور حکم دیا کہ گرفتار کر لاؤ ۔ فوج نے
 آ کر بٹھان کا گھر گھیر لیا اور اس سے پوچھا ؛ اس نے کہا ”تمہارا
 آدمی آیا تو تھا مگر اب وہ کھنڈیلے پہنچ گیا ہے ۔“ سوار بہ سن کر
 آئیں لوٹے اور حاکم سے رپوٹ کی ۔ حاکم نے کھنڈیلے چلی لکھی کہ
 ہمارا غلام سال و متاع لے کر کھنڈیلے بھاگ گیا ہے ؛ دسودر اس کا

نام ہے ، تم اسے گرفتار کر کے بھیج دو ۔ یہ کتابت جب کھنڈیلے میں
 دنی داس کے پاس پہنچی ، وہ بڑھ کر سہم گیا ؛ تحفیات کر کے میاں کی
 خدمت میں آیا اور ہاتھ جوڑ کر عرض کی ”مستا ہوں آپ کے پاس
 دودر آیا ہے ، میری درخواست ہے کہ اسے آپ مجھے بخش دیں ۔
 میرے پاس حاکم آئیر کی چٹھی آئی ہے ، وہ لکھتا ہے کہ دودر کو
 فوراً بھیج دو ، نہیں تو فوج لے کر کھنڈیلے آتا ہوں ۔ مجھ میں یہ
 طاقت نہیں کہ اس کا مقابلہ کر سکوں ۔“ میاں نے یہ سن کر برہان
 کی طرف دیکھا ؛ برہان نے جواب دیا کہ میں نہ کسی کا چور ہوں ،
 نہ کسی کا غلام ہوں ، خدا کا بندہ ہوں ؛ آئیر جانے کو تیار ہوں ؛
 مجھ پر جو گزرے گی ، صبر سے برداشت کروں گا ، خدا میرا مالک ہے ۔
 دنی داس نے دو آدمی اس کے ساتھ کر دیے جو اسے آئیر پہنچا آئے ۔
 دودر کے رشتہ داروں نے اس کے بیڑیاں ڈال دیں ، طرح طرح سے
 اس پر عذاب کرنے اور سچے دین سے برگشتہ کرنے کی کوششیں کرتے رہے ؛
 مگر وہ ثابت قدم رہا ؛ ہر وقت کلمہ اور درود پڑھتا رہتا ؛ جہاں موقع
 پاتا ہڈی اٹھا لاتا اور رسولی میں ڈال دیتا ۔ الفرض ایسی حرکتوں سے
 کھر والوں کو دق کرنا ؛ نہ ان کا پکایا کھانا ؛ وہ بھی اس سے
 تنگ آ گئے ۔ قرار دیا کہ اسے قید رکھنا بے سود ہے ، پھر بے کہ
 چھوڑ دیں ، چنانچہ اس کی بیڑیاں کلٹ دیں ۔ پھر اس کی بیوی کو ہلاہلا
 اور کہا کہ اگر تم اس کے ساتھ جانا چاہتی ہو تو جا سکتی ہو ،
 ہم نہیں روکتے ؛ اور یہاں رہو تو یہ سمھارا کھر ہے ، تم پر کوئی
 چور و چبر نہیں ہوگا ۔ وہ بولی ”میں اس کے ساتھ جانا نہیں چاہتی ۔“
 اس طرح برہان بھائی قید سے آزاد ہو کر کھنڈیلے میاں کے پاس پہنچ گیا ۔
 میاں جی مبارک ہدن بہت خوش ہوئے ۔ ان کی صحبت کے اثر میں
 اس نے اللہ کی حمد پڑھنی سیکھ لی ۔

میاں جی عبداللہ کھنڈیلے آ جانے کے بعد صرف سات سال اور
 زندہ رہے ؛ کل اڑتیس سال عمر باقی ؛ ۲۶ محرم ۱۰۰۰ھ (۱۵۹۵ء) کو انتقال
 فرمایا ۔ آپ کے دو فرزند تھے (۱) ایک میاں اداہم جن کی عمر اس وقت
 چار سال کی تھی ، (۲) دوسرے شیخ عبدالوہاب جو تین سال کے تھے ۔

میاں جی مبارک بدن باج بھائی تھے : آپ خود ، شیخ یحییٰ اور شیخ احمد امام تینوں ایک والدہ سے تھے ۔ شیخ احمد نے جب تکے میاں امام بالغ نہ ہوئے ، بھائی کی گدی سنبھالی ؛ جب امام جوان ہو گئے خلافت ان کو مل گئی ۔ امام کئی سال مسند ارشاد پر فائز رہے اور پچیس سال کی عمر میں جب ۱۰۳۶ھ (۱۶۲۶ء) تھا ، وفات کی ۔ ان کے چھوٹے بھائی میاں عبدالوہاب جانشین ہوئے ؛ گویا اصل خلافت میاں جی مبارک بدن کے بعد انہوں نے کی ۔ آپ نے ایک مرتبہ آنیہر کا سفر کیا ، بھائی برہان کو بھی ساتھ لیا ؛ برہان کے ورثہ داروں کو خبر ہوئی ، بڑے تھاک سے ملے ۔ شیخ عبدالوہاب بہت خوب انسان تھے ۔ فیض سال خلافت کو کے ۵ رمضان کو سفر آخرت اختیار کیا انہوں نے تین فرزند چھوڑے : (۱) میاں شیخ عہاد (۲) میاں شیخ منجھی (۳) میاں شیخ عبدالحمید ۔ میاں شیخ عہاد کو خلافت ملی اور پچیس سال کی عمر میں چار ماہ کم یا چار زائد مسند خلافت پر بیٹھے :

خلافت پہ بیٹھے سو حضرت عہاد

تیس تیس سو چار کم یا زیاد

وہ مریدوں پر باپ سے زیادہ شفیق اور مہربان تھے ، یتیموں اور یتیموں کے خبر گیریاں تھے ، سہان کی بڑی مدارات کرتے اور سخاوت میں تو گویا حاتم لائی تھے ۔ عمر پور روپے بیسے کو ہاتھ نہیں لگایا ؛ مسجد ، ہاؤزی ، باغ ، حوض اور روضہ انہیں کی تعمیر سے ہیں ۔ حج کا ارادہ کیا ، پہلے قرہ پہنچ کر مہدی کی زیارت کی ، پھر بیت اللہ گئے ۔ ۲۵ ذی الحجہ کو ۱۱۱۳ھ (۱۷۰۱ء) میں اس دار فانی سے عالم جاودانی کو رحلت کی ۔ ان کے تین فرزند تھے : (۱) میاں شیخ عیسیٰ جو ابھی مسند ارشاد پر قائم ہیں ۲۔ انہیں کے دور میں مشنوی 'فیض عام' از عبدالحمید و شعبان ۱۱۳۱ھ (۱۷۲۸ء) کو تالیف ہوئی ۳ جو ان صفحات کا ماخذ ہے ، (۲) میاں شاکر مرحوم (۳) میاں عجبیل جو یہ وقت تصنیف 'فیض عام' زندہ ہیں ۔

پہاں تک فیض عام ہماری ہادی تھی ۔ باقی سلسلے کی

۱۔ صحیح ۱۰۳۶ھ (مرتب) ۲۔ یعنی مشنوی فیض عام کی تالیف کے وقت (مرتب) ۔

تاریخوں و زمانہ حیات معلوم کرنے کے لیے ہمارے ذرائع معلومات ناکافی اور مختصر ہیں۔ فقیر اللہ بن عبد اللہ روحان بن عبد المجید بن عبد الشاکر بن عباد الدین بن عبد الوہاب بن شاہ عبد اللہ بن میان مصطفیٰ کتاب 'بحر النکات' تصنیف میان عبد اللہ کی ایک نقل ۱۱۳۶ھ میں تیار کرتا ہے۔ خانم کے بعد کے ورق میں اس نے بزرگان مہدیہ و خانوادہ دائرہ کی تاریخیں غالباً اپنی طبع زاد درج کی ہیں۔ ان میں میان عیسیٰ کی تاریخ وفات ۱۱۵۱ھ شعر ذیل کے پہلے مصرع سے برآمد ہوتی ہے :

آن آفتاب دین حاتم چو صاحب
ہادی الوراہی و شفقت رہ صواب

میان عیسیٰ کے چنانچہ میان محمد اسحاق ہیں جو ۱۱۶۷ھ (۱۷۵۳ء) میں فوت ہوئے ہیں اور تاریخ وفات شعر ذیل کے مصرع اول سے معلوم ہوتی ہے :

رہنمائے دلکشائے کلمے صاحب مدبر
شاملے در حج اکبر خاص تا روز حشر

ان کے بعد میان نجم الدین متوفی ۱۲۰۹ھ ہیں۔ شعر آئندہ کا مصرع اول مادہ تاریخ کا حامل ہے :

”بود زاهد مرشدی در دائرہ قطب کمال“

نام نجم الدین صاحب چون بنو روشن جہال

اب ہم فقیر اللہ کی رہنمائی سے محروم ہو جاتے ہیں ، مگر ساتھ والے ورق پر کسی نا معلوم شخص نے اسی سلی میں کسی وقت ان اسماء کی تاریخیں دی ہیں ۔

ہندگی میان رفیع القدر ۱۲۷۵ھ (۱۸۵۸ء)۔ تاریخ وفات مادہ ذیل سے برآمد ہوتی ہے :

”کہ جنت رسیدند آن عالی وقار“

کاف بیانہ مصرع میں داخل مادہ ہے۔ ان کے بعد میان محمد عظیم کا نام ہے جو ۱۲۹۲ھ (۱۸۷۵ء) میں اس دار فانی سے رحلت کرتے ہیں۔ آخری نام میان محمد خدا بخشی کا ہے جن کا سال وفات ۱۳۰۱ھ (۱۸۸۳ء) مذکور ہے ۔

یہ تاریخیں کوئی تعجب نہیں اگر قیاساً دی گئی ہوں ، کیوں کہ ان بعض جزویات سے جو دی گئی ہیں مطابق نہیں آتیں ، مثلاً میان عبداللہ کی عمر میان مصطفیٰ کی وفات کے وقت جو ۵۹۸۳ء میں واقع ہوتی ہے ، سولہ سال بتاتی ہے :

میان جی مبارک بہن کی عمر جو سولہا برس کی انھی سرسرسر خود ۵۱۰۰۳ء میں یہ عمر اڑتیس سال انتقال کرتے ہیں ؛ گویا اپنے والد کے بعد صرف بیس سال اور زندہ رہے ۔ پس $۱۶ + ۲۰ = ۳۶$ سال عمر پائی ، یا یہ مانا جائے کہ ۵۱۰۰۶ء میں فوت ہوئے ۔

شیخ امام جو میان عبداللہ کی وفات کے وقت ۵۱۰۰۳ء میں چار سال کے تھے :

برس چار کا تھا اول نیک نام جسے بولتی تھی خلق سب امام ظاہر ہے کہ ۵۱۰۰۰ء میں پیدا ہوئے ، جب پچیس برس کی عمر میں وفات پائی :

ہزار ۱ بیٹھ سن تو انوں کی عمر برس بس ہو رہا ہے کی سرسرسر تو ان کی وفات ۵۱۰۰۵ء میں ہونی چاہیے ، نہ ۵۱۰۰۶ء میں :

اتنا سن ہجری چنان یک ہزار ذکر برس چھتیس اندر شمار یا ان کی عمر ۳۵ ہونی چاہیے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ عبداللہ کی غلطی ہے ؛ فقیر اللہ نے صاف ۵۱۰۰۶ء دیے ہیں ، یا کاتب چھتیس لکھ گیا ۔

عبداللہ نے میان عبدالوہاب کا سال وفات نہیں دیا ، صرف اتنا لکھ دیا ہے کہ تیس (۲۳) سال خلافت کی :

کتے سال تیویس لک در اصل خلافت کروی بیٹھ کسر بے بدل اس موقع پر فقیر اللہ ہماری دستگیری کرتا ہے اور شعر ذیل میں تاریخ وفات ۵۱۰۰۶ء دیتا ہے :

”کن شاہ دین توکل دل ہم جو انبیا“

سالار فرقہ ناجی و سردار اتقا

۱ ۔ بعد از ان کا خلف (مرتب) ۔

ان کے جانشین میاں عہدالدین بیس سال کی عمر میں ۱۰۴۹ھ میں سجادے پر آ کر چونسٹھ سال تک مرشدی کر کے ۱۱۱۳ھ میں کم و بیش نوے سال کی عمر میں وفات پاتے ہیں :

بھی سن کان دھر تو انوں کی عمر سو کم بیش نوے برس کی خبر بیس اور چونسٹھ چوراسی سال ہوئے ہیں نہ نوے ۔ اس سے ہمیں کہاں گزرتا ہے کہ ان بزرگوں کے سال ہائے وفات بعد میں کسی نے اندازہ کر کے مرتب کر دیے ہیں ۔

اہل دائرہ کے قلمی آثار

میاں مصطفیٰ اہل دائرہ کے مذہبی پیشوا کوئی مشہور و معروف ادیب و اہل قلم نہیں ہیں ۔ انہوں نے اپنی قلمی یادگاریں بہت کم چھوڑیں ۔ شر میں جو کچھ لکھا ضرورتاً لکھا ، اور نظم اسی وقت لکھی جب ذوق طہمت نے ابھارا ۔ ان کے مکتوبات کا ایک مجموعہ ہے جس کا ذکر عبدالقادر بدایونی نے اپنی تاریخ میں کیا ہے کہ ”از مکتوبات او بوی فخر و فنامی آید ۔“ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مجموعہ ان کی زندگی میں شائع ہو چکا تھا ۔ ان میں مصنف نے آیات و حدیث ، مشوی و رباعی و اشعار فارسی کا کثرت سے استعمال کیا ہے ۔ بعض وقت ہورا خط نظم میں لکھ ڈالا ہے ۔ ان مکتوبات کو شرف الدین منیری اور شیخ عبدالقدوس گنگوہی کے مکتوبات کے برابر نہیں رکھا جا سکتا ! نہ ان سے اس عہد کے گزرنے والے واقعات یا خود مصنف کی آپ بیتی پر روشنی پڑتی ہے ۔ میاں مصطفیٰ جس دنیا میں چلتے پھرتے ، رہتے بستے نظر آئے ہیں اس کو ہماری گناہ و معصیت کی دنیا سے کوئی واسطہ نہیں ۔ ان کی نگاہ عقیبی اور عاقبت پر جمی ہوئی ہے ۔ سب سے زیادہ یہ خطوط ان کی فروتنی ، غربت اور مسکنت ، پاک نفسی اور پاک طہنتی کی گواہی دیتے ہیں ۔ صبر و رضا ، تسلیم و توکل میاں کا امتیازی نشان ہے ۔ ترک دنیا و اہل دنیا ، ذکر دوام و تہجد شام ان کا دائمی نصب العین ہے ۔ وہ خود بیدار ہیں اور دوستوں آشناؤں کو بیدار کرنے سے نہیں تھکتے ، ہر نفسی ان کے نزدیک نفس بازیسی ہے :

وقت آخر آمد ہشیار می باید شدن
روز و شب ہا سعی جان در کار می باید شدن
خواب غفلت را نباید باز کردن در جہان
بار من زین خواب بد بیدار می باید شدن

مکتوبات کے علاوہ میان مصطفیٰ ایک رسالے کے بھی مالک ہیں ،
جس میں اس مباحثے کی روداد ہے جو شہر احمد آباد میں خان اعظم کے
روبرو ان کے اور علمائے کجبرات کے درمیان واقع ہوا ؛ یہ ایک نہایت
مختصر رسالہ ہے ۔

میان مصطفیٰ کے فرزند میان عبداللہ تحریر و انشا میں شاید اپنے
بہو بزرگوار سے بازی لے گئے ہیں ۔ ان کی مثنوی 'بہرائنگ' جس کا
اس سے قبل ذکر آچکا ہے ، میرے زیر نظر ہے جو ۱۰۰۳ء میں یعنی
مصنف کی وفات سے ایک سال قبل تالیف ہوئی ہے ، اس کی ابتدا یہ ہے :
اے جلوہ گر آمدہ ہر ساز اوراق ز مصحف رخت ساز

حمد و نعت و نعت غنائم ولایت و مدح صدیق ولایت میان مصطفیٰ
کے بعد اصل مثنوی شروع ہوتی ہے ۔ یہ مثنوی ایک لمبے لطف کی
صورت میں فضائل مآب میان شیخ عابد کے نام ہے ۔ اندازے مثنوی میں
اپنے مخاطب کو لکھتے ہیں :

یقین دانی کہ میں الفاظ منظوم	برای انشراح نعت مرقوم
و گرنہ نابد از انسواج عسرفان	درازی سخن بیش بزرگان
دگر منظور باد این نو عزلیہا	کہ بعد از ختم نامہ گشت پیدا
میان نامہ و آتہا چو بینی	ز باغ مثنوی کلبہ بہ جہنی
شد این نامہ ز عہدائے بحر	کند اتقاسی عابد را معطر
موافقی چمنی چون با صفات اسم	نہادہ آمدش بہرائنگ اسم

ابتدا میں اور امور کے علاوہ مہاوہوں کے لیے باب نصیحت و ہد
کہولا ہے اور جھوٹے مہاوہوں کی خبر لی ہے :

فروشی نام مہدی را بہ تانی غری زان چہ خود بہتر زبانی

ازان بہتر ہوسد کاری کئی گر کہ سروہی روی ہاشی تو جا کر
کئی خدمت بہ پیش بت برستان برای قوت خود چون زیر دستان

اس کے بعد صدیق ولایت کی ایک نقل ، مہدی کی ایک نقل ، پھر
ایک چور کی حکایت ہے ، جو کسی پر کا مرید ہو گیا تھا ۔ پیر نے
اس سے وعدہ لیا کہ اگر چوری کیجے چھوٹ نہیں سکتی تو کم از کم
اس کے اقدام کے وقت دائرۃ انصاف سے تجاوز نہ کرنا ۔ اس کے بعد
دو جہانتوں کا تقابل جس میں ایک قرآن اور تقلید اجماع کی بابت ہے ،
اور دوسری جہالت اور خفا کی برستی کی وادی میں بھٹک رہی ہے ۔ آئندہ
مہدی کے سفر خراسان کی حکایت ، شگفتن بستان تصدیق الخ اور غامطہ
دل وغیرہ ؛ خامیے کے اشعار ہیں :

بصد عجز و نیازش گیر دامن بگو با ذوق جان کالے شمع روشن
بنور خویش روشن کن دروغم کہ ہم سوی تو گردد رہنوم
ہاں حسن خودم رہ ذہ کہ زودم رہاند خویش ز رشتی های بودم
حجم یک صد صفحات ۔

اب غزلیں شروع ہوتی ہیں جن کی تعداد پینتیس ہے ۔ فقر و فنا
کم کم اور مستی و رفتی اور صراحتی و غم کے مضامین بہ کثرت ہیں ۔
دو غزلیں سرود کے وصف میں مانی ہیں ۔ پہلی غزل کا مطلع ہے :
شیشہ بہ ساعر هنوز راز نداده بسرون
نثار ز زخمہ فگند شور بہ مجاس درون

میاں عبداللہ اپنی غزلوں میں کوئی قصص نہیں لائے ۔ چون کہ
کلام میں صفائی کم ہے ، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مشق سخن کا
مولع کم ملا ہے اور جو کچھ لکھا ہے ضرورتاً لکھا ہے ۔ خامیے میں
ایک قطعے میں اپنی اس بے حال کوئی پر معنوت کرتے ہیں ، اور
تاریخ اختتام دیتے ہیں :

ہامیدی کہ حق این گفتن بے حال مرا
ز بس احسان و کرم عفو کند در محشر

۱ ۔ یعنی سروہی دو راجستہاں ۔

سال اہمائی اگر کسی طلبہ از ہجرت
بر ہزار و سہ شدہ ختم نمائند مضمیر

میان عبداللہ ایک مجموعہ مکتوبات کے بھی مالک ہیں ؛ پہلا اور
دوسرا مکتوب میان سید محمود کے نام ، تیسرا بنام میان اسماعیل از
سید حمید در حمایت عقائد میان عبداللہ ؛ ساتھ ہی میان عبداللہ کا اضافہ
بمبیل ضمیمہ ۔ چوتھا خط بنام شیخ ابراہیم ، پانچواں بہ میان شیخ عابد ۔
یہ خطوط اس عام اعتراض کا جواب ہیں جو مرکزی شاخ مہدویہ
بالعموم میان مصطفیٰ پر کیا کرتی تھی کہ وہ حقیقت میں بے پیرے
اور بے مرشدے ہیں ۔ یہ نزاع بہت دیر تک چلتا رہا ہے ، بلکہ صدی
ڈیڑہ صدی تک فارسی اور اردو میں اس پر بہت رسالے اور کتابیں لکھی
گئی ہیں ۔

بعض خط میان عبداللہ بن متوفی ۱۱۱۳ھ کی یادگار ہیں ۔ ان میں
بے دو پہری نظر سے گزرے ہیں ۔ پہلا خط سید میران کے نام ہے ، بلکہ
ان کے خط کا جواب ہے ، جس میں پھر وہی قدیمی اعتراض سبب میں
پہنکا گیا ہے کہ میان مصطفیٰ خود رو تھے اور کسی پیر سے تلقین
نہیں ہوئے ۔ میان عباد چوالبہ میں کہتے ہیں کہ میان کو علم لدنی
حاصل تھا ، اس لیے انہیں کسی مرشد اور پیر کی ضرورت نہیں تھی ۔
ہمارے نزدیک میان مصطفیٰ کی درخشاں خدمات اور قربانیوں سے بجاہل
برتنا اور ایک ادنیٰ فروگزاشت کو لے کر اچھاالہا مرکزی شاخ مہدویہ
کی سنگدلی اور بے حسی کی دلیل ہے ۔

جنوں غلطیہ دست و نیغ غازی ماندہ بی تحصین
تو اول زیب اسپ و زینت برگستوان بینی

میان عباد کا دوسرا خط ۱۱۰۸ھ کا نوشتہ ہے ، جب وہ براہ خشکی
حج کعبۃ اللہ کو تشریف لے جا رہے تھے ۔ یہ خط مقام ڈھالار سے بھیجا
گیا ہے اور ان مظالم کی روئداد کا حامل ہے جو پرہیزگارے تعصب مذہبی
ڈھالار کے لوگوں نے ان پر توڑے ۔ ڈھالار کا حاکم مرزا خان ہسر
۱ ۔ بلوچستان کے شہر سبی کے نزدیک ایک مقام ہے ۔ (مرتب)

جیون خان ہے ، جس نے دلوا شکوہ کو پکڑ کر اورنگ زیب بادشاہ کے حوالے کیا تھا ۔ ہمیں تعجب ہوتا ہے کہ ایک بے شریعت اختلاف کی بنا پر ان بیچارے مہدویوں کو کسی کسی تعدیوں کا نشانہ بنایا گیا ۔

علماء ان سے مناظرے کے لیے ایک مسجد میں جمع ہوئے ہیں ۔ ان نوواردوں کو بلایا جاتا ہے ، یہ جاتے ہیں ۔ صحن مسجد میں چار سو آدمی جمع ہیں ؛ انہیں درمیان میں جگہ دی گئی ۔ ان سے نام پوچھا ، انہوں نے جواب دیا ’عماد‘ ؛ کسی نے حجت کے لیے کہہ دیا ”عماد نہ کہو ہمار کہو ۔“ پھر سوال ہوا کہ مہدی کے متعلق کیا کہتے ہو ؟ آگیا یا آنے والا ہے ؟ انہوں نے جواب دیا ’مہدی علیہ السلام آمد و رفت ۔“ اس پر لوگ گرم ہو گئے اور چاروں طرف سے لعنت ہونے لگی ۔ پھر پوچھا کہ تمہارے پاس کون بیٹھا ہے ؟ انہوں نے کہا میرا فرزند ہے ۔ کہنے لگے کہ پہلے ہم اس کا ہند ہند جدا کریں گے ، بعد میں تجھے قتل کریں گے ۔ ان کا جواب تھا ”اے ضعیف گفت ماہ مبارک سولود است ، مبارک باد ۔“ اس موقع پر سردار بجاس جس کا نام سری تھا ، اٹھا ۔ اس نے نہایت بے رحمی سے میان عماد کو حلق سے پکڑ لیا ؛ پھر سب نے مل کر ان باپ بیٹوں پر حملہ کر دیا ۔ کسی نے ہاتھ پکڑ لئے ، کسی نے سر کے پٹے اور کسی نے ڈالڑھی پکڑ لی ۔ ان کے قرآن اور کتابیں چھین کر سب کو پارہ پارہ کر دیا ؛ یہاں تک کہ قرآن شریف کے احترام کو بھی بھلا دیا ۔ یہ چھ آدمی تھے ، چھبوں پر سب طرف سے لات اور گھونسوں کا سینہ پرستا رہا ؛ ان کا دم لبوں پر آگیا ۔ ان میں ایک منصب دار سید تھا ، غل بچائے لگا ، نامعلوم کیا کرتے ہو ، ان کی جان نکل رہی ہے ؛ یہ اپنے عقیدے سے وجہت نہیں کریں گے ۔ آخر یہ حد مشکل ان کو چھوڑا ۔

میں اپنی محدود معلومات کی بنا پر فارسی زبان میں اعلیٰ دائرہ کی دیگر مساعی پر روشنی نہیں ڈال سکتا اور صفحات آئندہ میں ان کی اردو تالیفات پر نظر ڈالتا ہوں ۔ اردو یا ہندی جیسا کہ ان آیام میں کہلاتی تھی ، ابتدا ہی سے مہدویوں میں ان کے ہندوستان میں مختلف صوبوں

کے ساتھ تعلقات کی بنا پر مقبول تھی۔ ایک وجہ یہ بھی ہے کہ ان کے ذہنی پیشوا نے منجملہ دیگر فراتھیں کے ایک فرض - ہجرت از وطن بھی لازمی قرار دیا تھا۔ خود حضرت میران سید جد بھی ایک مقام سے دوسرے مقام پر ہجرت کرتے رہے۔ ان کی وفات پر مرہویوں کے دس دائرے ہو گئے جو اپنے اپنے پیشوا کے مانت ادھر ادھر پھرتے رہے۔ اخراج اور دیگر سیاسی وجوہ کی بنا پر بھی ان کو آوارہ گردی کرنی پڑتی تھی۔ ان وجوہ کی بنا پر اردو کے ساتھ جو ہندوستان کے ہر صوبے میں بولی اور سمجھی جاتی تھی، ان کا تعلق ابتدا ہی سے قائم ہو گیا تھا۔ فقرے، شعر اور دوہرے جو اس فرقے کے ذہنی پیشوا کی زبان سے ادا ہوئے، کتابوں میں محفوظ ہیں۔ 'آچھو جی آچھو' ایک موقع پر بڑبان گوجری (گجرات کی اردو) آب کی زبان سے ادا ہوا تھا۔ 'زاد القرا' کے دیباچے میں مرقوم ہے کہ پیر پیران یعنی میران سید جد مہدی موعود علیہ السلام در بیان صفت فقرا بڑبان گوجری فرمودہ است و آن ایست۔ ساکھی :

بھانا پھنیں لوکا کھائیں راول دیول کہیں نہ جائیں
اس گھر آئی یا ہی ریت پانی جاغیں اور سیت

میاں مصطفیٰ کے مکتوبات میں آتا ہے کہ "حضرت میران جیو گہ گاہ بڑبان ہندوستان دومیان یازان خویش فرمودہ اند کہ 'ہموں گنوں میانے خدا بیتر کی محبت ہے جیو، ہموں گنوں میانے خدا بھیر کی محبت ہے جیو۔" میاں عبداللہ کے خط میں جو شیخ ابراہیم کے نام ہے، یہ جملہ آتا ہے :

"میں آؤند کہ این دوہرہ وقت رحلت پر زبان حضرت میران کفشتہ است :

بیڑا نت پکھال توں کپڑ دھوے مدھوے
اوجھل ہوئے تھوٹ سی اس نیدوے ست سوے

۱۔ منقول از مکتوب ہفتاد و دوم 'مکتوبات میاں مصطفیٰ' قلمی
مملوکہ سید غیرالدین صاحب وکیل ٹھکانہات جے پور۔

سید خوند میر متوفی ۵۹۳۰ کی طرف یہ دوجہ مشہور ہے :
دوجہ

ایک ملاست بھوکہ دکھ عالمگیری ہار
چلن تمام رسول کے جن کے یہ اختیار

میان دلاور متوفی ۵۹۳۵ کا یہ فقرہ مشہور ہے :

”صدقہ جاؤ جی اس باطن کے جس میں دین بھری پرورش پاتا ہے۔“

فیض عام میں آتا ہے کہ جب میان مصطفیٰ موری گئے ہیں ،
اس وقت انہوں نے ذیل کا رخصتہ تحریر کیا تھا جسے مصنف نے اس شعر
کے نیچے نقل کیا ہے :

میان ہیں کئے گھر منے جاندہاں کہا رخصتہ بدوں مبارک زبان
رخصتہ فرمودن از زبان مبارک

اس لشکے اوپر واری ری اس غمزے کے بلہاری ری
دل برد بیک رفتار کہ خوش دیں برد بیک گفتار کہ خوش
نا گاہ متاع ہوش و خرد وابستہ بدان دستار کہ خوش
اس لشکے اوپر واری ری
اس غمزے کے بلہاری ری

آمد سو من چوں ماہ و شاں بنشست دمی شادان و خوشاں
دل خواست کہ میانیش کند برخاست همی شمشیر کتیاں
اس لشکے اوپر واری ری
اس غمزے کے بلہاری ری

گفتا کہ یا تا بوسہ زخم گفتم کہ فداہت جان و ستم
نزدیک (جو گشتم) خندہ زدہ می گفت کہ خواہم پوست کنم
اس لشکے اوپر واری ری
اس غمزے کے بلہاری ری

۱ - منقول از ’زاد القرا‘ مملوکہ سید خیرالدین صاحب وکیل

نہایت ہے اور -

چشمیت کہ دل از جائے شود لعیت کہ غم از بیخ رود
 کہ از سر راہم دور کند کہ ہنگویزم دنیاں کند
 اس لشکرے اوہر واری ری
 اس غمزدے کے پہلاری ری

(صفحہ ۷۰ ، فیض عام)

اسی تالیف میں میاں کے دو گجری شعر ورق ۶۵ پر اس طرح درج ہیں :

سمجھ کر میاں نہیں ہو نکتہ ندھان دہا کھول کر چواب گجری زبان
 کہ یعنی زبان سوں پڑھا ریختہ جو میں بولتا ہوں سمجھے ہے غطا

ریختہ

رے جگ کے دھاتی ویٹھ ہیا موہ جان ٹھگن یہہ بیکھ کیا
 سن تن سن جویں وار دیا موہ مرن چیسوں تھپہ ساتھ دیا

مکتوبات میاں مصطفیٰ میں ان کا ایک اور ریختہ مکتوب
 ہفتاد و چہارم میں نقل ہوا ہے ؟ وہوہذا :

عجب ایں فضل خدا شد کہ یار وابستہ ما شد
 دلی از قید رقیباں بہ حمد وجہ جدا شد

لداکھاں پر درم آمد کہ بہائیم ہمیں جا
 جام از شایت شادی ز پئے رقص یا شد

جم جم شادیاں روزی سیلا ساز واری گلؤ
 نت نت خوییاں ادکیاں خوشی کے تھال بھراؤ

ہری نساڑکی شیریں ایسا کسن مائی پایا
 ہنکی شوخکی خود بین سو مرے مسمرے بھایا

تنگ آہستہ ہنکین سو کہو کن ہیں ڈٹھا
 یار کی سوزوں دل چین سوں گھروں چل کر آھا

۱ - یہی ریختہ مثنوی فیض عام میں ورق ۷۰ پر منقول ہے ۔

جم جم شادیاں روزی سیلا ساز واری گاؤ
نت نت خویاں ادکیاں خوشی کے تھال بھراؤ

ایکھ آن حامد بد غوتلیں تل منجسون اڑتا
ز سوکین چر کو سو بولوں بولوں اڑتا

ایں دم از مرزہ ہر سو سو سچل ہو رہا بارے
سوم آن دلبر خوش رو جو آہا ہنس ہنس پڑتا

جم جم شادیاں روزی سیلا ساز واری گاؤ
نت نت خویاں ادکیاں خوشی کے تھال بھراؤ

روی آن مہوش پرتا سو کدھیں بھی نہ پرتا
جان ز ہجر رخ زیباش نس دن ڈسکی بھرتا

بگنشت آن ہمہ تشویش بھلا سو واساں ؟
سوہو شنگنی رعنا آئے پڑا لنگے کورتا

جم جم شادیاں روزی سیلا ساز واری گاؤ
نت نت خویاں ادکیاں خوشی کے تھال بھراؤ

بدوجہ ہم مذہبی اہل دائرہ اپنے دکنی بھائیوں کے ساتھ ، خواہ
بہت و مباحثے کی غرض سے ، خواہ اور مقاصد کے واسطے ، برابر تعلقات
قائم رکھتے تھے ۔ ان تعلقات کی بنا پر وہ دکنی زبان سے بھی تعلق میں
آئے رہے ہیں ۔ یہ لوگ اصلاً گجرات کے رہنے والے تھے جہاں اردو
کی وہ شاخ جسے گوجری کہا جاتا تھا ، رائج تھی ۔ گوجری اور دکنی
زبانیں آپس میں اس قدر مشابہ ہیں کہ انسان کو ان میں فرق کرنا
دشوار ہو جاتا ہے ۔ اہل دائرہ دکنی لٹریچر سے کافی گہری
آشنائی رکھتے ہوں گے کہ ان کی ادبی مساعی کا پہلا نتیجہ ایک ایسی
زبان میں ہے جسے دکنی کے سوائے اور نام سے یاد نہیں کیا جا سکتا ۔
اس سے میری مراد :

۱ - مثنوی فیض عام

ہے ، اور جیسا کہ گزشتہ صفحات میں مذکور ہو چکا ہے ، عبدالحمید

اس کا مصنف ہے۔ صفحوں کی تعداد ۲۰۸، فی صفحہ سترہ شعر، جس سے اشیاء کی تعداد ساڑھے تین ہزار کے قریب پہنچ جائے گی۔ اس کی ابتدا ہے :

خدا کی کروں صفت اول بیاں بنائے جنے سب زمین آسماں
بھی انسان کو خاک سیتی کیا انساہ شرف اس کوں دہا
جنے جان کوں آگ سے کر بدن ہری جن کا تس میں پنجاہن
جو کچھ دیکھتا ہے پہ ارض و سما کرن ہار سب کا ہے بے شک خدا

کتاب کی سرخیاں فارسی زبان میں ہیں ؛ حمد و ثنّت و منقبت صحابہ کرام کے بعد مصنف اپنے فرقے کے دینی پیشوا حضرت سید محمد کی مدح میں مصروف ہے۔ پھر ہاتھیوں، خلیفائے مہدی حضرت سید محمود ثانی مہدی، سید خوند میر خلیفہ دوم، شاہ نعمت خلیفہ سوم، شاہ نظام خلیفہ چہارم اور شاہ دلاور خلیفہ پنجم کی صفت بیان کی ہے۔ سب تالیف ایک علیحدہ عنوان کے تحت دیا ہے۔ وہو ہذا :

”در بیان بنای این قصہ فیض عام بہ زبان دکنی گوید“

اور کہا ہے کہ میں شیخ آدم نے میں مصطفیٰ کی زندگی کے حالات فارسی زبان میں تحریر کیے تھے مگر ان پڑھ لوگ اس زبان سے ناواقف تھے، اس لیے میں نے اس کو آسان دکنی زبان میں ادا کر دیا اور ’فیض عام‘ نام رکھ دیا۔ مصنف کے الفاظ ہیں :

اتنا سن بنا اس قصہ کا تو ہمار اگر تو اچھے دل سے ہوشیار
میں مصطفیٰ کا قصہ فارسی بنا یا تھا دل کھول چوں آرسی
میں شیخ آدم نہیں کر کر بیاں سو بولے تھے اسکوں مبارک زبان
ولے ان پڑھا اسکوں کیا پوچھتا کہ چسپیں اندھے کوں نہیں سوچھتا
سہل کر کو دکنی میں جوڑی کتاب سو آوے مسجھ میں ہریک کوں
کہا ہے یو دکنی زبان میں کلام شتاب
میں توفیق مانگوں خدا سوں یہی رکھا ناٹو اس کا پلن فیض عام
وگرنہ تو مجھ کوں ہو طاقت کہاں کہ ہوا کرے یو فضل سوں صحن
بھی رکھتا ہوں میں اس قصہ سوں نظم جوڑے کی لیاقت کسہاں
صراہ کہ ہو غائب بیچ عزت زیاد

میں ہوں اپنے بے علم کر معترف
ستاروں جو کچھ میں بزرگوں کہتے
لکھا ہوں بہت اس قصہ کیوں
سنبھال

اے سوچہ دکھنی میں بولیا حرف
یہی دیکھا جو بعض کتابوں میں
نہ دم مار ٹیکوں مجھے ہے بھال

ولے بعض جاگا لکھا ہوں نقل
یہیں میں عالماں فاضلاں سوں اتال
کہ نقصان سوں گر ہویں جو غیر
کہ اپنی میں تقصیر بولیا اول

کتابوں میں سوں ہے اس کا اصل
سو رکھتا ہوں امید دل میں کمال
کرم کے قلم سوں سنواریں پکڑ
جوہوں برگند بے علم دو اصل

یہ مثنوی میان عیسیٰ (۱۱۱۳ھ و ۱۱۵۱ھ) کے عہد میں تالیف
ہوئی ہے۔ خاتمے کی تاریخ ۱۱۳۱ھ دی ہے۔ مصنف اپنا نام
عبدالمحمد بتاتا ہے۔ چنان چہ خاتمے کے اشعار ہیں :

میان شیخ عیسیٰ کوں اول پھوان
انوں کے عمل میں اے ساری کتاب

جو ثابوت ہیں مرشدی پر ندھان
سو جوڑی ہے دکھنی زبان میں
شباب

خدا نیں یو آخر کیا بات کوں
بھی یک سو و چالیس یک در شمار
خدا کے فضل سوں کیا یو کلام
کہ [ہو] عالیت بیچ نیکی نصیب

فیض عام، جیسا کہ خود مصنف نے لکھا ہے دکھنی، زبان میں
لکھی گئی ہے، مگر یہ ایسی دکھنی ہے جس پر راجہوتانے اور
شہائی ہندوستان کا بھی اثر نمایاں ہے۔ اچھتا، گگن، بزان، اتال، ککر،
نول، سٹا، کن، ووچ (وونہی) جاکو (جاکرو)، ہو (ہر)،
نکو (کلمہ نر)، خالص دکھنی سے تعلق رکھتے ہیں، لیکن ذیل کے
الفاظ شمال اور راجہوتانے کے اثر میں مانے جا سکتے ہیں :

نیویس (نہیس) :
کئی سال نیویس لک در اصل
خلافت کروی پٹھ کر بے بدل

کیس (ایس) :
سو تاریخ کی بات بولوں نفس
کئی تھے مہنے میں سوں دن کیس

ہوں (میں) :

کہاں لک کروں ذات کی صفت ہوں اٹھے چودھویں رات کا چاند جیوں
بران (جان ، دم) :

تو اسدائے غالب مہی اس کوں جان مہیں کافراں دھاگ سیتی بران
بتاواں (بتاؤں) :

بھی عثمان کی میں بتاواں خبر سو کم بیش اسی برس کی خبر
بڈارنا (لگانا) :

اتوں بھی انکیں سوں بڈاریں بھیے نہ ستار ہو کر اباریں بھیے
واپنا (پڑھنا) :

یو ھے قول کشف میں دیکھ واچ کہ ھے یہ نشانی منافق کی ساچ
رجھانا (رجھ دینا) :

اے کے کہہ کر تو رجھانا جو فرمان اس کا نہیں ماننا
آونا (آنا) :

لکھے لوگ تعلیم دینے مزید جہاں آوتے شیخ عبدالرشید
جان (جانے) :

کہا سب نیں مل جان ہرگز ندیں جہاں لک حکم بادشاہ کا نہ لیں
بوچھنا (بوچھنا) :

بڈا جب ہوا او عمر میں کمال بوچھا اس نے لوگوں کو یک دن
سوال

ظلم - فضل - عدل - اہل - نقل - عقل - رموز - اسر - کفر - رزق -
حلق - شکر - عمر - وحی - عکس - قطب - حلم - نفس - شہر - رسم -
دفع - نفع - شرح - نشو - نکو - حکم - فیر - حشر وغیرہ کو یہ تحریک
دوم پاندھا ھے -

مجھ ، سمجھ ، مجلس وغیرہ میں میں کے بعد ایک 'نون' اضافہ کر کے
سمجھ - سمجھ اور مجلس لکھا ھے -

'نے' کے استعمال میں بےقاعدگی :

جہاں خادماں نیں ہوسن کو ضرور اے لے گئے جب لبر کے حضور

دنیا ، دریا ، اختیار ، حبشیاں ، مکھیاں ، کی ٹہی ، کو یارے غلام
کی طرح ادا کیا ہے ۔ جواب اور جواب کو ہر وزن خواب لکھا ہے ۔
اس مثنوی کے مطالب اس سے قبل میان مصطفیٰ اور میان عبادت کے
حالات میں بیان ہو چکے ہیں ، یہاں نمونہ کلام کے لیے چند شعر ایک
شہزادے کی حکایت سے دیے جاتے ہیں جو بدعاہی کی طرح دنیا چھوڑ
بیٹھتا ہے :

کہا اس نے یوں ایک تھا بادشاہ
اتھا سرسے میں او ایسا کمال
ولے اس کے بیٹوں کی عادت تھی یوں
او اچھتے بلے جب سرور ضمیر
اسی سوچ او شاہ غم میں اتھا
کتنے یوں اوسی بادشاہ کے عزیز
بلا بادشاہ تیں وزیراں امیر
سرے بالکوں کی سو عادت تمام
اتا کر سروں میں تو اس تخت پر
او تم پر کرے کا ظلم ہور ستم
سری ٹھور فرزند میرا اگر
مہارے ہو احسان کرنا عدل
اسی واسطے میں بلا کر ابھی
کرو مصلحت بیٹھ کر دل ملا
اتوں نے یو سن بادشاہ کا امر
پچھے بادشاہ سون کیا عرض ہوں
محل ایک خاصا چنا کر اتال
بھی دیوار کون اوس کی اولیٰ بی
یو بالک دگر والدہ بھی سذکات
بھی کلچنی گویا بھویا کھلاڑ
کہ گاویں بیاویں بھاویں سدا

جسے تھی بلدی فوج ہور دہدہا
کہہ درجے سنے تھا سکندر مثال
کہہ میں بولتا ہوں تجھے کھول جیوں
نکل جائے جنگل میں ہو کر قہر
سو دلگیر ہر یک قدم میں اتھا
ہوا ایک نرزد صاحب سمیز
اتھا بول یوں کر سو روشن ضمیر
سمیں جانتے ہو حقیقت مدام
سو بیٹھے آکر کوئی ظالم دگر
اسی بات کا ہے منجھے خوف غم
جو ہوتا تو کرتا عدالت نشو
کہہ جیوں میں کیا ہے سدا دراصل
سو بوجھا ہے نمکوں بتا کر سبھی
اچھے جس میں میرا مہارا بھلا
کہا آپ میں بیٹھ سب مل فکر
کہ اے شہ تو کر ہم بتائے ہیں جیوں
اچھے جس کئے باغ نادر نہال
کہہ دیسے نہ جانا سو گھوڑا ہنی
رکہ اس محل بیچہ تحقیق بات
دنیا دار رکہ اس کئے بے شمار
سکھاویں دنیا ہور بھلاویں خدا

اچھے اوسکے دل میں یوں خطرے مدام
اسی مصلحت سوں نہ چھوڑے دنیاں
اسی بھانت خاصا چنایا محل
وہاں پرورش اس وجہ سوں کیا
اتھا اوس کئے ناج ہوو راگ رنگ
جہاں لک کہ بالغ ہوا او تمام
بوجھا اس نے لوگوں کو ہک دن
منہال

منجھے ہم کہو کھول مارے عزیز
کہ دیوار کے ہار خاقت ہے
منجھے چھوڑ دیو کھول دیکھو
میں جیوں
جہاں تک حکم بادشاہ کا نہ لیں

شنائی سوں اس کا حکم جا اے
او نکلیا محل سوں سعادت نشان
نکل کر چلا بہار عالی صفات
بڑی جب اے ہک بلرے پر نظر
اتھی کوئی بے ہشت خلق کی بھانت

یہی ڈاڈھی اوپر رال جہنی سدا
بوجھا کھول شہزادہ نے جب پکڑ

بتاؤ منجھے کھول اسکا حساب
ضعیفی ہے اسکوں اے صاحب
نہیز

ویا سب ہمیں یوں اچھینکے تمام
ہوے سبکوں بودھا اچھے سو کمال
کہ آخر کون جسکے اچھے حال ہو

ہوئے پرورش گرائوں میں تمام
نہ حق کی سنے بات ہرگز وہاں
یوسن بادشاہ نہیں اتوں کی عقل
لیجا کر اوسے اوس محل میں رکھیا
کئے رات دن واں سداں بہرنگ
محل میں رہیا اولیہ بالک مدام
ہذا جب ہوا او عمر میں کمال

ہو دیوار کے ہارے کہا سو چیز
دیا جواب لوگوں نے جب یوں اے
اٹھا بول بہر بادشاہ زادہ یوں

کہا سب نے مل جان ہرگز
نہ دیں

کئے ملکو سب بادشا کن گئے
ہوا جب حکم بادشاہ کا تدهاں
جئے چاکراں خادماں لے سنگت
نکل کر گیا جب شہر میں گذر
نہ انکھیاں اتھیاں کن نا اسکوں
دانت

ضعیفی سوں تھے ہاڑ اسکے جدا
یہی بیشیاں نہیاں سپر مکھیاں
یے شہار

کہ یو آدمی یوں ہوا کے خراب
کہا جب کہ بوڑھا ہوا یو
عزیز

بوجھا بہر کہ اسکو نہ ہے یومدام
دیا جواب لوگوں نے ایسا چہ حال
کہا جب کہ کہا زندگانی ہے او

۴ - تاریخ غریبی

یہ ایک ضخیم مشوی ہے جو تقریباً سات سو صفحات اور دس ہزار ابیات کی حامل ہے۔ اس کو منظوم قصص الانبیاء کہا جا سکتا ہے۔ مصنف کا نام معلوم نہیں ہو سکا؛ اسی قدر کہا جا سکتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو خوب میاں کا خانہ زاد بیان کرتا ہے، یعنی میاں مصطفیٰ کے خاندان کا۔ خوب گجرات میں ایک عام نام ہے، یہاں اس سے مراد میاں مصطفیٰ ہیں جن کا لطفی نام جو ان کی والدہ نے رکھا تھا خوب میاں تھا۔

مصنف اپنی تاریخ کو ہندی زبان میں لکھنے کے لیے معذرت خواہ ہے اور کہتا ہے کہ ہندی پر کب تک طبعہ زہی کی جانے گی؛ آخر سبھی اپنا مقصد ہندی میں ادا کرتے ہیں بلکہ قرآن پاک کے معنی بھی تو ہندی میں سمجھائے جاتے ہیں۔ حضرت مہدی نے ہندی کا استعمال کیا ہے اور میاں غوند میر نے بھی؛ چنانچہ کئی دوہرے اور ساکھیاں ان سے منقول ہیں اور میاں مصطفیٰ کے استعمال میں بھی آئی ہے۔ اس استدلال سے ظاہر ہے کہ اس عہد تک اہل دائرہ میں اردو کا استعمال اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا :

ہندی پر نا مارو طعنا	سبھی بتاویں ہندی معنا
یہ جو ہے قرآن خدا کا	ہندی کریں بیان سدا کا
لوگوں کوں جب کھول بتاویں	ہندی میں کہہ کر سمجھاویں
ہندی مہدی نیز فرمائی	غوندہ میر کے منہ پر آئی

۱۔ میاں عبداللہ مبارک بدن ایک غزل میں لکھتے ہیں :

ہز کرا چوں خوب میاں مرشد است برد رہے شک بہ منزل گہ دین

اور تشریح میں کہتے ہیں :

”خوب میاں نام میاں مصطفیٰ کہ والدہ معظمہ لطفی نہادہ بودند“
 (بصر النکات، قلمی، مملو کہ سید غیر الدین صاحب وکیل ٹھکانا اہیات جے ۱۹۱۱)۔

کئی دوسرے ساکھی بات بولے کھول مبارک ذات
میاں مصطفیٰ نہیں بھی کسی اور کسی کی بھر کیا رہی

یہ مشہور جو کسی کہنہ مشق اور قابل مصنف کے قلم سے نکلے
اہل دائرہ کی تمام تالیفات میں چوٹی کی تصنیف مانی جا سکتی ہے۔
۱۹۶۳ء میں شروع ہو کر ۱۹۷۰ء میں ختم ہوئی ہے۔ راجپوتانے کی
اردو کا صحیح نمائندہ اس کو قرار دیا جا سکتا ہے۔ اس کی لسانی
خصوصیات بے شمار ہیں۔ چونکہ اس کتاب پر میں نے اورینٹل کالج
میگزین کے دو پرچوں میں (نومبر ۳۸ و فروری ۳۹ء) عدد مسلسل ۵۵
(۵۶) ایک سیر حاصل مضمون^۱ حوالہ قلم کیا ہے، اس لیے اس پر مزید
خیال آرائی کی ضرورت نہیں۔

تاریخ غریب معلوم ہوتا ہے دائرے کی حدود سے باہر بھی کافی
مقبولیت حاصل کر چکی ہے۔ چند سال ہوئے دہلی سے ایک معلم اس
کا ایک نسخہ فروخت کرنا چاہتے تھے۔ گزشتہ دسمبر میں دہلی کی
بیمائش میں جو انجمن ترقی اردو عند دہلی کے زیر اہتمام ہوئی تھی،
ایک صاحب جو ہمالیہ کے علاقے کے متوطن تھے، اس کا نسخہ نمائش
میں رکھنے کے لیے لائے تھے۔

۳۔ رسالہ در حجت دہل بے واسطہ

ناظم نے اس کا نام خلاصہ عقیدہ فرقہ (میاں مصطفیٰ) دیا ہے۔ چنانچہ :

اگر نام این نسخہ پرسی نو جان

خلاصہ عقیدہ ہے فرقہ میاں

اس کی ابتدا ہے :

خدا راست حمد و ثنا و شکر کہ خالق خلق کا ہے جن و بشر
توانا و قادر عجز نا ایے کند آنہ خواہد نپرسد کسی
صفت اوسکی کوئی نہ کرنی سکے اگرچہ عمر ساری کر کر تھکے
ملایک نبیوں نے عجز جب کیا تو عاصی بشر کوں سغن کیا رہا
نیں اپنی صفت آپ پر جو کری وہی حق ہے اور دگر نا صی

۱۔ یہ مضمون اسی جلد میں صفحہ ۲۳۲ پر ملاحظہ کیجیے (مرتب)

گسی کی صفت میں تو آتا نہیں ہر یک کا صفت ٹھیکوں بھاتا نہیں
 حمد و نعت کے بعد مصنف جس کے نام سے ہم ناواقف ہیں ،
 جناب مہدی کی ثنا گسٹری میں مصروف ہے :

بہن مہدی اوپر بہت صلوات ہاد کہ ہمت او خایفہ خدا بر عباد
 نبی نہیں شرف اویجے اپنا دیا کہ دو نییوں میں ذکر اس کا کیا
 کہہا میری وہ ہر چلن ہار ہے بھی میری است کا او رکھوار ہے
 شریعت حقیقت کا مارے کا دم او میرے قدم پر رکھے گا قدم

اس کے بعد کہتا ہے کہ ان دنوں ہمارے فرقے میں یہ مسئلہ
 چھڑا ہوا ہے کہ میان مصطفیٰ کے متعلق کیا رائے قائم کی جائے ؟
 آیا ان کو اہل امر یا اولوالامر مانا جائے یا صرف مقلد ؟ اس کا
 جواب ہے کہ وہ نہ وہ تھے نہ وہ تھے ، بلکہ ماں کے پیٹ سے سعید
 پیدا ہوئے تھے ۔ رسول اللہ کے زمانے میں جو ربہ حضرت اویس قرنی
 کا تھا ، یہی نسبت میان مصطفیٰ کو حضرت مہدی سے تھی ۔ خدا نے
 میان کو بلا واسطہ ہادی اور رہنا بنا دیا ۔ اس میں تعجب کی کون سی
 بات ہے ۔ وہ خدا کے یدائشی عاشق تھے ۔ ان کا مقام قبل ذاتی تھا ۔
 کسی کے سامنے زانوئے شاگردی نہ نہیں کیا ؟ فضل خداوندی سے
 علم لدنی حاصل تھا ۔ ہاں کتاب اس قسم کے دلائل اور مشاہدات پر
 شامل ہے ۔ کتاب کے پچیس صفحات ہیں ، فی صفحہ پندرہ سطریں ؛ آیات کی
 تعداد تقریباً تین سو ستر ہے ؛ تاریخ تالیف ۱۰۶۵ھ ہے ؛ مصنف کا نام
 معلوم نہ ہو سکا ۔ مرقوم ہے :

اگر اسم کا نسب تو برسی ہدیں بیای تو در چہل و پنج انکسین
 اگر من این نظم برسی بسنج زہجرت ہزار و صد و شصت و پنج
 نہم بود تاریخ ذی الحج ماہ کہ شد نظم کثرت فضل الہ

ریختہ کی طرح اس رسالے کی زبان فارسی ہندی آمیز ہے ؛ کبھی
 نصف مصرع فارسی اور نصف ہندی ، کبھی پورا مصرع فارسی اور
 دوسرا مصرع ہندی ؛ کبھی پورا شعر فارسی میں ؛ کبھی متعدد اشعار
 ہندی میں اور پھر یکایک فارسی کا بیوند نظر آنے لگتا ہے ۔ الغرض

باری مشنری میں یہی گنگا جمنی صورت آنکھوں کے سامنے سے گزرتی ہے۔
 میاں کے علم لدنی کے مالک ہونے کے ثبوت میں مصنف نے ان کی ایک
 کرامت نقل کی ہے۔ جب وہ چار سال کے تھے، ایک روز اپنے والد
 میاں عبدالرشید کی خدمت میں بیٹھے تھے۔ اتنے میں ایک عالم کچھ
 علمی اشکال مع کتاب لے کر آیا اور بولا کہ میری بعض مشکلات ہیں،
 مہربانی کر کے حل کر دیجیے۔ میاں عبدالرشید ابھی جواب دینے
 نہ پائے تھے کہ زمانے سے ایک لونلی آئی اور بولی کہ آپ کو اندر
 بلائے ہیں۔ میاں نے اس عالم سے کہا ”آپ ذرا صبر کریں، میں ابھی
 واپس آیا۔“ وہ تو یہ کہہ کر اندر چلے گئے مگر میاں مصطفیٰ اس
 عالم سے پوچھنے لگے کہ آپ کی وہ مشکل کیا ہے، میں بھی تو سنوں؟
 وہ عالم متعجب ہوتا ہے! پہلے تو بتائے سے گریز کرتا ہے لیکن جب
 میاں مصر ہوتے ہیں، وہ عالم اس خیال سے کہ آخر یہی زادے ہیں
 معمولی بھی نہیں۔ تین دفعہ انگار کر چکنے کے بعد زیادہ انگار مناسب
 نہیں جانتا؟ کتاب کھول کر وہ مشکلات ان کو بتلاتا ہے۔ میاں
 مصطفیٰ وہ اشکال ہمہ سہولت تمام اس کے ذہن نشین کر دیتے ہیں۔ وہ
 عالم ان کا تبصرہ دیکھ کر دنگ رہ جاتا ہے۔ میں یہ حکایت چنان نقل
 کرتا ہوں جس سے ہم کو اس کی زبان کا اندازہ ہو سکے گا:

لدنی علم کا ذکر جو کیا	میاں مصطفیٰ کون جو تھا از خدا
تو تائید ایسی قول کی اے عزیز	تو انصاف سون سن اے صاحب تمیز
میاں کے ولید معی عبدالرشید	او حافظ اتھے اور علم میں فرید
جو اشکال غامض دلائل کبیل	کوئی لے کو آتا تو کر دیتے حل
کئے ایک عالم لے کر کتاب	میاں پاس آیا او طالب ثواب
کیا آ میاں کو اے روشن ضمیر	سرے پر ہے اشکال بزرگ عسیر
فضل کن و ہکشاے اشکال ما	گرم غویض فرمے ہر حال ما
میاں نے کہا اس کون بیٹھواتا	کہ انشاء اللہ ہاں مقصود را
در اثنای آن یک کنیز کہ دوان	ہنزد میاں آمد، گفت آن
شتابی سون یک ہار گہر میں چاو	کہ کلوی ضروری ست آن را شنو
میاں نے او سائل کون بولے چہیں	کہ اندک صبر کن دریں چائشیں

یہی اشکال تیرا بتاتا ہوں میں
میاں مصطفیٰ اوعاں بیٹھے رہے
برس چار یا کم زیادہ ازان
ولی علم بود از حدیث و کتاب
کہ کیا پوچھتے تھے سو پوچھو ازان
برو کود کون بیچ بازی بکن
کہ اشکال کون چاہیے علم گیان
کہ تھکوں دکھائے میں کیا لاگنا
کہ کھیلوں نہ میں کود کون
کے کدھن

کہا کیا زباں ہے دکھائے بہتر
کہ شاید کہ حکمت بود انصراں
اے فرزند ہیں بہت عالی تبار
خدا بہت دانا چہ راز است درو
نو اشکال بکشا بدیشان بیا
رکھی جا میانکے انگے جب شتاب
نہ اس میں تراہیج ادخال ہے
کہ علماو کے ہوں وہ خاطر نشان
کہ یا رب کہاں ہو علم کیا عمر
اوس علماو کن زود تر میں سید
کشف جو کروں اس کے معنی تھیں
نہ در من عقل مانند نے کچھ قرار
میاں مصطفیٰ بیٹھے بیٹھے رہے
کہ کیا پوچھتا تھا سو پوچھو ازان
کہ لڑکوں میں جاؤ کھیلو ابھی
چدان میں کری اپنے دل میں فکر
ہرانا انھوں کا سخن نہیں بھلا
کیا کھول کر جب حوالا حضور

اتا باز بہر کر سو آتا ہوں میں
میاں تو چدان زود کھر میں گئے
میاں مصطفیٰ کی عمر آن زمان
خواندہ یقین بسم اللہ آفتاب
اتھے بول علماو کون آن زمان
اتھا بول علماو یوں کر سخن
اتنا تم ہو ہالک کمباری کیا شان
میاں نہیں ایسے دوسری بر کہا
او قیں دوسری بار پھیرا سخن

میاں نے سوچ بار تکرار کر
کہا فکر علماو ہیں آن زمان
سخن ان کا پھیرا ہے میں تین بار
کہ تہوواد کروں ان کو جانو نکو
مبادا کہ باشی تو ہم پر خطا
جب اشکال کا لھا و کھولی کتاب
کہیا جب میاں کو یہ اشکال ہے
میاں نہیں چنان کشف کرد آنزمان
بھی حیران ہوا اور بڑا در فکر
در انتہائے آن میاں عبدالرشید
بہ فرمودہ اشکال دکھلا مجھے
اتھا بول علما کہ اے دیندار
کہ خوند کار جب آپ گھر میں گئے
انھوں نے کیا مجھ سوں دویر سوال
میں دویر انھوں سوں کری بے ادبی
سوچ بار پوچھا بھی تکرار کر
کہ فرزند ہیں نسل مرد خدا
چدان میں او اشکال ان کے حضور

نشان خاطر من بکرد آن چنان کہ از من عقل هوش رفت آزمان
ڈیا ہوں میں حیرت کے دریا کہ اس عمر میں یہ فضیلت کہاں
میں آن

کہا جب میان میں نہ آ کہ ان کوں علم ہے محض از عطا
نہ مکتب میں پیشے نہ سیکھے حرف علم ہے لدی ہو از حق طرف
میاں میں زبان سوں جداں یہ کہا او عطا رضا لیکو کھر کون کیا

یہ مثنوی نہ صرف قاوسی اور ہندی زبانوں کی صیح البحرین ہے بلکہ
دکنی اور راجستھانی کی بھی سنگھم ہے ، اگرچہ بصیث مجموعی اردو
کی تقیم میں شامل ہے ۔ ذیل میں بعض دکنی الفاظ یاں درج ہوتے ہیں
جو اس مثنوی میں موجود ہیں ، مثلاً : اتھا ، اے ، ایس ، ملکو (ملکر)
نکو (کلمہ نئی) ،

ہو کو (ہو کر) : غصہ ہو کو بولا یوں اکبر کلام

کدھن (ہاس) : کہ کھیلوں نہ میں کود کون کے کدھن

نہواد (بچہ) : کہ نہواد کر ان کوں جانو نکو

کبل (مشکل) : جو اشکال خاصاں دقائق کبل

اتال (اب) : کہی لے کو آتا تو کر دیتے حل

ہمن (ہم) : مجھے فکر دیگر نہ دتی اتال

پیانہ (پیاں ہی) : کہ جو کچھ تو کہتا سو کرتے ہمن

اتا (ایس) : میاں معظوں پیانہ دھے

لدھان (آخر) : اتا تم ہو پالک بھاری کیا شان
میاں کی زبان سوں ستا جب لدھان

راجستھانی کا اثر

’ہی‘ مستقبل - ’و‘ اور ’س‘ آپس میں مل جایا کرتے ہیں - ’ہی‘
کے مقابلے میں ’سی‘ بہت عام ہے ، لیکن راجستھانی میں ’ہی‘ بھی یہ کثرت
آ رہا ہے - چنانچہ مثال :

جو چاہے سو کر ہی تو کرتا دھے کوئی کلم بچہ پر نہ دشوار ہے

رکھوار (رکھوالا) : کیا میری رہ پر چلنہوار ہے

بھی میری امت کا او رکھوار ہے

تیں (تو) : کسی کون دیا تیں لہنِ علم

کسی کون دیا کسی از رہِ کرم

چدان (جب) : چدان میں کمری اپنے دل میں فکر

ہاوتے (ہاتے) : حاضر ہاوتے تھے ز راہِ اصل

کالاہا (کالا) : جب اشکال کاٹھا و کھیلوں کتاب

رکھن جا میان کے انکھے جب شتاب

لاگنا (لگنا) - بر (ہار) : میان نے اسے دوسری ہر کہا

کہہ تبھکوں دکھانیں میں کیا لاگنا

ہک (ہاؤں) : ہکوں میں ہیں بیڑیاں انوں کے کپل

آئے (آئے) : کہہ تم نے کیا آئیں دل بھی گیان

یا (یہ) : خدا کے امر سون بنا بولو ہوم

جلیہا (جیسے کا نشان) باہنان (ڈالنا) :

کہ گردوں کے چلیے کی خاک این زمان

لیانان و آنکھوں مئے باہنان

چدان لپاے چپاے کی ماٹی اٹھا

میان اپنی آنتھوں میں انھی اول

بھی انھی ہوں ہی سب لقیروں میں جل

کریں تھے (کرتے تھے) : میان جس وقت ہر دوگانا ہماز

کریں تھے سواو وقت آیا قراز

دھکیلا (دھکیلا) : جو کوئی حق نہ مانے دھکیلے اوے

محض سینہ زوری سون ٹھیلے اوے

اسی طرح راجستھانی کے تنج میں اودو کی 'ڑے' کی جگہ 'ڈال'

بہت استعمال ہوتے ہیں :

چھلانا (چھڑانا) - کلاہنا (کاڑھنا) - ہڈھنا (ہڈھنا) ہڈا (ہڈا)

چھوڈنا (چھوڑنا) -

دکنی میں عربی فارسی الفاظ کے تلفظ میں یہ تقلید عوام و ضرورت

۱۔ گیان بہ معنی خیال بھی راجستھانی کا مخصوص لفظ ہے (مرتب)

شعری ترمیم کر دی جاتی ہے ؛ یہی دستور اس مثنوی میں پایا جاتا ہے ۔
مصنف لفظ و معنی کا قتل عام کرتا ہوا جا رہا ہے :

نہیں غازی نیست کز خون شکری سرخ نیست
اتنی بود آن شکر انگن کہ از صحرا گذشت

بعض مثالیں درج ہیں :

پیدا (حقیقہ) - علماو (علماء) - کہاں (کہاں) - اوّل (اول) کی شکل
میں ملتے ہیں ، اور فکر ، ذکر ، امر ، اسم ، اہل ، فضل ، کشف ،
وقت ، خلاق ، شکر ، اسم ، حزم ، عقل ، کبر ، علم اور عجز کو
بہ تحریک دوم اور سبب ، قلم ، بزرگن ، سخن ، محض وغیرہ کو بہ سکون
دوم باندا رہا ہے ۔

۴ - وفات نامہ (تالیف ۱۱۷۵ھ ہجری)

یہ اور شہادت نامہ جس کا ذکر آگے آتا ہے ، ایک ہی شخص کی
تصنیف معلوم ہوئے ہیں ۔ دونوں کے آخر میں چار چار اول دئے ہیں
جن میں صرف ایک ایک لفظ 'آدھین' جس کے معنی مطیع ، تابع ،
مسکین اور عاجز وغیرہ ہیں ، استعمال ہوا ہے اور غالباً جبریت تخلص استعمال
ہوا ہے ۔ اس خیال کی تائید اس امر سے ہوتی ہے کہ 'زینت السبلی'
(جس کا تبصرہ آئندہ ہو گا) کا مصنف اپنے آپ کو 'آدھین مہدوی' کے
نام سے یاد کرتا ہے ۔ چنانچہ :

آدھین مہدوی ہے جس نے نظم کہی ہے

اب ظاہر ہے کہ 'آدھین' وفات نامے اور شہادت نامے میں بہ حیثیت
تخلص آیا ہے ۔ ذیل کے اول میں جو وفات نامے سے نقل ہوتا ہے 'آدھین'
موجود ہے :

اول

کہے بات آدھین گیان کر مان جیو آج کال میں موت سو آتی جان جیو

۱ - اول : چار مصرعوں یا دو بیتوں پر شامل ایک نظم ہوتی ہے
جو ہندی میں یہی نسبت کے ساتھ استعمال ہوتی ہے ۔ ہر بیت کے
تالیف مثنوی کی طرح جدا جدا ہوتے ہیں ۔ آخری مصرع میں 'برہن'
ہائجی ضرور آتا ہے جو شاید بہ طور تکیہ کلام لایا گیا ہے ۔

برہانِ حالی ہی رہی عمر سونگی میں
چت دیہو

آدانت جو وہی براجے
ہیں تمام فانی وا بانی
آدانت قدرت ربانی
الکھ سورجن اہرم ہارا
چمکے سدا ہلاون والا
مرد استری جھوٹیا ساٹیا
سوے رہے یہ ہیکر سارے
اپنی اپنی آوے باری
سدا نکون چک میں چمکے
انت ایک دن موت کھڑی ہے
اس ہمالے کا اے حوالا
دلہا سمجھے کون چکری

چونکہ وفات نامہ نہیں لکھنا مقصود ہے ، اس لیے مصنف نے
ایسی کہید جس سے دل کا کنول مرجھا جاتا ہے ، شروع کی ہے ۔ اسے
موضوع کے لیے اسی قسم کی کہید نہایت مناسب ہے ۔ اس نے اپنے مضمون
میں ادبی شان پیدا کرنے کی کوشش کی ہے ، اگرچہ زبان اس کے خیالات
کا ساتھ نہیں دیتی ۔ وہ اپنے سرود فنا کو جاری رکھتے ہوئے کہتا ہے :
ہلک مانہ جن غنی بانی
ہو کسان جن باہی کھیتی
پہر کل لے جب وا چاہے
آپ کمرہا مائی سائے
کوئی مٹکيا کوئی ککریا
پہر کرے مائی کی مائی
مالی ہو کر باغ لکاپا
برن برن او کی بن باڑی
آپ ہنور ہو پھول کلی ہر

بہی بچار من مانہ سو تو یا کیجیو
'وفات نامہ' کی ابتدا :

حمد جس قائم کنوں ساجے
وہی سدا کا ساتیا ساقی
ساقی بانی بھاس فانی
ایدا اید سو اپکوں کارا
سبکوں وہی ہلاوے ہالا
اس ہالے سوں کوئی نہ ہانچا
نہی ولی اور سون پیارے
اسکوں پیوے دنیا ساری
کوئی ہی گیا کوئی ہرے
ایک روز وا ہول دھری ہے
سبکوں وہی ہلاوے ہالا
اسکی قدرت سب میں جاری

جھا بیاں لے رنگ ولی کر

بہر بھول کوں پکڑ مروڑے کون کہہ سکے کیوں نہ توڑے
 وا جو کہے سو حق کر جانو وا جو کہے سو دل کر مانو
 اکھت کتھا ہے ہم کہانی کاہو نے ہا سرم نہ جانی

دوہرہ

کون ہار جو کچھ کرے دھرن گگن میں کالج
 سزاوار وا کوں سجے تین لوک میں راج
 سوڑھ : راجا کرے سو نراؤ پر جا کا اس میں بھلا
 ہاسا پڑے سو واو ناتھ پرائے ہاتھ ہے
 اس تالیف میں دکنی اثر بہت کم رہ گیا ہے اور راجستھانی اثر
 بہت بڑھ گیا ہے۔ "نکو" دکنی کلمہ غی اس شعر میں آ رہا ہے :
 مار پھاس ہارے تین کوں نکو مار اس پاک بدن کوں
 ایک خصوصیت یہ ہے کہ امر خاص خاص مضامین کے ساتھ مضامین کا
 افادہ دیتا ہے، مثلاً 'ہوجا' یعنی ہو جائے۔ مثال :
 بات کم کرو کھاؤ تھوڑا ہوجا نفس تمہارا گھوڑا
 دیکھو امثال :

لکھے آکر مل عالم سارا تین لوک ہوجا سب ہارا
 کس کوں دیکھ خوشی ہو جانکے کون بہانت اے سرم جانکے
 کھڑیا دیکھتیاں راہ بھاری وار بہر ہوجاں بلبھاری
 سنکر دیا آنا کانے بات نیکی کی ایک سمائے
 بہت بے حیا ہوجاں نارہاں تھوڑیاں حیا جو کرنے ہارہاں
 ہو جان ایساں ٹپٹ اماںیاں بہری چھاں چاہیں بے مایاں

لئے، کا استعمال

اگرچہ عام طور پر اردو کے مطابق ہے مگر بعض موقعوں پر
بے قاعدہ بھی ہوا ہے۔ مثال :

جب ہلال نہیں دوڑا جا کر دھا کوڑا اس کوں لیا کر
امثال دیگر :

بھیر نبی صاحب نہیں بولا منو چو میری امت ٹولا

عمر اور عثمان، علی نہیں بولے مل کبر ولی ملی نہیں

جب رسول نہیں شکر بچایا ہو نعت ایسے فرمایا

کرو امامت میں نہیں بولا کھڑے رہو بچھے سب ٹولا

بھیر نبی میں سن یہ بولا سکھی رہو یہ امت ٹولا
حذف کی مثال :

بھیر گنگن کوں سیم اٹھایا کہا الٹی میں پہنچایا
بعض افعال جو اردو میں متعدی ہیں، وفات نامے میں لازمی
استعمال ہوتے ہیں۔ مثال :

ناوا ایسی سکت دھراوے ہو کر کھڑا نماز کراوے
(یعنی سکت دھرے)

امثال دیگر :

کہا عائشہ کے سر سیتی کئی ہوا میں چادر اڑتی
آسمان کی طرف چلائی میرے بغیر نظر نہ آتی
(چلائی یعنی چلی)

کروں امامت وہاں چل آؤں میں نہ آپ میں سکت دھراؤں
(یعنی سکت رکھوں)

یہاں ہیں جب دیکھا سینا جس میں پاوے غیر کہیں نا
بت گرم ہے تاب دکھایا ہے قرار اسدام جو پایا
(دکھایا یعنی دکھا)

’جے‘ اور ’جیو‘ خطایہ اردو میں صرف چند افعال کے ساتھ آتا ہے مگر وفات نامے میں اس کا دائرہ عمل وسیع ہے۔ وہ امر بہ ہے اور استمرار کا کام بھی دیتا ہے۔ مثال :

حاضر ہے سو دل میں لیا جیو غیر حاضر کو پہنچا جیو

امثال دیگر :

جو کھاؤ سو انہیں کھلا جیو جو پہنو سو انہیں پہنچا جیو

بات دنیا کی وہاں نہ کیجے ادب خدا کے کھر کون دیجے

اتفاق سون سارے رہ جیو کام نیک کر جیو اور کہہ جیو

خوف خدا کا دل میں دھر جیو اور کسی کا خوف نہ کر جیو

یہ سلام میرا پہنچا جیو میں بولوں سو ادب بھا جیو

بعض، جھوٹ، غیبت، بدگوئی ایسی بات لکھ جیو کسوں

ہمارو سنکا ہوا مناجیے دے زکات سنسکھ جاجیے

یہ ’جے‘ راجستھانی کے اثر میں معلوم ہوتا ہے ! ’جے‘ واحد کے واسطے اور ’جیو‘ جمع کے واسطے۔

راجستھانی اثر

وفات نامے پر راجستھانی اثر بہت غالب ہے جو نہ صرف الفاظ تک محدود ہے بلکہ نمائے، اشارے اور افعال تک حاوی ہے۔ ذیل میں مثالیں درج ہیں :

نرتا ہی (لے تا ہی) : لیاؤ کورؤا پار شتا ہی

مید مائہ لاک توتا ہی

بیاکل (یککل) : بیکلوار بیاکل ہو پارا

لا علاج ہوں کیا اشارہ

- کھم (ستون) : بٹا کھم کھر کا سو ٹوٹا
 تھور تھور سون مندر پھوٹا
 جا (جس) لٹاٹ (پیشانی) : سیس مبارک بہت دھکتا
 چالٹا بہ نور چمکتا
 گھالے (بنا پر ، وجہ سے) : لکوں پوچھیں اسکے گھالے
 ہو جو تم ان کے دکھوالے
 باجے (کھلائے) : اگر قریشی سید باجے
 کرتا بدی نہ مرگڑ لا جے
 کھوسا (چھپتا) : کھوسا آپ نے کیا لپایا
 پھیر سنگ کیا لپایا
 'لے جایا' یعنی لے گیا ، اگرچہ مظاہر قیاس ہے مگر مستعمل نہیں ۔
 تیں (تو) : کرن ہار سہنے پہنچایا
 منجھے جو کچھ تیں نیں فرمایا
 چھورا چھوری (بچہ بھی) : عاتق تلے کے چھورا چھوری
 ان پر کدی نہ کیچو زوری
 چپ (زبان) : اس زبان سوں آچھا بولو
 غیر بات پر چپ نکھولو
 کلہ کلہ (لڑائی جھگڑا) : دور ہوئی سب بلا بیماری
 کلہ کلہ شادی سازی
 چھانا (مخفی ، چھپا) : وہاں کچھ چھپا رہے نہ چھانا
 سب کوں انت خدا کن جانا
 کسے (کسی کو) : کدی کسی پر ظلم نہ کیجیو
 یعنی کسے نہ ایذا دیجیو
 دھیر دلاسا (تسکین و تسلی) : سو تو میرا صاحب پیارا
 دھیر دلاسا دینے ہارا
 رنجانا (ریخ پہنچانا) : مائی باپ کی بے فرمائی
 جن نیں ذات ان کی رنجائی
 اوہاڑنا (اکھیڑنا) : یا ہی سے محل اجاڑے
 یا ہی کھر لیویں اوہاڑے

نکاتن لاگا (نکاتے لگا) : جب جسم چوونکالن لاگا
 ٹوٹ گیا سب تن کا تاکا
 ہامی (ہی) - وامی (ومی) : ملک الموت کہتی ہو ہامی
 دروازہ پر کھڑا واہمی
 اوچاتا (اٹھاتا) : پھیر گگن کون سیس اوچایا
 کہا الہی میں پونہایا

اردو کی 'ڑے' کی جگہ 'لال' زیادہ آتی ہے۔ مثلاً :
 بڑا (بڑا) بڑھتا (بڑھتا) چھوڑ (چھوڑ)۔
 نون اور نژہ کا تبادلہ : جانڑے (جانے) ، سنڑو (سنو)

جمع

میزاں - زکاتان - نیازان - فوجان - باتان - نکاتان - صفان - ہشتان -
 حوران - نوباتان (نبات) - ناریان - تھوڑیان - امتان - درودان -
 نصیاتان -

بعض مثالیں :

یہ ایمان جانے کیاں باتان جو کہ دین میں ہوں آفتان

اور امتان ہیں جو ساریان سگل انبیا کیاں نرناریان

بہت بیجا ہو جان ناریان تھوڑیان حیا جو کرنے ہاریان

کن دیکھیاں آگے کیا باتان کروں ذوق یہاں میں دن راتان

گھر میں ہیں بھارے ناریان ہو یاں بھارے سارے ساریان

وے جو بھاریان گھر میں رہیاں جو تم کہو سو کورتیاں کہنیاں

ہری فارسی الفاظ کی پگڑی شکلیں

اہڑا = اشارا تر تاہی = بے تابی بے مان = بے ایمان جانو = زانو

اعلا = اعلیٰ اندیشا زیا تون غنہ = اندیشہ درونا = درون

کھلک = خلیں

غائبہ

یہ غریب عاجز کیا ہو گا
 آس نہی کی رکھے ہوں غامی
 میان جسی کا داس بھارا
 عیسیٰ میان سو مرشد میرا
 اس وفات نامہ کی باتاں
 واثواب ایسا بھر پاوے
 جا رسول کی کرے زیارت
 اور مرثیے ملیں سو اعلا
 نہی پند کریں شفاعت
 نہی پند ہر صلواتاں
 اور آل اصحاب ہمارے

اس بھار کی ہانسون چوگا
 کریں شفاعت ہوئے خلاصی
 اس نے لکھا یہ قصہ سارا
 منجھے آسرا ہے پستیرا
 سنے بیٹہ چو کوئی نکاتان
 جیسا مسکے مدہنے جاوے
 ہوں گناہ کی ہوئے کفارت
 ہوئے خدا کن درجا بالا
 ہو قبول سب نیکی طاعت
 بے شمار دل سوں نصیباتان
 ان ہر بھیجو دل کر سارے

دوہرہ

یک ہزار یک سو برس ستر اوپر پانچہ
 یہ وفات نامہ لکھا روز جمعہ تھا ساتھ

وفات نامے کو آدھین مہدوی، جس کے اصلی نام ہے ہم ناواقف ہیں،
 ۱۱۷۵ھ (۱۷۶۱ء) میں ختم کرتا ہے۔ ایک امر حیران کن ہے کہ وہ
 عیسیٰ میان (متوفی ۱۱۵۱ھ) کا مذکور کرتا ہے، ان کو اپنا مرشد
 مانتا ہے لیکن موجودہ پیشوا میان نجم الدین (۱۱۶۷-۱۲۰۹ھ) کا نام
 نہیں لیتا۔ اس کا سبب میان عیسیٰ کے ساتھ اس کا ذاتی خلوص
 ہو سکتا ہے، مگر میان نجم الدین کے نام سے اعراس کی کوئی معقول
 وجہ نہیں معلوم نہیں۔

وفات نامے میں تقریباً گیارہ سو شعر ہوں گے۔ تعداد صفحات پچھتر
 (۷۵)، ۱۵ سطریں فی صفحہ۔

۵۔ شہادت نامہ امام حسن و حسین

غالباً اسی مصنف کا ہے جس کے قلم سے وفات نامہ مرقوم ہوا ہے۔

دونوں کتابوں کی زبان اور طرز بیان ایک ہے ۔ غائبی کے ایک اول میں
آدھین قصص بھی موجود ہے ۔ وہو ہذا :

اول

ہات کہے آدھین منکل من لہجو
گنہگار مت ہیں دعا کچھ دیجو
اہل بیت کا داس جنوں کی آس ہے
برہان مانجی یا ہی یونہی خاص ہمارے پاس ہے

طرز نگارش بھی وہی اور بندش کا اسلوب بھی قریب قریب وہی ہے ،
اس لیے یہاں بھی وہی اسوریٰ نظر رکھے جاتے ہیں جو پھولی تالیف کے
تبصرے کے وقت تھے ۔

شہادت نامے کی ابتدا ہے :

عقل چہ داند کہ کلام خدا	چون نشد اول ز الف ابتدا
ب کہ کلید آئندہ بر گنج بسم	ہر کہ کشا دست در این طلم

بول ہیں بسم اللہ ہائی	رحیم رحمت رحمانی
حمد ثنا جو کیجے ساری	ساجے اسے جو خالق باری
سبکوں وا روزی دینے ہارا	سبکے کاج سدھارے ہارا
تین لوگ کا کام چلاوے	وہی دلاسا دھیر بندھاوے
سہریان وہسا ستاری	ستر ما وہان کون چکوری
مالک ہوم الدین کباوے	سبکوں لیکھا لین ہلاوے
ایک ایک سوں لیکھا لیکا	جو کچھ بدلا ہو سو دیکا
کہے بدلی کر توں میری	کروں دستگیری میں تیری
چلو پکڑ کر رستا سدا	یعنی آچھے عقل عقدا
جو ہے نیوں ولیوں کا رستا	کوس کوس پرگانو جو ہستا
اودھر گیا وا این سکھ پایا	اسہت بھوک اسہ پھل کھایا

مصنف اپنے مآخذ میں ذیل کے نام گناتا ہے :

(۱) 'دو مجالس' (۲) 'تفسیر حسینی' (۳) 'شرح مقاصد' از سعد الدین تقطازانی ۔

ضمیر و پہلے اشارات ، ظرف و صفت تشبیہی و مقداری و استہام :

یا (یہ) ۔ وا (وہ) ۔ کا (کیا) ۔ جا (جس) ۔ باہی (یہی) ۔
وامی (وہی) ۔ اتنا (کتنا) ۔ اپنی ، سہی ، کاہو (کسی) ۔ ایسے ،
گیسے ، او (اُس) ۔ تیں ، یونکر ، جیونکر ، کے (کیا) ۔ کے (ہا)
اینا ، جینا ، جینے (جینے) ۔ ویتے (وتنے) ۔ اس ، اوس ، وس (اُس) ۔
اے ، وے ، کہا (کہا) ۔

مشعدی و لازمی : مثال

ایسا وقت الون ہر آیا مملک فملک ساوا لوزایا
(یعنی لوزا)

امثال دیگر :

تین لوک زاری میں آئے عروش کرسی سارے لوزائے
(یعنی لوزے)
چھوڑو ہاتھ جو ہم چل جاویں کوفے میں جا کر ٹھہراویں
(یعنی ٹھہریں)

اہل بیت میں اب چل جٹاؤ ہی بیوں میں جا کر ٹھہراؤ
(یعنی ٹھہرو)

جیو جنت زاری میں آیا گگن دھرن سارا لوزایا
(یعنی لوزا)

جب وے چلے شہر میں آئے اہل بیت سب قید کرائے
(یعنی قید کیے)

ہال جیسے سب کلمے لکائے سب کے سر پر ہاتھ پھرائے
(یعنی پھیرے)

تین اس پر کیوں ہاتھ چلایا یہی بول کر ایسے ڈالیا
(یعنی ڈالنا)

ہذا خاص گنبد بنوایا جا پر سارا جنگت لہایا
(یعنی ریمپا)

جے کا استعمال - مثال

انے گھر تو اوسے ہلاجے میں جو کہوں سو خاطر لاجے
امثال دیگر :

سر حسین کا لے کر آجے میرے کئے سو لیا پہنچا جے

کہو جو اس کون کیا کیا کہہ جے لعنت دیے بنا کیوں رہ جے

تو نہ آپ وہاں غافل رہ جے جو میں کہوں سو کر جے کہہ جے

کٹ سیس اس کا پہنچا جے میرے پاس وا بھیج دلا جے

قالیے کی خاطر سے ضابطگی

یہ الفاظ دیکر پہلے مصرع کے قافیے کی رعایت کے واسطے
دوسرے مصرع کے قافیے کو اگر مؤنث ہے مذکر ، اگر واحد ہے
جمع یا ان کے برعکس کر دینا - مثال :

راہ سانبہ ہر کارا آیا انے خبر ایسی پہنچایا

خبر مؤنث ہے ، اس لیے اس کا فعل پہنچایا دوسرے مصرع میں
مؤنث آنا چاہیے تھا ، یعنی 'پہنچائی' لیکن پہلے مصرع میں 'آیا' مذکر ہے ،
اس سے مطابقت دینے کے لیے دوسرے مصرع میں فعل مؤنث کو مذکر
بنا لیا گیا ، یعنی پہنچائی کو پہنچایا کر لیا - دوسری مثال :

اس کا گھوڑا خالی آیا اہل بیت سارے چر لایا

اس شعر میں یہ قاعدہ صرف 'چر لائے' آتا ، مگر پہلے مصرع کے
قافیے کی خاطر فعل جمع غائب کو فعل واحد غائب میں تبدیل کر دیا ۔
دیگر:

تم جو ہانی بہرن نہ دیتے تیا ہے مزیں خلق یو کہتے
ان دونوں کوں مار شتای نہیں کروں میں تجھے خرابی
مرد ہویں سو کریں لڑائی نہیں عورتوں کوں نرمائی
تصرف میں ے قاعدہ کی : مثال
تو ے میرا ما کا جابا ایسا بڈا بھوہا آیا
('میری ماکا' چاہے)

دیگر مثال :

اے چھوٹا دے پٹا میرا نہیں لڈیکووں منہ اب تیرا
('لٹھے میرے' چاہے)
صالح نہیں جب ان کوں بولا تھے جو وہی یزیدی ٹولا
('ٹولے' چاہے)
بولی جان کلیجا میرے لوک لوک کن کہے سو تیرے
('کلیجے' چاہے)

'ے' کا استعمال : مثال

بہر یزیدہ نہیں بولا یونکر کرو کام میں کہوں سو جیونکر

دیگر مثال :

جب امام نہیں بولا یونکر اوسے کہو میں بولوں جیونکر
جب حسین نہیں بولا یونکر جان بوجہ تم کرو سو کیونکر

اسر و مضارع - مثال :

اور درد کیاں کہاں سوہاناں اگر لکھے دن دو جاں راتاں
امنال دیگر :

اور شیر غوار تھا تیرا اب من ان کی بات کہیجا
نہو جو ہوجاں اس کے چہنتے ہرگز مت تم رہو ٹہہنتے

آواں جو روحانیون کیاں توجاں جون دریا و کہاں امڈیں موجاں
واجبتانی اثر

یامی (ہی) - واهی (وہی) : آخر کبری نصیحت یامی
جو میں بولوں کرو سو واهی

دھون (طرح) : ایسی دھون تروار چلاؤں

کافر ایک نہ ڈھونڈھا پاؤں

کے (ہا) : حکم کرو تو ہائی لیاؤں

کے چا لڑوں شہادت پاؤں

کن (کنے) : تھا جو علی اکبر کا کھوڑا

اہل بیت کن آیا دوزا

تھامے (ہامے) : تم جو ہائی پھرن نہ دہنے

تھامے سر میں خلیق یوں کیئے

چرلانا (چلانا) : بیٹے کا منہ چومیاں چاکر

اسی بھانت بولی چرلاکر

بنیا (پوچ) : ایسا ہوا بھوہا لہا

روز حشر لک جائے ہانیا

ہارنا (جھاڑنا) : وا کڑن زمین ہماروں

روے روے تن جان ہماروں

بازی (ہاجی) : دروں جو ایسا موذی ماضی

ہو ملمون کھینا بازی

بیگل (بے گل) - ات (بیت) :

وسن اوس پر ڈنک جو مارا

ات ہی بیگل ہوا پیارا

۱ - واوٹ شاہ نے بھی 'بازی' استعمال کیا ہے - (مرتب)

ہاہوں (بٹھاؤں) : جیوں اسے اذن میں لیاؤں
 کر نکاح لے گھر میں ہاہوں
 نگوڑی (نگوڑی) : نہیں جس ایسی عورت چھوڑی
 بے گناہ یوں کبری نگوڑی
 دھول ملانا (خاک میں ملانا) : میں تو ان کوں دھول ملاؤں
 اوسے روز راحت پاؤں
 دونی (کشتی) : اونے بات جب ہو سن ہائی
 اوسے وقت دونی ہلوائی
 سکھجائی (ھچکجائی ، ڈری) : میں اپنے سن میں سکھجائی
 ہو دل گیر سو تجھ کن آئی
 جیو ڈکانا (دل ڈولانا ، دل ڈگمگانا ، بے وفائی کرنا) :
 تون امام کوں اگر ہلاوے
 کوئی نہ تجھ سون جیو ڈگاوے
 گھایرا ہوا (گھبرایا ہوا) : جیو گھایرا ہوا سو بھاکا
 اوسے وقت جیو لکھن لاکا
 ہلیکھا (اندوہ ، تلی ، ریچ) : کہو اماں ہم نہیں کیا دیکھا
 رو رو ایسا کیا ہلیکھا
 میں نے اپنی آنکھوں دیکھا
 جس کا منجھ کوں بڑا ہلیکھا
 کھوسنا (چھیننا) : نٹکے پاؤں سر سب کھلے
 کھوس لیے ان سب کے حلے
 بھرمایا (لجایا) : عید اللہ سن میں بھرمایا
 ہو فرینتہ دل میں بھایا

ہری فارسی الفاظ کی بکڑی شکلیں

- خوشحالی (خوشحالی) - بازی (باجی) - چاد (زاد ، نوشہ) -
 تورتائی (بے تابی) - داغل (داغ ، داغدار) - ہشارا (ہشارت) -
 کفرانا (کفر) - امامین (امام) - نیہوں (نہی ، با یاسے مخلوط) - دریائو
 (دریا) - وائی (مؤلف از رائد) - صھی (صحیح) -

جمع

یہاں میں صرف مثال کے چند ابیات پر قناعت کرتا ہوں :

- (۱) اور درد و ماتم کیاں ہاتان سو کاہو سون کبھیاں بھاتان
(۲) اور نیوں کیاں بییاں پیاریاں ڈولی بیٹھیاں آباں ساریاں
(۳) آباں فرشتوں کیاں چل اوجاں جیوں درباو کیاں امڈیں موجاں
(۴) جب وے بولیاں بییاں ہم تو تپاں مریں پیاریاں
ساریاں

ایک اس قابل گزارش ہے کہ 'شہادت نامہ'، 'وفات نامہ' از آدھن اور 'تاریخ غریب' اہل دائرہ کی دیگر تالیفات کو دیکھتے ہوئے جن کا تبصرہ آئندہ صفحات میں ہو گا، ایک ہی سلسلے کی چیزیں معلوم ہوتی ہیں۔ ان میں آپس میں قریبی تعلق اور مناسبت ہے۔ اگرچہ یہ نو دعویٰ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایک ہی مصنف کے قلم سے نکلے ہیں۔ غامیے میں چار اول مرقوم ہیں؛ ان میں سے تیسرے میں آغاز میں نقل ہو چکا ہے؛ تیسرے چار یہاں درج کیا جاتا ہے۔ تعجب ہے کہ اس موقع پر بھی آدھن صرف میان عیسیٰ کے نام کو شہرت دے رہا ہے۔

اول

عیسیٰ میان جو مرشد کامل ذات ہے مجھ اناہ کی ناتہ اس کے ہاتھ ہے
وے دکھ والا ہوں چرن چت لانے
برہاں ہاتھی تین لوک میں چین سرب سکھ ہانے

نمونہ مشوی

اور قل ایک سن لے بھائی بھر سعادت میں بھلائی
تھا دیش میں بھاری مویا جس کا کہیں ہذا منصوبا
لیٹ فوج رکھتا تھا بھاری بھات بھات مدد مانتی ماری
لیا فوج کا اتی موہلا دیکھ تین سون ہائی چلا
عرض کری بخشی تیں باہی اے نواب کر شکر الہی

تیری اے دل بادل فوجان
تو کیوں دل میں کرے اوداسی
کہا منجھے ایک خطرا آیا
آپ امام حسین پیارا
میں جو ہرول میں اس کے ہوتا
ان پر یوں تروار چلاتا
ایسی ان کی کرتا غازی
یوں امام آگے میں لڑتا
سو دریغ میرے من آئے
اوسی رات وا مویا غازی
ایسا خواب اسی کون آیا
پہت بیمار کر بولا یاہی
تجھے خدا نہیں بخشا پیارے
ہے میرا غورند جو پیارا
اوس کا رحم جو تجھ کون آیا
ٹڑ کر جیوں تو ہوا سو غازی
ایسا تجھے ثواب دیا ہے
مسلمان ہر فرس جی ہے
جن امام زادے مروانے
اون پر لعنت سانچہ سکارے
اللہ نیں لعنت برساویں
جو بیزید بازی کون لیاویں
وہی ٹوک سارے لے جا کر
شہادت نامے کے اشعار کی تعداد ساڑھے بارہ سو کے قریب ہو گی :
تعداد صفحات چھتر، لی صفحہ سترہ سطریں ۔

۶۔ رسالہ راگ (تالیف ۱۱۸۱ھ - ۱۲۶۷ھ)

یہ رسالہ بھی آدھین مہدوی کی تالیف ہے ۔ اس میں ناظم نے ساج
کے متعلق مختلف عالموں اور مولویوں کی آرا جمع کر دی ہیں ۔ لیکن وہ

کہاں تک حقیقت پر مبنی ہیں ؟ میں نہیں جانتا ۔ رسالے پر کسی نے بعد میں لکھا ہے ”ابن رسالہ تصنیف محمد جی صاحب“ لیکن متن میں محمد جی کا نام نہیں آتا بلکہ آدھین مہدوی کا ، اس لیے مؤخر الذکر کی تالیف ہونے میں ہمیں کوئی شبہ نہیں کرنا چاہیے ۔

جس طرح ”تحفۃ النصاب“ کو مولانا ہوسف نے ایک ہی وزن و قافیہ میں نظم کسر دیا ہے ، اسی طرح آدھین نے بھی اس رسالے کو ایک ہی وزن و قافیہ میں نظم کا جامہ پہنا دیا ہے ۔ اشعار کی تعداد ایک سو چالیس کے قریب ہے اور صفحوں کی تعداد دس ہے ! فی صفحہ ۱۴ سطریں ۔ اس کے کبھدی ایسا ہے :

بولو جو حمدتہ جیوں حق بتاوتا دیکھو جو سورہ فاتحہ سب کون دکھاوتا

صلوات بے حساب و تحیات بے عدد ہر مصطفوی کہہ دین جگت میں چکاوتا

برآل و ہر صاحب جو ارکان دین کے اب راگ کا بیان ستو دل کے کان سے

یوراک ہے مباح سودیکھو قرآن میں سترے ہیں راگ لیک طسرف کسوں لکاوئی

یا قول جو کہا سو عوارف میں لکھ دیا

میں غامیے سے چند اشعار دیتا ہوں جن میں مصنف کا تخلص بھی موجود ہے :

بے انت راگ ساگر بالوکی کہاں ہے طاقت نہیں کسیکو جو سارا بتاوتا افسوس ہے خبر کسوں کہاں تک جو یا نکر نکر کی ڈاگر میں نہ آوتا کہیں خبر

اپنا اگر مائے کوئی پھرتو کیا کریں اپنا کیا سو آپ ہی آگے سو ہاوتا آیت حدیث اجاج کھولا عقل تھاس اے چارہیں اصول شرع کے بتاوتا

جنکیاں کہیاں دلیلاں سب کھول
 اس بات سوں زیادہ بھر کیا بتاوتا
 کہبت ادھر اودھر کی لکھی سو
 یا بات ہے اصل کہ جو عاجز لکھاوتا
 ابتداں لکھیاں کتاباں تیار سب
 دیکھے سوائے دیکھو جو نا بتاوتا
 آدھیں نہیں لکھی ہے غزل ریختہ تمام
 یا بے سمجھ ضعیف چوطاقت نہ لیاوتا
 اس کی مددھیں خوب میان مصطفیٰ
 ان کا طفیل ہے یو زبان میں سوپاوتا
 ولی
 یا راگ کا رسالہ اس کا جو ناو ہے
 آسان کر دیا ہے ڈھونڈ ہے سو پاوتا
 اپنا ہی جو بنائے اس کو نہ خبر بڑے
 جب موت کا پیالہ جم بھر پلاوتا
 مرشد نہیں دی بشارت عہ کون یو
 یا خوب ہے رسالہ جو تو بناوتا
 خواب میں
 احبا علوم کیاں سود لیاں جو خوب
 عری کی جو عبارت اس میں لکھاوتا
 ہیں
 یا خواب میں جو دیکھا عاجز
 غریب ہیں
 جس کے جو کھول معنی یہاں مختصر
 عری جو عندویکوں یہاں لیااوتا
 بیان
 اشجارا کون دیکھو انمارا لذیذ
 انظار (کذا) گل عذار سو کیا کیا
 دیکھاوتا
 اس میں جو دیکھ چوک محی کر
 لکھے یو بات
 ناظم غریب عاجز عاصی کرے یو
 یاش
 ہجرت کا (۱۱۸۱ھ) ایکسی پکعدو
 یک ہزار
 سلوات ہے نہایت تحیات ہے شہار
 خاتم نبی ولی یو جو قرآن بتاوتا
 راگ وقت دوپہری
 تحت تمام شد رسالہ
 دستخط عاصی حافظ محمد اسد اللہ ولد محمد عارف حافظ ابن عہد مجتبیٰ مہدوی
 تحریر تاریخ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۸۲ھ

اس رسالے کی زبان کے متعلق مجھے زیادہ حاشیہ آرائی کی ضرورت نہیں؛ اسی قدر کہنا کافی ہو گا کہ وہ اسی طرز میں گمزن ہے جسے پھول کتابیں۔ دکنی کا اثر برائے نام موجود ہے اور راجستھانی شدت سے غالب آچکی ہے، مثلاً 'کو' بہ معنی 'کر'، 'ہو' بہ معنی 'ہر' اور 'کیل' (مشکل) وغیرہ جو دکنی کی یادگار ہیں ابھی تک موجود ہیں۔ لیہاوتا، گونا، چھداوتا، اوڈاوتا، سپاوتا، پچائے نبھاتا، کاتا۔ چھڑاتا، اڑاتا، سپاتا، راجستھانی کے اثرات میں ہے۔ ہندی حروف کا فرق 'ٹ' کو 'ت' چار نقطے اوپر دے کر اور 'ڑ' 'لا' کو 'ر' 'د' تین نقطے نیچے دے کر دکھایا ہے۔

نوٹہ زبان کے واسطے چند شعر یہاں درج کیے جاتے ہیں :

دیکھو دیوان حالہ جو کیا دکھاوتا
گندا یو خاکدان تھھے کیوں سپاوتا
ایسے اجاڑ میں بھی کوئی جیو نکاوتا
یو خاکدے غراب تھھے کیوں سپاوتا
جانے نکل چلوں سو بدن تمللاوتا
دیکھو دیوان حافظ میں کھول پاوتا

کیا ہے کہانسون آوتا کیوں جیو
ہلاوتا

اہرم اہار ساگر پندا نہ پاوتا
ہا بانسری کون دیکھ جو کیا کیا
پھاوتا

اس تار کو ہمار کہان جیو نکاوتا
دل میں دھال دھوم کیا کیا پھاوتا
ہے مرد سوں ہمید کہ دل کون
ڈکاوتا

سولی کی ساتھری ہو سلوتا ہلاوتا

بھی تھنڈا لٹماج دیکھو سو کیا کیسے
ہا بین بانسری جو کیسے روح کون پیام
تیرا قدیم وطن مرش ہے سو پھول کر
دنیا ہے بھاگسی سولہٹ نا کسی نکر
سن کر پیام روح نہٹ بے قرار ہو
'تھنڈہ' میں ہو ہو لکھیا ہے سو
کھول دیکھ

اس راگ کون سواد کہو رنگ
روپ پاس

ہاچون کیا کریکا بیچون کا کیا بیان
ہے بانسری جو ایک ہرن بانسری
ایک

کہتے ہیں چار تار تھھے ہار ہار یوں
لانون جو سناوے بیچون کی ندا
کہتا سرود سرہ نکر دل کون درد
سون

کہتا طبل کیل ہے لپٹ پت پیم کا

گہنا رباب باب کھلیگا ہے جان کو
ہر وہ ہمیشہ مردم سنگلی چلاوتا
ذوق
دف چنگ میں چورنگ کہے بھکوں
یا چھوڑ نام ونگ جو بھکوں
یہ رنگ
اہیں کہے ٹہورا دیدے کے گوشال
ہورا نہیں سو کام پیا کے نہ آوتا
بردنگ کوں حرام شریعت میں جو
اسکا بیان خاص ولی ہوں چلاوتا
کہا
حت کرے نہاوج شیطان کی آواز
ہو جھیں منجیرے کسی ہر چلاوتا
کچنی کا بھاؤ بھر بھر بانٹے برابری
چاروں طرف کہے کہ جو حاضر سو
پاوتا

۷ - زینت المصلیٰ

جیسا کہ اس سے قبل اشارہ کیا جا چکا ہے ، آدھین مہدوی کی
تالیف ہے ۔ یہ ایک مختصر سی نظم ہے جس میں نمازیوں کے واسطے
وضو اور نماز کے متعلق ہدایات ہیں ۔ نظم ہذا میں تین ہم قافیہ
مصرعے اور ایک ترجیمی مصرع مل کر چار مصرعوں کا ایک بند
بنتا ہے ۔ تمام نظم میں ایسے سناسی اٹھاسی بند ہوں گے ۔ اس کا وزن
مفعول فاعلاتن ، بحر مضارع اخرب مربع ہے ۔ ہر مصرع کے آخر میں
سرخ سیاہی ہے تین تین واو معکوس یہ طور علامت وقفہ دے گئے ہیں ۔
نظم کا آغاز :

من بات ایک بھائی ،	بولوں میں ہاد آئی ،
تنبیہ میں بتائی ،	دل ٹھیک رکھ نمازی ،
عربی میں معتبر ہے ،	امت میں مشہور ہے ،
اس میں لکھی خبر ہے ،	دل ٹھیک رکھ نمازی ،
کرتے [ہو] چور کھتان ،	انکیاں سنو جو باتیں ،
کیا کیا بھرے نکاتان ،	دل ٹھیک رکھ نمازی ،

بازار غزار مسلا ،، فن میں بھرے چو اصلا ،،
 جمل سنو جو فصلا ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 یہاں ایک اقتباس جو وضو سے تعلق رکھتا ہے ، نقل کیا جاتا ہے :
 اب سن وضو کیاں باتاں ،، اس کیاں جو ہیں صفاتاں ،،
 کہنے میں جو کہ آتیاں ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 کہنا حسب ہوائی ،، دل میں سون کا لہ بھائی ،،
 اس بات میں بھلائی ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 دل میں جو رکھے ہاکی ،، ہرگز نہ ہو ہلائی ،،
 بندہ غریب خاکی ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 تن میں جو ہو خرابی ،، توہا کرو شتابی ،،
 بے شک نہایت ہابی ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 بچھے وضو کا پائڑی ،، لے کر وضو سو جائڑی ،،
 جیسے کہ تیں پھانڑی ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 چامان جو پاک ہاوی ،، جیسے شرع بتاوی ،،
 خاصا حلال لیاوی ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 دامن زمین چارے ،، اس کوں شرع ہدارے ،،
 آگے خدائے مارے ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 چامان بھوڑ لسیا ،، دھرق کوں چا پسیا ،،
 ہرگز نہ ہن تسیا ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 بگھڑی نہ باندھ گھیرا ،، دل ہر چو [ہو] اندھیرا ،،
 جس میں زمین تیرا ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 یا طور یا زیباں ،، اشراف تیں بھاناں ،،
 تیرا ہڈا ٹھکاناں ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 چنو نہ لال پیلا ،، کیسر کسوںہ لسیلا ،،
 ریشم کوں ڈال ڈھیلا ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 پتو جو ہاے جامان ،، ٹھنا کھولے بھامان ،،
 ہاے شرع کا سامان ،، دل ٹھیک رکھ نمازی ،،
 ملل جو ہن خاصا ،، نیت رکھو خلاصا ،،

غنغر پھولیل ہاسا،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،
 کیڑو جو ہو وزالا،، بھانا جو میل والا،،
 دل پر نہو اوچالا،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،
 اس کو نہ پن بھائی،، ہے لیستی رہائی،،
 ساتھی حدیث ہائی،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،
 سامان ہاکہ ساچے،، مسجد منے سو چاچے،،
 حق کے حضور آجے،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،
 آیات خاتمہ :

ایسے نماز کرچے،، آخر خدا سون لڑچے،،
 دل میں جو آس دھرجے،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،
 خالص خدا کون راضی،، دل سون کرو نمازی،،
 جیون ہوئے سرفرازی،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،
 آدھین مہدوی ہے،، جس میں نظم کہی ہے،،
 سب مان لبرو صبی ہے،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،
 پا زہنت المصلی،، جس میں ہے بات بھل،،
 حق کی طرف کی کلی،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،
 صلوات ہے نبی پر،، آل و اہل سبھی پر،،
 اصحاب مقتدی پر،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،
 اس کون جو یاد کیجے،، دل سون دعا دیجے،،
 ہنسی ہو مان لیجے،، دل ٹھیک رکھ نمازی،،

۸ - گاہ کیبرہ (از پند جی میان)

ابتدا :

اول صفت اللہ کی کر تو بھیج درود سلامان
 خاص نبی اور آل پر اور اصحاب کرامان
 جو کوئی پوچھے گناہ کیبرے کہتے ہیں بتلاؤ
 اس کون پاس بٹھا کر تم یہ سب مسئلے کھول سناؤ
 ہیں پینیس کیبرے سارے نکتہ یہ سن لیجے
 انہوں پر خدا سون لڑچے ایسا کام نہ کیجے

رسالے کے اشعار کی تعداد پچاسی نوے کے قریب ہو گی۔ اشعار کا وزن وہی ہے جو کثرت سے پنجاب میں رائج ہے اور فنی کتابوں کے لیے بڑی حد تک مخصوص ہے۔ ’باراں انواع‘ جس کے مصنف مولوی عبداللہ لاہوری جمانگیر و شاہجہان کے عہد کے بزرگ ہیں، اسی وزن میں ہے۔

مجد جی میاں کے حالات سے ہم واقف نہیں۔ ان کا ایک خط اہل دائرہ میں بہت مشہور ہے جو غالباً ۱۱۱۹ھ میں مدینہ سے جب ان کی عمر اسی سال کی تھی، بھیجا تھا۔ جس کا عنوان ہے: ”اظہار دھوت مہدی موعود علیہ السلام در مدینہ منورہ مجد جی میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ اظہار کردہ بودند“ اور ان فقروں سے شروع ہوتا ہے:

”حقیقت حرمین شریفین بہ طریق مختصر آنکہ چون این ضعیف و میاں امیرالدین و حمد اللہ علیہ و بایزید فقیر و بختیارا بھائی از برهان پور بہ طرف سورت روانہ شدند، در میان راہ بہ زیارت ہندگی میاں شاہ دلاور رضی اللہ عنہ مشرف شدیم۔“

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۱۹ھ میں مجد جی میاں نے حرم ووضہ رسول میں ایک روز مہدی موعود کے نام کی منادی کی تھی، جس کو ہزاروں زائروں نے سنا۔ ان میں مکی، مدنی، شامی، ہندوستانی، مغربی، ہندی و سندھی شامل تھے۔

’گناہ کبیرہ‘ مجد جی نے ۱۱۱۹ھ سے بہت سال قبل تصنیف کیا ہو گا، کیوں کہ اردو زبان میں فارسی اوزان اور بحر کے رواج سے پیشتر ہندی اوزان میں لکھنے کا دستور تھا، اور مجد جی میاں جو متعدد کتابوں کے مصنف ہیں، ۱۱۸۰ھ کے قریب فارسی اوزان میں نظمیں لکھ رہے ہیں۔ اس سے ظاہر ہے کہ ان کے ہندی اوزان کی نظمیں اس عہد سے پہلے کی تالیف ہوں گی۔ جہاں چند ایساں بطور نمونہ درج کیے جاتے ہیں:

کاجیا اور تماکو نازی سیدھی ہوزا سارے
اصل حرام جو بیوی کھاویں ہٹے خدا کے مارے

لایق ہیں تعزیر کرن کے ان کی ساکھ رزال
 حکم شرع میں بات شاہدی ان کی ساری ڈال
 سونگہ سماکو پانوں میں کھان بولیں اس کون ہوئی
 یہ سردار نجاست بھولدی بد عساون کی گھوئی
 کچھند شطرج پیسی چوہڑ جوا جو کھیلیں
 لاکھ لعنتان ان پر ہر سیں پاپ سمندر ریلیں
 کہا پن منڈاویں ڈاڈھی سنا پن دکھاویں
 ہشتیاں راکھیں بدعاویں موچھان مسان گھلاویں
 سرا ریشمی کپڑا پنیں جامہ زمین چھاریں
 مغروری کی چال چلیں تن ایسی بھانت سنواریں
 مجلس بیٹھ بھاویں کچھیاں ریمیں دے دے ہے
 ان کے اوپر لعنت برے ہیں گیدی دے ایسے
 اہل علم کی مجلس سہی رکھے بھاگ جو جاویں
 وہ خرچی دوزخ کی باندھیں دوزخ ٹھار ہساویں
 عیب چھٹائیوں مول چٹھائییں بیچیں جس ادھاری
 ان پر لعنت کریں لڑھٹے پاپ کاپا بھاری
 سارے تن کے بال منڈاویں چوٹ بٹے رکھاویں
 کپڑا رکھیں کلب کر ڈاڈھی اگلے بال چکاویں
 ہولی کھیل دھواں دیکھیں دسرا ہی میں جانے
 آتش بازی لے شہرت گکن کی طرف چلاتے
 ڈولے کاڈھیں آگ چلاویں اور فٹیری لیتے
 اہل بیت کے دوست کہاویں ان کو ایذا دیتے
 ہڈییں نمازاں نہٹ گھارے سجدہ رکوع ملا کر
 سب ارکان بجاویں نا وہ ہر یک ٹھور جدا کر
 لعل کسٹیا پگڑی باندھ نماز اسی سون کرتے
 چیلہ کرہ لپٹیں کپڑا رخصت دل میں دھرتے

باز نکال تجارت کرتے سو بنیاد ہلکتے
 کندی برکت ہو نا ان میں جنم جنم کون رہے
 بار گیری اور غری کیجے گھوڑا ایک لکھاجے
 گھاس گھود کٹر لکڑیاں لہاجے سودی مال لکھاجے
 لکڑی گھاس جو مول کریں پھر داہیں دمڑی کوڑی
 اس کی لذت چاکھیں گے جب پہنچے قبر لکھوڑی

خاتمہ :

مسئلہ کوئی اٹھا کر دلسوں پناں دلیل کیسے گا
 وہ پھر بھار اسی کی گردن اہدا ابد رہے گا

قول امر معروف خدا کا بولا ہے سن لیجو
 جگ میں جینا تھوڑا یارو عمل اسی پر کیجو

اس رسالے کے آخر میں اگرچہ کوئی تاریخ کتابت موجود نہیں
 مگر اس کے ساتھ کے باقی رسالوں پر ۳۷-۱۲۳۶ھ (۱۸۲۰-۲۱ء) درج ہے ،
 اور کاتب کا نام فقیر اللہ بن عبدالرحمان میاں مہدیوی ہے ۔ اس سے
 ظاہر ہے کہ رسالہ ہذا اسی کاتب نے انہی تاریخوں میں نقل کیا ہوگا ۔

۹ - عقائد گروہ مہدیویان

من تصنیف محمد بن میاں صاحب وحمۃ اللہ علیہ

یہ رسالہ بھی اسی قدیم پنجابی وزن میں ہے جو گزشتہ رسالے کا
 ہے ۔ اشعار کی تعداد ہائوسے (۹۲) اور موضوع جیسا کہ رسالے کے
 نام سے ظاہر ہے ، مہدیویوں کے اعمال و عقائد ہیں ۔

ابتدا :

اول کیجیے صلت اللہ کی جسے ایک کر جانا
 دوجے کہو درود نبی پر جو برحق کر مانا

رسالہ ہذا پر سرسری نظر ڈالنے سے یہ امر روشن ہوتا ہے کہ
 مہدیویوں اور سنیوں کے اعمال و عقائد میں کوئی فرق نہیں ، سوائے اس
 کے کہ انہوں نے سنی معتقدات کے ساتھ حضرت سید محمد جوناہوری کی

ذات کے لیے مہدی موعود ہونے کا عقیدہ ضم کر لیا ہے ، اور ان تمام مذہبی تعدیوں کے باوجود جس کا دسویں صدی ہجری میں یہ گروہ حذف رہا ہے ، اس کا اہل سنت سے بچھڑ کر 'عقائد میں انحراف' جس کا یہ صورت حالات بہت قوی امکان تھا ، واقع نہیں ہوا ۔

اشعار از خاتمہ :

اگر تفاوت کہوں تو آگے اس کا بدلہ ہاؤں
سانہی کہوں تو سداں سرخ رو سرب سگھی ہو جاؤں

سایج بات جو کوی نہانے آذانت پھٹاؤے
آنکھوں موٹھے خبر پڑے گی ہوں غریب بتلاؤے

جن کا لکھا روہا سارا جو مہدی کا ٹولا
لکھا ہندوی میں کر ساکھی بد جی نہیں ہولا

گنہگار یہ عاجز بتدا کسرے ہننی زاوی
خطا چوک اس میں جو ہاؤے کردے پوری ساری

سب گروہ کا خاکہ ہائے ہے دعا خیر تم کیجیو
خوب نعمتان صاحب آگے بدلا بھر بھر لیجیو

ان لوگوں کی کرو پوری جن کی لکھی نشانی
کہو درود فی مہدی پر پوری ہوئی کہانی

تمام شد دستخط فقیرانہ بن عبدالرحمان میاں مہدوی خیرالہ ولوالدہ ۔

سید خیرالدین صاحب وکیل ٹیکانجات جے پور کے مجموعہ کتب میں اس رسالے کے دو نسخے ہیں ؛ پہلا وہی جس کا فقیرانہ کاتب ہے ، دوسرا نسخہ بد کمال الدین ولد بد اسد اللہ ولد بد عارف حافظ مہدوی کے ہاتھ کا جو ۱۱۸۳ھ (۱۷۷۰ء) میں نقل ہوا ۔

ذیل میں بعض پرانے الفاظ درج کیے جاتے ہیں :

لاگے (لگے) - ناری (عورت) - دارو (شراب) - بیاز (بیاض) - بنی (منت) - آندھا (اندھا) - بہانے (توڑے) - کوڑا گہائی (کوٹن ، نادان ، غبی ، لہس) - ناری تہاگے (عورت چھوڑ دے) - بے نستاوے (بے بخشی) -

موندھا کر (باند کر کے) - گانگھیا (گلفا) - گھوٹلی (گھوٹی) - یوٹی (یوٹی) - سوچیاں (مونہیں) - ٹھار (ٹھور) - آدھاری (آدھار) - دسراہی (دسیرہ) - گنگن (آسان) - کالہیں (نکالیں) - گواہرے (گھبرائے) - جیاویں (جیا لائیں) - آہاڑ (جڑ سے کھودنا) - کھوسیں (چھتیں) - بوجھن لائے (بوجھنے لگے) - اٹھاوے (اٹھانے والے) - چھوڑاؤں (چھڑانا) - کال (کل) - ہرگے (جلدی) - گریماں (کرم) - سانجھ (سج) - ارادہ (عبت و خلوص) - ٹھالے (کھڑا) - جاڑ (جان) - سندھیا (پہلام) - دھرن (زمین) - جیتیاں (جیتی) - اتریاں (اتریں) - آدانت (اول آخر) - بخشاؤں (بخشائے والے) - تیرے (تربے) - ہاٹ (راستہ) - دوہیل (مٹکل، کٹین) - ادھارے (اٹھات دے) - ٹسارے (رہائی دے) - ایسی (ایسے) - چکاری (بے کار، ٹاکڑہ) - سودھی (سیدھی) - آپا مارنا (نفس کشی) - باہتا (ہوتا) - آچھے (اچھے) - ہاچھے (بچھے) - آنکھاں سوچے (آنکھیں میچے) - کپہرا (کپسری، زعفران) -

۱۔ قصیدہ (حق حاضر ہے حق ناظر ہے)

رسالے سے ایک ورق چھوڑ کر جس میں سہدوی بزرگوں کی تاریخ ہائے وفات درج ہیں، ایک قصیدہ آتا ہے جو ہا ردیف و بے قافیہ ہے۔ جعفر زلی اور دوسروں کے ہاں بھی ایسی نظمیں ملتی ہیں۔ سہدویوں کو اپنے مذہب سے قریبی لگاؤ ہے اور وہ دینی احکام پر نہایت سختی کے ساتھ عامل ہیں۔ ہمیں جس قدر ان کا تحریر ملا ہے تقریباً سب کا سب مذہبی ہے یا اخلاق جو بند و تلقین سے آراستہ ہے۔ یہ قصیدہ بھی ایک نصیحت نامہ ہے جس کا انداز بے لاگ اور لہجہ کسی قدر قلیح اور محکا نہ ہے۔ وغیرہ :

حق حاضر ہے حق ناظر ہے، ہوشیار کہ آخر بوجھے گا
وہ اول ہے وہ آخر ہے، ہوشیار کہ آخر بوجھے گا
واحق باطل سب جانے ہے، ترے دل کی بات پہچانے ہے
تو کرتا ہے سو جانے ہے، ہوشیار کہ آخر بوجھے گا

تو کھوٹا دھڑا دینا ہے ، پھر لینے آچھا لینا ہے
 اب کہو جیونا کیتا ہے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 سوڈے میں عیب چھپاتا ہے ، تو دھوکا دے سمجھاتا ہے
 یوں اپنا کام چلاتا ہے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 تو نیکی سانگ دکھاتا ہے ، جیوں آچھا ہو کھلاتا ہے
 باطن میں ہوا دکھاتا ہے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 تیرے سون جو کوئی بیاز کرے ، تو اس کے ٹکڑے چار کرے
 انصاف نہ دل میں ہار کرے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 مونہ میٹھا دل میں کھتا ہے ، پھر ظلم بیاز اور بٹا ہے
 تو ایسا کافر کٹا ہے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 تو باہر ہڈا نمازی ہے ، دل اندر گہدی بازی ہے
 حق کہوں کر تہہ سون راضی ہے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 تو فرض وقت کیوں کھوتا ہے ، کیوں غافل ہو کر سوتا ہے
 دوزخ کے لاین ہوتا ہے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 تیرے سر قرض جو آتا ہے ، تو اس کوں بہت کڈھاتا ہے
 اور اپنا کام چلاتا ہے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 جس کے سر تیرا آتا ہے ، تو اس کوں پکڑ بٹھاتا ہے
 دونا ڈیوڈھا لکھواتا ہے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 تو چار عرض بازار کرے ، جو اس کے آٹھ ادھار کرے
 پھر ہار لے کر خواو کرے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 تو داہے حق برائے کوں ، تو روا رکھے ظلمائے کوں
 کر باد خدا کن جائے کوں ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 تو تریا پر قربان ہوا ، ماں باپ سون بے فرمان ہوا
 تو جان بوجھ انبان ہوا ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا
 تو چملی چاڑی کھاتا ہے ، ہر یک کوں جاسکھلاتا ہے
 تو آپس بیچ لڑاتا ہے ، ہوشیار کہہ آخر بوجھے کا

جھوٹیں سوگند جو کھاوے گا ، دوزخ میں چل کر جاوے گا
 جب اس کا بدلا پاوے گا ، ہوشیار کہ آخر بوجھے گا
 سکھ دیکھ پرانا جاتا ہے ، دل اندر حسد اہلتا ہے
 نو نیری آگن میں جلتا ہے ، ہوشیار کہ آخر بوجھے گا
 نصیبے میں اگرچہ کسی ناظم کا نام موجود نہیں مگر میں
 کوئی تعجب نہیں ہو گا اگر وہ بالآخر جہنم میں جا کر ثابت ہو ۔

تاریخ غریبی

(۵۱۸۶۴-۵۱۸۷۰)

(از "اورینٹل کالج بیگزین" بابت ماہ لوہبر ۱۹۳۸ء و فروری ۱۹۳۹ء)

یہ ایک ضخیم مثنوی ہے جو تقریباً سات سو صفحات پر شامل ہے اور آئرنش نور چھپی ہے لے کر تمام سلسلہ انبیاء علیہم السلام کے حالات و قصص از آدم تا خاتم النبیین صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اس میں مرقوم ہیں۔ اس کا وزن ہندی عروضی سے تعلق رکھتا ہے جسے امیر خسرو دہلوی نے فارسی میں بھی روشناس کر دیا ہے۔ عنوان سرخ سیاہی سے اور مطالب سیاہ روشنائی سے مسطور ہیں۔ ہر موضوع ایک علیحدہ عنوان سے شروع ہوتا ہے اور ہر عنوان کے خاتمے پر ایک ایک دوہرہ اور ایک ایک سورٹہ بہ زبان ہندی درج ہے۔ فی صفحہ ۱۴ سے ۷۱ تک سطریں اور تعداد ابیات تقریباً دس ہزار ہے۔ خط ہندیا مستطیل مختلف کاتبوں کے ہاتھ کا، کالج دیسی اور یورپین۔ مؤخر الذکر کئی کارخانوں کی ساخت کا جس پر مختلف آبی نشانات و علامات موجود ہیں۔ کسی ورق پر بڑے تاج کی تصویر ہے، کسی پر ایک بڑے دائرہ نما حلقے کے اندر مختلف اشکال اور خطوط درج ہیں۔ کئی ورقوں پر تین سطروں میں یہ عبارت درج ہے :

سٹرافول Finde ، سٹردوم Ohannot ، سٹرسوم Dannonay -

ایک ورق پر آبی حروف میں ۱۷۳۲ء مرقوم ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ ولایتی کالج ہندوستان میں اٹھارہویں صدی عیسوی کے وسط میں تجارتی مال کے طور پر آئے لگا ہے۔

تصنیف کے سلسلے میں دو تاریخیں ملتی ہیں - پہلی ۱۱۶۳ھ جو دیباچے میں مذکور ہے :

گیارہ سے چوسٹھ ہر بنی بوری کبریٰ فضل کر دھنی
دوسری تاریخ ۱۱۷۰ھ خاتمے میں آئی ہے - چنانچہ :

پندرھویں جو صفر کی پیر بار بہ آج
گیارہ سو ستر بیٹے ہوا سو پورن کالج

ان میں پہلی کتاب کی ابتدا کی اور دوسری اختتام کی تاریخ معلوم ہوئی ہے - کتاب پھر حان شہر بیانہ میں جسے سہدوی روایات میں کسی قدر اہمیت حاصل ہے ، لکھی جاتی ہے :

شہر بیانہ میں بھی بوری ہوئی کتاب
لکھی پڑھے کوئی سنے سب کون ہوئے ثواب

تاریخ غریبی ! اگرچہ ایک اہم تالیف ہے مگر بد قسمتی سے اس کے مصنف کے نام پر کوئی روشنی نہیں ڈالی جا سکتی - متعدد موقعوں پر شاعر نے اپنے متعلق اشارے کیے ہیں مگر ہر بار وہ اپنے آپ کو جیسا کہ متقی اور دیندار مسلمانوں کا دستور ہے ”غریب“ اور ”عاجز“ کے الفاظ سے یاد کرتا ہے ، بلکہ ایک دو موقعے ایسے بھی آئے ہیں جن میں وہ اپنے لیے ”مالی“ کا لفظ لاتا ہے - یہ اشارے شاعر کے نام کی کٹھی سلجھانے کے لیے ناکافی ہیں - ذاتی حالات کے سلسلے میں اس نے اسی قدر بیان دیا ہے کہ وہ خوب میان کا خانہ زاد ہے اور میان عیسوی اس کے مرشد ہیں - ذہل میں یہ اشارے نقل کیے جاتے ہیں :

۱ - تاریخ ہذا کے لیے میں محترمی سید خیر الدین صاحب وکیل
نہکا نجات جسے پور کا ممتون احسان ہوں - موصوف نے انتہائی مہربانی سے
کلم لے کر نہ صرف یہ کتاب بلکہ دیگر سہدویہ اردو مؤلفات کے
مخطوطے بھی میرے حوالے کر دیے جن پر تبصرہ عنقریب شائع ہونے
والا ہے - راقم یہاں سید صاحب مدوح کی اس کرم فرمائی کا شکریہ ادا
کرتا اپنا خوشگوار فرض سمجھتا ہے -

- (۱) سٹو عاجزی کرے بیمار
مے غریب یہ عاجز بتا
ان باتوں کا لکھنے ہمارا
ساری باتوں میں شرمندہ
مہدی کے جو سیوکہ سور
ان سب کے پلین کی دھور
خوب میان کا خانہ زاد
کھوٹی عمر سیسہ پر باد
مرشد میان پد عیسیٰ
ان کے صدقہ سون کچھ دیا
(صفحہ ۱۲)
- (۲) سٹرو پھر قصہ کی باقی
کہے بیمار عاجز ساقی
(صفحہ ۱۵۹)
- (۳) اب سورہ یاسین بتاؤے
یہ غریب ہندی میں لیاؤے
(صفحہ ۲۹۸)
- (۴) یہ غریب عاجز بتلاؤے
جیسا جانٹرا ویسا لیاؤے
(صفحہ ۳۰۱)
- (۵) ایک تردد من میں آؤے
یہ غریب عاجز بتلاؤے
(صفحہ ۳۰۵)
- (۶) ایک فاطمہ رہی جو باقی
کہے بیمار عاجز ساقی
(صفحہ ۳۳۱)
- (۷) نثر میں سون چو میر نکالا
سو جہاں کہے غریبی والا
(صفحہ ۳۳۳)
- (۸) یہ غریب عاجز کیا ہو گا
اس بیان کا ہواے جو کا
اس غریب نہیں لکھی غریبی
پہنچے سب کون تنق نصیبی
(صفحہ ۳۳۵)

الفاظ 'غریب' و 'عاجز' بہ حیثیت اسم صفت آئے ہیں نہ بہ حیثیت علم۔ لیکن یہ خیال بھی آتا ہے کہ چون کہ کتاب کا نام تاریخ غریبی ہے، اس لیے 'غریب' مصنف کا نام یا نام کا حصہ ہو۔ دو جگہ 'ساقی' ایسے طور سے استعمال ہوا ہے کہ اس پر نام یا تخلص کا گمان گزرتا ہے، مگر یہ بھی یاد رہے کہ مصنف اس لفظ کو ایک خاص مفہوم میں لاتا ہے جو دیگر مصنفین اردو کے ہاں نا معلوم ہے۔ اس موقع پر خوب میان اور میان پد عیسیٰ کے متعلق چند الفاظ کہنے ضروری معلوم ہوتے ہیں۔

خوب میان ان کا عرف اور نام سید مرتضیٰ ہے ۔ ان کا سلسلہ نسب چھٹی پشت میں حضرت میراں سید محمد مہدی جون پوری سے اس طرح ملتا ہے کہ سید مرتضیٰ ابن میاں شاہ شریف ابن سید حیدر ابن سید ابراہیم ابن سید یعقوب ابن سید محمود ثانی مہدی ابن میراں سید محمد مہدی ۔ سید مرتضیٰ بظاہر اہل دائرہ سے علائقہ نہیں رکھتے بلکہ اصل جماعت مہدویہ کے رکن ہیں ۔ انہوں نے ایک نارسا رسالہ میان مصطفیٰ کے پیروؤں کی حمایت میں لکھا ہے جس کا نام ”رسالہ در تائید تابعدان ہندگی میان مصطفیٰ“ ہے ۔ اس رسالے کی تاریخ تصنیف معلوم نہیں مگر ایک قلمی نسخہ ۱۱۸۱ھ کا نوشتہ راقم کی نظر سے گزرا ہے ۔ اسی موضوع پر ایک اور منظوم رسالہ اردو میں اسی مصنف کا موجود ہے جس کی ابتدا ہے :

اول حمد خدا کی کرہوں ہے خالق کرتارا

جنت میائے ملیں نعمتیں ہو جو متقی پہلارا ؟

مصنف اپنے آپ کو خوب میاں کا خاٹہ زاد کہتا ہے ۔ اس سے ہم اس قدر سمجھتے ہیں کہ وہ خوب میاں کا فرزند ہے یا اس قسم کا کوئی اور رشتہ رکھتا ہے ۔

ہندگی میان محمد عیسیٰ اہل دائرہ کے نہایت مقبول اور مشہور پیشوا ہیں وہ ہندگی میان عبداللہ دین کے بعد جن کا سال وفات ۱۱۱۳ھ ہے ، مسند اوشاد پر فائز ہوتے ہیں ۔ ’فیض عام‘ دکنی مشہور جو میان مصطفیٰ کے حالات میں ایک مقبول تالیف ہے ۔ ۱۱۳۱ھ میں انہی کے زمانے میں لکھی جاتی ہے ۔ ۱۱۵۱ھ میں وفات پاتے ہیں مگر وفات کے بعد بھی ان کی شہرت دیر تک قائم رہتی ہے اور مختلف تالیفات میں ان کا مذکور آتا ہے ۔ چنانچہ محمد جی ’فتحنامہ امین‘ (۱۱۸۰ھ) میں، شیخ محمد ’رسالہ عمل مہدویان‘ میں اور آدھین مہدوی ’شہادت نامہ امام حسن و حسین‘ اور ’وفات نامہ رسول‘ (۱۱۵۵ھ) میں بڑے احترام سے ان کا ذکر کرتے ہیں ۔ اسی طرح کتاب ’بحر المعانی‘ عرف ’معراج نامہ‘ کا مصنف بھی ان کی یاد تازہ رکھتا ہے ۔ الغرض یہ تمام مصنفین میان عیسیٰ کو ان کی وفات سے پچیس تیس سال بعد تک بھی اپنا مرشد بیان کرتے ہیں ۔

یہ خیال ہمارے اذہان پر قبضہ کیے ہوئے ہے کہ یہ شعر و غزل ہے جس نے اردو کے ارتقا میں بڑا کام کیا ہے ، لیکن اگر انصاف سے دیکھا جائے تو معلوم ہوگا کہ شعر و شاعری اور اس کا مذاق خواص کے ساتھ تعلق رکھتا ہے ۔ عوام میں جس چیز نے اردو کو مقبول بنایا اور اس کی نشر و اشاعت میں نمایاں حصہ لیا وہ اس کے نیم مذہبی قصص اور اسی قسم کے دیگر موضوع ہیں جنہوں نے عوام الناس کے قلوب کو اپنا گرویدہ کر لیا ہے ۔ گزشتہ دو صدیوں میں جس قدر کتابیں ان مضامین پر مرقوم ہوئیں اور جس تعداد میں چھپیں ، کسی اور مضمون پر شائع نہیں ہوئیں ۔ ان نیم مذہبی تالیفات سے ہمارا مقصد نور نامے ، معراج نامے ، وفات نامے ، شہادت نامے (امام حسین) و سرائی و جنگ نامے وغیرہ قسم کی مولفات ہیں جو کثرت کے ساتھ طبع ہوئی ہیں ۔ شعرا کے دیوان بے شک کثرت سے لکھے گئے لیکن اول تو یہ دیوان کم طبع ہوئے اور ہو طبع ہوئے ، سوائے معدودے چند کے ان کو بڑھنے والے میسر نہیں ۔ مگر حلیمہ دانی اور شاہ روم اور شیخ معین الدین چشتی کے قصے بڑھنے والوں کی تعداد آج بھی لاکھوں سے متجاوز ہے ۔ جیسے ہی ہمارے لڑکے اور لڑکیاں اردو حرف شناسی سے فارغ ہوتے ہیں وہ ان تالیفات کی طرف رجوع کرتے ہیں جس کی وجہ مذہب سے قریبی لگاؤ کے علاوہ اس شاخ ادب کی ایک اور خصوصیت یعنی سادگی بیان اور سلاست زبان میں تلاش کوئی چاہیے ۔ یہ کتابیں اسی آسان اور عام فہم زبان میں مرقوم ہوئی ہیں کہ ہماری قوم کا نیم تعامی یافتہ طبقہ بھی ان کے مطالب کے سمجھنے سے عاجز نہیں رہتا اور یہی دراصل ان کی مقبولیت کا راز ہے ۔ یہی خصوصیت "تاریخ عربی" میں بھی بڑی حد تک معائنہ کی جاتی ہے ۔ اس کی ابتدا ہے :

اول صفت اللہ کی کرو تہ نانو رس رسنا بہرو

حمد و نعت و منقبت اصحاب اربعہ کے بعد مصنف اپنے فرغے کے پیشوا حضرت سید محمد مدنی اور ان کے ہانچ اصحاب و جانشین میران سید محمود ثانی سہدی ، میان سید شوالہ میر ، میان شاہ نعمت ، میان

شاہ نظام ، میان شاہ دلاور کے ذکر سے فارغ ہو کر حبیب تالیف کتاب میں لکھتا ہے :

میں غریب یہ عاجز ہندا
تا کچھ عربی علم پہنچاتا
تا کچھ دکنی بولی آئی
مہدی کے جو سیوک سور
خوب حیاں کا خانا زاد
میاں جی کا دریاں داسی
ان کے صدقہ اللہ اہارے
ہے وہ صاحب بخشہارا
مرشد میان پند عیسی
نور نیں کیاں بعض نکات
لکھاں نہٹ کر سیدھی بولی
سمجھیں سارے خاص عوام
پہنچے سب کوں نفع نصیبی
گیارا ہے چوشتہ پر نبی

ساری باتوں میں شریعتا
جی فارسی کا کچھ جانا
نا کچھ ہدیا ہندی ہائی
ان سب کے ہاں کی دھور
کھولیں عمر سبھی برباد
ناجی ٹول کا ہے ہاسی
بہو ساگر سون ہار اثارے
جس کی رحمت اہرم ہارا
ان کے صدقہ سون کچھ دیا
اور نیہوں کیاں دو دو باتاں
جو کچھ گٹھڑی تھی سو کھول
مور کے چتر سنگھربام
نانو وکھا تاریخ غریبی
پوری کری فضل کر دھنی

میں نے صرف ضروری ضروری آیات پر کفایت کی ہے :

اس زمانے میں ادبی مقاصد کے لیے رسماً فارسی استعمال میں آ رہی تھی اور ہندی (اردو) کے خلاف لوگوں کے دلوں میں تعصب کے جذبات موجزن تھے۔ چنانچہ مصنف کو اردو میں اپنی کتاب لکھنے کے متعلق معذرت کی ضرورت محسوس ہوئی اس لیے کہتا ہے کہ ہندی میں لکھنے کی بنا پر طعنہ زنی نہ کرو ، سب جگہ ہندی میں مطالب بیان کرنے کا عام دستور ہے حتیٰ کہ کام ہاک کے معنی بھی ہندی بولی میں ہمیشہ سمجھائے جاتے ہیں۔ جن اقوام میں انبیاء آئے وہ انہی اقوام کی زبان میں تلقین و ہدایت کرتے رہے۔ حضرت مہدی نے ہندی استعمال کی اور خوفہ میر نے بھی۔ چنانچہ کئی دوسرے اور ساکھی وغیرہ ان سے منقول ہیں ، اور میان مصطفیٰ نے بھی بولی ہے ، پھر اوروں کا نو کیا

ذکر بلکہ مہدی نے تو راہ ہدایت دکھائے ہوئے بعض اشعار بھی نقل فرمائے ہیں۔ مصنف لکھتا ہے۔

ہندی پر نا مارو طعنا سبھی بتاویں ہندی معینا
 یہ جو ہے قرآن خدا کا ہندی گریں بیان سدا کا
 لوگوں کوں جب کھول بتاویں ہندی میں کہہ کر سمجھاویں
 جن لوگوں میں تیں جو آیا آن کی بولی سوں بتلایا
 ہندی مہدی تیں فرمائی غوند میر کے منہ پر آئی
 کئی دوسرے ساکھی پات بولے کھول مبارک ذات
 میان مصطفیٰ تیں بھی کہی اور کسی کی پھر کیا رہی
 نقل ہو مہدی تیں فرمائی بھولے چنکوں راہ دکھائی
 جو ساری باتوں کا جیو نقل تم کوں بھوجن ہنکوں پیو
 بھانا پتیں ٹوکا کھائیں راول دیول کبھی لچائیں
 اس گھر آئی یاہی رست باقی چاہیں اور مسیت

مصنف کے اس استدلال سے ظاہر ہے کہ اس عہد تک جماعت مہدویہ (متم دائرہ) میں اردو کا استعمال اچھی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا تھا۔ وہ ان کے تعصب کے بندھن کو توڑنے کے لیے اپنی جماعت کے پیشواؤں اور ہندی کے ساتھ ان کی وابستگی کا ذکر کرتا ہے :

کتاب میں پھلے باج مصرعوں پر خط کھینچا ہوا ہے اور اس سے قبل لفظ 'نقل' لکھا ہے جس سے واضح ہوتا ہے کہ مصنف کے نزدیک یہ باج مصری وہ ہیں جو ان کے دینی پیشوا حضرت میراں سید محمد مہدی سے منقول ہیں۔ میرے خیال میں کسی غلط فہمی کی بنا پر پہلے مصری پر خط ڈالا گیا ہے۔ صرف پھلے دو شعر سید صاحب سے مروی ہیں اور ان سے قبل کا شعر خود سید صاحب مدوح کی تعریف میں لایا گیا ہے۔ یعنی :

جو ساری باتوں کا جیو کھکوں بھوجن ہنکوں پیو

۱۔ آیت کریمہ 'وما ارسلنا من رسول الا باذان نوره' کی طرف اشارہ ہے۔

بہ نہ سمجھا جائے کہ ان اشعار کے مالک سید محمد مہدی ہیں۔ ہمارے نزدیک وہ ان کے راوی ہیں نہ مالک۔ لیکن جس کثرت سے مہدی روایت میں یہ شعر منقول ہیں ان سے تو یہی مفہوم ہوتا ہے کہ حضرت مہدی کے طبع زاد مانے گئے ہیں۔ دراصل ان شعروں کے مالک شیخ بہاء الدین ہاجن ہیں جو حضرت میراں مہدی کے ہم عہد ہیں اور ان سے دو سال بعد یعنی ۹۱۲ھ میں بمقام برہان پور وفات پائے ہیں۔ ہاجن جس کے معنی ساز ہیں، ان کا تخلص ہے۔ گجرات کے رہنے والے اور شیخ رحمت اللہ کے مرید ہیں۔ یہ ایہات کسی قدر اختلاف کے ساتھ ان کی تصنیف 'گلستان رحمت' میں یوں ملنے ہیں :

راول دیول ہم نجاتا بھاتا پھنا روکھا کھانا
ہم درویشن ایسی ریت پانی لوڑھیں ہور مسیت
بٹھے آجھیں ٹھنڈی چھانو جو کچھ دیویں سو ہی کھانو

ہماری نگاہ میں تاریخ غریبی اس کی لسانی قدامت، اردوے قدیم سے اس کی تراث اور مقامی زبانوں کے ساتھ اس کے تعلقات و مشارکت کی بنا پر ایک نمایاں اہمیت کی حامل ہے۔ قدیم اردو کے گجراتی و دکنی نمونے کثرت سے ملتے ہیں، لیکن راجپوتانہ اور اطراف اجمیر کی اردو کے نمونے اب تک نامعلوم کمیت کا حکم رکھتے ہیں۔ اس سلسلے میں یہ اور دیکر کتب مہدیہ جو اہل دائرہ کی مساعی کی یادگار ہیں، جدید روشنی لاتے ہیں۔ ان کی اردو ایک موٹی قسم کی اردو ہے جس پر قصباتی لہجہ غالب ہونے کے علاوہ راجستھانی زبان کا بھی کافی پرتو ہے اور کسی قدر گوجری اور دکنی کی بھی نمونہ ہے۔ اس کی صرف اور قواعد کے سب سے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی تعبیر میں کئی زبانیں شریک ہیں! مثلاً اس کا حال گوالیری کی تقلید میں 'مارت' ہے۔ 'جات' ہے، بھی آتا ہے اور الف کے اضافے سے یہ تقلید پنجابی 'مارتا' ہے اور 'جاتا' ہے، بھی آتا ہے۔ اس کی ایک تیسری شکل 'آوے' ہے، 'جاوے' ہے، آتی ہے۔ ایک اور نادر شکل 'جان' ہے (جائے ہے) بھی ملتی ہے۔ مستقبل میں بھی ایک سے زیادہ شکلیں ملتی ہیں۔ چنانچہ

’سر جاویں جے‘ ، ’کھاویں جے‘ کی ایک شکل ’سر جانجے‘ اور ’کھانجے‘ بھی ہے۔ ایک تیسری فاعل شکل ’سر جاہی‘ (سر جانے کا) ’مار ہوں‘ (ماروں گا) ہے جو مطلق راجبوتانہ سے علاقہ رکھتی ہے:

اب وقت آگیا ہے کہ ہم تاریخ غریبی کی املاء و انشا و قواعد زبان پر ایک سرسری نظر ڈالیں جس سے ناظرین کو اس کی خصوصیات کا کسی قدر اندازہ ہو سکے گا۔

ابتلا: ’تائے‘ ہندی پر چار نقاط دیے ہیں۔ مثلاً ’ہانت‘۔ ’لہور‘ ’بہروٹ‘۔ ’تریستھ و غیرہ۔ دال ہندی اور رائے ہندی کے نیچے پ اور ج کی طرح تین تین نقطے دینے کا دستور ہے۔ یعنی بچا۔ ’چال‘۔ ’بوڈھا‘۔ ’جھاہ‘۔ ’کھوڈا‘ ’ڈکا‘:

ہندی کا ’نڑا‘ ’نڑا‘ کے ذریعہ ہے جیسے مدیا یا ، سٹایا۔ پانڈیں ، ہائی ، اہائی ، اپنا۔ اونڈیں ، اونٹنی۔ کھانڈا ، کھانا۔ دانڈا ، دانہ وغیرہ:

ہائے معروف و مجهول و ہائے ہوز و دو ہشی اور کف و کف میں کوئی فرق ملحوظ نہیں۔ تمام ایسے مساقی الفاظ جو ’ہ‘ پر ختم ہوتے ہیں الف سے لکھے ہیں ، چٹاہے ، حصہ ، حصا۔ قصبہ ، قضا۔ خزانہ ، خزانہ۔ پیشہ ، پیشا۔ جامہ ، جاما۔ گماشتہ ، گماشا۔ خاصہ ، خاصا۔ غلامہ ، غلاما۔ غصہ ، غصا۔ ہمیشہ ، ہمیشا۔ اندیشہ ، اندیشا۔ تشنہ ، تشنا۔ طعنہ ، طعنا۔ معزل ، معنا:

حروف کا تبادلہ

ایسے الفاظ کے تعلق میں جن میں آردو اور پنجابی میں ’ڑے‘ اور برج و راجستھانی میں ’ڈال‘ ہائی جاتی ہے ، ہمارا مصنف مؤخر الذکر زبانوں کی پیروی کرتا ہے۔ چنانچہ:

ڈاڑھی ، ڈاڈھی۔ کلاڑھی ، کلاڈھی۔ بڑی ، بڑی۔ چڑھے ، چہڑھے۔ بڑھا ، بپھا۔ بڑھے ، بپھے۔ کلاڑھی ، کلاڈھی۔ اڑاؤے ، اپاؤے۔ بوڑھی ، بوڈھی۔ آڑے ، آپڑے۔ کلاڑا ، کلاڈا۔ کپڑھا ، کپڈھا۔ بھیڑ ، بھیڈ۔

اہڑی ، ایڈی - ہڑا ، پیڈا - ہاڑی ، ہاڑی - گڑی ، گڑی - ہڑائیاں ،
ہڈیاں - جھڑنا ، چھڑانا - لکڑا ، لکڑا - اوڑھنا ، اوڑھنا :

’کون‘ اور ’کڑا‘ کا تبادلہ

جانیں ، جانیں - سون ، سونو - جنی ، جندی - کھانے ، کھانے
چھانے ، چھانے - اپنا ، اندر - کون ، گونڈ - تنکے ، تنکے -
سرنی ، سرنائی - گنتی ، گنتی - ٹخنوں ، ٹخنوں - سوکے ، سوکے -
منکا ، منکا - چنایا ، چنایا - برانا ، برانا - ہنومان ، ہنومان -
دھنی ، دھنی - بھوننا ، بھوننا - ٹھکرائی ، ٹھکرائی - ہونا ،
ہونا - کپانی ، کپانی :

’رے‘ اور ’لام‘ کی تبدیلی

بادل ، بادر - ڈالی ، ڈالی - سکی ، سگری - ڈالا ، ڈالا - کمل ،
کمری - کئے ، کئے - کالے ، کالے - رکھوائی ، رکھوائی - تلواراں ،
ترواروں - بدلی ، بدلی :

’ئے‘ اور ’فال‘ میں تبادلہ

پلید ، پلید - مدد ، مدد - گھاد ، گھاد :
لے ڈال اس میں لیجاوے ڈال گھاد کر کہیں چھپاوے
(صفحہ ۱۳۹)

’واؤ‘ کا ’ے‘ سے ’میم‘ کا ’واؤ‘ سے بدل جانا :

بورچی ، بھرچی - دامن ، داؤن -

’ے‘ اور ’واؤ‘ میں تبادلہ

سیدھی ، سودھی - پٹھ ، پٹھ - میچنا ، میچنا -

بعض صوتی تبدیلیاں :

ہزار ، ہلہار - چھلکے ، چھلکے - جیوٹی ، چمٹی - کلباڑی ، کلباڑی -
جانور ، جناور - ڈکڑ ، ڈھکڑ - چوٹی ، چٹیا - مسکراہا ، مسکانا - طعنہ ،
تارا - چڑیا ، چڑی - بھجیا ، بھاجی - بھجیا ، باجھی - ٹال ، ٹیا - کتیا ،
کوتی - ننھیال ، ننسال - گوندھا ، گونہا - اتوار ، دبتوار - پالا ، پانا -
کھاوت ، کھیت - اتیس ، گونڈیس - پائیس ، پائیس - تیس ، تیس -

الہائیس ، الہاوئیس :

الہاوئیس الہاروئیس آلہ تین تیسویس
اور تیرھویس منع ہے جانو بسواہیس

ضمیر و اسمائے اشارہ :

غائب :

واحد : اے - ان - اس - یہ - تو - اے - وا - یا - اسی -

آسی - وہی -

ان تیں (اس کے) -

جمع : وے - ان - انو - اونو - انوں - انہوں -

مخاطب :

واحد : تو - تیں - تیرا - تو - تہ - توکوں - توسوں -

جمع : تم - تمہارا - تمہیں - تم -

مشکلم :

واحد : ہیں - میرا - منجہ - منجھکوں - مجھ - موہ - مو -

موکوں - موسوں -

جمع : ہم - ہمارا - ہمیں -

قدیم اردو میں 'الف' قریب کے لیے ، 'واو' بعد کے لیے ، 'کھیں'

استفہام کے لیے ، 'جیم' شرط و موصول اور 'ئے' جزا و صلہ کے لیے آتے

ہیں - ان سے مختلف الفاظ بن کر مختلف مقاصد یعنی ضمیر و اشارہ ، موصول

صفت ، ظرف ، مقدار و تشبیہ وغیرہ کا اظہار کرتے ہیں - 'واؤ' اور 'ئے'

کی ترکیب سے بننے والے الفاظ زیادہ رائج نہیں - ذیل میں تاریخ عربی سے

مثالیں دی جاتی ہیں - جو لفظ قلابوں میں درج ہے ، اس کا یہ مقصد ہے

کہ وہ لفظ اگرچہ قاعدے کی رو سے آتا ہے ، لیکن اس تالیف میں میری

نظر سے نہیں گزرا -

ضمیر و اشارہ :

اے - وے - کے - مجھے -

تو - وہ - کوئی - جو - تو -

یا - وا - (کیا ، کا ، کہا - کوئی - جا - تا)
 پاہ - واہ - (کالے ، کالہ ، کالو - جاہ - تاہ)
 ان - اون - (کن - جن - تن)
 کنڈ - جنڈ - (تڈ - تڈی)

مفعول

اس (اس ، وس) - کس - جس - نس -
 اسے (اے ، وے) - کسے - جسے - (تسے)
 انو (انو ، ونو) - کنو - جنو -

فاعل :

انے (ولے) - گئے - چئے -
 انیں (وئیں) - گئیں - چئیں -
 ان نیں (ونہ نیں) - کن نیں - جن نیں -

طرف زمان :

اب - کب جب تب -
 - - کد جد تد -
 - - گدی ہدی ندی -
 ابھی - کبھی جبھی تہی -

طرف مکان :

اھان : (اوھان ، آھان)
 چان : (وھان - کھان - جھان - تھان -
 واھان - کھوون)
 یوں - وھیں - کھیں -
 چانکر - وھانکر - کھانکر (جھانکر) -
 ادھر - آدھر - گدھر - چدھر - تدھر -

صفت تشبیہی :

ایسا - ویسا - کیسا - جیسا (تیسا)
 ایسے - ویسے - کیسے - جیسے - تیسے -
 ایسو - ویسو - گیسو (جیسو - تیسو)
 ایسی - ویسی - کیسی - جیسی - تیسی -

ایساں - ویساں - کیساں - جیساں (تیسراں)
 ایسے - (ویسے) - کیسے - جیسے -
 یوں (ووں) کیوں - جہوں - تہوں -
 یونکر - کیونکر - جیوں کر -

سبب مطابقت :

اینا - وینا - کینا - جینا -
 ایتھے - ویٹھے - کیتھے - جیتھے -
 ایتوں ، ایتو - کیتوں (جیتوں) -
 ایشی - ویشی - کیشی - جیشی -
 ایشیاں - ویشیاں - کیشیاں - جیشیاں -
 اتنا ، وٹنا ، کٹنا ، جٹنا -
 اتنی ، وٹنی (کٹنی) جٹنی -

حروف طرف : میں - مانہ - مان - مانہی - مانہیں - مانے - میاے -
 درمیانے - بہتر - بالچہ :

حروف جارہ : سے - میں - سٹی - سیتی - تیں - توہیں - سوں - اوپر - پر -
 بہ - بو - ہٹ - ٹل - تلے :

حروف نفی : ناں - نا - ناہی - ناہیں - ناہے - ناہیں - ناہیں - نہیں -
 نہ - نہ - جن - نکو (دکئی) مت (مبادا) :
 اگر نا کسریں ہم شکرانہ مت کہوں کہوس رکھیں یہ کھانا
 نہیں (ورنہ)

حروف شرط : جے - جو - اگر - اگر جو -

حروف ندا : اے - ارے - ارے - لے - ہیں (تیسری) -

حروف تردید : یا - ویا - یا جے - گے :

دسے طلاق جیوں باہر آؤں گے میں خبر غشی کی پاؤں
 (صفحہ ۲۶۱)

’جو‘ - ’سو‘ - ’جیوں‘ اور ’جب‘ ایک سے زیادہ معنوں میں آتے
 ہیں - بعض مثالیں :

جو = اگر :

جو سہاے ہو گی غا تیری دیسے آج خرابی میری
(صفحہ ۱۰۶)
جو بناء تیری نہیں پاؤں کون بھانت انسوں بر آؤں
(صفحہ ۱۰۱)

جو = چونکہ :

جب سردار انکوں کا بولا جو وے تھے شیطانی ٹولا
(صفحہ ۵۸)
آج خوشی کا دن جو آیا یوسف ٹھیسوں آن ملایا
(صفحہ ۱۲۶)

جو = کہ :

وہی چھری جو وہاں نا پاویں بھلا جو اپنے ساتھ لچاویں
(صفحہ ۶۷)
جب وے بولے بھائی گیارہ ہم جو کیا لیا کہو سمجھاوا
(صفحہ ۱۱۳)
جو = جسے :
جس نہیں کال خون کر دالا وہی موسیٰ جو تیں نہیں پالا
(صفحہ ۱۳۳)
لیکن بہتر یوسف پیارا جو حق نہیں معصوم سنوارا
(صفحہ ۹۳)

جو = اور ؟

اترے نہیں جو مومن سارے وہی اسی اللہ پیارے
(صفحہ ۵۲)

سو = وہ :

بیٹا چال باپ کی جانے بیٹا سو جو نا نو آجانے
(صفحہ ۵۱)
سنت سو جو دونو تیاگے حلق خلق کے کہے نہ لاگے
(صفحہ ۲۸۰)

سو = پس :

مانگیں دعا سو جیو لگا کر
(صفحہ ۷۷)

ہم بھی بت خائے میں جا کر

یہ تو بات کہے سو کون
(صفحہ ۷۳)

کاتوں جیہہ لگاؤں لون

سو = جو :

بیہاں چلیاں باب کن آہاں
(صفحہ ۱۳۶)

سو پھر کیا ہویاں سو ہاتاں

سڈرو پھر کیا ہویاں سو
ہاتاں
(صفحہ ۱۸۹)

فجر آٹھ چلے دوغوں ڈاتاں

سو = اور :

مچکو سچدا کریں جو سارے
(صفحہ ۴۸)

سورج چاند سو گیارہ ناوے

ہوئے تھال سو بٹھا جاوے
(صفحہ ۴۶)

اس کی طرف جو چل کر آوے

لوہی گیا سو ہانڈیں آہا
(صفحہ ۱۶۰)

حق نہیں اتوہاں فضل دکھاہا

دیکھیں کھڑے سو سون
سارے
(صفحہ ۱۶۵)

مہتر موسیٰ ندی کٹارے

جیوں = تاکہ :

جیوں ہم ساہا جانیوں
(تیمکوں)

کرو سمیڑا ظاہر ہسکوں

(صفحہ ۷۷)

خالی رھے شہر جیوں تمکوں
(صفحہ ۱۵۵)

چاہو گھیر لٹالو ہم "کوں

جیوں = جس طرح :

حکم ہوا جیوں کری تباری
(صفحہ ۶۷)

پدی نین من بات جو ساری

جب = جس وقت :

جو کچھ کہیں کہے سو کیجو
(صفحہ ۸۷)

جب یوسف مانگے تم دیجو

الناس یوں لا کا کرنے
(صفحہ ۱۸۸)

جب غریب وہ لا کا مرے

جب = تب :

جب محل کے اندر آئے
(صفحہ ۱۱۰)

یوسف نے جب ایک بلانے

جا غلیل سوں کہنے لائے
(صفحہ ۶۰)

جبرئیل جب من کر بھاگے

تصریف کے عام قاعدے وہی ہیں جو اردو میں رائج ہیں
لیکن بہت سے موقعوں پر ان کی پیروی سے اعراس کیا گیا ہے۔ میں
بعض مثالیں یہاں درج کرتا ہوں۔ جن الفاظ کی تصریف نہیں ہوئی ان
پر ایک خط ڈال دیا گیا ہے :

جیو جان سب بھیرے حوالا
(صفحہ ۱۰۱)

لگہ سبان میرا رکھوالا

آہں میں دیکھیں آکھا بولیں
(صفحہ ۱۱۱)

ڈہرے جا کر گونڈیاں کھولیں

اسی یاد میں صالحہ ستویرا
(صفحہ ۱۱۳)

کروں توکل اس پر میرا

خوشی ہو گیا عالم سارا
(صفحہ ۱۲۶)

جب نیں خوشی ہوا تو یارا

محکم کہے سو چاروں کونا
(صفحہ ۱۳۹)

کر صندوق میں خوب بھوتا

کیا خدا کے فضل حوالا
(صفحہ ۱۳۹)

رود نیل میں چا کر ڈالا

مہتر موسیٰ آٹھ کر بھاگے	بچھا ہر ہر ویکھن لاگے
کھا بات سن مائی چایا	منجھے آنہوں میں ہلکا پایا
بھیر کلیم دھرتی کون بولا	ہکڑ جوہیں شیطانی لولا
گوہیا کون خوب بھرایا	اس ہلیت کی طرف چلایا
وہاں تھے جو ما بے آ پیارے	رہتے دور شہر سوں نیارے
بھیر کہیا ما بیکا آؤ	ایو قصاص اب پڑھل نلاؤ
کدی نہ آن کا ہونے میلا	آپ اب میں رہیں اکیلا
اے کہا تو میرے باجھے	قدم بر قدم دھرجے آجھے
جبریل کون ہوا حوالا	چھات بھاڑ کر لپی نکالا
ایک بات میں کہوں بھتیجا	لاچوں توسوں نہیں کہی جا
باغ بھیر کر ہو جا ایسا	پہلے تھا جیسے کا جیسا

یہ مثالیں ہر حال مستثنیات میں شمار ہونے کے قابل ہیں۔ خود
 آردو میں ان ایام میں قواعد کی پابندی نہیں تھی، حتیٰ کہ میرزا غالب
 بھی بعض موقعوں پر ایسی بے ضابطگی برت گئے ہیں۔ چنانچہ :
 دل ان کو پہلے ہی فاز و ادا ہے دے بیٹھے
 ہمیں دماغ کہاں حسن کے تقاضا کا
 یہاں 'تقاضے' آنا چاہیے۔

جمع

جمع دو طرز کی ملتی ہے :

(۱) بطرز راجستھانی و گوالیری (برج) جس میں صرف ایک نون لفظ کے آخر میں اضافہ کر دیتے ہیں۔ مثلاً 'کائی' سے 'کائین' اور 'چور' سے 'چورن'۔ لیکن یہ جمع ندرت کے ساتھ آتی ہے اور بہت کم موقعوں پر ملتی ہے۔ چنانچہ :

ایسی بات کا کر و سواس	کری دور داتن سون پاس
	(صفحہ ۱۶۶)
سہدی کے جو سوک سور	ان سب کے پائین کی دھور
	(صفحہ ۱۲)
گل سو ہے سوتن کی مالا	بھانت بھانت کا گوہرا والا
	(صفحہ ۲۲۸)
جو یوشع بن نون کہایا	نہی نورن میں آئے ساہا
	(صفحہ ۴۰۶)

قدیم آردو میں اس جمع کا رواج رہا ہے۔ مثلاً شیخ باجن لکھتے ہیں :

ہم درویشن ایہی ریت باقی لوڑیں ہور مسیت
اور افضل اپنی 'ہکٹ کہانی' میں لکھتا ہے :
سلام از طرف این غمخوار کیجو ہکن کو برس باقی جاتہ دیجو
ان شعروں میں 'درویشن' اور 'ہکن' بحالت جمع ہیں۔

(ب) دوسری جمع لفظ کے آخر میں 'ان' کے اضافہ سے بنتی ہے جیسا کہ پنجابی اور قدیم آردو میں دیکھا جاتا ہے۔ یعنی :

تندیلاں ، برجیاں ، آہتیاں ، چوریاں ، دلیلاں ، زمیناں ، بوندیاں ،
پاتاں ، گھاتاں ، نکاتاں ، لوجاں ، سوچاں ، سوکنداں ، ڈانٹاں ، ساریاں ،
قبریاں ، نیاریاں ، کیلاں ، ارواحاں ، پیدیاں ، لاگیاں ، آہاں ، لگاہاں ،

بھلگیاں ، دیواریں ، پکڑیاں ، اونچیاں ، حورائے ، چاریاں ، خدمتگاران ،
 بدلیاں ، ہلائی ، پھالائے ، نرواریں ، اسباباں ، باران ، ہلال ، اوقالیہ ،
 عرخان ، آنکھائے ، کرسکائی ، ہرابان ، کٹاپان ، گاہان ، جھپان ،
 نعمتان ، چٹیریاں ، دیکان ، کرسیاں ، اسیران ، وزیران ، شیطانان ،
 چمٹیاں ، نامان ، چیزان ، تمیزان ، چیریاں ، کٹارباں ، ایسیاں ،
 بددیوان ، سبیلیاں ، سارباں ، تارباں ، آفتان ، نمازان ، لکڑیاں ، لاتان ،
 فلان ، بیباں ، نیکیاں ، کھولیاں ، رولیاں ۔

مگر ایسے الفاظ جن کے آخر میں 'ئی' لاحقہ آتا ہے ، جمع کی حالت میں اس کی ہمزہ حذف کر دی جاتی ہے ۔ چنانچہ :

واحد : بھائی ، ذاتی ، آئی ، لگائی ، بڑائی ، ہوئی ، کسائی (قیاب)
 جمع : بھایاں ، دایاں ، آہاں ، لگایاں ، بڑایاں ، ہویاں ، کسایاں ۔

تجملے میں فاعل یا مفعول یا مبتدا اگر جمع مؤنث ہے تو اس کا اثر اس کی صفت ، اخبات ، حالہ ، فعل اور توابع فعل وغیرہ تک پر پڑتا ہے ، یعنی یہ سب جمع مؤنث آئیں گے ۔ یہ قاعدہ مسئلہ ذیل سے واضح ہوگا :

چل کر آہاں فوجیاں اپتیاں ۔ کھائے کیاں انکیاں سب کھتیاں
 (صفحہ ۱۵۷)

اس شعر میں 'فوجیاں' چون کہ جماعت جمع ہے اس لیے اس کی صفت 'اپتیاں' اور فعل 'آہاں' جمع میں آئے ۔ اسی طرح مصرع دوم میں 'کھائے کیاں' بھی جمع میں آیا ۔ ادھر 'کھتیاں' (مفعول) جمع مؤنث تھا اس لیے اخبات بھی جمع میں آئی ۔

کیاں باون میں چمٹیاں سازباں ۔ کاپڑے تھیاں سامان بجاوایاں
 (صفحہ ۲۳۳)

یہاں 'چمٹیاں' (فاعل) کی بنا پر 'کیاں' اور 'کاپڑے تھیاں' فعل اور 'سازباں' اور 'بجاوایاں' صفت یہ حالت جمع آئے ۔

مرد ہرن چو تھیاں سرمایاں ۔ کپڑوں سدھیاں سازباں تھیاں
 (صفحہ ۲۳۹)

دیاں نیں کے عاتھوں کبلیاں ہرن ہرن کیاں رنگ رنگیاں
میریاں ہکریاں ساریاں لیاں اسی کھیت والے کوں دیاں
(صفحہ ۲۲۵)

بد جمع قدیم اردو اور پنجابی میں بد کثرت ملتی ہے ، جس سے ان
زبانوں کے اتحاد و یکانیت کا ہم کو پتا چلتا ہے ۔ میں یہاں چند اور
مثالیں عرض کرتا ہوں :

ایسیاں بنڈیاں سہیلیاں ساریاں اصل ہو بہو دیسیں ناریاں
(صفحہ ۳۳۷)
حوران ساریاں کہیں بھاریاں ہم تو اس کیاں خدمتگاراں
(صفحہ ۳۱۷)
حور ملائک کیاں سب فوجاں جیوں دریا و کیاں اوٹیاں
(صفحہ ۳۱۶)
لوہے کیاں تھیاں لہاں ساریاں سب کوں ملاکیاں پکٹھاریاں
(صفحہ ۶۶۶)
کانو کانو سوں دایاں آتیاں بال جوں کوں لے کر جاتیاں
(صفحہ ۳۱۷)

تذکیر و تائیت

تذکیر و تائیت کے لحاظ سے متعدد الفاظ ایسے ہیں جن کی حیثیت
اردو سے مختلف یا متضاد ہے ۔ ان کی مثالیں ذیل میں آتی ہیں ۔ اس کے
علاوہ وہی لفظ ایک مقام پر مؤنث آیا ہے اور دوسری جگہ مذکر ہے ،
جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تذکیر و تائیت کے قواعد اس عہد تک
انتشاری کیفیت میں تھے :

مذکر

مؤنث

ناؤ :

نیا :

جب تندور پیمیں پانی آیا
بشو نوح نیں ناور چلایا
(صفحہ ۵۱)

دھم رجی چڑھی جو نیا
نچی" نوح جا بویا کھوٹا
(صفحہ ۵۰)

ٹاو :

نہیں نوح نہیں ٹاو بنال
جس کی بات سو ہوں بتلائی
(صفحہ ۴۹)

عداوت :

دل میں رکھا عداوت کینا
کافر تھا ملعون کمینا
(صفحہ ۱۳۶)

کاروان :

کاروان جب وہاں اک اثری
تھی زمین جو خامی ستھری
(صفحہ ۹۱)

گھونٹ :

ایسا گھونٹ جو کولی پی جا
جس کی کیا تعریف کہی جا
(صفحہ ۲۳۳)

درہم :

سترہ درہم گھوٹیاں سیبی
حاضر ہیں جسے لبو ہم ابھی
(صفحہ ۹۲)

عمر :

بارا برس عمر جب پایا
اسے خدا نہیں خواب دکھایا
(صفحہ ۸۳)

سال :

سندھ ساتویں سال جو آ
ملے مصر کے لوگ لگائی
(صفحہ ۱۰۹)

بات :

ساروں میں یہ جیو کر آیا
عجب بات یہ منجھے دکھایا
(صفحہ ۱۳۰)

دلاسا :

اب میں زیری کروں جو آسا
تو کر میری خوب دلاسا
(صفحہ ۲۵۸)

گھات :

ایہ سوں پر یہ گھات لگلا
ہاں تیں منجھے لدی میں ڈالا
(صفحہ ۱۵۲)

ہوش :

جا کر ان کے سیخ جیہائی
کہیں کسی کے ہوش نہ آئی
(صفحہ ۲۱۰)

قوم :

سوتیا قوم ابھی کوں سارا
چلا خدا کنی نہیں پیارا
(صفحہ ۱۶۶)

من :

کہا اگر زیری من مائی
کرو خوشی ہو کر مائی
(صفحہ ۲۸۳)

کتاب :

رقود تھاں سوتا خوب بچایا
ابھی کتاب ہم کوں پہنچایا
(صفحہ ۱۵۵)

علم :	رحمت :
بھیر نہیں ہیں یوں بتلائی	جس میں حق کی رحمت پایا
عجبے قوم کی غم کیوں آئی	جس میں علم لدن سکھایا
(صفحہ ۲۳۲)	(صفحہ ۱۷۷)
درم :	چادر :
کیتیاں درماں کھول نکالیاں	خواجہ خضر کون دیکھا لیا
لے ملباخ کے آگے ڈالیاں	مکھ پر چادر لیا لپٹا
(صفحہ ۳۰۳)	(صفحہ ۱۷۷)
سفر :	جان :
ہات ان دونوں کی سہی پائی	سہی بیان الحان نبی کا
سفر شام کی آگے آئی	ہت لڑتا جان سبھی کا
(صفحہ ۳۲۶)	(صفحہ ۲۲۱)
انار :	روزی :
بھری آدمیوں سوں یوں دھری	نا شکری کا یہ پھل لاکا
جیوں انار دانوں سوں بھری	نہا حلال روزی سو بھاگا
(صفحہ ۲۰۹)	(صفحہ ۱۲۸)
التاس :	سانہ :
جب رسول سجنے میں چا کر	کہا سانچ تو لاگے کڑوا
التاس کی جیو لگا کر	نہب آگے کا چیسوں چڑوا
(صفحہ ۲۲۷)	(صفحہ ۲۳۲)
درد :	نظر :
موسیٰ کے وہ درد کھلکتی	سڈوا غلغلہ باہر آیا
ہات بولتے جیو الکتی	کعبہ کئی نظر چلایا
(صفحہ ۱۳۳)	(صفحہ ۳۱۵)

مؤثر

دانہ :	سکل سسک جن ایسے جانا
	جیوں ہاتھ ہاتھ رانی کی دانا
(صفحہ ۶)	
قصہ :	جگ سوں بچا چار سو حصا
	اس کی سڈو سنجو کسر قصا
	(صفحہ ۲۱)

حج : پہنک تاء سروں جا پڑی
 حج آئے مکے کی کروی (صفحہ ۶۶)
 شہر : فجر ہوئی جبرائیل آئے
 چم سون ساری شہر اٹھائے (صفحہ ۷۷)

مجھے ایسا شبہ ہوتا ہے کہ ان میں سے بعض الفاظ محض قافیے کی غرض سے اگر وہ مؤنث ہیں تو مذکر یا مذکر ہیں تو مؤنث لانے گئے ہیں۔ ایسے موقعے اس تالیف میں کثرت سے ملتے ہیں؛ مثلاً 'ہات' اردو میں مؤنث ہے اور اس کتاب میں بھی سینکڑوں جگہ مؤنث باندھی گئی ہے؛ چنانچہ :

سڈرو بہر یوسف کیاں باتاں کہے بیچہ میں دوی نکلتاں
 (صفحہ ۱۰۱)

ہای مکر نیں بات پڑیوں جنہوں مرد نہ پوجے کوئی
 (صفحہ ۱۰۰)

سوائے باتاں جب یوسف آئے کیاں سوانہ کر ویاں سوں
 (صفحہ ۱۰۰) بھاگے

تاہم متعدد موقعے ایسے موجود ہیں جن میں غالباً یہ ضرورت قافیہ 'ہات' کو مذکر لایا گیا ہے؛ مثال میں یہ دو شعر ملاحظہ ہوں :

توت حاج بن عوج ہلایا اے ہات یونکر سمجھایا
 (صفحہ ۸۸)

'ہلایا' کا فاعل حضرت توح ہیں اور ہلایا چونکہ قافیہ ہے اس لیے دوسرے مصرعے میں 'ہات سمجھائی' کو 'ہات سمجھایا' میں تبدیل کر دیا؛ شعر آئندہ میں بھی یہی صورت معلوم ہوتی ہے :

جسب کلیم چلڈے میں آیا بات قوم سوں یسوں بتلایا
 (صفحہ ۲۰۱)

یہی ساوک میں سمجھتا ہوں 'ناو' اور 'کھات' کے ساتھ کیا ہے جنہیں ضرورتاً مذکر لایا گیا ہے۔

'راہ' اردو میں مؤنث ہے اور مصنف کے نزدیک بھی مؤنث ہے،

تاہم یہ غرض قافیہ وہ اس کو مذکر لایا ہے ۔

دنیا پر یوں حکم چلایا حق کی سیدھی راہ بتایا
(صفحہ ۴۴)

دوسرے مصرعے میں 'بتائی' آنا چاہیے تھا ۔

الف زائدہ

لفظ کے آخر میں ایک زائد الف بیسیوں جگہ لایا گیا ہے ۔
یہ مثالیں ملاحظہ ہوں :

تو جو غیب سوں ہے بے خبرا	لازمی معی ہرگز صبرا (صفحہ ۱۷۹)
ایسی جوت بنے گلزارا	مانو بھولے بھول ہزارا (صفحہ ۱۲۳)
اس کا میں جو لب ادھارا	دیا ہاتھ میں اس کے سارا (صفحہ ۲۲۲)
لبا مال ہوڈھی نے سارا	آئی کھر کوں شکر گزارا (صفحہ ۲۲۷)
آٹھ مہینے دوپے کھوڑا	اپنا دستر خوانا چوڑا (صفحہ ۲۳۸)
ایک بادشاہ تھا کفرانا	بڑا ولی بلوت سیانا (صفحہ ۲۸۵)
سڑے تھدیکھے نا کچھ جانپے	بتھرا ہے سب لوک پچھانپے (صفحہ ۲۹۲)
جن کوں روئے عالم سارا	عرس کرمس میں ہڑا پکارا (صفحہ ۲۹۷)
آج گھاس منجھے دے ادھارا	گر لگے جی بچ کوں پیارا (صفحہ ۲۹۹)
میں خدای کا ہندا خاصا	میں اب تم بندو خلاصا (صفحہ ۲۷۲)

دی کتاب وہ کیا تھا	اور صالی ما دست عیا
(صفحہ ۲۷۲)	
نیک عمل کوں کرو و سلا	مے کسریم رحمان وکیلا
(صفحہ ۳۰۷)	
لرا سالنا رولی کھانڈا	میوا ہواچی کسورا دانڈا
(صفحہ ۳۳۵)	
تھا آسکتے جو صحنی صحیفہ	جو کلام اچیل لطیفہ
(صفحہ ۳۳۸)	
منجھے مل گیا وہاں ہسٹ پاپا	اس میں لیا سو میرا جھاپا
(صفحہ ۳۵۳)	
ہاتھ چلجی بھی لستاوا	ہیرے موتی لال چڑاوا
(صفحہ ۳۱۲)	
ایتا ہوتا شور ہکڑا	سے تو مہراجا عالم سارا
(صفحہ ۲۸)	
یٹھ سانپ کے منہ میں سارا	کیا بہشت میں وہ مکارا
(صفحہ ۳۸)	
لڑ یٹھ میرے سپانا	ہم تم مل کر کھا لیں کھانا
(صفحہ ۳۵)	
دکھ بن ملے نہ درجا خاصا	دکھ بن سکھ کی کریں نہ آسا
(صفحہ ۷۷)	
اول احدا تھا کرتارا	آپ اکھلا سرجن ہارا
(صفحہ ۱۱۳)	
عرض کریں جب اے کرتارا	منجھے قوم کا کر سردارا

یائے زائدہ

یائے زائدہ فارسی سے تعاقب رکھتی ہے اور اس کی تقلید میں پنجابی اور اودھوے قدیم میں بھی آتی ہے۔ ہازا مصنف ہندی الفاظ میں کم اور مسلمان الفاظ میں زیادہ استعمال کرتا ہے۔ چنانچہ :

مومن من میں بہت غریبی
(صفحہ ۵۱)

جس تھیں سارے ہیں ناراضی
(صفحہ ۷۳)

ہولا ان کون ہو ناراضی
(صفحہ ۱۵۵)

عرض خدا کن کری شہابی
(صفحہ ۱۳۰)

بہیر بوجہ لی بات بھلے کی
(صفحہ ۱۷۷)

کر سلام دل سون آداب
(صفحہ ۱۲۵)

سو کلم کے ہوئی نصیبی
(صفحہ ۱۳۸)

جو دیکھے سو ہو ناراضی
(صفحہ ۲۰۰)

جو کچھ کرے اسکی مرضی
(صفحہ ۲۰۳)

برا مانتے وہ مرداری
(صفحہ ۲۱۰)

وہاں بیٹھ کر یوں بتلایا
(صفحہ ۲۱۱)

یوں کر بول اٹھا وہ بازی
(صفحہ ۲۹۳)

جس نے سانبھی کری کہانی
(صفحہ ۲۵۷)

ظہر ہڈی تھی میں نیں جد کی
(صفحہ ۲۵۸)

کہیں ایک تھی بوڑھی یہی

دیگر امثال

جب بولا وہ لٹتہ بازی

جب فرعون کہتہ بازی

دیکھ لی نیں جب ثنائی

اٹھ سلام کی دئی علیکی

گھوپے سون جب اثر شہابی

یشی ہڈی سلورای یہی

وہ زیوں ایسا ہوا ماضی

بنا پوکھو رکھے نہ عرضی

وہ پکارتا رہن جو ساری

بہت محرومی من میں لایا

بادشاہ ہو کر ناراضی

اس پر تھی ہو سب آسانی

کری سلام علیکی کہہ کی

کہا بھول جن کرو اداسی	یہ نشانی جائزو خاصی
	(صفحہ ۲۶۵)
جاگ پڑا جب کڑی خوشیالی	اٹھا نشانی سون در حالی
	(صفحہ ۳۱۲)
آہان سون غوان نشانی	بھجہ سالنا نان کبابی
	(صفحہ ۳۷۳)
اول سلام علیکی کرتے	پہلے کوئی کرے یوں پڑتے
	(صفحہ ۳۳۵)
ہوئے انبیا جو مل سارے	ایک لاکھ چوبیس ہزارے
	(صفحہ ۳۳۳)
کانر کے یوں موگی ماری	توت مر گیا وہ مرداری
	(صفحہ ۳۳۳)
گوشت کھائے جب بھنے	کڑی دعا خاصی درحال
خوشیال	(صفحہ ۸۰)
عزازیل نہیں کیا غروری	حکم نماٹا حال حضوری
	(صفحہ ۷۳)

مصدر

آردو میں مصدر کی علامت (نا) ہے۔ مگر 'نا' والا مصدر کتاب خدا میں قلت کے ساتھ ملتا ہے۔ میں بعض مثالیں دیتا ہوں :

دعا ہمارے حق میں کرنا	آخر ہے ہم کون بھی مرنا
	(صفحہ ۷۵)
نام طرف کا کیا پانا	اب نصال طرف کون جانا
	(صفحہ ۸۱)
لیکن یاد خدا کی ہونیا	وہی اوپہ دیا وہی پھونیا
	(صفحہ ۷۰)
دوچے سال دیا سب گہنا	ہنا ناچ کھو گیوں کر رہنا
	(صفحہ ۱۰۹)

اس مصدر میں تصرف بھی ہوتا ہے لیکن اس کتاب میں یہ تصرف بہت کمی کے ساتھ نظر آتا ہے ، چنانچہ :

جب تو مارے یوسف آگے	بہت عاجزیاں کرنے لائے
دیکھو امثال	(صفحہ ۱۱۷)
بھائی ایک جو ہم سوں لیجے	اے باب کن جانے دیجے
	(صفحہ ۱۱۷)
اس پر حق ہمارا آوے	اب ہو کہاں سو جانے پاوے
	(صفحہ ۱۱۷)
رکھے خواجے بھائیوں آگے	سہر یوسف کہنے لائے
	(صفحہ ۱۱۳)
ایک روز مایوں بتلاوے	کیوں نہ کھیلے کون تو جاوے
	(صفحہ ۲۶۵)
عسلی کہو رسول اللہی	جو دھونڈی گت یاہی
	(صفحہ ۲۷۲)

جس مصدر کا عام رواج ہے وہ وہی ہے جو گوانیری اور راجستھانی میں مستعمل ہے ۔ یہ مصدر صرف 'ن' پر ختم ہو جاتا ہے اور تصرف اس میں جاری نہیں ہوتا ۔ مثالیں :

اس میں پکڑ چکے سارے	یوسف آیا مان بھارے
	(صفحہ ۹۳)
جب محبوب مصر میں آیا	دیکھن کون سب لوگ لبھایا
	(صفحہ ۹۳)
یوسف کون تم نے ہونڈیمن جاؤ	بن یامین کی بات چلاؤ
	(صفحہ ۱۱۹)
آن پڑی پھرن گھڑی دھری	ہاتھ جھاڑکیں آٹھ چلے نی
	مبارک ذات (صفحہ ۱۲۸)
تو وہ صحن سراہن جو کا	جیوں تو کہے سو ویسا ہوا
	(صفحہ ۱۲۹)
کسی کانوں میں رن نہاویں	سبھی گھبرنے ساکھے آویں
	(صفحہ ۱۳۲)

کئی ایک دن کرن مزوری	بہت ہار کھوں بھئی ضروری
(صفحہ ۱۳۲)	
شاید اس کے بیٹا ہو گا	بادشاہ کے مارن جو گا
	(صفحہ ۱۳۹)
سینر موسیٰ الہ کر بھاگے	بیچھا بھر بھر دیکھن لاگے
	(صفحہ ۱۴۵)
موسیٰ ان سون بوجھن لاگے	لیاؤ کیوں نہ تم بکریاں آگے
	(صفحہ ۱۴۵)
بھیر آدمی ملیں جو دیتے	لگے دول کا دھن کون جیتے
	(صفحہ ۱۴۵)
یہ توئیں خدا کا پیارا	بھاری بوجھ نہا ہن غارا
	(صفحہ ۱۴۷)
پڑا اڑدھا ہو کر بھاگا	لکڑی رسی نکلن لاگا
	(صفحہ ۱۵۵)
ساروں نے جب چلن بھارا	لیا مانگ کر ابھرن سارا
	(صفحہ ۱۶۲)
تھا بوشع بن نون جو بیٹھا	وضو کرن ہانڈیں میں بیٹھا
	(صفحہ ۱۷۶)
جب تم سوے رہے آس جاگا	میں الہ وضو کرن کون لاگا
	(صفحہ ۱۷۶)
نئی ناؤ تیار کھڑی تھی	ہار چان کون خوب بھری تھی
	(صفحہ ۱۷۸)
جب وہ بیٹا بوجھن آوے	ماں صاحب کو سوئی ہاوے
	(صفحہ ۱۸۹)
چکا جہو جب نکلن لاگا	موسیٰ آسا لے کر بھاگا
	(صفحہ ۱۹۳)
بہت سار رو رو پھٹایا	دعا کون حجرے میں آیا
	(صفحہ ۱۹۷)

میں تیار میں تیرے آگے	جب جم جیو نکالنے لائے
(صفحہ ۲۰۰)	
جب کلیم انہوں بتلانے	کیا تم آج ملن کون آئے
(صفحہ ۲۰۲)	
میں ہوں عزرائیل فرشتا	جو لین کا رکھوں سرشتا
(صفحہ ۲۰۱)	
دیس دیس سون دنیا بھاگی	خلقت ساری آون لائی
(صفحہ ۲۳۸)	
کہا لال میں لے کر بھاگا	سوٹھی کھول سو دیکھن لاکا
(صفحہ ۲۵۳)	
اب سمنو سانہیں بیٹھے	یعنے غسل کرن کون بیٹھے
(صفحہ ۲۵۳)	
ترت ویکو ہم ساریاں بھاگیاں	دیکھ بھاشا ہوجن لاگیاں
(صفحہ ۲۵۶)	
ہری جن سب مونہ کے آگے	تسلیات چساو لائے
(صفحہ ۲۵۶)	
دبلا ویکو کسائی بھاگے	تجھے لین کون چو نہ لائے
(صفحہ ۲۶۰)	
کوئی ایک نہ آونہ پاوے	نا کوئی نسیا چھکڑا لیاوے
(صفحہ ۲۶۲)	
کہا ہم نہ بھاں کھولنے آئے	بہجن کار نے ہمیں ہڈیاں
(صفحہ ۲۶۵)	
انکوں کہا ہلا کر سارے	اے کرپوں کے دھرون ہارے
(صفحہ ۲۷۲)	
بادشاہ کون مارن لاکا	وہ بیحال ہکاؤن لاکا
(صفحہ ۲۷۷)	

افضل کے 'بارہ سائے' میں بھی یہ غیر منصرف مصدر نظر آتا ہے مثلاً :

ملن پاچھے بیہڑناں بھی کھین ھے
کھو اب زندگی کا کیا چن ھے
دہکر

یا بن سیج ری ناکن ہوئی ری
حسن کھیلن کی سب سودہ
جعفر زانی کے ماں بھی وجود ھے :

چوکی لکھیں اور حاضری ،
کھاؤں پتاویں باجری
تسپر چلاویں ناٹری ،
یہ نوکری کا غبطہ ھے

اسم فاعل

عربی فارسی اسم فاعل کے علاوہ جو بہت کم استعمال ہوئے ہیں ،
ایسے ہندی اسم فاعل جو 'ونت' اور 'ار' پر ختم ہوتے ہیں ، بہت قلت
کے ساتھ ملتے ہیں ۔ مثلاً 'بھاگونت' - 'دیاونت' - 'گنونت' - 'سانونت' -
'نچونت' - 'دھنونت' - 'ستونت' - 'آدھار' - 'نرادھار' - 'داتا' - 'کرتھار'
'کرتار' وغیرہ ۔ اسی طرح 'گوپال' - 'پرثیال' - 'گنی' - 'دھتر' - 'سیا'
بھی ندرت کے ساتھ آئے ہیں :

ایک اور اسم فاعل ھے جو اسم اور 'والا' کی ترکیب سے بنتا
ھے ۔ اس تالیف میں اگرچہ ملتا ھے مگر کسی کے ساتھ مستعمل ھے ۔
یہ اسم فاعل پنجاب سے تعلق رکھتا ھے جہاں وال اور والا کی صورت
میں ملتا ھے ، حتیٰ کہ اس کے شہروں اور نصیبات کے ناموں میں بھی
موجود ھے ، جیسے ملکوال ، بگوال ، دھاریوال ، گوجرانوالا ۔

یہ 'وال' غزنیوں کے دور میں ہلکے شاہد ان سے بھی بیشتر
فارسی میں پہنچ گیا ھے 'کوٹوال' (کوٹ وال) یہ معنی محافط قلعہ
ہندی الاصل ھے ۔ اور فردوسی کے شاہنامے میں استعمال ہوا ھے :
جو آگہ شد کوٹوال حصار برآویخت ہا رستم نامدار

'تنجیر وال' یہ معنی شکری ایک اور لفظ ھے جو فرخی کے دیوان
میں موجود ھے :

تنجیر والان ابن مملکت وا شاگرد باشد ازون زہرام
'والا' اسم فاعل کی بعض مثالیں اس تالیف ھے :

اس نے بول کوئے میں ڈالا	بیچا ہاں کا دھن والا
(صفحہ ۹۱)	
چو جان سب ابھے حوالا	لکپان میرا رکھوالا
(صفحہ ۱۰۱)	
تیرے اوشک چراؤں والا	بچہ وہ کیا میں رکھوالا
(صفحہ ۱۳۰)	
ہونٹھ ہو گئے ان کے کالے	تھے چو دھا پکر بیوں والے
(صفحہ ۲۱۷)	
دیکھ نبی یہ کھڑا گوالا	بول آٹھا جب جہا پونوالا
(صفحہ ۲۲۵)	
باغ براتا تجھے نسوجھا	جب وہ پکریوں والا بوجھا
(صفحہ ۲۵۲)	
سیجے جتن کرے رکھوالا	باغ سنبھالے پکریوں والا
(صفحہ ۲۲۹)	
بول آٹھا وہ لکڑیوں والا	دیکھ نبی کا نور اجالا
(صفحہ ۲۵۲)	
جال سمندر میں چا ڈالا	اسی ٹھور اک مچھلی والا
(صفحہ ۲۵۵)	
عورت بیٹھی کھائے نوالا	بھیر منسا وہ بیلوں والا
(صفحہ ۲۶۰)	
اسی باغ والے کون دیاں	جب وے ساریاں پکریاں لیاں
(صفحہ ۲۲۵)	
ہم بھی نہیں علم سوں غالی	بول اٹھے پھر آوں والی
(صفحہ ۲۵۰)	

سات سو صفحات کی ایک تالیف میں اس اسم فاعل کا استعمال اس قلت کے ساتھ ہوا، بد ظاہر تعجب خیز ہے، کیونکہ 'والا' اردو میں کثرت کے ساتھ آ رہا ہے مگر ان اہام میں اس کا رواج بہت کم تھا۔

چنانچہ دکنی 'سپ رس' میں جو ۱۰۳۵ء میں لکھی جاتی ہے، بالکل نامعلوم ہے۔ 'تاریخ غریبی' میں جو اسم فاعل کثرت سے آ رہا، وہ راجستھانی مصدر پر 'ہاروا' کے اضافے سے بنتا ہے۔ چنانچہ :

حافظ ہوئے دنیا میں بہارے مصحف یاد ستاون ہارے
(صفحہ ۱۵)

دیگر امثال

باویں انگری بولہ نہارے درزی بھنے جو سیون ہارے
(صفحہ ۱۶)

بھنے انبیاء جگ میں سارے امت باز لنگھاون ہارے
(صفحہ ۱۶)

پسورا جن ایکھا غمازی زانو دیکھن ہار کمازی
(صفحہ ۱۶)

اس نیں کٹے ملاٹک سارے حق کا حکم بیاون ہارے
(صفحہ ۱۷)

جو وے عرش اوٹھاونہارے اونکی سڈو بپانی سارے
(صفحہ ۱۷)

لکھ جائیں کیا سوچ بھارا وے باپ میں بخشہارا
(صفحہ ۲۰)

اسیں پتھر پھرے ہیں سارے دوزخ آگ چلاون ہارے
(صفحہ ۲۶)

ہوئیں اسی کی صورت سارے حق کا حکم بیاون ہارے
(صفحہ ۳۰)

چاروں عرش الٹاون ہارے چاروں بپے ملاٹک ہارے
(صفحہ ۳۲)

اتنا کہہ کر گئی بھاری سوت کٹ کر بچن ہاری
(صفحہ ۵۱)

قوم عاد کے دل کر سارے تھے وے بت کو بوجن ہارے
(صفحہ ۵۵)

ابراہیم خلیل ہیارا	چمک میں دین چکون ہارا
(صفحہ ۵۹)	
تھا یعقوب غریب بھارا	بکریاں پال چراون ہارا
(صفحہ ۷۹)	
دوسرا اسم فاعل مصدر میں تصریف کے ساتھ ملتا ہے ، یعنی :	
انگری درس درس جو دارے	بھٹے کتاباں لکھنے ہارے
دیگر امثال	(صفحہ ۳۱)
وے نماز جو کرنے ہارے	سبو خطا کچھ کریں بھارے
	(صفحہ ۱۷)
ہیں جو آگ میں جلنے ہارے	ان کے دفتر اس میں سارے
	(صفحہ ۲۶)
چنی خلق دنیا میں ساری	جہو چنت سب ہانے ہارے
	(صفحہ ۳۱)
کہاں گئے تم عالم سارے	میری میری کہنے ہارے
	(صفحہ ۳۱)
اپنے ذکر کہے جو سارے	کافر ہیں سب جانے ہارے
	(صفحہ ۴۴)
امت ہوئی نبی کی ساری	کامہ طیب کہنے ہاری
	(صفحہ ۴۴)
رہی اونٹاویں وہاں بھاری	تھی ایکانترے چرنے ہاری
	(صفحہ ۵۸)
جو کہ کاہلی خود بھارے	نجر دوکانا ہڈھنے ہارے
	(صفحہ ۷۰)
وہاں بسیں تھے کافر سارے	سبھی گھاٹ ٹولنے ہارے
	(صفحہ ۱۳۳)
سکھی ہوئے مظلوم دکھیاوا	دکھی ہوئے دکھ دینے ہارا
	(صفحہ ۱۵۶)
جب وے جدے کرنے ہارے	کریں عاجزی کہہ دے بھارے
	(صفحہ ۱۷۱)

الفرض اسم فاعل کی یہ دو قسمیں ہیں جو اس صنف میں بہ کثرت ملتی ہیں۔

جملوں میں بسے ربطی

آردو کے دستور کے برخلاف مصنف دو جملوں یا ایک ہی جملے کے اجزاء کی ترتیب و تعلق قائم رکھنے میں کئی موقعوں پر بے ربطی سے کام لیتا ہے۔ حروف عاطفہ و استرواک اور ضمیر وغیرہ حلف کر دینے سے یہ حالت پیدا ہوتی ہے اور اصل مفہوم کے سمجھنے میں دلت بیش آتی ہے۔ میں چند مثالیں دیتا ہوں :

جب دوپے ملعون لٹیم جا کر پکڑے ابراہیم (صفحہ ۶۰)

اس جملے میں ابراہیم فاعل بھی مانا جا سکتا ہے اور مفعول بھی جس سے معنوں میں نقص پیدا ہو جاتا ہے۔ مصنف کا مقصد یہ ہے کہ ”تپ کاگر ملعون دوڑے (اور انہوں نے) جا کر حضرت ابراہیم (کو) پکڑ لیا۔“ اب ظاہر ہے کہ اس جملے میں یہ بے ربطی صرف عاطفہ و ضمیر، فاعلی و علامت فاعل و مفعول کے حلف کرنے سے پیدا ہوئی ہے۔ مثال دیگر :

اسی ٹھہرا ایک بھلی والا جال سفندو میں جا ڈالا (صفحہ ۲۵۵)

یہاں جملے کے دونوں ٹکڑوں میں ایک بے تعلق ہائی جاتی ہے۔ اگر ”بھلی والا“ کی جگہ ”بھلی والے“ اور اس کے بعد ’نے‘ علامت فاعل ہوئی تو مفہوم صاف ہو جاتا۔ مثال دیگر :

جب کلیم زبیں ہسکاری پکڑ لیے نینوں مرداری (صفحہ ۱۸۵)

یہ ضمیر فساروں اور اس کے ساتھیوں کے ”زمین“ میں اتارے جانے کے ذکر میں آتا ہے اور مطلب یہ ہے کہ جب کلیم نے زمین (کو)

پگڑا تب اس نے (یعنی زمین نے) ان تینوں مرداروں (کو) پکڑ لیا ۔
خطوط ہلالی میں جو عبارت ہے وہ ادا ہونے سے رہ گئی ۔
مثال دیگر :

ہار ماندگی جب کچھو ہانا سرکب ہو کر خوب چڑھاتا
(صفحہ ۳۱)
یہ بیت عباسی موسوی کی تہریف میں ہے اور مطلب یہ ہے کہ
جب عسا (حضرت موسیٰ میں) کچھ غصے کی دیکھتا (تھا) سرکب بن
کر (اپنی ہمت پر آن کو) چڑھا لیتا ۔

مثال دیگر :

اور انکوائی لپٹائے ساتھ سلیمان کے آئی ہاتھ
(صفحہ ۳۲)
دونوں مصرعوں میں ربط دینے کے لیے 'جو' درمیان میں آنا چاہیے ۔
مثال دیگر

بچھڑے سون مریم کا ہالا آ پہنچا جی کالجن والا
(صفحہ ۲۸۰)
یہ شعر حضرت مریم کی وفات کے بیان میں ہے اور مطلب یہ ہے
کہ حضرت عیسیٰ کی غیبت میں حضرت مریم کا بیاناں عمر لبریز ہو گیا
اور جان نکالنے والا آ پہنچا ۔

مثال دیگر

ایک بات میں کہوں بھینچا لاجوں تو سون نہیں کہی جا
(صفحہ ۳۳۲)
اس میں دونوں جملوں کے درمیان (مگر) حرف استفراک چاہیے ۔
مثال دیگر

کہا موت آئی تو مر جا خبر ہنسی کی موکوں کر جا
(صفحہ ۲۹۱)
دونوں مصرعوں کو ربط دینے کے لیے وہی حرف استفراک آنا چاہیے ۔
مثال دیگر

پکڑی بھینچا غونی ہلازی گردن مار کر دھا ماضی
(صفحہ ۱۹۰)

اور لائق سے قطع نظر دونوں مصرعوں کے درمیان حرف عاطفہ
'اور' آنا ضروری ہے۔

مثال دیگر

جو پہاڑ پہاڑ چل کر آیا ایک ایک پتھر پہنچایا
(صفحہ ۶۵)
دونوں مصرعوں کے درمیان ضمیر عائذ 'اس' اور 'نے' علامت
فاعل آتی چاہیے۔

فاعل اور مفعول کی علامتوں کا حذف

اسی طرح فاعل اور مفعول کی علامتیں کئی موقعوں پر ترک کر
دی گئی ہیں۔ بعض امثال :

یوسف نہیں جب دیکھ بشارا بھائی یہودا توت پکارا
(صفحہ ۱۲۸)
یعنی یہودا کو۔

اس کا میں جو لیا آدھارا دیا ہاتھ میں اس کے سارا
(صفحہ ۲۲۲)
'میں جو لیا' یعنی میں نے جو لیا۔

فضل خدا نہیں جب یوں کیا جو تیں مانکا سو ہم دیا
(صفحہ ۸۸)
یعنی جو تو (نے) مانکا وہ ہم (نے) دیا۔

جب ہلائے میرے ہر آئی میں ضرور یہہ بات چلائی
(صفحہ ۹۶)

منجھے بھاگسی میں گہوں دیا میں کیا کہو کھارا لیا
کاڈہ یہاں سوں منجھے ہلاؤ میں کیا کیا سو منجھے بتاؤ
(صفحہ ۱۰۳)

جب وے بولے بھائی گیارا ہم جو کیا لیا کہو کھارا
(صفحہ ۱۱۱)

ان چاروں شعروں میں 'نے' علامت فاعل مفعول ہے۔

- جب طالت فتح کر آیا انہیں کن داؤد بلایا
(صفحہ ۲۰)
- جب خلیل آگ میں ڈالا جبریل نین چائے سنبھالا
(صفحہ ۱۰۳)
- کروان اتري وہاں آ کر يوسف کا ڈھا ڈول لگا کر
(صفحہ ۱۱۶)
- توت عاج بن عوج بلایا اے بات یوں کر سمجھایا
(صفحہ ۳۸)
- ان چاروں شعروں میں ’کو‘ علامت مفعول مضاف ہے ۔

فعل کی فاعل و مفعول کے ساتھ عدم مطابقت

آردو میں قاعدہ ہے کہ فعل لازمی ماضی میں اپنے فاعل کے مطابق ہوتا ہے اور فعل متعدی بعض مستثنیات کے ساتھ مفعول کے مطابق ہوتا ہے اور اس کتاب میں بھی اسی قاعدے پر عمل فرامد ہے ۔ لیکن ایسے موقعے بھی بہت نظر آتے ہیں جب فعل نہ فاعل کے مطابق آتا ہے اور نہ مفعول کے ۔ میں کچھ مثالیں نقل کرتا ہوں :

توت زلیخا کون دھمکائی کہا مجھے کچھ لاج نہ آئی
(صفحہ ۹۷)

یہاں دھمکائی کا فاعل عزیز مصر ہے اور فعل بہ ظاہر اپنے مفعول زلیخا کے مطابق معلوم ہوتا ہے مگر آردو کا قاعدہ ہے کہ جب جملے میں ’کو‘ علامت مفعول مذکور ہو تو فعل ہمیشہ واحد مذکر آتا ہے ۔ مثلاً ’عزیز نے زلیخا کو دھمکایا‘ اور ’زلیخا نے عزیز کو دھمکایا‘ پہل مثال میں مفعول مؤنث ہے اور دوسری مثال میں مذکر ہے لیکن فعل ان کے ساتھ تطابق سے بے نیاز ہے ۔

مثال دیگر :

یہی سمجھ اک رائیہ بلائی اس بلھا کر یوں سمجھائی
(صفحہ ۳۷)

اس شعر میں فاعل یاروں ہے جو حضرت موسیٰ پر تہمت لگانے

کے لیے ایک قاحشہ عورت کو بلواتا ہے اور اسے سکھاتا ہے ۔ دوسرے مصرع میں 'اے' یا 'اس کو' مقدر ہے اور فعل 'سمجھائی' بہ صیغہ واحد مذکر ہونا چاہیے ، یعنی سمجھایا ۔

مثال دیگر

ایک تہانب پتھر کالیائے بہت خلق تیں آئے الہائے
(صفحہ ۲۹۲)

'الہائے' اپنے مفعول 'اے' کی مطابقت میں 'اٹھایا' چاہیے ۔

مثال دیگر

سوداگر سوں یوں بتلاتے یہ غلام جو ہم تیں ہائے
(صفحہ ۹۲)

برادریں یوسف قاعن میں اور غلام مفعول ہے اس لیے۔ اس کا فعل 'ہائے' بہ صیغہ واحد مذکر 'ہایا' آنا چاہیے ۔

میں نے یہ چار مثالیں مفعول کے ساتھ فعل کے عدم تطابق کی دی ہیں اور ایسی مثالیں کثرت کے ساتھ اس کتاب میں پائی جاتی ہیں جن کا کوئی حل نہیں ملتا اور نہ قواعد میں کوئی ضابطہ پایا جاتا ہے ۔ کالی غور کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ مصنف قافیے کی خاطر ہے اس بے قاعدگی کا ارتکاب کرتا ہے ، جیسا کہ ان مثالوں سے واضح ہوتا ہے :

مثال دیگر

یوسف تیں جب حکم چلایا زمین مصر کی خوب یسایا
(صفحہ ۱۰۹)

پہلے مصرع میں فعل 'یسایا' اپنے مفعول (مؤنث) زمین کی مطابقت میں 'یسائی' آنا چاہیے تھا ، لیکن چون کہ پہلے مصرع میں قافیہ 'چلایا' ہے اس کے نظادین میں 'یسائی' کا یسایا کر لیا ۔

تو کہ خدا کی طرف بلاتے یہاں تہانت کر ان کو سمجھائے
(صفحہ ۷۷)

دوسرے مصرع میں قواعد کی رو سے 'سمجھایا' آنا چاہیے لیکن پہلے مصرع کے قافیے کی بنا پر جمع میں لایا گیا ۔

مثال دیگر

رہے دس برس گوال کھائے پکریاں ان کتیاں خوب چرائے

فاعل حضرت موسیٰ ہیں اور فعل 'جرائے' اپنے مفعول 'بکریاں' کی مطابقت میں 'چرائیں' آتا مگر مصرع اول میں قافیہ 'کہائے' جمع مذکر ہے، اس کی بنا پر 'چرائیں' کی جگہ 'جرائے' لایا گیا۔

مثال دیگر

جب صالح بدخبر ہمارے دو رکعت کر وضو گزارے
(صفحہ ۵۵)

دو رکعت کی مناسبت سے فعل 'گزاریں' لایا جاتا لیکن قافیہ 'ہمارے' تھا اس لیے 'گزارے' رقم کیا۔ مطلب یہ ہے کہ وضو کر کے دو رکعت ادا کریں۔

بعض اور مثالیں درج ہوتی ہیں :

بارا برس عمر جب ہایا اسے خدا نے خواب دکھایا
(صفحہ ۸۳)

یعنی عمر جب (ہائی)۔

ان کبیاں بکریاں ہاس منکاپاں ایک ایک کوں خوب دھاپاں
(صفحہ ۱۴۶)

ہاں 'دھاپا' چاہیے۔

اس لڑکی کسوں نے کر آئے موسیٰ کا لب اسے لگائے
(صفحہ ۱۴۱)

'لگایا' صحیح تھا۔

جب اسحاق نبی آلفہ بولے جو کچھو بات ہوئی سو کھولے
(صفحہ ۸۱)

'کھولی' درست ہوتا۔

کہتے برس شام میں وہے ایک روز پری سون کہے
(صفحہ ۶۴)

بروے قواعد 'کہا' آنا چاہیے۔

پری پڑی جسو اول آئی چہ بے تو اس نے جانی
(صفحہ ۸۳)

یعنی (جائے) جمع میں آنا۔

ترت خدا ہیں اسے جلانی الہی کور سوں باہر آئی
'جلایا' چاہیے ۔

دنیا پر یوں حکم چلایا حق کی سیدھی راہ بتایا
'بتائی' درست ہوتا کیونکہ راہ مؤنث ہے ۔ (صفحہ ۳۷)

جھوٹا روج روئے آئے سارے جگ کا بہرہ گنوائے
'گنویا' صحیح ہوتا ۔ (صفحہ ۳۹)

حق نہیں قصوت یوں دیکھلائی اسی دھار صندوق چلائی
'چلایا' درست ہے کیونکہ صندوق مذکر ہے ۔ (صفحہ ۴۰)

آلہ روز لک دودھ نہ پیا اپنی انگلی سونہ میں لیا
'انگلی منہ میں لی' درست ہوتا ۔ (صفحہ ۴۱)

پرس روز لک بہر بہر آئے کہیں ایک دن بیٹھا ہائے
'بیٹھا پایا' صحیح ہے ۔ (صفحہ ۴۵)

ترت حاج بن عوج بلایا اسے بات یوں کر سجھایا
'بات سجھائی' درست ہے ۔ (صفحہ ۴۸)

اسے تخت پر سونے پائی ترت جائے چٹوں پہنچائی
(صفحہ ۴۲)

فاعل ہدھد ہے اور 'پائی' کا مفعول ملکہ ہائیس ہے اس لیے
'پائی' کی جگہ 'پایا' آنا چاہیے ۔

بی بی سارا کمن آہولی وہاں کی بات چوتھی سب کھولی
'کھولی' درست تھا ۔ (صفحہ ۴۴)

ان لوگوں میں چپھائے کر احسان بٹھا کر لیاے
'چڑھائے' کی جگہ 'چڑھایا' چاہیے ۔ (صفحہ ۴۸)

بہشت وہاں اک ٹوٹی پائی خواجہ خضر نہیں اسے بتائی
'بتائی' کی جگہ 'بتایا' چاہیے ۔ (صفحہ ۴۹)

میں نہیں ہیبت غلیفہ کیا اسے نبوت حق میں دیا
'گویا نبوت حق نے دی' (صفحہ ۵۲)

ایک لونگتی سامیہیں آئی عیسیٰ نہیں اس کون بتلائی
 'ہلایا' چاہیے۔ ہواں بتلاتا کے معنی بات کرنا ہیں۔ (صفحہ ۲۷۵)
 جب دونو ہا ہی بتلائے بادشاہ نہیں میں ہلائے
 'ہلایا' دوست ہوگا۔ (صفحہ ۱۵۳)

ذیل کی مثال ایک عجیب استثنا قائم کرتی ہے :-

ایک نہیں نہیں اس کون چاہی کر نکاح لے گھر میں باہی
 اردو کے محاورے کی رو سے دونوں جگہ فعل مذکور آنا چاہیے ،
 یعنی 'چاہا' اور 'باہا' ۔

نے کا استعمال :

تواعد کی رو سے 'نے' ماضی مطلق ، قریب ، بعد اور شکہ میں
 فاعل کے ساتھ متعدی افعال میں آتا ہے اور بعض مصادر لانا ، ہولنا اور
 چلنا وغیرہ کے ساتھ نہیں آتا ، مگر ہمارا مصنف ان مصادر کے ساتھ بھی
 'نے' استعمال کر رہا ہے ۔ چنانچہ :-

'بولنے' کی مثالیں :

مہتر یوسف نہیں جب بولے	مالک جھولے وہاں ہٹولے
(صفحہ ۹۶)	
یوسف نہیں جب بولا باہی	منجھے غوار مت کرے الہی
	(صفحہ ۹۵)
اس نہیں بولا نبی خدا کے	ہمتو خافنا زاد صدا کے
	(صفحہ ۲۲۳)
جب رئیس نہیں بولا ہون کر	کہو لگی وہ بولے کیوں کر
	(صفحہ ۲۳۰)
اس نہیں بول اٹھا جب باہی	عجب ہوا یو فضل الہی
	(صفحہ ۳۱۲)

'لانے' کی مثالیں :

اس نہیں شرح جو پرکھک لیا یا اس نہیں اس کا بھید بتایا
 (صفحہ ۵)

اس نے لیا یا۔ بھاری بوجھ اس نے لیا اسی کا کھوج
(صفحہ ۵)
بوشع نے دل میں ہوں لیا یا عجب کشا منجھے دکھایا
(صفحہ ۱۷۶)

’چلنے‘ کی مثالیں :

بڑھ ہی نے جب نے کر تھلا چلی دعا کسر ہکڑا گیا
(صفحہ ۲۲۶)
ایک ایک دونوں نے کھا کر چلے وہاں سوں شکر بجا کر
(صفحہ ۲۷۶)

ذیل کی مثال بھی عجیب معلوم ہوتی ہے ۔

دیکھ جیل نے اس کو آئی کھا گوشت کی پوہائی
(صفحہ ۲۵۲)

الفعال

اس تصنیف میں افعال کی کئی قسمیں ایسی موجود ہیں جو اب
اُردو کے دائرے سے خارج ہیں ۔ بعض کا یہاں ذکر کیا جاتا ہے :-
(۱) بعض قدیم زبانوں میں دیکھا جاتا ہے کہ امر ، حال ،
مضارع ، مستقبل ہلکے مصدر کے لیے بھی ایک ہی فعل کام دیتا ہے ۔
اس کے کچھ آثار اس کتاب میں بھی نظر آتے ہیں اور تعجب کی بات
یہ ہے کہ یہ خصوصیت صرف جانا ، کھانا اور چلنا وغیرہ مصادر سے
متعلق ہے ، مثلاً جانا مصدر سے امر ’جا‘ اور مضارع ’جائے‘ ہے لیکن
اس تالیف میں مضارع ’جا‘ واحد میں اور ’جائے‘ جمع میں آتی ہے ۔
اسی طرح کھانے سے مضارع ’کھا‘ اور جمع میں ’کھائے‘ آتا ہے ۔
مثلاً :

یہی سوں پھر یوں بتلائی دیکھ کہاں جا تیرا بھائی
(صفحہ ۱۳۹)
یعنی کہاں جاتا ہے ۔ ’جا‘ یہاں مضارع بھی ہے اور حال بھی ۔

امثال دیگر :

سار طمانچہ اس کدوں برجسا کیا جانو موکی سوں مر جا
ہیاں امرجا، امرجانے گا کے مفہوم میں ہے - (صفحہ ۱۵۱)

سیر ناچ دا ہے ایک لٹا ایک روز مر جا البتہ
یعنی مر جائے گا۔ (صفحہ ۲۱۸)

باغ بدیر کر ہو جا ایسا پہلے تھا جسے کا جیسا
ہیاں ہو جا، ہو جائے، ضارح ہے - (صفحہ ۲۲۶)

ایسا گھونٹہ جو کوئی پی جا جس کی کیا تعریف کہی جا
'پی جا' پی جانے اور 'کہی جا' کہی جانے ہے - (صفحہ ۲۳۳)

اولے سون بٹن لٹپٹا ہو جا اسے عقل اسی کی کہو جا
(صفحہ ۲۳۳)

پکھل پکھل دیکھتے سوں مر جا جیونکر لڑائی میں ہانڈیں بھر جا
(صفحہ ۲۸۳)

اگر اے تولے جا پی ی تیرے نعمت ہوئی نصیبی
(صفحہ ۳۱۸)

تھا خلیل کا سکا بھتیجا ساروں میں یہ نقل چل جا
(صفحہ ۷۷)

مال اونٹ میں چاہوں بیجا اگرو پھد تو دے لے جا
(صفحہ ۲۴۳)

جمع کی مثالیں :-

کلمہ کہہ کر سارے مر جاں ثرت نور سوں قبریں بھر جاں
(صفحہ ۳۸۳)

امن غار میں جیوں دے مر جاں پھر کھی نا اندیں گھر جاں
(صفحہ ۳۰۳)

کہو چہاڑ جیونکہ نیوں ہو جاں ڈال پھول پھل بھر کر سو جاں
(صفحہ ۲۶۳)

- جیسی ہو جان گور اندھاری ان تینوں پر آئی کھاری
(صفحہ ۳۰۶)
- کہاں کہہ سکیں اسکیاں باتاں اگر بیت چاں سب دن راتاں
(صفحہ ۳۳۹)
- دوب دوپ کاقر سب مر جان مومن خوشی خورسی گھر چاں
(صفحہ ۱۶۲)
- سندیں بنی اسرائیل سارے توت بھاگ جان دریں بھارے
(صفحہ ۱۶۲)
- دیکھیں اسکوں چمٹیاں ساریاں غافل ہو جان وہی بھاریاں
(صفحہ ۲۳۱)
- اسی واسطے لاگے ہمارا یہ انجیر جو کھا جائے مارا
(صفحہ ۳۹)
- ساتھ نکول گھیرن والے بیل چلے جان الہ حوالے
(صفحہ ۲۱۶)
- کھانے کی مثال :
- کھا سریش جو وہ نارنگی ہو جا اس کی دیہی چنگی
(صفحہ ۱۹۱)
- دیگر :
- کر کباب را کھئے گھر ساتوں روز بھون کھاں بٹھئے وان میں
(صفحہ ۲۲۹)
- جانے کی مثال :
- اس میں باہا جو کچھ چاہا وہی جان ہے کیا کیا باہا
(صفحہ ۳۶)
- دیگر :
- کون کہہ سکے وا کی بری وہی جان ہے وا کی کرنی
(صفحہ ۱)
- دھرہ :
- خاک صلت نہ کر سکے ہاکی اہرم ہار واکی واہی جان ہے جو کچھ کیا بھار

میں اس امر کی تشریح سے قاصر ہوں کہ ان مصدروں میں یہ خصوصی مضارح کیوں لایا جا رہا ہے۔ مضارح کی یہ قسم راجستھانی سے تعلق رکھتی ہے جو ہریانی میں بھی استعمال ہو رہی ہے۔ چنانچہ دود نامہ محبوب عالم :

مرے ہاتھیے دکھ بہت بچھ پر ہڈیاں
صبر کیجو جب سر اوپر ہڈیاں

دیگر :

کہا یہ خدا نے جو قرآن مان مرے تو چھ اور اے بھی مراں

(۲) مضارح کی ایک اور قسم ہے جو برج اور اودھی میں ملتی ہے۔ یہ مضارح امر پر ایک 'ے' کے اضافہ سے بنتی ہے۔ چنانچہ :

اور بات ہم جالت ناہیں پہالا پھایا گواڑی مانتہیں
دیگر امثال : (صفحہ ۱۱۷)

داندیں بانوں ہوئے اشارا کر ترور سب ویت پشارا
(صفحہ ۳۱۹)

پکڑ گود میں لیت بیٹا کرے کھڑی یوں ماھا دیا
(صفحہ ۱۳۳)

بول پھر وہی سن بات جے تون دور نہیں ہو جات
(صفحہ ۷۹)

کھلک کھلک پائی دو لیان جاسوں دیت جگت کون سینا
(صفحہ ۲۸۰)

لالچ کام بگاڑت سارے نہیں لاجی حق کے پیارے
(صفحہ ۲۳۷)

یہی مضارح ماضی کے معنی بھی دیتا ہے ، جن میں حالیہ اور ماضی نا تمام زیادہ نمایاں ہے :

کوئی کرے تھی خدمت گاری گھر آئکن [میں] دیت بیماری
(صفحہ ۱۳۰)

دیگر امثال :

سبھی سہیلیاں بابل کیساں	ایک ایک سب لیت پلایاں
(صفحہ ۱۴۰)	
کئی بہت ٹھوڑوں میں مارے	ٹھوڑے جیت زیادہ طارے
(صفحہ ۲۱۸)	
سب بہشت کیاں حوراں آہاں	ویکھ ویکھ سب لیت پلایاں
(صفحہ ۳۱۴)	
زرد ہرن کنچن چوہوں سوے	ویکھت ہی من مورت موے
(صفحہ ۱۸۹)	

۲ - یہی مضارع 'ہے' کے اضافے سے حال بن جاتا ہے :

جاکارن کہہ سکوں نہ توکوں	یہی لاج آوت ہے موکوں
(صفحہ ۳۳۰)	

امثال دیگر :

جنت سون کاڑھا آدم کوں	اب گمراہ کرت ہے تم کوں
(صفحہ ۱۷۴)	
وہی اس کے سن پر نہیں	سبکوں ٹوکھت ہے دن رہن
(صفحہ ۳۱)	
جسالت ہیں سبھی رو بہن	جھلک جھوت جانی پاسین
(صفحہ ۲)	
کوئی لستنا کے بھی معنے	کھول کہت ہیں ایسی معنے
(صفحہ ۳۵۱)	
جاکارن کہہ سکوں نہ توکوں	یہی لاج آوت ہے موکوں
(صفحہ ۳۳۲)	

مذکورہ بالا مضارع سے گویا مضارع اور ماضی کا افتادہ ہوتا ہے ۔
وہ کہیں مضارع کا کام دیتا ہے اور کہیں ماضی کا ۔ افضل کے بارہ ماہے
میں یہی یہ مضارع استعمال ہوا ہے ۔ چنانچہ :

اندھیری ہو چلی روت مری نہیں
نہیں تک دم مجھے دن رہن میں چپی

بہا بہ بہ نہ نس دن پکارا
کہ جس کے بچہ پہ آتش بری دے
ہو کارت دادرو چھنکر چنکارا
وہی دن رین سلگت ہے سویرے
ہم اوروں سے پیارے سکھ
ہمیں سے برہنی سود گتہ بھرت
کرت ہیں

(ج) صرف امر باضافہ 'گا' علامت مستقبل و فعل استقبال بن جاتا ہے۔ امثال :

بے شعور ہو جاگا ایسا
کی شتاب تو میں مر جاگا
بہ قارون زمیں میں جاگا
اس میں بیتھا آ کر بھاگا
لیکن فتح سو ہوگی تیری
بنا جیو مر دا ہو جیسا
کیا جو رونا تھکوں لاکا
ہو بدبخت ہلاک ابھاگا
ایسی بھانت توت مر جاگا
کھلک بھاگ جاگی بہتری
(صفحہ ۱۱۸)
(صفحہ ۱۸۵)
(صفحہ ۲۶۶)
(صفحہ ۳۳۱)

جمع کی مثالیں :

چوب چوب سب مر جانگے
رسی چھری لیاڑ ہاتھ
کہا دوست کے گھر کو جانگے
لجھ پھوپھ جانگے سب بھائی
سولی پر اسکوں لیجانگے
موسلی کے نزدیک نہ جانگے
ایک ایک غوطے سب کھانگے
لیجانگے ہم اپنے ساتھ
وہاں جائے مہمانی کھانگے
بھر یہ کھپڑی منجھے کہاں پائی
وہاں پنکھيرو اسکوں کھانگے
موسلی کے نزدیک نہ جانگے
(صفحہ ۳۸)
(صفحہ ۶۷)
(صفحہ ۷۳)
(صفحہ ۹۲)
(صفحہ ۱۰۳)
(صفحہ ۱۵۸)

انس کا تو بٹھے جانگے نری سر جوتیاں کھانگے
(صفحہ ۱۷۳)
پڑی ساتھ اب ہم کہاں جانگے اور کہاں سوں کہاں اڑا کھانگے
(صفحہ ۱۷۹)
جینی مار پڑے سو کھانگے ہمتو طرف خدا کے جانگے
(صفحہ ۱۵۶)

(۵) ماضی میں ایک اور شکل ہے جو اسی مضارع سے بنتی جاتی ہے اور 'تھا' یا 'تھی' کے اضافے سے استمراری بنتی ہے۔ یہ بہت نادر ہے۔ صرف ایک مثال مجھے ملے :
اور ایک ڈال تھی ساتھی الہ مدینہ سوں جب جاتھی
(صفحہ ۳۰۳)

(۶) معمولی مضارع ماضی استمراری کا کام دیتا ہے۔ بعض مثالیں درج ہیں :-

بدل بیس تن کمری کاری پھریں کابوئیں شب بیداری
(صفحہ ۲۲۱)
سماہان میں دونو رہنے کسکی سہیں نہ اڑیں کہنے
(صفحہ ۲۲۸)
بی ساراں کہیں سو کرتے حکم انوں کا دل پر دھرتے
(صفحہ ۶۲)
ہری جن اور دیو بھارے مسجد چڑیں کماویں مارے
(صفحہ ۲۶۲)
خوشی خوشی کیاں لہراں آویں کھڑے خدا کا شکر بھاریں
(صفحہ ۲۶۳)
پیدا شہر کسمان جو خوب جہاں بسیں مہتر یعقوب
(صفحہ ۱۱۰)
ایک باب بولیں داؤدی پھول رہی داؤدی اودی
(صفحہ ۲۶۳)
کھڑے خوشی وہاں لہکرتا دیکھیں چاروں طرف تماشا
(صفحہ ۲۶۳)

واحد کی مثالیں :

سارا عالم حکم پہاڑے	بے فرماؤ کہیں پہاڑے
(صفحہ ۲۶۳)	
باد حکم میں فوج چلاوے	کہو جہاں بیگی پہنچاوے
(صفحہ ۲۶۳)	
چلائنگ ہڈیں سوں آوے	ہولے ہولے قدم اٹھاوے
(صفحہ ۲۵۲)	
اس زمیں میں چمکیاں ساریاں	وہیں بلوں میں سدا پیاریاں
(صفحہ ۲۳۱)	

(۷) مضارع پر 'تھا' بڑھانے سے بھی ماضی استعراوی بنتی ہے :

ملیاں پیغمبر ہمارا	چلا جائے تھا لشکر سارا
(صفحہ ۲۵۸)	
کون کرے تھی خدمت گازی	کھر آنکھ دویت چھاری
(صفحہ ۳۱۳)	
اے پکاویں توہاں ہم سب ساریاں	یوسف جتنا ہم سب ہاریاں
(صفحہ ۱۰۶)	
کیاں بلوں میں چمکیاں ساریاں	کاڈھیں تھیاں سامان پیاریاں
(صفحہ ۲۳۳)	
مسلمان ہاروس رہیں تھے	کافر ان کو برا کہیں تھے
(صفحہ ۱۵۷)	
لوگ لندا سوں بہت پڑیں تھے	آہں میں احسان کریں تھے
(صفحہ ۲۲۳)	
سڈو وہاں کی کتھا کہناؤں	لوگ بدھیں تھے اس میں ہانڈیں
(صفحہ ۱۳۵)	
جہاں بسیں تھے ساتا بھائی	ملاقات کی سن میں آئی
(صفحہ ۱۳۶)	

(۸) مضارع کی ترکیب سے الحال مرکب :

کھاے چکیاں جب کھانا پان ساریاں	سنو پھیر کیا کیاں قیاریاں
(صفحہ ۹۹)	

تھکے تھے وہاں نہیں پدارے (صفحہ ۲۵۵)	نہانے دھوپے دریا و کنارے
لیاے دیاں سو پتیاں موٹیاں (صفحہ ۲۵۸)	بول اٹھاوے می دو روٹیاں
بادشاہ کن لیاے پٹھانے (صفحہ ۱۱۲)	سو اس کوں ہم لے کر آئے
مونہ دھلائے کر یوں بتلائے (صفحہ ۱۱۳)	جب گلاب کا شیشا لیاے
خوب سو چوکی دینے والا (صفحہ ۳۱)	سوے دھو تو ہو رکھ والا
باس جائے کر پون بتلایا (صفحہ ۳۳۸)	کھوپا ہانک شتاب آیا
نھوپا بیچہ واسطے راکھو (صفحہ ۱۰۶)	کھا پکے ہوں لذت چاکھو
جائیں چور چور کر لیاے (صفحہ ۲۳۹)	وہاں جائے کر ہم شرمائے
کوئل کہیں دو سانچہ سنویرے (صفحہ ۷۱)	ہوے جائیں دولکڑے مہرے
روے تھکی پیدائیش ساری (صفحہ ۲۹۷)	ایسی کسری نہایت زاری

(۹) افعال مزید فیہ :

مردوں میں آتیاں شرمایاں (صفحہ ۱۳۵)	بیباں دوے سو پکریاں لایاں
کھو ڈال سب بھونیاں جانیان (صفحہ ۲۳۷)	دیگر امثال پکریاں چار ہزار جو آتیاں
جیوں دریاو کیاں اندپیں دوجاں (صفحہ ۲۳۹)	نہیں یہاں آویں گیاں فیجاں

مرد ہرن جوتھیاں وے چیریاں	کمر باندھ ٹھاڑیاں پتیریاں
(صفحہ ۲۳۹)	
یعہ گیاں ہانڈیں لے آگے	جس کے لوگ بھاٹھے لاگے
(صفحہ ۲۳۹)	
وے تینوں اینہاں سرھانڈے	دھریاں رھیاں سباسی ٹھکانڈے
	(صفحہ ۲۷۹)
کے بہت میں جالیں جھولا	کھڑیاں چلاویں جگ کا دولہا
	(صفحہ ۳۱۷)
ہال ہوس دو چار برس کے	لیا پہنچائیاں کس سرکھے
	(صفحہ ۳۱۷)
کیریں نیستی میں سب بخواری	پھریں ڈھونڈتیاں دنیا داری
	(صفحہ ۳۱۷)
تھیاں جو کوشت روٹی وے کھاتیاں	کارت کلفت نہو برکاتیاں
	(صفحہ ۹۹)

(۱۰) استعمال 'کر' - یہ 'کر' عاطفہ کے علاوہ اور معنوں میں

بھی آتا ہے - امثال :

(۱) عاطفہ - مثال :

سڈ کر آٹھا جو موسیٰ بھارا	آسا ہکڑ پتھر میں مارا
دیگر	(صفحہ ۱۹۵)
کر نماز سجدے میں جا کر	دعا کری پہ من میں لیا کر
	(صفحہ ۱۹۸)

(ب) یہ معنی 'لے' - امثال :

کول روایت یوں کر لیاے	اول دنیا میں دیو بنائے
	(صفحہ ۳۵)
جب خلیل لیں بولا یوں کر	میں مریضی ہوں آؤں کیونکر
	(صفحہ ۵۹)
کہیں باپ جب بولا یوں کر	منجھے بنا تو دیسے جیوں کر
	(صفحہ ۹۱)

دیکھ اے بھر یوں بتلایا	کہہ تو آج کہاں کر آیا (صفحہ ۲۱۲)
تیری دعا سبب کر ہمارے	بخش دے اے ہم نہیں سارے (صفحہ ۱۹۳)
بہت خوشی کر تجھ سوں لیونگی	جو تو مانگے سو ہی دیونگی (صفحہ ۱۳۸)
کسی بھانت کر ایسا آؤ	دین ذوق سوں جا تو جاؤ (صفحہ ۷۰)
باغ بہر کر ہو جا ایسا	پہلے تھا جیسے کا جیسا (صفحہ ۲۲۶)
تجھے نہت کر ایذا دیں گے	اختلاف اور جہل کریں گے (صفحہ ۳۲۱)
اے لے گئے مل کر بھائی	جس کی بھر کر خبر نہ آئی (صفحہ ۱۱۹)
جو حاکم کا حکم نہ مانے	اسکوں پکڑ پھین کر بھانے (صفحہ ۲۳۲)
سوڑھا بی جو باپ ہمارا	بھانت بھانت کر دکھی ہمارا (صفحہ ۱۱۷)
چہ شیطان جو ہے ابلیس	ات کر من میں آئے ریس (صفحہ ۳۷)

(ج) یہ معنی "ہر" - امثال :

ہر کڑی جو وہانکر آوے	سوڈاگر لے اے ہساوے (صفحہ ۶۳)
کاروان جب وہاں کر آئی	توت سوڑے نیں سڑ باقی (صفحہ ۳۲۶)
نسبی بھ چساں کسر آوے	اس پر بادل چھانہ کراوے (صفحہ ۳۲۶)

(د) میں کر = پشربعد ، ذریعہ ہے ۔ مثال :

اب تیری کیا کروں پہچانی ساقی میں کر عرض کسرائی
یعنی ساقی کے ذریعے ہے ۔ (صفحہ ۱۰۳)

ایکوں کے سر دھڑ پر نا نہیں ہے سوراخ سو گردن مانہیں
اسمیں کروے کھائیں جو دیویں اسی بھات وے چک میں جیویں
(صفحہ ۳۳)

(ه) برابر و طرح ۔ مثال :

بات نہیں کی ایک نہانی ساری چھوٹے غلط کر جانی
(صفحہ ۵۷)

اس نہیں کیا سو حق کر مانو اپنی خیر اسی میں جانو
(صفحہ ۱۲۷)

ان مثالوں کے باوجود 'کر' کا استعمال ابھی اور بھی وسیع ہے :

لازمی و متعدی

کئی افعال جو آردو میں متعدی ہیں اس کتاب میں لازمی کی طرح
برتے گئے ہیں اور کئی جو متعدی متعدی ہیں متعدی مانے گئے ہیں ۔
بعض مثالیں یہاں نقل ہوئی ہیں :

(۱) متعدی مثل لازمی :

جب نزدیک چل کاٹر آئے دل میں مومن بہت ڈرائے
'ڈرائے' ، یعنی ڈرے : (صفحہ ۱۶۳)

دیگر امثال :

وہاں جائے دونوں لہرائے بہتر موسیقی یوں بتلائے
'لہرائے' ، یعنی لہرے : (صفحہ ۱۷۶)

آہیں میں یوں چرلاویں زمین آسمان بھی لوزاویں
یعنی زمین و آسمان لوزیں : (صفحہ ۲۸۹)

- بیان نہ کہیں کون ہم آئے ہمیں گارے ہم اچانے
 یعنی ایسے - 'بیدا ہوئے' -
 (صفحہ ۳۲۱)
 ساروں میں یہہ جہو کر آیا عجب بات یہ منجھے دکھایا
 'دکھایا' یعنی دکھی (نظر آئی) -
 (صفحہ ۱۴۰)
 مسجد میں یوں ہوئے اجالا جانچیں سورج چاند نکالا
 (صفحہ ۲۹۲)
 بہتر موسیٰ کن چپ آئے ہو غریب ایسے بتلائے
 'بتلائے' یعنی بولے -
 (صفحہ ۱۵۷)
 کہہوں بہر کر گواہان لیائے لاد لود کسویں چلائے
 یعنی چلے 'روانہ ہوئے' -
 (صفحہ ۱۱۳)
 سلطان باہر سون آئے بوڑھے سون یوں بتلائے
 (صفحہ ۲۲۶)
 بہر لی کن دوڑے آئے سو گند کھا کر یوں بتلائے
 (صفحہ ۱۵۸)
 چپ داؤد لی سرزائے کیا غصوف زور و پھولائے
 (صفحہ ۲۲۳)
 اسی وقت میں وحی جو آئی سن سبھال موسیٰ کی مائی
 (صفحہ ۱۳۸)
 یہی بات آتہ بولی دائی میں تو اس پر بہت لہائی
 (صفحہ ۱۳۸)
 اس میں دیکھ سور شرمایا اپنی چھب پر آپ لہایا
 یعنی ریچھا -
 (صفحہ ۱۳)
 شہر مکے کن چل کر آئے گھڑی ایک لک وہاں ٹہرائے
 (صفحہ ۳۲۳)
 اسی ٹھور وہ بسا دل پایا اسی جھاپ اوپر ٹہرایا
 (صفحہ ۳۲۲)
 ہو تم کون کہاں سون آئے ہسکوں تم جساسوں دھکھائے
 (صفحہ ۱۱۱)

چپ مردود بہت شرمایا
(صفحہ ۱۶۱)

اس کا ناتو آنوش دھرایا
(صفحہ ۳۴)

تیرے اوپر ہاتھ چلاوے
(صفحہ ۱۵۱)

مدین اس کا ناتو دھرایا
(صفحہ ۱۳۴)

سار و غ جس کا ناتو دھرایا
(صفحہ ۵۶)

تو نہ آپ میں سکت دھراوے
(صفحہ ۳۶)

پکڑ پکڑیوں پھر کراویں
(صفحہ ۲۷۳)

پکڑیوں پر کم آئے رکھاؤ
(صفحہ ۱۳۸)

ہاتھی کی سی سونپ رکھاویں
(صفحہ ۳۴)

اسی واسطے وہ رکھاویں
(صفحہ ۳۱۵)

کدلی نہ اس کا پیٹ بھراتا
(صفحہ ۳۸)

پت بوجا کسی منج کراویں
(صفحہ ۲۹۹)

وہتا وہانوں دور دیکھایا

(ب) متعدی متعدی مثل متعدی -

شیت لیں کے بھا چایا
دھرایا یعنی 'رکھا' -

دیگر امثال :-

کیا طاقت فرعون دھراوے

مدین میں جو نگر بسایا

نبی خود کے بھا چایا

ہم کا پڑھیں تو باہر آوے

پاؤں جال سوچھایاں لیاویں
یعنی ڈھیر کریں -

ایسا نیک کہاں پھر پاؤ
یعنی رکھو -

کیتوں کی ہوں بھانت بتاویں
یعنی رکھیں -

مے چو دودھ پلایا بھائی
یعنی رکھی -

دس سزار روتیاں وا کھاتا
یعنی بھرتا -

کہا وہی دونوں بتلاویں
منج کریں -

کہا میں عیسیٰ جو آیا	اس میں ہم کوں بھیجہ دلایا
بھیج دیا -	(صفحہ ۲۹۸)
حکم ہوا تم جن اکتاؤ	چار پار کوں بھیجہ دیلاؤ
بھیج دو -	(صفحہ ۳۰۵)
یعنی دوئے فرشتے آئے	وے خدا میں بھیجہ دیلائے
	(صفحہ ۳۲۱)
مہتر عیسیٰ نے سچا ہایا	تسرت تیسرا بھیجہ ہلایا
	(صفحہ ۲۹۹)
چہ نہیں ہاتھ کسی کے آیا	ہلے بھاگ جو بھٹے ملایا
'ملا' -	(صفحہ ۳۱۸)
نا جوان نا بوڑھی لیاؤ	دوسیاں کی ذبح کراؤ
'ذبح کرو' -	(صفحہ ۱۸۷)

قافیہ

قافیے میں مصنف فن قافیہ کے قواعد و ضوابط کی پیروی نہیں کرتا بلکہ زیادہ تر صوفی اشتراک و مماثلت کی پابندی کرتا ہے۔ 'س' کو 'ص' کا 'ز' کو 'ض' کا 'حائے حطی' کو 'حائے حوز' کا 'ت' کو 'ط' کا ہم قافیہ لے آتا ہے۔ صحت الفاظ کی پروا نہ کرتے ہوئے 'طرز' کو 'گز' کا 'بوی' کو 'ہوے' کا 'ذات' کو 'ساتھ' کا 'صحی' (صحیح) کو 'موسی' کا کھلک (خلق) کو 'ملک' کا قافیہ لایا ہے۔ ادھر 'ع' کو 'الف' سے اور بعض وقت 'ی' سے بدل لیا ہے۔ بعض وقت حنف کر دیا ہے۔ مثال :

بیٹے مسوذن کسریں جاعت ہاجہ وقت کی بانگ صلوات
(صفحہ ۱۶)

یہاں مصنف نے جاعت کا 'جات' یروزن صلوات پڑھا ہے۔ غیر تعلیم یافتہ طبقہ آج بھی 'جات' بولتا ہے۔

دیگر امثال :

جب ہمارے کی باندھی لیت حق کی طرف کری جمعیت
(صفحہ ۱۷)

ہی، کو متحد کر کے 'جمعیت' کا 'ع' گرا دیا ہے ۔

اے دیکھ کر کرے مطالعہ اسی وقت دل ہو جا کالا
(صفحہ ۹۹)

انک کئے جب نذروں والے کہا ہمارے بھولے قالے
(صفحہ ۲۳۹)

مطلوع' ۔ سلطان مارو کے ہم سے جیوں قہمت نفساً بالا سے
(صفحہ ۱۰۰۰)

چمڑی اوڑھ بنا کر بھیس کہا میں جو آیا ہوں عیس
(صفحہ ۸۰)

سارے فرعون جو ہو کر غصہ کہا ہیکڑ لہاؤ تم اے
(صفحہ ۱۳۵)

بادشاہ میں بہت تلاش کر کر یوسف سون اخلاص
(صفحہ ۱۰۸)

پاس بلہائے ایک دن صبح بات کہول کر ایسی کہی
(صفحہ ۱۰۸)

بدی نہیں جب ہو کر غصہ دیا جواب کہول کر اے
(صفحہ ۷۳)

کہا بھول جن کرو اداس جی نشانی جائزو خاص
(صفحہ ۲۶۵)

کہا غریب ادنیٰ کیا خاص آئے سارے لوگ ہمارے
(صفحہ ۱۵۳)

بہانت بہانت کسری دلاسا پیر منکاہا کھانا خاص
(صفحہ ۱۳۷)

چاہے تمکوں میں خاصا اول ان کی کرو دلاسا
(صفحہ ۱۳۹)

اگر نہ اس کا قول ربطا	کہی یہاں مارو مت لیا (صفحہ ۱۳۱)
بپا وہی جس نے حن راضی	وہی جیت گیا ساغی بازی (صفحہ ۱۳۵)
جب فرعون کہتا بازی	ہت ہوا ان سوں ناراضی (صفحہ ۱۳۶)
جبرائیل چو لیاوے وحی	اس کی صفت بنو تم معی (صفحہ ۲۶)
آپ لعین کہتا بازی	پرتا بھاگا ہو کر ماضی (صفحہ ۱۵۲)
سات امائی سب ملک	اور ملاؤ ساری کھلک (صفحہ ۳۳)

کھلک بعض غلی کو بہ تحریک اول و دوم لایا گیا ہے ۔

یہ میں تم کون راہ بتادی	کہو کیا کرو گے من بعدی (صفحہ ۱۲۸)
دل میں دکھو نہ غم کی بوی	اب تم دیکھو کیا کیا ہوئے (صفحہ ۸۶)
سونا تھا پھر ہوا سوکھ (کنڈن)	دیکھو لجائے سورج چند (صفحہ ۳۶)
بھائی سارے آئے کھر کھوں	بہتر یوسف چلے مصر کھوں (صفحہ ۹۳)
کہو بھاپ نہیں چلتے ہم سوں	کیا کیا قول کئے تھے تم سوں (صفحہ ۱۱۷)

یہاں غالباً 'تم' کو بہ فتح اول لایا گیا ہے جیسا کہ راجستھانی میں دستور ہے ۔

یہاں لیاوے ذکر انوں کا	لکھا کھول مذکور تیوں کا (صفحہ ۷۳)
------------------------	--------------------------------------

اس میں 'نیوں' کی 'ب' متحرک اور 'ی' غلوٹ ہے۔ اور 'نیوں' بروزن 'انوں' آیا ہے۔

کنکرے کنکرے لاکھ قندیلان اینیاں چوڑیاں سوداسیلان
قابیل بانوں غنہ بروزن دلیل آیا ہے۔ (صفحہ ۱۷)

عساد قوم تھی عجب طسری کی کہیں ایک سو اس گز کی
'طرز' یہ تحریک 'را' بروزن فرض بندھا ہے۔ (صفحہ ۵۵)

دونوں چلے مبارکب ذات ہوا تیسرا یوسف ساتھ
معروف و مجہول کا قافیہ بھی بیت آتا ہے۔ (صفحہ ۱۷۸)

جا خلسل کے چرنوں لاگی اکوت پڑھائی بکھت یوں جاگے
اس میں فاعل حضرت سارا ہیں۔ (صفحہ ۶۱)

کہینچہ نکال ڈول بھر پانڈیں تو ہم تیری غیرت چاندی
گویا 'ہائی' کا قافیہ 'جائیں' ہوا۔ (صفحہ ۱۳۶)

نہا ماعوں کفر میں ڈوبا باندہ لیا من میں منصوبا
(صفحہ ۱۵۳)

بے قرار ہو کر چر لائے اب تو موٹ کھارے آئی
(صفحہ ۱۸۶)

پہلے مصرع میں فاعل قارون اور اس کے دو ساتھی ہیں۔ جب
زمین میں وہ گئے تک دھنس گئے ہیں۔

ایک ایک روٹی تھی ایسی کاڑی کا پایا ہو جیسے
(صفحہ ۳۸)

لگی تپاس ہم کوں تیں جانپے اب تم ہوک منکاؤ پانڈیں
(صفحہ ۱۹۵)

راجستھانی اثر

اس کتاب کی ایک بڑی خصوصیت اس کا وہ عنصر ہے جسے ہم
'راجستھانی اثر' کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ یہ اثر افعال تک میں
مرئی ہے۔ 'جا'۔ 'کھا'۔ مضارع 'جھاگ'۔ 'کھاگ'۔ مستقبل، 'دیت'۔
اور 'بیت' قسم کی مضارع اور استمراری وغیرہ جن کا ذکر اوپر آ چکا ہے،

اسی ذہل میں داخل ہیں۔ ایک مسئلہ جو اس پر 'ہی' کے اضافے سے
پتا ہے اور مارواڑی زبانوں میں رائج ہے، اس تالیف میں بھی قدرت
کے ساتھ مل جاتا ہے۔ مثالیں :

حکم مان لے وہی ابرہی اور لوگ سب ڈر ڈر مرہی
(صفحہ ۳۲۸)

'ابرہی' یعنی مجھے گا، رھائی پاسے گا اور 'مرہی' = مرے گی۔

جو تو چن کئے سو کرہی ایسے سو رکھ مت سدھرہی
کرہی = کرے گا۔ سدھرہی = سدھرے گا۔ (صفحہ ۱۰۴)

سو تو پلپا ہمارا پیسارا جا کون کنی نکروں تارا
کروں یعنی کروں گا۔ (صفحہ ۷۳)

بھس میا تیری من دھروں جیوں کنہ سو بہاں ابرہوں
دھروں = دھروں گا۔ ابرہوں = بھوں گا۔ (صفحہ ۱۰۱)

ان کی نیوں انجی دے ہوں سرت گیسان ان کے سب لیوں
(صفحہ ۷۰)

'لیوں'، 'لیوں' یعنی دوں گا، لون گا۔ اس مسئلہ کی گردان ہے :

اوسرہی - بے مرہی (جمع غائب) تو مرہی - تھے مرہو
(جمع غائب) ہوں مرہوں - تھے مرہان (جمع متکلم)

'تھے' خطابیہ جو اس پر یہ غرض تاکید لایا جاتا ہے۔ پھر
راجستانی اثر معلوم ہوتا ہے۔ مثال :

جب شہ کا تو ہوئے حبسوزی کیجے میری عرض ضروری
(صفحہ ۱۰۳)

اس کون یہ بات تاجے یمن ایک بھی اور سناچے
(صفحہ ۱۹۹)

اردو میں اس کا استعمال جو 'آپ' خطابیہ کے ساتھ مخصوص ہے،
بہت محدود کر دیا گیا ہے اور صرف چند افعال کے ساتھ جو زیادہ تر
دو حرف ہیں اور 'ی' پر ختم ہوتے ہیں، ملتا ہے؛ مثلاً دیجے، لیجے،

کیجے اور پیچے واحد حاضر ہیں اور دیہو ، لیجو ، کیجو اور پیجو جمع حاضر ہیں ۔ دعائیہ 'ہوچیو' بھی اسی میں شمار ہونا چاہیے ۔ مگر قدیم زمانے میں اس کا استعمال بہت عام تھا ۔ گوجری میں اس کی ایک اور شکل جمع متکلم میں 'جیں' ملتی ہے ۔ چنانچہ :

ابن گردن اوہر ناخسون لیجیں یہ مطلب ہے ہندوسوں دور کیجیں (یوسف و زلیخا ، از امین گجراتی)

پہلی دو شکلیں یعنی 'جے' اور 'چیو' اس تصنیف میں بہ کثرت ملتی ہیں ۔ بعض امثال تحریر ہوتی ہیں :

ہمکھ ہد سون ہتلاجے ایسیں میری بات چلاجے
(صفحہ ۳۲۹)

مہریانگی سون توں رھجے پاس ہلاکر اس کوں کہہ جے
(صفحہ ۱۹۹)

اس کوں اپنے پاس ہلاجے بھانت بھانت کر سمجھاجے
(صفحہ ۸۱)

ہوسف آگے میں نواجے چرن لاگ کر مان کراجے
(صفحہ ۹۷)

نو انسون بہ بہد چھہاجے ہرگز ناہو بات چلاجے
(صفحہ ۱۱۳)

خوب بھانت تو دودھ ہلاجے ہمیں ساتویں دن دکھلاجے
(صفحہ ۱۳۲)

انکھاں پکریاں اول لاجے پانڈیں انکوں کلہ ہلاجے
(صفحہ ۱۳۶)

کہا اے نو ساتھ لہاجے گردن ہک درشتاں آجے
(صفحہ ۱۸۹)

جو میں کہوں سو اوہی کیجے موسیٰ کے سو تہمت دیجے
بھری سیبا میں سنکھہ آجے کوڑی سامنے ہو ہتلاجے
(صفحہ ۱۸۳)

۱۔ سنکھہ = آہنی سامنے (مرتب)

فضل کرم کر جو بنجائے میرا منجھوں آن ملاجے
(صفحہ ۱۳۹)

کہا بھیر من کھول دکھائے خبردار سو کر لیجائے
(صفحہ ۲۵۳)

کہا بھلا اپنی جنون نہ کہہجے اور سو منانے جیوں رہجے
(صفحہ ۷۵)

اس کا نانو چد دھر جے جو ہم کریں سو واہی کر جے
(صفحہ ۳۱۲)

جو کھنہ مانگے اے کھلاجے خدمت گری خوب بچا جے
(صفحہ ۳۲۵)

اب ہم کریں سوہی تو کھجے اور بات کا نانو نہ لیجے
(صفحہ ۹۲)

کہا یہ بات کسے نہ کہہ جے ہلک آب چکے سو رہ جے
(صفحہ ۳۳۹)

تیار کھول شکار لاجے دینوار کسوں نیو دلا جے
(صفحہ ۲۱)

بنا حکم میرے مت دیہے جو میں کہوں سو واہی کھجے
(صفحہ ۱۸۹)

خبردار یہہ کام نکھیجے بھر بہشت کا نانو نہ لیجے
(صفحہ ۲۰۳)

’جے‘ ان مثالوں میں ’نا‘ تاکید کا کام دیتا ہے۔ آیات آئندہ میں غلطیہ نہیں بلکہ یا تو مجہول ہے یا متکام بحالیکہ صیغہ مذکور نہ ہو :

اے چوڑی کر کیونکر جاجے بھلا اے اب کھول بتاجے
(صفحہ ۲۹۱)

’جاجے‘ اور ’بتاجے‘ یعنی جانیے اور بتائیے یا جایا جائے اور بتایا جائے۔

کہا پیٹھا نہیں کوسیں کھجے بنا علم کیا اوسر دیہے
(صفحہ ۳۴۰)

یہ شعر آیت کریمہ ”اقرا باسم ربک الذی خلق“ کی تفسیر میں آتا ہے۔ قائل رسول اللہ ہیں اور مخاطب حضرت جبریل ہیں۔
 ’کہیں کیجئے‘ = کس طرح کیا جانے۔ (کیا کروں)
 اوثر دیجئے = جواب دیا جانے (جواب دوں)۔

کیا شمار دانہوں کا کہہ جے بھلا یہی آپ چسکا رہے
 (صفحہ ۱۹۱)
 ’کہجئے‘، ’رہجئے‘ یعنی کہئے اور رہئے (کہوں اور رہوں)۔
 کیا کہو دل کیونکر دھوئے کیونکر اس کی کالک کھوئے
 یعنی دل دھوا جائے اور کالک کھوئی جائے۔ (صفحہ ۲۷۲)
 آنے والی مثالوں میں ’جئے‘، ’ئے‘ کا قائم مقام ہے ’ئی‘، ’جی‘ سے بدل جاتی ہے۔

بہت چاہئے تو وہاں جاؤ جو مٹائیں سو بھر پاؤ
 ’چاہئے‘ یعنی چاہئے۔ (صفحہ ۳۳۳)

بہادا چلوں منجھے ہو خواری منجھے چاہئے اب اسواری
 (صفحہ ۲۵۷)

مال بچہ کسے کیجئے تجھے چاہئے سو تو لیجئے
 ’تجھے چاہئے‘ = تجھے چاہئے۔ (صفحہ ۳۳۳)

ذیل کی مثال دعاۃ مافی جا سکتی ہے۔

ایسا کندی ہو جیسے سارے جیسا میرا مہاں سوارے
 ’ہو جئے‘ یعنی نہ ہو جیو۔ (صفحہ ۲۹۱)

’جیو‘ جمع مخاطب ذیل کی مثالوں میں آیا ہے :

سارے اس کے تابع رہجیو جو کچھ کہئے سو کر جیو کہجیو
 (صفحہ ۳۳۳)

پاس عاجرا کے مت چاہیو نور یتلہ کس سو بتلا جیو
 (صفحہ ۲۹۳)

اہلے دل میں نہجا کجیو	مستطیم ہو کر جی دیو
(صفحہ ۱۷۲)	
قدم راہ پر ثابت دھرجیو	جو کچھ خدا کہے سو کر جیو
(صفحہ ۱۴۷)	
اس ہر دم ایمان لیا جیو	اس کے چرنوں میں نوا جیو
(صفحہ ۲۸۳)	
اسکے ہانوں بیڑیاں دیو	ہمت لکھ سببانی تم کجیو
(صفحہ ۹۲)	

دعائیہ کی مثال :

سب کون اللہ ٹیک دیو	غیر عاقبت ان کی کجیو
	(صفحہ ۸۵)

یو ، تو ، سوشائز اور یا ، وا ، جا اشاریہ کے علاوہ ایسے الفاظ جن کا ثانی حرف علت ہے اور اودوسیں بد تخفیف بولے جاتے ہیں ، راجستھانی کے ذخیرے سے تعلق رکھتے ہیں ۔ مثلاً آچھا (اچھا) - باچھا (بیچھا) - باجا (بجا) - گاجا (گرجا) - جاکا (جگہ) - لاکا (لگا) - سانچا (سچا) - پھانا (پھٹا) - پایا (پچا) - کھاندے (کنہے) - واکھا (وکھا) - چاکھا (چکھا) - گھایرا (گھبرایا) - بیاکی (بیکی) - باجھی (بیجھا) - بیدل (بدل) - چھات (چھت) - مانت (منت) - تانیں (تلیں) - تانیں (تیں) - ساتکیڑی (سکڑی) - مائی (مئی) - لانگڑی (لکڑی) - موکی (مکا) - بوڑھا (بڈھا) - ٹوک (ٹکڑا) - اوکڑو (آکڑو) - مونہی (مٹھی) - سودھی (سدھ) - یسو (سو) - دھنا (دکھنا) - ڈھکانا (ڈگانا) - دیکھلانا (دکھلانا) ۔

لیکن سب سے اہم وہ ذخیرہ ہے جو راجستھانی زبان کے الفاظ اور عوارات کی شکل میں ملتا ہے ۔ یہاں بعض ایسے الفاظ مع مثالوں کے درج کر دیے جاتے ہیں :

کلن = طرف :	دیتوار اور جمعہ جو آوے
	مشرق کئی کوچ کسراوے (صفحہ ۲۲)
لکھا = اچھی طرح ، اچھا :	بدن میاواک نور نی کا
	چدا چدا دیکھا سب نیکا (صفحہ ۱۵)

- سکلی (سکلا) = سب، تمام : سورج چاند ستارے سارے
(صفحہ ۲۱) کہیں پر کون سکی ستارے
- ہاور = سہجر : تہاور کھیل شکو لیجے
(صفحہ ۲۱) دیتوار کون نیو دلاجے
- آجھا = آجھا، سعد : ایک پھر تو آجھا بولیں
(صفحہ ۲۲) بہت مبارک ساعت کھولیں
- گیل (گیلا) = راستہ : بھیجا ایک خدا نیل
(صفحہ ۲۵) لیاہا گھیر فرشتا گیل
- بڈاھا = بڑا : ایسا اس کا لکھا بڈاھا
(صفحہ ۲۵) برس بانس واء ملایا
- بولنا = ڈوبنا، تباہ ہونا : ملہان بچے مومن ہارے
(صفحہ ۳۳) اور بوچ کئے مکہ گنوارے
- ریس = غصہ : یہ شیطان جو ہے ایسی
(صفحہ ۳۷) ات کسر من میں آئی ریس
- گھایرا = گھبرایا اور گھبرایا ہوا :
دشمن کون دکھ ایسا لا کا
(صفحہ ۳۷) بھرے گھایرا روتا بھاکا
- بور مانا = بھلانا، سکھلانا :
گیہوں لیا توچ کسر کھایا
(صفحہ ۳۹) آدم کون چاکر بھرمایا
- چھلوٹ = چھلکا، پوست : کسی کسی کا سفز نکالیں
(صفحہ ۳۹) کہیں چھلوٹ کسکا پالیں
-
- ۱۔ اس کی ایک اور صورت 'ہکلا' بھی راجستھانی میں مستعمل ہے جس میں 'س' 'ہ' سے تبدیل ہو گیا ہے۔ (مرتب)
- ۲۔ پنجابی میں 'بڈنا' یعنی بہ تعریف 'واو' مستعمل ہے۔ (مرتب)
- ۳۔ 'گھایرا' مصدر پنجابی میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (مرتب)

- راچہ = اوزار : لوہا کا ڈھ پھاویں سٹی
(صفحہ ۳۱) راچہ کر دینے کرے جو کھیتی
- رسانا = غصہ ہونا : دوچ کاگ کھیتی پر آویس
(صفحہ ۳۱) آدم ان پر بہت رساویس
- بلبا = پہنچا : ایسا اونہا تھا وہ لہا
(صفحہ ۳۲) سر آکس کسوں جائے بلبا
- جھلکانا = چمکانا : نانو انیا سب جھلکانے
(صفحہ ۳۹) ایک ایک تختی پر پانے
- سکری = سحرگ : سنڈیں کلنوں میں چپ ہانگے
(صفحہ ۳۹) ہسی سکری^۲ کرنے لاگے
- سودھی = سیدھی : اتری ناؤ جہاں نہیں جودھی
(صفحہ ۵۲) یعنی وہی پھاوی سودھی
- پولہی ہونا = باز آنا ، باز گشت کرنا ، پشت کرنا ، الٹنا : بھئی اسٹری ایسی جھوٹی
(صفحہ ۵۳) کدی کفر سوں ہوئی نہ پولہی
- سامیں = سامنے ، آگے : نہیں پاس دھیا جو آتی
(صفحہ ۵۳) انکوں سامیں جا سچھاتی
- لیا = لہا : جہاں خدا کا گھر اب دھرا
(صفحہ ۵۶) تھا بالو کا لہیا بھرا
- باو = ہوا : آہنڈپی باؤ سخت یوں باجی^۳
(صفحہ ۵۶) ہوئے ہلاک متاقتی باجی

۱ - پنجابی میں 'وچہ' - (مرتب)

۲ - سدھی میں بھی مستعمل ہے - (مرتب)

۳ - راجستھانی میں ہوا کے چلنے کے لیے 'باجانا' مخصوص مصدر ہے جیسے فارسی میں 'وزیدن' اور انگریزی میں To Blow - (مرتب)

ایکاترے^۱ ، اکاترے = ایک دن بیچ :

رہی اونٹنیں وہاں پہاڑی

نہی ایکاترے چرنے ماری (صفحہ ۵۸)

نستارنا = نجات دینا ، بار اٹارتا :

غیر نہیں جو ان کو ماریں

اے نکون کیونکر نستاریں (صفحہ ۶۰)

یکے = جلد :

کہا اے بھی لے کر جاؤ

ڈال آگ میں بسکے آؤ (صفحہ ۶۱)

کھوسا^۲ = چھین لینا :

اس کافر نے ظلم کیا تھا

اس پائی کون کھوس لیا تھا (صفحہ ۶۲)

جایا = چنا :

فضل خدا کا ایسا آیا

پاپی تیں وہاں بیٹا جایا (صفحہ ۶۳)

کاپک = خراپ :

یہ قصاص ان سوں میں لیونگا

ان میں بہت کاپک کرونگا (صفحہ ۶۸)

للاٹ = پریشانی ، ماتھا :

اپی چلا^۳ = ادھر جانا :

کوئی کسیکوں دے جو دسوی

اپی جائے سب میری چدوی (صفحہ ۷۱)

گھالنا = ڈالنا :

جو زکوٰۃ کون نہیں نکالے

کام آج کا آگے گھالے (صفحہ ۷۲)

دھول باہنا = خاک ڈالنا :

چارے بوچھے نامعلوم

تیرے مونہ میں باہوں دھول (صفحہ ۷۳)

۱ - راجستھانی میں 'آکترے' کے معنی الگ و دور کے ہیں -

ہاری کے ہزار کو بھی 'اکاترا' کہا جاتا ہے - (مرتب)

۲ - پنجابی میں 'س' 'و' سے تبدیل کر دیا گیا ہے - (مرتب)

۳ - اس کا متعدی 'اپاڑتا' وہ معنی 'ادھیڑا' و 'اکھیڑنا' مستعمل

ہے - (مرتب)

- سارا = قابو ، ہنس : میں نسو ہوں مسکین بھارا
(صفحہ ۵۷) میرا نہیں رہا کچھ سارا
- سانکڑی = سکڑی : وہم گئی ات سانکڑی جہاں ہاویے
ہال
لوگوں لاوے لاکڑی کون کانو
(صفحہ ۷۷) کی چال
- برجنا = منع کرنا ، روکنا : تیکوں بھی حق دے گا درجا
(صفحہ ۸۱) وہ تارے کسی کا برجنا
- آنٹے ہانٹے = اٹھے سیدھے : سب نگری کے جھکڑے جھانٹے
(صفحہ ۸۳) کہیں آب میں آٹے ہانٹے
- لیال = بھیڑیا : کوئی ساگہ بکھیرا لیالی
(صفحہ ۸۶) بولے کون جو ہاویے خالی
- نیا = الگ ، عائدہ : تیرے میرا بے بسا بھارا
(صفحہ ۸۷) کہاں چلا اب ہو کر بھارا
- آڑے = آڑے ، آڑ میں : جب معشوق نظر سوں آڑے
(صفحہ ۸۸) ہوئے جو منہیں نہیں سوکاڑے
- بھاپ = بھائی بن ، اخوت ، برادری :
جیو جان سوں خدمت کروں
(صفحہ ۸۸) بھاپ کا دعویٰ نا دھروں
- بوڑا^۲ = بھرا : ایک حسد تیں ایسے ہاندھے
(صفحہ ۸۹) کانوں بوڑے آنکھوں آندھے
- لوہی = لوہو ، لہو : لوہی سوں پور کر سب چاسا
(صفحہ ۸۹) کیا چھوٹ کا سارا ساسا

۱ - پنجابی میں 'بورجنا' - (مرتب)

۲ - پنجابی میں 'ہولا' - (مرتب)

- آسمان = اندازہ ، قریب : بہتر یوسف ہوئے جوان
(صفحہ ۹۴) بیس پچیس برس آسمان
لار = بچھے : اتنا بول سو الہ کر بیٹھے
(صفحہ ۹۵) لار زلیخا یوسف آگے
ثرت = جھٹ : چوری زلیخا غناوند سنی
(صفحہ ۹۵) ثمت ثرت الہائی اتنی
ٹابرا = بیوی ، اہل و عیال :
دیکھ ڈاہری اس کا ہیما
(صفحہ ۹۶) تیرے ٹابرا سوں کیا کیا
چھانی = خلیہ ، پوشیدہ : آخر ہر گھٹ ہوئی کہانی
(صفحہ ۹۷) کون بھانت کہو رہتی چھانی
لوگ لکائی = مرد عورت : بھینک تاء سروں میں آئی
(صفحہ ۹۷) الھے بول بول لوگ لکائی
روح = کرہ ، رونا : لائیا روح کیت جیوں کاہا
(صفحہ ۱۰۸) چلے اس نیں کوہ چلاہا

- ۱۔ پنجابی میں ٹبر - (مرتب)
۲۔ 'ہیا' راجستھانی میں کئی معنوں میں مستعمل ہے ؛ مثلاً دل ، دماغ ، روح ، جان - اسی نسبت سے عقل و ہمت وغیرہ کے معنوں میں بھی آتا ہے - اس سے کئی محاورے بن گئے ہیں مثلاً 'ہیا بھوٹا' = دماغ خراب ہونا (بجائے) 'ہے کی بھوٹا' = اندھے ہونا (بجائے) 'ہیا بھٹا' = دل بھٹا (خوف و دھشت اور رنج و غم سے) - موعرا الذکر محاورہ اس مکرئی میں بھی استعمال ہوا ہے جو حضرت امیر خسرو سے منسوب ہے :
- سکری رین موھے سنگ جا کا بھور بھئی تو بھوڑن لا کا
اس کے بھوڑے بھانت ہیا اے سکھ ساجن؟ تاسکھی دیا
(مرتب)
- ۳۔ ملاحظہ ہو محاورا 'چپکے چھانے' - (مرتب)

ہٹا ڈالنا = ہانہ ڈالنا ، دست درازی کرنا :

آپ غلام جو گھر میں ہالا
اس کے اوپر ہٹا ڈالا (صفحہ ۹۸)

رائٹ = رنڈی ، چھٹال (گلی کے طور پر) :

جاری رائیظہ خدا کی ماری
پنچوں کی پالی بھٹکاری (صفحہ ۹۸)

بھاگسی = قید خانہ : منجھے بھاگسی میں لیجاوے
ان رائیظوں سے کیل چھپاوے (صفحہ ۱۰۰)

کدہ کلیس = دکھ اور جھکڑا :

ایسی ہوتا دور الہنا
کدہ کلیس ملے سب گھنا (صفحہ ۱۰۲)

بندوا = بندی ، تہدی : کہا بھاگسی میں جب پڑا
ہوا بندوا راضی سارا (صفحہ ۱۰۲)

دالدر = دالدر ، مصیبت ، محنت :

ان کے سپہی دالدر گئے
آتر تھے سو آند بھٹے (صفحہ ۱۰۲)

چھاڑا لینا = تلاشی لینا : تم ساروں کا چھاڑا لیں گے
بغیر سزا ہو گی سو دیں گے (صفحہ ۱۱۴)

کھوئے دن = ہرے دن : تم کون اب کھوئے دن لاگے
کیوں کر بچو ہمارے آگے (صفحہ ۱۱۶)

آنا = لانا : جو مل بھڑا ہو سو جانے
اور نہ کوئی من میں آنے (صفحہ ۱۱۸)

بار = دیر : کئی ایک دن کرن ضروری
پت بار کہوں بھٹی ضروری (صفحہ ۱۳۲)

روس = نصیب : یوں ہمار سوگند اتارو
روس دمن سب من تینا پٹارو (صفحہ ۱۳۴)

کہانی = بڑھئی : مہتر موسیٰ کی جب مافی
کہانی کے گھر چل کر آئی (صفحہ ۱۳۸)

بری کر = غراب مٹی کا ، بد مرست ، بد طبیعت :
بری گھر تو ہے بد پیشا
جہاں تہاں لڑے عیشا (صفحہ ۱۴۳)

کوال = گوالا ، مکر یہاں مقصد کلریا ہے :
وہ دس برس کوال کہائے
بکریاں ان کیاں خوب چرائے (صفحہ ۱۴۸)

گل کٹھ لکانا = گلے لکانا : بھائی سامیوں ملا جو آ کر
کیا عیت گل کٹھ لکا کر (صفحہ ۱۵۱)

رضا دینا = اجازت دینا ، رغبت کرنا :
موسیٰ کوں دے رضا چلائے
بیلپے آدمی ہاس پلائے (صفحہ ۱۵۳)

اوگھد = دوا : بہت دور میں دسی لیا کر
پالی اوگھد عجب لکا کر (صفحہ ۱۵۵)

اہولھے = برگشتہ ، پھرے ہوئے ، لوٹے :
وہ قول سوں کفر جھولے
نہیں کفر سوں ہوئے اہولھے (صفحہ ۱۵۷)

لاو چھپانا = پیچھا چھڑانا : قول کیا ایمان لیاویں
اگر چلوں سوں لاو چھپاویں (صفحہ ۱۵۸)

جائے پیلان = جائے وقت : جنواں کیاں جب الہ کر بھائے
جائے پیلان کہہئے لائے (صفحہ ۱۵۸)

چٹی = چبوتی : ایسی جوت جھلک جھمکائی
چٹی وہاں نہ ڈھونڈی پائی (صفحہ ۱۶۷)

۱ - پنجابی کا لفظ 'پٹھا' یہ معنی لانا غالباً اسی کی ایک شکل ہے ۔
(مرتب)

ارادہ رکھنا = دوستی اور پارائہ رکھنا :

اے علم ہے تجھ سوں زیادہ

سیکھو جا کر رکھو ارادا (صفحہ ۱۷۵)

نگوڑا = نگوڑا ، نکلا ، ناکلا :

کھڑا اکیلا اس کون چھوڑا

جدا رہ گیا۔ آپ ٹنگوڑا (صفحہ ۱۷۵)

ٹھیک پاؤنا = پتا چلانا ، خبر لگانا :

ٹھیک ہانچ دے اس کا سارا

پتہ سوداگر کسی نہیں مارا (صفحہ ۱۸۷)

ہاجنا = کھلاتا ، موسوم ہونا ، مشہور ہونا :

عاج عتی۔ کا بیٹا ہما جسے

ہات کرے بادل جیوں گامے (صفحہ ۱۹۱)

جام پھل = امرود ، سفری :

جنے جام پھل جا کر کھایا

ہو خوشحال من میں سکھ پایا (صفحہ ۱۹۱)

بہرم لہونا = اعتبار کھونا ، ساکھ گنوانا :

امر۔ سمانا کھانڈا کھوٹا

ایسپاں سارا بہرم پڑھوٹا (صفحہ ۱۹۵)

رانڈیا = عورت ، بیوی : اس بندے کی وانڈی کمینی

جس کے من میں تھی بدینی (صفحہ ۱۹۶)

تاس = تاس : لگی تاس ہم کون ہیں جا ئیں

اب ہم یک سنگاڑ پانڈیں (صفحہ ۱۹۵)

سارے ہونا = قابو چڑھنا : گیا رانڈی کے ہو کر سارے

دھکے دیوی پھونگم کڑے (صفحہ ۱۹۸)

و۔ عورت یا بیوی کے لیے مختاراً استعمال کیا جاتا ہے۔ (مرتب)

گوڈنا = کوڈنا : اوجھوں میری لاو بھڑکے
 بھانت بھانت کر منجھو کوڈے (صفحہ ۲۰۰)
 پیر لانا = دیر لگانا : یہ سنی کر عزرائیل بھائی
 تروت الہ چلے پیر نہ لاتی (صفحہ ۳۰۳)
 تھرسنا = تھرانا ، لرزنا ، تھرتھرانا ؟ :

کے شار برسوں یوں تیر
 دیکھو تھرساں ساون پیر (صفحہ ۲۰۷)
 بھلنگ = بھلانگ ، چھلانگ ، قلاچ :

ہوں بھلنگ ماروں تھے غازی
 ہندو مان کیا ہوگا بازی (صفحہ ۲۰۷)
 کھلا^۱ = کھلیان : کات نہ کھلا کریں اداویں
 یو نہیں ڈھیر ناچ کا پاویں (صفحہ ۲۰۸)
 ادماڑ = فساد ، شور : کھینے برس پیمک بھر کھایا
 آخر کون امداد آئیایا (صفحہ ۲۱۲)
 بھوم^۲ = زمین : ان کی بھوم چھوڑ کر بھاگے
 اور کہیں آ رہے ابھاگے (صفحہ ۲۱۳)
 چھینیا^۳ = کپڑا چھاننے والا :

دھوی چھینے ملے جو کھائی
 لکھی آزما اس کی چھائی (صفحہ ۲۱۵)
 کسرود^۴ = غصہ : کپڑھا نہ ظاہر کیا خلاصا
 نا کسرود منہیں پرکھا (صفحہ ۲۱۵)
 چناور = چانور : بات سکینا کی اب کھٹا
 اس میں ایک چناور رھتا (صفحہ ۲۱۶)

۱ - پنجابی میں 'کھلا' یعنی بغیر تشدید مستعمل ہے - (مرتب)

۲ - پنجابی میں بھومیں (مرتب)

۳ - پنجابی میں بھی رائج ہے - (مرتب)

۴ - پنجابی میں بھی یہی معنی دیتا ہے - (مرتب)

کرڑی = روڑی : لیجا کر کرپی میں گڈیا
 چنن کیا وہاں محکم گڈیا (صفحہ ۲۱۶)
 دھانکر ۱ = راج کر ، بیٹ بھر کر :

جنے دھانہ کسر ہائی پینا
 پینا گشاہ جو اس میں گنیا (صفحہ ۲۱۷)
 ہیل مارنا ۲ = آواز دینا : میرا ساتھی سنگ سہیل
 میں قوج میں مارا ہیل (صفحہ ۲۱۷)

ناٹھ ۱ = ناٹھ : خدا صابروں کا ہے ساتھی
 اس کے ہاتھ انہوں کی ناٹھی (صفحہ ۲۱۸)
 سانکل ۳ = زلیخا : سانکل ایک سرگ سون آئی
 اس کی بیوی تائیر بتائی (صفحہ ۲۲۲)

نیاو ۴ = انصاف : اگر کوئی دو جھکپا لیاویں
 چھوٹے سانہ کا نیاو چکاویں (صفحہ ۲۲۲)
 نٹنا = انکڑ کرنا ، منکر ہونا :

لئے سو اس کوں بولو ساڑے
 تو سوکند خدا کی کھارے (صفحہ ۲۲۳)
 منگڑاں = منگنی : کوئی ایک جو منگڑاں کرتا
 اگر دوسرا دل پر دھرتا (صفحہ ۲۲۳)

مانگ ۵ = منگتر : اے بولتا منڈ میرے بھائی
 تیری مانگ منجھے خوش آئی (صفحہ ۲۲۳)

۱۔ دیکھئے اردو کا محاورا ”آپ دھاپ ، اپنا ہی منہ اپنا ہی ہاتھ۔“

(مرتب)

۲۔ ٹھٹھ راجستھانی میں ’ہیلا پاڑنا‘ بلکہ ’ہیلو پاڑن‘۔ (مرتب)

۳۔ پنجابی میں ’سنگل‘۔ (مرتب)

۴۔ پنجابی میں ’نیاں‘۔ (مرتب)

۵۔ پنجابی میں ’سنگ‘۔ (مرتب)

- نورے کھانا = میٹ خوشامد کرنا ، منت حاجت کرنا :
 منجھن غریب کی وہ بھی چاہے
 مانگے میٹ نورے کھاے (صفحہ ۲۲۳)
- ایوڑ = ریوڑ :
 سارا ایوڑ چل کر آیا
 چھاڑ باغ کا تھا سو کھایا (صفحہ ۲۲۵)
- برانا = ہرایا ، بیکالہ :
 جب وہ بکریوں والا بوجھا
 باغ برانا تھوے نہ سوچھا (صفحہ ۲۰۵)
- جن = کلمہ تھی ، مت ، نا :
 کہا کبھی جن راکھو چھائی
 وہ جو بات تیرے من مانی (صفحہ ۲۲۵)
- پکڑ = فریاد :
 کسی بات کی حاجت لائی
 یا کچھ پکڑ لے کر آئی (صفحہ ۲۶۶)
- لیاو چکنا = لڑیہ فیصل کرنا :
 ابھی یار کون پکڑ ہلاؤ
 میرا اس کا نہاؤ چکاؤ (صفحہ ۲۲۷)
- چوٹ پاهنا = وار کرنا ، ضرب لگانا :
 کڑی نساں کڑی میں باہی
 جس میں چوٹ اسی پر باہی (صفحہ ۲۲۸)
- آپے آنا = سامنے آنا ، آگے آنا :
 چپ بولی وہ سانھی مائی
 میں جو کہی سو آپے آئی (صفحہ ۲۲۸)
- بھانٹا = توڑنا ، کچلنا ، تباہ کرنا :
 جو حاکم کا حکم نہ مانے
 اس کوں پکڑ پھلین کر بھانے (صفحہ ۲۳۲)
- ہانکھ = ہر :
 سرخ ذبح وہاں اپنے کرتے
 کئی اونٹ ہانکھوں سوں بھرتے (صفحہ ۲۳۷)
- ۱ - پنجابی میں 'بھٹا' - (مرتب)

- چھلنے = چھلکے : اور ہساز لہسن چو آئے
 چھلنے بھر بھر اوشق لے جاتے (صفحہ ۲۳۷)
- دھاونا = دوڑنا : کے کروڑ دنیا چل کر آویں
 سلیمان کے گھر کو دھاویں (صفحہ ۲۳۸)
- ہمارا = پھلاتا ، کھولتا : جیسی ہات سڑ بھلی بھاگی
 مونہ ہمار کر کھا اپریں لاگی (صفحہ ۲۳۹)
- کوٹ = کھولٹ ، کوٹا ، گوشہ :
 اسی واسطے دئی بدائی
 چار کوٹ کی دولت آئی (صفحہ ۲۴۰)
- سکانا = مسکرایا : حلیان من میں مسکانا
 چٹلی کا جب سبب بھانا (صفحہ ۲۴۱)
- ٹسکا = ہلا وسواس ، مگن ، بے پروا :
 چلا ٹسک پڑی سوں آوے
 ہوئے ہوئے قدم الٹاوے (صفحہ ۲۵۲)
- پندیوان = قیدی : پندیوان رہیں گے سارے
 سدا سدا ہم لوگ بھارے (صفحہ ۲۵۱)
- اٹ پٹا = لڑکھڑاتا ! پائو لٹ پٹیں میں جو ہلے
 دیہہ ڈگمکے ایسیں چلے (صفحہ ۲۵۲)
- بھارا = گھٹا ، پشاورہ : پال دیا موڑے میں بھارا
 لیا لال اب چلا بھارا (صفحہ ۲۵۲)
- مولہیں موغنا = مٹھیں پتہ کرتا :
 لیا لال محکم کر بھارا
 مولہیں موغے چلا بھارا (صفحہ ۲۵۲)

۱۔ پنجابی میں بھی "بے خوف و خطر" اور "ہلا جھجک" کے معنوں میں مستعمل ہے۔ (مرتب)

رہٹ پڑتا بھول جاتا : اس میں رہت پڑا سو ڈوبا
 بھول کیا آچھا منصوبہ (صفحہ ۲۵۳)
 کجا کجا کر = کجا کر : خوب ہنسی تو یہ کرے
 کجا کجا کر ہڈیوں میں ہلے (صفحہ ۲۵۳)
 ہڑو کوئے میں = میزاری کا کلمہ ، جسے چولہے میں پڑے ،
 جہنم میں جائے :

جسے ایمان ہوا نستارا
 ہڑو کوئے میں اور ہسارا (صفحہ ۲۵۳)
 ہٹ ہاڑا = ہٹ مار ، رھزن :

مجھے مل گیا وہاں ہٹ ہاڑا
 اسی نے لیا سو میرا جھاپا (صفحہ ۲۵۳)
 اکھٹ ہڈھاتا = نکاح پڑھانا :

اور کہیں کوئی مرد نہایا
 لے مزدور سوں اکھٹ ہڈھایا (صفحہ ۲۵۵)
 جنوائی = داماد : آخر ان کے جی میں آئی

بشی دے کر کیا جنوائی (صفحہ ۲۵۵)
 دھلی = سخت ، گراں : کہا سنڈو ری سبھی
 لگی جو ہم کون بات دھلی (صفحہ ۲۵۵)

چارا = علف : اتنا سنڈو کر یل چارا
 کھڑا ہو رہا چھوڑا چارا (صفحہ ۲۶۰)
 تار کرنا = مویشی کا شکم سیر ہو جانا :

آج اگر تو کھاس چریکا
 ہانڈیں ہی کر تار کرے گا (صفحہ ۲۶۰)
 چرخنا = چرکنا ، چپکنا ، ہولنا :

جب یوں بول اٹھا وہ مرغا
 غلوند کون سمجھا کر چرخا (صفحہ ۲۶۱)

سکائی = نسبت : کوئی کہیں گے لوگ لکائی
لوگوں میں مل کرے سکائی (صفحہ ۲۶۱)

گھنسیلا = سوتا : سنا خاوند کے ہوا اجالا
لیسا گھنسیلا کاغذ ڈالا (صفحہ ۲۶۱)

جھوٹا = دل کا ڈھکنا : آپ تم کھدی نہ فرمت پاؤ
کلھے کلون جیو دلاؤ (صفحہ ۲۶۲)

ٹوک کھلانا = ٹکڑا کھلانا ، روٹی کھلانا :
کری عاجزی ٹوک کھلایا

پانڈی ہلا کر پاس سلایا (صفحہ ۲۶۶)
الٹ مل جانا = پھر مل جانا :

بھات جھاڑ بیٹھے زکریا
الٹ مل گیا اب منڈ بھیا (صفحہ ۲۶۶)

موڑی = شیر : جب وہ ہونے جوآن لکڑی
بول الھی اس کی ما موڑی (صفحہ ۲۶۷)

بھاری دینا = چھاڑ دینا : دے گی مسجد مانہ بھاری
مدا کرے گی خدمت گوی (صفحہ ۲۶۹)

جڑ رکھنا = بند کر کے رکھنا :
میں کیا پاپ کھایا بھاری

سے گناہ جڑ رکھی بھاری (صفحہ ۲۷۰)
مائی گونہ = مٹی گوندہ کر :

مائی گونہ جمانور کیا
امی وقت مانتہ میں لیا (صفحہ ۲۷۳)

لونکتی = لومڑی : ایک لونکتی ماسیں آئی
عمیل نہیں اسکوں بتلائی (صفحہ ۲۷۵)

سرتا = گزارا ہونا ، پسر ہونا :

بھوکھ لگے جب یوں بتلائے

اب کیوں سرے کچو بن کھائے (صفحہ ۲۷۸)

سواد لگنا = خوش ذائقہ معلوم ہونا :

جو سواد لائے سو کھاؤں

جگ میں آچھا بیٹا کھاؤں (صفحہ ۲۸۰)

ادب بیانا = تعظیم بجا لانا :

دستوار کا ادب بیاؤ

تہاور کا سب عمل اٹھاؤ (صفحہ ۲۸۱)

یگا یگ = جھٹ پٹ : اس میں یگا یگ ہکا کر

دکھیاں ان کے آئے لیا کر (صفحہ ۲۸۵)

رائہ رائہ کرنا = مویشی کا رائہنا ، چیلنا ، چلانا :

آپ آپ میں سبھی پکڑیں

رائہ رائہ کر سارے ہاریں (صفحہ ۲۸۹)

بیجہ باہنا = تخم ریزی کرنا ، بیج ڈالنا :

بیجہ باہکر کھیت اگاوا

ناج کاڑھ پس پکواوا (صفحہ ۲۹۳)

کھوڑا = لنگڑا :

میرا بیٹا گونکا بوڑا

آنکھوں اندھا پاؤں کھوڑا (صفحہ ۲۹۴)

ہارے ہونا = تھک جانا :

بھات بھات کر منچکوں مارے

اوجھوں نہیں ہوئے تم ہارے (صفحہ ۲۹۵)

بڈارو = ٹکانا ، ٹاڑنا :

اور نری ایوب بڈارا

گتو گتو سون اے بڈارا (صفحہ ۲۹۷)

- ایوالیا = کلریا : بوڑھا ملا سو ہکریوں والا
 کھڑا چراوے تھا ایوالیا (صفحہ ۲۹۸)
 گوالیا = کلریا : ملا راہ میں ہکریوں والا
 یعنی جس کوں کہیں گوالیا (صفحہ ۳۰۲)
 بھو^۱ = خوف : جیوں دنیا کو دین سکھاویں
 بھو ساگر سوں ہار لنگھاویں^۲ (صفحہ ۲۹۸)
 چرا = زمانہ ، وقت : اس پرے کا زر کیوں آیا
 اس کوں کہیں خزانہ پایا (صفحہ ۳۰۳)
 کانکھ = بقل : کوٹ جو اولیا بیٹا کھاوے
 کمر کانکھ سوں نیچے آوے (صفحہ ۳۰۶)
 کاجنا^۳ = گرچنا : بھانت بھانت کروے سب ہامے
 دھرن گکھن بادر جیوں کھے (صفحہ ۳۱۱)
 استاوا = بدھنا : ہاتھ چلمچی بھئی استاوا
 ہیرے مسوئی لال جڑاوا (صفحہ ۳۱۳)
 جاپا = چنا : پری نہیں جب بیلا چاہیا
 نسبی بد جنگ میں آیا (صفحہ ۳۱۳)
 دھورے = قریب ، نزدیک :

- نکل نور لیتوں کے پورے
 عرش کرسی کون لاگے دھورے (صفحہ ۳۱۸)
 رستا = زبان : اول جو کہ پہ ہانک بولا
 ایہیں سودھیں رستا کھولا (صفحہ ۳۲۰)
 ہیلہ ہیل آواز پر آواز: ایہے ایہے گھر کون بھاگے
 ہیلہ ہیل ہکرون لاگے (صفحہ ۳۲۲)

۱۔ پنجابی میں عام استعمال ہوتا ہے۔ (مرتب)
 ۲۔ ”لنگھانا“ مصدر مغربی پاکستان کی مختلف زبانوں، سندھی، ملتان
 اور پنجابی میں بھی رائج ہے۔ (مرتب)
 ۳۔ پنجابی میں گجھ (مرتب)۔

ہاں = مانند : جا ہاں دوجا کوؤ ناہیں
 سادہ سنت سب سکے ماتہیں (صفحہ ۲۲۲)
 دھوں = طرح : عدل لیاو ایسے دھوں کرتے
 زرہ میل نہ ڈال میں دھرتے (صفحہ ۲۲۵)
 اٹل چٹکا = مریض ، بیمار :

مسلماں ہوتا اڈ چٹکا
 کوئی لیک ہو یا ہو پڑھٹکا (صفحہ ۲۲۶)

عربی فارسی اثر اور ان کے الفاظ میں تغیر و ترمیم

چونکہ اس کتاب کا موضوع تاریخ انبیاء علیہم السلام ہے اس لیے مسلمان الفاظ کی بہتات اس میں چنداں تعجب خیز نہیں مگر باوجودیکہ مصنف عربی فارسی زبانوں میں اعلیٰ دست کہ رکھتا ہے اور مذہبی اعتبار سے بڑی وساحت کا مالک ہے ۔ تاہم رجستہائی کے مقابلے میں عربی فارسی اثر خفیف معلوم ہوتا ہے ۔ تیس پینیس فی صدی مسلمان الفاظ کا ایک ایسی تالیف میں پایا جانا جو مضمون کے لحاظ سے بھی اسلامی ہے ، کوئی بعید نہیں ۔ حیرت یہ ہے کہ ہندی اثر نہایت گہرا ہے ۔ فارسی محاورے اور ترکیبیں قلت کے ساتھ ملتی ہیں ۔ میں چند یہاں مذکور کرتا ہوں :

اگر بیل تو ہے کچھو سیانا میں بولوں سو پکڑ پھانا
 'پھانہ پکڑنا' فارسی 'پھانہ گرفتن' کا ترجمہ ہے ۔ (صفحہ ۲۶۰)

امثال دیگر :

بھانت بھانت کر حاجت مانگی جیسے کتے بکریں ڈانگی
 'حاجت مانگنا' حاجت خواستن کا ترجمہ ہے ۔ (صفحہ ۵۸)

توں ملعون کمینا بازی نہیں دے سکے ہم کون بازی
 'بازی دینا' 'بازی دانن' کا ترجمہ ہے ۔ (صفحہ ۱۳۰)

نہی سال سب روزے دھرتے یوں گذران عمر سب کرتے
 'روزے دھرنا' 'روزہ داشتن' کا ہر تو ہے ۔ (صفحہ ۵۴)

عزیزیل مردود کشینا بولا دل میں دھر کر کینا
'کینہ دھرنا' فارسی 'کینہ داشتن' کا تنجیج ہے۔ (صفحہ ۱۲۹)

کھوس لیا تاپوت سکینا جا کر لہاویں کاٹے ہیں کینا
'کینہ کا ڈھنا' 'کینہ کشیدن' کا ترجمہ ہے۔ (صفحہ ۲۱۳)

ع مصابیح میں ایسی لیا یا
لہٹ فارسی یوں ہوگی 'دز مصابیح چیں آورده است'۔ (صفحہ ۳۳۰)

ع اور واقندی میں یوں لیا یا
یہ بھی اسی فارسی محاورے کا ترجمہ ہے۔ (صفحہ ۳۳۲)

کہیں ہندگی ایسی کرتے ملک ملک سب حیرت دھرتے
'حیرت دھرنا' کی اصل فارسی 'حیرت داشتن' ہے۔ (صفحہ ۱۲۹)

ع چہ انگولہی منج کوں ہائی
یعنی 'این انگشتی مرا یافت'۔ (صفحہ ۲۵۶)

ع باب وصیت کا یوں کھولا
بالکل فارسی ترکیب ہے 'و باب وصیت چنان کشود'۔ (صفحہ ۳۲۵)

ع فضل ہوا از خالق باری
یہ تقریباً فارسی ہے صرف 'ہوا' اردو ہے۔ (صفحہ ۲۸۹)

والہ انسون کوں نسون دینو کہہ معاف سب ان کے کیجیو
'نوبہ دینا' 'نوبہ دادن' کا ہرتو ہے۔ (صفحہ ۳۸۸)

ان محاورات کا ایسی ضخیم کتاب میں ہونا نہ ہونا برابر ہے۔
ادھر عربی فارسی الفاظ کے ساتھ ایک عام ہندسوی روا رکھی گئی ہے۔
کہیں ان کے تلفظ کو بگاڑا ہے، کہیں ان کی صورت بدلی ہے اور کہیں
مفہوم میں تبدیلی کر دی ہے۔ لیکن مصنف اس بارے میں متلا کا حکم
رکھتا ہے، نہ بوجد کا۔ وہ ان الفاظ کو اسی طرح استعمال کرتا ہے
جس طرح عوام الناس کی بول چال میں آ رہے تھے، مثلاً مصنف 'نہات'

(مصری) کو 'نویات' کی شکل میں لکھتا ہے۔ یہ تفسیر اس کی اپنی ایجاد نہیں بلکہ عام اہل اردو اسی طرح بولتے تھے۔ چنانچہ دکنی میں بھی 'نویات' لکھا جاتا ہے۔ اسی طرح اس تالیف میں 'نفاہ' (نفاہ)۔ 'سول' (اصول) اور 'مزدوری' (مزدوری) ملتے ہیں جو آج بھی غیر تعلیم یافتہ اسی طرح بولتے ہیں۔

یہاں بعض ایسے الفاظ کی فہرست دی جاتی ہے :

لے ترہ = بے طرح ،

نہیں بہت 'لے ترہ' کروں گی ہم سوں ہرگز نانہہ پروں گی

(صفحہ ۶۳)

جا ضرور = باخانہ :

سڈیں بات کوڑھی چل آویں

(صفحہ ۶۴)

جا ضرور تنکوں لہاویں

کہا انہی قول جو تیرا

(صفحہ ۵۱)

صحی ساتھ یہ بیٹا میرا

صحی سلامت بیٹا باپا

(صفحہ ۷۶)

پت خدا کا شکر بچا پاپا

وہی خواب دوجے دن آیا

(صفحہ ۶۷)

الہ خلیل نے شکر بچا پاپا

استیں کہے ملائک سارے

(صفحہ ۱۳)

حق کا حکم بجاؤں ہمارے

گئے قوم کن جب مل سارے

(صفحہ ۵۶)

خوشی ہو گئے الہ پیارے

ایک اوتار ہیں گیا بہن خاص

(صفحہ ۵۸)

جسے دیکھ دور ہو اداس

عجوبے = متعجب و حیران :

نہی بات سن رہے عجوبے

(صفحہ ۵۲)

کہا لوگ دنیا سب پروے

دیکھو میرا رے عجوبے	دیکر
کہا عجب اس کے منصوبے (صفحہ ۳۳۳)	حجی = حاجی :
ہاراں برس مکے میں رے	
کوئی نہ اس کوں حجی کہے	دیکر
عرقہ کوں جب ٹبھ پر آوے	
حج گڑے حجی کہلاوے (صفحہ ۶۵)	بشارا = بشارت :
دل میں جانو سانہ بشارا	
جو کوئی پیارا وہی دکھیارا (صفحہ ۷۷)	دیکر
ہوا حزیمہ اس کے پیارا	
جس کوں یاہی دیا بشارا (صفحہ ۳۱۰)	دیکر
کہا رویرو سہتا سارا	
بادشاہ کوں دیا بشارا (صفحہ ۱۰۸)	نعارا = نقارہ :
کرن دھان کا کوچ لغارا	
چلا خلیل خدا کا پیارا (صفحہ ۷۸)	سول = اصول :
ایسا بن کا دیسے سول	
جیسے دھرے ڈھال پر پھول (صفحہ ۱۹)	رانا = رانہ :
منی کری اور من کا مانا	
سی وقت میں اس کوں رانا (صفحہ ۷۷)	اچکر = ازدر :
دشن اوپر دیسے کھارے	
ہوے ازدھا اچکر بہاری (صفحہ ۸۱)	اندیسا = اندیشہ :
جا کا منچکوں پپا اندیسا	
اس واسطے کہیوں سندہا (صفحہ ۷۷)	
(اندیسا ہانوں غنہ پروژن سندہا)	
خوشیال = خوش حال :	گوشت کھائے جب بھنے خوشیال
کری دعا خاصی در حال	
(صفحہ ۸۰)	

- سرمانا = شرمانا : یہ [ہات] من بہت سرمائے
(صفحہ ۹۰)
ازمانا = آڑمانا : بہت زلیخا نہیں اڑمایا
(صفحہ ۹۵)
ساما = سامان : چھوٹے سامان کا پامے ساما
(صفحہ ۹۶)
دیگر : یوسف کا تم دیکھو چاما
لوہی سوں یوں بھر کر چاما
(صفحہ ۱۱۶)
بے شرمائی = بے شرمی : بدی خوار بھونپی بیرائی
(صفحہ ۹۸)
دیگر : دیکھو اس کی بے شرمائی
دیکھو رانچی کی بے شرمائی
(صفحہ ۲۶۱)
بیش = بیش قیمت + بڑھیا :

- بیش و خان فرش بیجا کر
(صفحہ ۹۹)
دیگر : توت دھر دے نکمے لا کر
یوسف کون ملال نہلایا
(صفحہ ۸۶)
دیگر : بہت بیش چاما پندایا
چار پانچ تھیاں بیش کاندیاں
(صفحہ ۳۳۸)
بے شرمائی = بے شرمی : بے عقل اور بے شرمائی
چولی بچھے جب مت آئی ؟ (صفحہ ۱۰۰)
ارداس = عزتدافت و عرض :

یوں ارداس کروں میں تیری
سان لید پیہہ بنتی میری (صفحہ ۱۰۲)

-
- ۱ - پنجابی میں بھی اس طرح مستعمل ہے (مرتب)
 - ۲ - یہ محاورہ پنجابی میں بھی رائج ہے - (مرتب)
 - ۳ - چند بردائی بھی ”پر تھی راج راسا“ میں ”ارداس“ ہی استعمال کرتا ہے - (مرتب)

- بیادل = بیدل و زیادہ : گھوڑے کو تیل بیادل آئے
 ساری کھینک تھامے لای (صفحہ ۱۰۷)
- بندوے = بندی : وہاں بندوے تھے جو مارے
 روئے روئے کر بہت پکڑے (صفحہ ۱۰۷)
- ہایلے = پیالہ : وہی ہایلے شد کے آئے
 سوچرا پکر سمجھی بھاگے
 اب جو ہایلے لے کر آوے
 بدرا اونٹ تاج کا ہاوے (صفحہ ۱۱۳)
- آبا = عصا : ادب کر فعلین نکالو
 اور ہاتھ کا آبا ڈالو (صفحہ ۱۵۰)
- دیگر : جب موسیٰ نے ڈالا آسا
 جس کا دیکھا عجب تماشا (صفحہ ۱۵۰)
- ترتائی = تیرائی : دیکھو یہی نہیں یوں تیرتای
 عرض خدا کن کری شنای (صفحہ ۱۶۰)
- دیگر : ہالک روئے گئی شنای
 ہوئی حلیہ کیوں تیرتای (صفحہ ۳۲۲)
- بازی = بازی : اس پر چڑھا فراغوں بازی
 جس تھیں خدا خدا ناراضی (صفحہ ۱۶۱)
- ہرول = ہراول : تھے چھ لاکھ ہرول سپاہی
 دھنے ہانویں گئی ناہمی (صفحہ ۱۶۱)
- مادوان = مادہاں : جبرول گھوڑی چڑھا آبا
 مادوان لیا کر دیکھلایا (صفحہ ۱۶۳)
- دیگر : مادوان ہر ہوا دیوارا
 اس کتنے کا کہا نہ تانا (صفحہ ۱۶۴)

۱۔ - وارث شاہ کے ہاں بھی ایسی صورت میں ملتا ہے۔ (مرثیہ)

- چکاری = چکارہ ؟ : جہاں بھید کی مجلس بھاری
عالم - دنیا کون چکاری (صفحہ ۱۶۷)
- دیگر : جب وہ مجھے کرے لٹاری
میں شریب وہاں کون چکاری (صفحہ ۲۳۰)
- چکارہ = چہ کارہ ؟ : پیارے سون بتلاوے ہمارا
اور کوئی وہاں کون چکارا (صفحہ ۶۷)
- دیگر : سال سمہارا کون چکارہ
جس کا اپنا کرو ہمارا (صفحہ ۲۳۹)
- دیگر : جن کا ایسا رنگ سنوارا
بھول ہزارا کون چہ کارا (صفحہ ۲۳۵)
- دیگر : دوست کرے سو میں ہوں رانی
اے میں کون چکارے بازی (صفحہ ۲۶۷)
- مزوری = مزدوری : بھلا کرے تھا اگر ضروری
لٹی کہوں نہ ان پاس مزدوری (صفحہ ۱۷۹)
- داون = دامن : در داون موئن کی لڑی
لھور لھور تھی چوٹی جری (صفحہ ۱۸۳)
- ہائیاں = میانیاں : دو میانیاں بھرپاں جو زرکیاں
دیوں میں بچھ کون اپنے گھرکیاں (صفحہ ۱۸۳)
- خو زادی = خون زادی (خاوند زادی) : دھن سو آپ پیغمبر زادی
دین دنیا کی صحنی خو زادی (صفحہ ۲۲)
- نابالغ = نابالغ : کھسے چوڑا ہانسی پہنانے
لپٹے نابالغ چڑھانے (صفحہ ۱۳۹)
- فراعون = فرعون : فراعون بھی گودی لیتا
پت ہمار کر بوسہ دیتا (صفحہ ۱۳۳)

دیگر

سب بچہ کا منصوبہ
موسیقی پنچا فراعون ڈوبا (صفحہ ۳۰۹)

نوبات = نیاٹ (مصری) : پھر کیم کیاں باقی باتان
سڈو اور شکو لوہاتان (صفحہ ۱۹۰)
بر غلان کرنا = ورغلانا :

جب لمبے نہیں آئے الہابا
بر غلان کر یوں بھرما یا (صفحہ ۱۹۸)
بر غلان تہین کی خواری
اہد اہد ہوا دکھ بھاری (صفحہ ۲۰۰)

دیگر

سہر بانگی = سہر بان :
سہر بانگی میں توں رہے
پاس بلا کر اس کون کہہ جے (صفحہ ۱۹۹)

ماضی = غائب و گزشتہ : آپ لعین کمبٹا بازی
ڈرتا بھاگا ہو کر ماضی (صفحہ ۱۵۲)
وہ زہون ایسا ہوا ماضی

دیگر

جو دیکھے سو ہو تاراضی (صفحہ ۲۰۰)
یہ شیطان کمبٹا بازی
دور بھاگ گیا ہو کر ماضی (صفحہ ۱۶۷)

دیگر

ہلیت = پایہ :
گو بھاگوں جب خوب بھرا
اس ہلیت کی طرف چلا یا (صفحہ ۲۲۰)

کمبٹاب = کمبٹاب :
کمبٹاب زوریت اٹھائے (صفحہ ۲۲۸)
ہرا کچے کون تو سبھا

گراں ہار = متحمل :
گراں ہار ہو چکا رہا (صفحہ ۲۳۳)
گر انبار ایسا تھا بھاری

دیگر

کیون نہوے جس کون سرداری (صفحہ ۲۱۵)
پیدائش = مخلوقات :
سب پیدائشی کی سبائی

کری سو ہم نہیں چاروں کٹی (صفحہ ۲۳۹)

دیگر

ایسی کسری نہایت زاری
روئے تھکی پیدائش ساری (صفحہ ۲۹۷)

عرس کرس = عرش و کرسی :

جھلک جوت چھٹکے نودان
عرس کرس میں چارون کائی (صفحہ ۲۴۰)

دیگر

چن کون روئے عالم ساوا
عرس کرس میں پوا پکڑا (صفحہ ۱۹۷)

مصلحت = مشورہ :

جس نین مصلحت کری سو پایا
بنا مصلحت کام نہ آیا (صفحہ ۲۴۷)

قبولنا = قبول کرنا :

ان باتوں پر حوا جو بھولی
جب دشمن کی بات قبول (صفحہ ۳۸)

تالے = طالع :

الک گئے جب نظروں والے
کہا ہمارے بھوئے تالے (صفحہ ۲۴۹)

خواری = سبکی ، توہین :

بیادہ چلون منجھے ہو خواری
منجھے چاہئے اب اسواری (صفحہ ۲۵۷)

آزاری = ہزار :

کسے بیل میرا آزاری
کیونکر گونپ دھروں میں بہاری (صفحہ ۲۶۰)

دیگر

کہا ، کریں چنگا آزاری
دور ہوئے اس کی بیماری (صفحہ ۲۹۸)

دیگر

دعا کری اور ہنتی زاری
چنگا ہوئے گیا آزاری (صفحہ ۲۹۸)

مانت = منت :

میں جو اب یہ مانٹ مانے
سو تو یہ لیا کر گفتاری (صفحہ ۲۶۹)

وجہ = طور ، طریق :

من میں دھر کر مہر خوشیالی
خوب وجہ کر اس کون پالی (صفحہ ۲۶۹)

- دیگر ان کے قن میں سیخ چبھاؤ
جھاؤ اس وجہ انہیں جیکاؤ (صفحہ ۲۱۰)
- خلاصہ = کمال ، بھید ، حال ، الحاصل ، کشادہ ، خوش ، تسکین ،
خالص : وہاں نبی کا کھلا خلاصا
دعا کری اک ہوا نمائشا (صفحہ ۲۹۵)
- دیگر گوشت پوست محکم جب خاصا
ہوا نبی کا خوب خلاصا (صفحہ ۲۹۱)
- دیگر میں غداہی کا بندا خاصا
میرا اب تم سنیو خلاصا (صفحہ ۲۷۲)
- دیگر ہے بیت المعمور جو خاصا
اس کو اس میں رکھو خلاصا (صفحہ ۲۸۲)
- دیگر واہی کملی دالی آسا
ہوا نہ اس کوں جیو خلاصا (صفحہ ۲۷۷)
- دیگر جن کا ہے ایمان خلاصا
ان کوں کر تو خوب دلاسا (صفحہ ۲۹۶)
- دیگر اور رکھو میں انہیں خاصا
جس کا کہو تہاں خلاصا (صفحہ ۷۰)
- دیگر وہی منت میرا ہے خاصا
اسکن میرا جیو خلاصا (صفحہ ۷۲)
- دیگر جاناؤا ہے پیغمبر خاصا
جس کا ظاہر ہوا خلاصا (صفحہ ۲۷۲)
- سجادا = سجادہ نشین : مانا بتا سو دادی دادا
چچا ابو طالب سجادا (صفحہ ۲۸۳)
- دیگر میں بول کر سوا سو دادا
رہا ابو طالب سجادا (صفحہ ۳۲۶)

- رہنما = رنج دیا : کہا نہیں کا ایک نمانا
 بھانت بھانت سر کون رہنما (صفحہ ۲۸۸)
 اتاری = اعتبار والا : بات مصلحت ہو چھے ماری
 ایسا ہوا بیڈا اتاری (صفحہ ۲۹۹)
 خوانے = خواندہ : چہ جوان تھے بزرگ زادے
 بڑے خوانے صاحب زادے (صفحہ ۳۰۱)
 بخت = وقت : کسوں کاچ وہ نیک گاہی
 ہرے بخت میں کام نہ آئی (صفحہ ۳۰۷)
 مسخری و مسکری = مسخر : نکر مسخری منجھسوں پیارے

- خوف خدا کا کہا بھلاڑے (صفحہ ۳۰۸)
 دیگر : سڈیں کافروں میں جب بھاگے
 عسی مسکری کرنے لاگے (صفحہ ۳۱۹)

- علاؤ = علما : تھے خلیل کے بچے چار
 کہنے میں علاؤ بچار (صفحہ ۷۷)
 دیگر : یوں علاؤ شاویس پیڈے
 ابراہیم ہوئے جب بچے (صفحہ ۷۶)
 الہدی = علیحدہ : ظاہر مہدی باطن مہدی
 کہوں کر ہو یہ بات الہدی (صفحہ ۵)

- کھلک ، بہ تحریک دوم = خلق : ہوند ہلک سوں آئی کھلک
 پیدا ہونے اسی سوں کھلک (صفحہ ۱۴)
 مستقیم = مضبوط و قائم : مستقیم ہو گیتان زمینان
 کسی وقت ہر خلیں کہیں ٹان (صفحہ ۲۱)
 دیگر : اپنے دل میں نہ چا کچھو
 مستقیم ہو کر جی ڈیہو (صفحہ ۱۷۷)

دیگر

مستقیم ہو رہے ہمارے
ہم زبان ہو ہوئے ہمارے (صفحہ ۲۰۱)

حلا = حیلہ :

کہوں نرا کہئے دل میں حلا
ہو کہان کا جیسے چلا (صفحہ ۳۰)

تکھت = تخت :

آدم کے جب جاگے بکھت
ہوا خلیقا بیٹھا تکھت (صفحہ ۳۶)

آرجوئی = آرزو :

جو تو ہوئے سو ہم کر دیں
آرجوئی تیری سب بھر دیں (صفحہ ۳۸)

اسراو = اسراء :

سب اسراو امیر ہلانے
نکل سامنے باہر آنے (صفحہ ۱۲۳)

داگ = داغ :

کل لالا کے دل کے داگ
تافریان گئے سب بھاگ (صفحہ ۱۲۳)

تشنا = تھس و تشکی :

تشنا لگی نبی کن بھاگے
التھس یوں کرنے لاکے (صفحہ ۱۶۵)

درباو = دریا :

سہتر موسیٰ خضر ہارے
جب درباو کے گئے کنارے (صفحہ ۱۷۸)

سراہاو = سراہا و سروہا :

ایک شخص بیٹھا سرہانہ
سراہاو موتی کے دانہ (صفحہ ۳۱۶)

گرچ = غرض :

راول دیول گہیں بجاویں
ناکاہو سوں گرچ دھراویں (صفحہ ۲۲۶)

ساق : اس لفظ کا مفہوم صاف نہیں۔ بعض جگہ وہ اپنے مشہور
معنوں میں آتا ہے۔ دوسرے مقامات پر مجازاً اور اور معنی لیے گئے ہیں۔
مثلاً مراد پر لانے والا، نجات دہنے والا، تقسیم کرنے والا اور کار ساز :

کدیس بھاری نونان باقی
آپ دیکھیاویں ہو کر ساق (صفحہ ۱۶۸)

امثال دیگر :

- باتنا ایک رہا جو باقی
 عوا انوں کا اللہ ساقی (صفحہ ۳۰)
 رہی تیسری رولی باقی
 ہنسک بھر گیا اللہ ساقی (صفحہ ۳۹)
 یاقوت حمام سام رہے باقی
 تین انوں کی تیرہا ساقی (صفحہ ۵۵)
 ہوئی خوار زندگی باقی
 جدا ہو چلا میرا ساقی (صفحہ ۲۹۰)
 لیکن عمر رہی تھی باقی
 کیا خدا تین مرغا ساقی (صفحہ ۲۹۱)

- الکرجی = الغرض : وانچ کچے میں رہوں نہ برجی
 ایسی بات کہی الکرجی (صفحہ ۲۹۱)
 مرغابی = مرغابی : اونٹن گائے بکری مرغابی
 سنا اور مرغی بٹلائی (صفحہ ۳۲۶)

مصنف گہرے دینی خیالات کا انسان ہے اور اپنے معتقدات میں نہایت راسخ ہے۔ اس کا مذہبی مطالعہ نہایت وسیع ہے۔ وہ اس تصنیف کو ایک دینی خدمت سمجھتا ہے جس کو بغیر کسی معاوضے یا اجر کی امید کے اس نے سرانجام دیا ہے۔ اس کو اپنے مآخذ پر پورا پورا عبور ہے۔ مضمون کے تعلق میں ہر آیت قرآن اس کے پیش نظر ہے اور بڑی سہولت کے ساتھ ان کا مابطن اپنے شعروں میں ادا کرتا ہے یا اصل آیات کو سرخیوں میں لکھ دیتا ہے یا تلمیح کے طور پر لے آتا ہے۔ اسی طرح سوئٹکڑوں آیتیں اس تالیف میں منقول ہیں۔ یہ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو کلام پاک پر غیر معمولی عبور ہو۔ میں یہاں بعض تلمیحی مثالیں درج کرتا ہوں :

بہول پروجن میری سبھا صبحی کان امرا متضیبا
 (صفحہ ۷۰)

۱۔ پنجابی میں بھی 'مرغابی' بولا جاتا ہے۔ (مرتب)

ہائے کثرت نسبتاً متساوی	موت بھلی ، نہیں چاہوں چیا
(صفحہ ۲۵۱)	
کلی واشرب قری عینا	اے ہٹاوے کٹر کر سینا
(صفحہ ۲۵۱)	
او صانی مادمات حیا	دے کتاب موہ کیا نبیا
(صفحہ ۲۵۲)	
یا نبی لاتقصص رویا	ہائے حسدین سب کچھ کھویا
(صفحہ ۲۵۳)	

کلام مجید سے علاوہ اس نے اور حوالے ، جو حدیث ، تفسیر ، اخبار و روایت سے تعلق رکھتے ہیں ، ذکر کیے ہیں ۔ مثلاً تفسیر بنابیع ، تفسیر حسینی ، جواہر التناویر ، لباب التاویل ، زاہدی ، مصابیح ، عبیری ، واقفی ، ثعلبی ، احیا العلوم ، تنبیہ الضالین ابوالمہدی سمیرقندی ، درالنجالی شمس العلوم ، برہان العارفين وغیرہ اور سید محمود گیسو دراز کی بعض کتابوں سے بھی استفادہ کیا ہے ۔ انہی مانعہ میں ایک کتاب حسینی ہے جو امیر حسین کی تالیف بتائی ہے :

اور حسینی میں یوں لیاویں آپ امیر حسین ہٹاویں
(صفحہ ۲۵۰)

موضوع کتاب کی متانت اور دینی جذبہ کے رجحان نے اس کی شاعری کو ابھرنے کا بہت کم موقع دیا ہے اور صراطِ مستقیم سے ہٹکنے یا غیر ضروری مباحث کو روشناس کرنے سے اس نے کامل احتراز کیا ہے ۔ البتہ بعض حکایات سے نتائج اخذ کرنے اور سچی دہنے کے لیے ہندو نصاب کا باب کھولا ہے جو صرف چند شعروں پر ختم ہوتا ہے ۔ یہ اس کی خوش مذاقی کی دلیل ہے کیوں کہ ایسی داستانوں کے بیان کے وقت اگر موقع یہ مواقع ایسا مختصر وقفہ مل جائے تو طبیعت پر اس کا خوشگوار اثر پڑتا ہے ۔ جب حضرت یوسف نے اپنا خواب حضرت یعقوب سے بیان کیا جو ان کی بہاوجوں تک بھی پہنچ گیا ؛ انہوں نے اس کا ذکر اپنے غاوندوں یعنی برادرانِ یوسف سے کیا ، بلکہ

ان کو سکھایا پڑھایا ۔ موقع پر مصنف ایک نیا عنوان
 ”حال بیباں آخر زمانہ“ لایا ہے جس کے نیچے یہ ایات آتے ہیں :

بیبوں کی کیا کروں بدانی	لال سکھائی ہائے آلی
دل میں ان کے بات بھاوے	ان سکھائے ناچ نہ بھاوے
مل کر بیٹھیں کہیں ضروری	بانوں کوئی نہ اتری پوری
آپ آپ میں ساریاں بولیں	بھانت بھانت کے قصے کہولیں
سب نگری کے جھکڑے جھانٹے	کہیں آپ میں آٹے دانٹے
کئی آپ میں لپٹے لاگیں	منع کرو تو اٹھ کر بھاگیں
جو نہ بولے سو ہے گنڈی	چپک کہوں کر رہے لکڑی
گلا گزاری ان کی غیاصی	پتکڑی نیکلے باغ بھاشی
گت گتے سب رات پکڑیں	لو اے بیباں کدی نہ ہاریں
بول چال سب کو دھنکاوے	واہی یہی بیڈی کہاوے
اے کھوٹے پرے کیاں بیباں	کوئی بھاریاں نیک شریاں
بیا کام نہ باہر آویس	بات بولتیاں بھی سرماویں
دیکھیں سب انہی دیکھیں کریں	بیباں نیک خدا سوں پڑیں
بیٹھیاں رہیں پکڑ خاموشی	کریں ہمیشہ پردا پوشی
چاہیں سب کا بھلا ہمیشہ	پر دکھ بھجن کریں اندیشا
سب کہوں اللہ نیکی دیو	خیر عاقبت ان کی کیجیو
تھوڑی بولی گھر میں ہاوے	یہی وہی بہشت میں جاوے
لاج شرم ہو جس میں بھاری	سو حضرت یہی کی بھاری

(صفحہ ۸۶)

کتاب نہایت سادہ طرز میں ہے ۔ گنتی کے موقع ایسے ہوں گے
 جہاں مصنف نے تکلف سے کام لیا ہے ، مثلاً حضرت یوسف کے جلوس کے
 موقع پر اس نے گھوڑوں اور ہاتھیوں کا بیان دیا ہے ۔ اس میں ہندی
 کی ایک صنعت ہے جس میں الفاظ کے شروع یا آخر میں وہی حرف
 بار بار آتا ہے کام لیا گیا ہے ۔ مثلاً :

آپ تاب سنجاب و پکھاویں برن برن بادن جیوں آویں

چڑ چہل چہل پتیرے کیا طاقت وہاں دھریں پتیرے
سب پر جبروت جبرائیل زمین جن سوں دے زمان زمین
(صفحہ ۱۲۳)

دیگر :

جہانجاں جھنک جہاں جا رہے کھلک ملک سیہی تھرتھرے
(صفحہ ۱۲۵)

ہندی دوہرے اور سورٹھے جو داستانوں کے اختتام پر آئے ہیں۔
اکثر اس کے قلم کے معلوم ہوتے ہیں۔ بعضی وقت دوسرے شعراء کے
بھی لے آیا ہے جن کا کوئی حوالہ نہیں دیا۔ مثلاً دوہرہ :

جاگوں راکھے سائیاں سار نہ سکے کوئے
بال نہ ہانکا کر سکے جے جگ پری ہوئے
(صفحہ ۲۰۰)

لیز دوہرہ :

آگے کے دن پاچھے گئے کیا نہ ہر سوں ہیت
اب پہناتے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کہیت

یہ دوہرے اس قدر معروف ہیں کہ مصنف کے نہیں مانے
جا سکتے۔ ایک جگہ کبیر کی ایک ساکھی ہے جس کا ہدی الفاظ
سرخی میں حوالہ دیا ہے۔ "ساکھی فرمود آن کامل روشن ضمیر
اسم باسمہ کبیر۔" :

گیت رہیں اور ہر کو سیویں چگ میں کریں مسزوری
کچھ ہانڈیں کچھ مکھ میں ڈالیں بھگت انہاں دے پوری

بعض دوہرے بیان نقل کیے جاتے ہیں : (صفحہ ۲۵۹)

- (۱) ابو بکر صدیق ہیں اور عمر عثمان
چوتھے بار علی ولی بل شاہ مردان (صفحہ -)
- (۲) اکتھ کتھا ہے ہم کی انڈ اہم ہار
کتھنے میں دھونڈت پھرے پھولیو ہے سنسار (صفحہ ۱۰۳)

- (۳) منی کچے سوچن کرو من مائے سو بات
دھنی کچے سو کچھے سکھی رھو دن رات (صفحہ ۳۷)
- (۴) آپا حکم حضور کا آدم چلے ننگ
سب کو باہی بات ہے کہا راو کہا رنگ (صفحہ ۴۳)
- (۵) چار نیں ہیں جیوئے کہیں لوگ یوں خاص
عسلی اور ادویس ہے اور غضر الیاس (صفحہ ۴۶)
- (۶) ہم تلی ات سانکری جہاں نھاوے ہال
لوکوں لاوے لاکری کون گانو کی چال (صفحہ ۷۶)
- (۷) آن ہڑی بھون گھڑی دھری رھی سب بات
ہاتھ جھارکیں الہ چلے نبی مبارک ذات (صفحہ ۱۲۸)
- (۸) نا مانیں سو مر گئے سیس دھر گئے پاپ
مومن انویس گھر گئے دوسن دیکھا دھاپ (صفحہ ۳۰۱)
- (۹) ہے پرواہ ہدا بلی ہے نیاز چہ رنگ
کام کاج ایسے کرے نیں ولی سب رنگ (صفحہ ۲۹۱)
- (۱۰) جو سبھاو جا کو بھو وا کون وہی سو بھائے
کہت چرن کسمل ہے بھنور کیتی جائے (صفحہ ۱۶۰)
- (۱۱) مال کال بیچھے ہوو آج کال توہ کھائے
ہوری ہانو پکھال لے لدی ہتی جائے (صفحہ ۱۹۰)
- (۱۲) نرا دھار کو دھیردی تر دھن کون مال
ھولنگ غما کرو ایسے دیس دیال (صفحہ ۲۲۷)
- (۱۳) جو چلے سو ہی کرے و اسان کڑو نانہ
رائی سون پریت کرے پریت رائی مانہ (صفحہ ۲۳۱)
- (۱۴) کیچوں جو اور ہاجرا مولہ مونگ پھل پھول
کہت کلت ایسا لونپے جیسا باغا مول (صفحہ ۲۵۹)

ذیل میں کتاب سے بعض نمونے دیے جاتے ہیں :

(۱) مصر کی عورتوں میں زلیخا کافی بدنام ہو چکی ہے ، وہ طرح طرح سے اس کو ، المص کرتی ہیں ۔ مصنف نے اس موقع پر کئی عنوان قائم کیے ہیں ۔ ایک ہندوستانی زبان میں ، دوسرا دکنی میں ، تیسرا عربی میں ۔ گویا مختلف قومیتوں کی عورتوں میں اس کی بدنامی مسلم ہے ۔ چنانچہ :

طعنہ بہ زبان ہندوستان

<p>اور جسو بیہاں ہندوستانی آہیں میں دے کریں جو باتاں اے سنا تم نہیں وہ پھر کی بدی خواہ بھونپتی پھراگی پہی بے حیا خواہ لکٹی سا کہ باپ دادا کی کھوئی پنچوں میں کیا مونہ لے بیٹھے کہو لے جو ہانپی پھر چوہیں آپ غلام جو گھر میں پالا اے بدی کچھ پھر ک گئی ہے جاہری رانپ خدا کی ماری ایسی رانپ نہ پیدا ہوئی نوج چندی جتاؤ وہ بستی اے ہڈیا لکڑی سوں ڈرجے تین گور میں بھی دن بھاری</p>	<p>طعنہ ان کی سندرو زبانی بیٹھ بیٹھ کر ہاتھ ہلاتاں ہوئی اے تاثیر کدھر کی دیکھو اس کی بے شرمائی اری اے کچھ لاج نہ آئی اکٹی پھیلی بات ڈہوئی کونج جو اسکے گھر میں پھھے ناک ڈبو سر اسیں انویں اس کے اوپر ہبلا ڈالا نہاونکووی چھپک گئی ہے ہنچوں کی ڈالی پھانکاری اوروں کی جیوں سا کہ لکھوئی جسو ہو ایسی بدی لپٹی نہیں خبر اب کیا کیا کرچے کسے کیا خبر کیا ہو کھاری (صفحہ ۹۸)</p>
---	---

طعن بر زلیخا بزبان دکنی

<p>دکھن میں جو گلا گذاری دکنی زبان جو ماری طعنا کے عوں نہیں سنری ہیں باتاں</p>	<p>کون بھانت کہیں تار بھاری اسکے کھول کہیں یوں معنا کیا ان کری سو مکران گھاتاں</p>
--	--

بی باں ہو چلے اسکوں کرنا
 مہینہ وہکھو ان کیا کری
 مائی ملی موئی کی ہوئی
 نانو پدہانکا اے بساری
 کئے غلام انکے نہا لیا
 اونچہ گئی جب غاوند ملیا
 اے اسان کچھ کڑی پانا
 یوسف ہر پستان اٹھایا
 خدا نا کرے یہی ایسی
 ہمیں لکو اسکوں بٹلاؤ
 اتنا پہلا ہے اسکوں مرنا
 اپنی عقل بہ پتھری دھری
 بدلے گھڑ الکی ہنگوی لو کی
 ایچہ اپنی کر ل غواری
 ہٹا کری ہو جاما بھالیا
 مارنچہ کی خاطر چلایا
 کیا کی کری مگر طونانان
 اے کری سو اسے لکایا
 کوئی اچھنکی باندی ویسی
 اس کے کدن لکو کوئی جاؤ
 (صفحہ ۹۸)

طعن بر زلیخا بزبان عربی

غارب پریاں جو اصل کہا یاں
 کھلے زلیخا پر جو طعنے

ہل سمعت ما فیعت حیرہ

خبلہا الشیطان و ضرہ

قد القت جلباب الحیا

سد علیہا باب الحیا

لا صلاح فیہا قد ضلت

القت ما فیہا و تغلث

صارت امہ من الاماء

عارت من اسم الاماء

لا تقاین بی حیرہ مالت للمعلوک

فسدت عن الطریقۃ خرجت عن الملوک

کیف تراور وصل فتاہا

شغف القلبی بحب خطاہا

نحن تراعا نفس ضلال

وزن ذکرہا تم القال

(۶) یہ اقتباس حضرت سلیمان علیہ السلام کے قصے میں سے ہے ۔ ایک شخص آکر ان سے حیوانات کی زبان سیکھنے کی درخواست کرتا ہے ۔ وہ اس سے یہ وعدہ لے کر کہ کسی کو نہیں بتائے گا ، سکھا دیتے ہیں اور صاف سنا دیتے ہیں کہ اگر کسی کو بتائے گا تو ہلاک ہو جائے گا :

”فصل آن شخصی کہ نزد سلیمان علیہ السلام آمدہ زبان حیوانات آموختہ“

اقتباس کر یوں بتلایا
جو میں کہوں سو خاطر لیاؤ
اسی وقت پر تو مرا چاؤے
سلیمان جب کہنے لائے
ہم نہیں سمجھے زبان سکھائی
اور سنو اسرار الہی
لیا وینچنا ناج نکر میں
گدھا بیل سوں یوں بتلایا
ہم پر ظلم کرے بہتیرا
ایک روز بھی کسی نہ لائے
میں بولوں سوہنکڑ بھانا
اگر لکے جی بھکوں پیارا
ٹنکا ٹنکا ادا کروں گا
نجر نہ تہہ پر گونڈ دھرے گا
کیونکر گونڈ دھروں میں بھاری
دور ہوئے سب سر گردانی
یعنی ہیں بہانہ لیوں کا
کھپا ہو رہا چھوٹا چارہ
جب وہ گھر کی رانپ پکڑی
منجھے کھول وہ بات سنو اے
یوں ہی اپنا زبان کرے گی

ایک روز ایک ہندا آیا
جانوروں کی زبان سکھاؤ
کہا سیکھ کر اگر بتاؤے
کہا کہوں ناکسکے آئے
کہا الٹ گھر جا تو بھائی
آیا گھر کون چل کر واہی
گدھا بیل تھے اس کے گھر میں
جب وہ انویں گھر میں آیا
بدا سخت ہے خاوند میرا
سدا ناج کی گونڈیں ڈالے
اگر بیل تو ہے کچھ سیانا
آج گھاس دے منجھے ادھارا
صبح گھاس الٹا میں دیونگا
جو تو آج نہ گھاس چرے گا
کسے بیل میرا آزادی
اسی بھانت ہوگی آساز
بھجھے میں آزادی ہوں کا
اتنی سنڈ کر بیل بے چارہ
خاوند ہسا یوسنڈ کر ساری
کون کاج تو ہسا بتا دے
کہا بیل اس میں کیا لے گی

بول اٹھا وہ بیل بے چارا
رات بھوکہ سوں نیند نہ آئی
خاوند گیا کسا یوں کائی
رہا رات کون بھوکھا ماری
ٹیرا من مانے سو دے جا
لے جا تھکوں ہوئے نہ ٹوٹا
ہانڈیں پی کر تار کرے گا
ذبح کرے گا بے شک بھائی
ہاگہ مار جا ہولے دکھارا
تھپے لین کون جیو نہ لاگے
کھڑا ہو رہا چھوڑا چارا
عووت بیٹھی کھائے لوالا
تو کیوں ہنسا مجھے کیا سوچھا
نہیں نفع کچھ ایسے ذکر میں
منجکوں پھر نہ گھر میں پاوے
کے' میں خبر ہنسی کی ہاؤں
یہی جائز تحقیق سروں کا
خبر ہنسی کی بھکوں کر جا
سکے، خصم کون مارن لائی
ایک نہیں بو لاگے سستا
لوگوں نے مل کری سگائی
ناہیں سرو غذا کا مارا
ہت لیوا کی اور نیاہیں
لت اٹھ کریں ہیا کی سوا
بیچہ ہڑا پھرے کا حصا
تو کیوں ہنسے مجھے کیا سوچوں

نجر ہوئی جب چالا چارا
میرا گھاس منجھے دے بھائی
گدھا کہے نہیں سنڈی کھائی
کہا بیل میرا آزادی
آکر مول شٹائی لیجا
اب ہے ہے وہ تازہ موگا
آج اگر تو گھاس چرے گا
لیجا تھکوں آج کسائی
منجھے آج بھی دے تو چارا
دہلا ویکہ کسائی بھاگے
اتنی سنڈی پھر بیل بے سارہ
پھر ہنسا وہ بیلوں والا
پھر خصم سوں یونکر بوجھا
کہا بیٹھ تو چپک گھر میں
کہا اگر تو نہیں بتاوے
دے طلاق جیوں باہر جاؤں
کہا اگر میں تجھے کہوں گا
کہا سوٹ آئی تو سر جا
دیکھ واپس کی بے شرمائی
میا جال لوہی رک بیٹا
کوئی کہیں کے لوگ لگائی
سکھی ہوئے تو لاگے بہارا
ہت بھرتا جوہیں سوچاہیں
سکھی رکھو یا ہو دکھ دیوا
سنڈو پھر ہای کا قصا
روٹی کھانے خصم کون بوجھیں

بول اٹھا پھر وہی بے چارہ
منجھے مار کر کہہ کیا لیگی
رائیڈ کہے میں رعوں نہ بریں
ہار مان جب گھر میں بیٹھا
لکھی نصیحت ایسی کجیو
بیوی نہیں جب ایک نوالا
دوڑا مرغیا لیا شہابی
ظلم کیا تیں مرغیے بھائی
جب یوں بول اٹھا وہ مرغیا
عوارائیڈ کے جو کوئی سارے
مان ہان کر کہاں کھلاچے
ایسا کندی نہ ہوچے سارے
ایسا اس کا حکم بجاوے
میری جو نو مرغیاں سوچھیں
اس کی ٹھور اگر میں ہوتا
کے یہہ رائیڈ امانی مرق
سنی خاوند کے ہوا اجالا
مرد ہویکر ایسی ساری
کندی نہ ہوچھوں گی پھر باتان
بھلا کیا یوں بنا نہ رہی
جو وہ مرغیا اگر نہ ہوتا
لیکن عمر وہی تھی باقی
(صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰)

اری منجھے تو چاہے مارا
اب تو چپک ہو رہ لیگی
ایسی بات کہی الکرجی
قلم دان کاغذ لیے بیٹھا
دان دین یوں لچبو دیبو
ٹکڑا توڑ کتنے کون پالا
کہا کتنے نہیں مانے خراب
اوجھ سوت دھندیں کی آئی
خاوند کو سمجھا کر چرغا
سو تو رہنڈوا موا بھلا رے
آچھا نیکا لیائے پتھارے
جیسا میرا میان ہوارے
اوپان پیارا جیسو گتاوے
کیا بچال میرے سون ہوچھیں
مار رائیڈ کی سدہ بدہ کھوتا
کے جھک مار سو توہا کرنی
لیا گھنسیلا کاغذ پالا
توہا توہا رائیڈ ہنکری
ایساں منجھے بھارو لاتان
بھیر لائی کیاں باتان کہتی
خاوند جیو پیارا کھوتا
ایا خدا نہیں مرغیا ساق
(صفحہ ۲۵۹، ۲۶۰)

(۲) یہ ایک لکڑ ہارے کا قصہ ہے جس کو حضرت سلیمان تین مرتبہ لعل عطا کرتے ہیں اور وہ ہر بار کھو دیتا ہے :

فر بچالی والا لیاوے
ایک روز وہ نہی پیارا
ویرانے میں جا کر پیرا
قصہ یوں کر گھول بتاوے
کسی گھنٹے کے پاس سدھارا
کیا لالہ سارا ہنسیرا

کرتے پتک کی خاطر دھندا
 میں بھروٹا^۱ لکڑی بھاری
 ہولے ہولے قدم اٹھاوے
 دیہہ ڈگمگتے ایسے چلے
 کیسے یس بدلے سب ہانی
 رحم کیا اسکوں بتلایا
 کہوٹانوں کیا ہے بتلاؤ
 بول اٹھا وہ لکڑیوں والا
 کہو کام کیا منجھسوں تیرا
 لکڑیاں لے کر گھر کون آؤں
 کھاؤں قوت حلال ضروری
 میں بھی اپنے مکہ میں ڈالوں
 ہانکی تجھے کریم خدایا
 مال ملک بھگتوں بہتیرا
 کرتے سو میری خدمت گوری
 سر پر لکڑیاں کمر کھارا
 اے بیچہ کر کام چلاوے
 کیا لال ایک اس تیں نیارا
 میں بات بولے سنجھا کر
 پھر نہ لکڑیاں لینے آؤ
 کدی نہو بھگتوں ناداری
 لیا لال اب چلا بھارا
 دیکھ دیکھ اسکوں یوں بولے
 پتھرے پر کیا جوت اتاری
 کہا گوشت کی بولی ہانی

اسی تھور دیکھا ایک بندہ
 ہاتھ لکڑیا کمر کھاری
 چلا ننگ پتلی^۲ سوں آوے
 ہانوات پتین میں جھولے
 بردا پتک میں ہانی
 نظر نہی کی جب وہ آیا
 پہلے میان تک آگے آؤ
 دیکھ نہی کا نور آجلا
 سلیمان ہے نانو جو میرا
 روز اٹھوں میں بن میں جاؤں
 بیچوں محنت کروں مزدوری
 لیجا ہال بچوں کون ہالوں
 جب پیغمبر من میں لیا ہا
 سلیمان ہے نانو جو میرا
 سب دنیا فرماں برداری
 سلیمان ایک جی گھبھارا
 گرنا پڑتا گھر کون آوے
 جی بول سر تاج اتارا
 اس بوڑھے کون دہا بلا کر
 اے بیچہ گھر بیٹھے کھاؤ
 ایسی اس کی قیمت بھاری
 پال دہا بوڑھے نہیں بھارا
 بار بار میں مولی کھولے
 اے کریم تو خالق باری
 دیکھ چل نہی اسکوں آئی

۱۔ بھروٹا = گٹھا (گھاس یا لکڑی وغیرہ کا)۔ پنجابی میں بھی

مستعمل ہے یہ طور بھری کے اسم تصغیر کے (مرتب)

۲۔ بن (جنگل) کا اسم تصغیر (مرتب)

روئے روئے بوڑھا پھٹا ہوا
 بھلا جو وہی لکڑیاں لیاؤں
 میری آس کوئی دے سارے
 بوڑھا انت پھرا بے چارا
 ڈھونڈھا کہیں نہ بھارا پایا
 بال بچے کہوں کر سمجھاؤں
 جاگ جاگ پھٹتا کمر رویا
 بھوکھے سر میں پکڑیں سارے
 سس دھرا لکڑیوں کا بھارا
 جہاں ابی نے تخت بٹھایا
 اسکو اپنی حرص لگائی
 اس کی نسل سکھی ہو ساری
 ہائے حرص اے کام کراوے
 کہہ لکڑیوں کو بھر کیوں آیا
 موٹھی کھول سو دیکھن لاکا
 توت لے گئی ہوئی خرابی
 انت پھر لکڑیوں کو آیا
 کیا لال ایک اس میں لپٹا
 دیا بہت چوکس سمجھا کر
 خبردار ہو کر لے جائے
 موٹھی مولجے چلا بیٹا
 ہاتھ چل گیا غوطہ کھایا
 ہاتھ کھل گیا اٹھ کر بھٹکا
 ڈھونڈھا تو پھر کہیں لپٹا

چھپک مار کر لال الٹایا
 کہا گھروں کیا لے کر جاؤں
 بالک بھوکے سر میں بھارے
 جا کر واپس لپٹاؤں بھارا
 بہت گھبرا بن میں آیا
 کہا گھروں کیا لے کر جاؤں
 میں سجدہ کر بن میں سویا
 بالک میرے دکھی بھارے
 فجر ہوئی جب اٹھا بھارا
 اسی تھوڑے پر چل کر آیا
 دیکھ اسی کے من میں آئی
 لال مال ہے ایسا بھاری
 اتنا ہو کر لکڑیاں لراوے
 میں بول اسکو بتلایا
 کہا لال میں لے کر بھٹکا
 وہی ٹوٹ کر چل شتائی
 خالی گھر جاتا سر مایا
 پھر نبی میں تاج اتارا
 بوڑھے کوں پھر پاس بلا کر
 کہا پھر مت کھول دیکھا ہے
 لال محکم کر بیٹا
 اسی راہ میں نالہ آیا
 ہوا گھبرا ڈوبن لاکا
 ہوا بے خبر لال گنوا

اشارت و نصیحت چٹاوی

واہی اڑیاں لال گنواوے
 جس میں ہاتھ اس میں ڈالا
 بھول گیا آچھا منصوبا

بے خبری جا کے کھٹک آوے
 دنیا بھی جو جتنی تالا
 اس میں دھک دیا سو ڈوبا

آذانت ہاچھے پھنسا
جس کی قسمت ہے بہتری
کر لے اس میں یاد الہی
کما کجا کر ہر تل بھر لے
کریں تجھے فرماں برداری
ہوئے ملک تیری یک ٹھارا
کہہ وہ کام تجھے کیا آوے
ہو کوئے میں اور ہزارا
خسار ہوا جن لال گنواہا
بیچہ کہہ گئے چار نکالیں
بہر بھارا بن میں آیا
گھر کون چلا سو کرتا زاری
روئے ہوں گے سبھی بھارے
بوڑھے کون بھر بھی بکرا
کہا نہ میں لال گنواہا
کیا لال ایک اس میں لارا
کہا نکچے بہر غراب
نگہبان رکھوالا اللہ
لال کھوس گھوپا دوپا
آئے نہی سون کہنے لاکا
اس میں لیا سو سہرا جھارا
میں نہیں کیا شور بہتیرا
ایسی بھانت گھوپا دوپا
میں تو ہمت بہت چلائی
کون بھانت بہ اور تباہوں
کری دست گیری سب میری
راکھے جیکوں آب الہی
لکڑیاں لیا کر کام چلایا
(صفحہ ۲۵۱، ۲۵۵)

غافل ہو کر لال گنواہا
لال عمر یہ خاصا تیری
بار بار بھر ملے نہ باہی
خوب بندگی تو بہ کر لے
دیا اگر ہوں مل کر ساری
مال مملکت مل کر سارا
مرے جو ایمان لیاوے
جسے ایمان ہوا دستارا
لال ہوا تو سب کچھ پایا
سارو لال کیاں بھر کر پاتاں
بوڑھے نہیں جب لال گنواہا
لکڑیاں باندھ بھروٹا بھاری
ہائے ہمارے ہانک سارے
بہر مل گیا نہ سہارا
لکڑیوں کون تو بھر کیوں آیا
بہر نہی نہیں تاج اتارا
بوڑھے کون جب دیا شہابی
باندھ لال پگڑیں چلا
ایک سوار اچانک آیا
ہو تر اس جب بوڑھا بھاگا
منجھے مل گیا وہاں ہمت پاہا
وہی لال لے گیا سو میرا
مرکز اسکوں رحم نہ آیا
کہا نہی نہیں سارے بھائی
خدا تھا ہے میں جو چاہوں
کہا نہی تم نہیں بہتری
جیوں نصیب میرے ہیں واہی
میں بول کر بن میں آیا

باز آمدن بسوی قصۂ آن ہر ہریم کش

اسی وقت پر تخت الہا ہا
 جہاں بسے تھا وہ کتھارا
 بھیجہ آدمی اسے بلایا
 یادا چلوں منجھے ہو خواری
 کہا نہیں تیں دولت آئی
 گھوڑا بھیجا اسے بلایا
 کہا نہیں تیں کہہ دے بھائی
 کہا نہیں میں وہی کتھارا
 جب تم گئے کری میں زاری
 کری نہیں تیں منجھے دلاسا
 لیکن دے سب تجھے نہ بیائے
 اب میں تیری کروں جو آسا
 اتنا بول نہیں میں آیا
 چل گھونسلے میں تہاں لکڑیاں
 تینوں لال اس میں پائے
 سدا کروں حق کا شکرانا
 مے خدای سب ہاتوں جوگا

اسی گنو کن جا پنچایا
 وہاں جائے کر تخت اتارا
 اس میں ہوں پیغام کہایا
 منجھے چاہئے اب اسواری
 جب اس میں یوں بات چلائی
 جب وہ گھوڑے چڑھ کر آیا
 کون بھائت یہ دولت آئی
 بن سوں لکڑیاں لاوون ہارا
 اے کریم تو خالق باری
 تیں لال بخشے تھے سخا
 تینوں تہوں لال گنوائے
 تو کر میری خوب دلاسا
 ایک جہاں ہر نظر چلاسا
 میں تیں وہی جا کر پکڑیاں
 جب میں تیں اے لالہ بنائے
 پڑھوں نمازاں اور دوکانا
 ایسا کوئی ہوا نہ ہوگا

(صفحہ ۲۵۷، ۲۵۸)

۱۔ یہ معنی لائق و قابل - پنچاپ میں بھی انہی معنوں میں عام
 مستعمل ہے (مرقب)

اردو کی شاخ ہریانہ زبان میں تالیفات

(از "اورینٹل کالج میگزین" بابت ماہ اکتوبر ۱۹۳۱ء و فروری ۱۹۳۲ء)

(۱)

جغرافیائی حیثیت سے ہریانے کا اطلاق اس قطعہ زمین پر ہوتا ہے جو اکثر ضلع حصار اور بعض علاقہ رھتک پر شامل ہے۔ اس کی حدود میں تحصیل فتح آباد اور حصار کا مشرقی حصہ، تمام تحصیل ہانسی، تحصیل بھوانی کے نصف شرقی کا بعض حصہ، ریاست جیند کی نظامت دادری کا شمال مشرقی حصہ، ریاست دوجانہ کا بعض علاقہ اور ضلع رھتک میں شہر رھتک و مہم، جھجر و کٹالپور وغیرہ شامل سمجھنے چاہیے۔

ہریانے کی وجہ تسمیہ دوست طور پر معلوم نہیں ہے۔ اس سلسلے میں مختلف توجہیں پیش کی جاتی ہیں؛ مثلاً کہا جاتا ہے کہ ایک نامعلوم زمانے میں اودھ سے ایک راجہ ہری چند نے آکر اس علاقے کو بسایا تھا، اس لیے راجہ کے نام پر یہ ملک ہریانہ کہلائے لگا۔

دوسری تشریح یہ ہے کہ ہریانہ دراصل ہندی لفظ 'ہری' یعنی مقتول سے ماخوذ ہے۔ چون کہ یہاں ایک گاؤں میں جو جیند سے چند میل مغرب میں واقع ہے، برسرِ نام نے اکیس مختلف موقعوں پر کھتریوں کا قتل عام کیا تھا، اس لیے تمام خطے کا نام ہریانہ پڑ گیا۔

ایک جدید توجیہ یہ ہے کہ ہریانہ ایک جنگلی بوٹی اس علاقے میں عہد قدیم میں کثرت سے ہوا کرتی تھی اس لیے بوٹی کے نام پر تمام پرگنہ ہریانہ کہلایا ۔

ایک تاویل حسب ذیل ہے کہ ہریانہ 'ہرے' یعنی سبز سے ماخوذ ہے ۔ جن دنوں اس علاقے میں دریائے سرسوت بہتا تھا ، ان دنوں یہاں کی زمین بہت سرسبز و شاداب تھی ؛ چنانچہ ہریالی کی نسبت سے ہریانہ کہنے میں آیا ۔ (صفحہ ۱۸ ، حصار گزیشی، ۱۹۰۳ء)

ہریانہ پر حال مسلمان عہد سے قبل کا نام معلوم ہوتا ہے کیوں کہ تاریخ طبقات ناصری میں ایک موقع پر یہ نام ہمیں ملتا ہے ۔ واقعہ یوں ہے کہ اطراف دہلی کے چاڑی باشندے مسلمان مقبوضات میں لوٹ مار کی غرض سے گھس آئے تھے اور دور دور تک چھاپے مارتے تھے ؛ چنانچہ سوانک ، بیانہ اور ہریانہ کی نواح میں یہ وارداتیں کثرت سے ہوتی تھیں ۔ ایک مرتبہ ہانسی کے علاقے سے جو سلطان ناصر الدین محمود (۶۳۵ھ و ۶۶۴ھ) کے عہد میں الغ خان معظم ہاہن کی جاگیر میں تھا ، سرکاری اونٹوں کا گھمٹکا کر لے گئے ۔ اس لیے ۶۵۸ھ میں ہاہن تین ہزار فوج اپنے ساتھ لے کر ان کی سزا دہی کو جاتا ہے ۔ طبقات کی عبارت یہ ہے :

”الغ خان معظم را عزیمت نہب کوہ پایہ اطراف حضرت معصم گشت کہ دو این کوہ پایہ جماعت فسدہ بودند کہ مدام قطع طریق و نہب اموال مسلمانان و تفرقہ رعایا و تاراج دیہہ ہائے حوالہ ہریانہ و سوانک و بیانہ از لوازم قساد ایشان بود و پہلی ازین تاریخ ہسہ سال کھہ ہائے شتر از جملہ خدم و غلصان ذوقہ الغ خان عز نصرہم از حوالی ولایت ہانسی بردہ بودند۔“

(طبقات ناصری از متہاج سراج ، صفحہ ۳۱۳)

لسانی حیثیت سے ہریانے کا اطلاق اضلاع کرنال و دہلی و رھتک ، جنوب مشرق گوشہ علاقہ ریاست بٹیانہ ، مشرق علاقہ حصار پر نیز ریاستہائے ناہوہ و جیند کے اس متفرق علاقے پر جو اضلاع رھتک و

حصار کے مابین ہے ، کیا جاسکتا ہے جس کی حدود اربعہ حسب ذیل ہیں :

مشرق میں حد فاصل دریائے چناب ہے جو اسے بالائی دواپے سے منفصل کرتا ہے ، شمال میں ضلع اٹھالہ ، جنوب میں ضلع گورکھنہ ، مغرب میں ریاست پٹیالہ اور جنوب میں ضلع حصار ۔ اس رقبے میں وہ حصہ جو ضلع کرنال و دہلی پر شامل ہے اور چناب کے مشرقی کنارے پر واقع ہے ، کھادو کہلاتا ہے اور وہ علاقہ جو ریاست پٹیالہ میں ٹروانا سے شروع ہو کر جنوب میں جیند نظامت ضلع رھتک اور نصف مشرق نظامت دادوی ریاست جیند اور نصف شمال حصہ ریاست قابھہ واقع مغرب ریواڑی ، بانگڑ کے نام سے موسوم ہے ۔ اس تمام علاقے یعنی ہریانہ ، کھادر اور بانگڑ میں ایک ہی زبان یہ ادنیٰ تغیر بولی جاتی ہے ۔ لیکن جغرافیائی بنا پر اس کے دو نام ہو گئے ہیں ، یعنی ہریانہ میں 'ہریانی' اور بانگڑ میں 'ہانگڑو' ۔ مگر تعلیم یافتہ ہریانی نام پسند کرتے ہیں ۔ اس کے علاوہ اسے 'دھساری' اور 'دھسوالی' بھی کہتے ہیں ۔ دہلی میں 'چائو' بھی کہتے ہیں ۔ سرکاری رپورٹ اور دیگر مصنفین کا بیان ہے کہ اس زبان میں کسی قسم کا علم ادب نہیں ہے ۔ (ایمانی لسانی ، از سر جارج گریسن ، جلد نہم ، صفحہ ۶۶)

ہریانی پر کئی زبانوں کے اثرات کام کر رہے ہیں ، یعنی مشرق میں گورکھنہ کی سمت برج بھاشا کی وہ شاخ جسے سنہری - جوزف اہیروائی کے نام سے یاد کرتے ہیں ، لہیک چھپر پر آکر اس سے مل جاتی ہے ۔ جنوب میں راجستھانی یا مارواڑی سے اسے واسطہ پڑتا ہے اور شمال میں پنجابی سے جہاں پٹیالہ و دیگر ریاستیں اٹھارہویں صدی عیسوی کے اواخر سے قائم ہو گئی ہیں ۔

ہریانے میں قدیم زمانے سے مسلمان کثرت سے آباد تھے ۔ دہلی کے غرپ کی وجہ سے ظاہر ہے کہ یہاں مسلمان آبادی بڑی تعداد میں ہوگی ۔ سلطنت مغلیہ کے زوال کے بعد سے ایسے واقعات رونما ہوئے ہیں جن سے

ان کی آبادی اس نواح میں کم ہو گئی ہے ۔

اسلامی عہد کی تاریخ پر سرسری نظر ڈالتے سے معلوم ہوتا ہے کہ غزنوی عہد میں سلطان مسعود شہید (۵۴۲ھ و ۵۴۳ھ) نے ہانسی کو فتح کیا ہے ۔ ایک عرصے کے بعد اگرچہ ہانسی غزنویوں کے قبضے سے نکل جانا ہے لیکن سرستی جو لی زمانہ سوسہ کہلاتا ہے ، مسعود ثالث (۵۶۹ھ و ۵۷۰ھ) کے دور میں ان کے مہموبات میں شامل تھا ۔ یہ اطلاع ہمیں خواجہ مسعود سعد سلمان کی مثنوی کے ایک مصرعے سے ملتی ہے ۔ میں وہ مصرع آپ کو سنا دیتا ہوں : ع

عامل سرستی ازو برخورد

ہانسی قدیم زمانے میں عربائے کا صخر خلع تھا ۔ اس شہر میں کثرت کے ساتھ مسلمان آثار اور کتبے جو ہمیں غوریوں کے عہد تک لے جاتے ہیں ، ملتے ہیں ۔ اس کے علاوہ شیخ جلال الدین قطب ہانسوی ، شیخ قطب الدین منور و دیگر مشائخ کی بنا پر یہ شہر دین داری اور مسلمان علوم کا سرچشمہ رہا ہے ۔ شعرا میں شیخ جلال الدین مذکور کے علاوہ مولانا مفتی ہانسوی نے زیادہ شہرت پائی ہے ۔ ان کا زمانہ آٹھویں صدی ہجری ہے ۔ پٹھانوں کے عہد سے اس شہر کی اہمیت کھٹ جاتی ہے ، تاہم عالمگیر کے زمانے میں عبدالواسع ہانسوی نے فارسی میں ناموری حاصل کی ہے ۔ غزنویوں اور مغلوں کی نکال حیثیت اختیار کر لیتا ہے ۔ اس شہر میں سوریوں اور مغلوں کی نکال برابر رہی ہے ۔ جہجہر کو اٹھارہویں صدی عیسوی میں غروج ملتا ہے جب وہ نوابان فرخ آباد کے زیر حکومت آ جاتا ہے ۔

تغلقوں کے عہد میں فیروز شاہ (۵۵۲ھ و ۵۶۰ھ) نہیں لا کر اس علاقے کو سرسبز اور خوش حال بنا دیتا ہے ۔ سرکاری گزہتیر میں یہ حوالہ تاریخ مبارک شاہی لکھا ہے کہ فیروز شاہ ایک نہر دریائے ستلج سے کاٹ کر جیہجہر میں لا یا تھا (صفحہ ۲۴، رتھک گزہتیر) ۔

اس بادشاہ نے فتح آباد اور حصار فیروز دو شہر اس نواح میں آباد کیے ہیں ۔ پہلا شہر آج کل تحصیل ہے ، دوسرا شہر جواب اچھال

حصار گہلاتا ہے ، ضلع حصار کا صدر مقام ہے ۔ فیروز شاہ ایک اور نہر دوپائے جسٹا ہے کٹ کر حصار فیروزہ تک لے گیا تھا ۔ نواب علی مردان خان ۱۶۴۳ء میں بد عہد شاہ جہان اسی نہر کی مرمت کرسکے رھتک کے راستے دہلی لے جانے کی کوشش کرتا ہے لیکن ناکام رھتا ہے ۔ بالآخر نہر کا راستہ زیادہ مشرق اختیار کیا جاتا ہے اور رھتک کو اس نہر کی ایک شاخ کے ذریعے سے ملحق کر دیا جاتا ہے ۔ (صفحہ ۱۸ ، رھتک گزیٹیر ، ۱۹۱۰ء)

حصار گزیٹیر میں اس نہر کو نہر مغربی جسٹا کے نام سے یاد کیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ مغربی نہر جسٹا فیروز شاہ نے ۱۳۵۵ء میں تعمیر کی جو پہلے صرف ہانسی تک تھی ۔ آئندہ اسے نو تعمیر شہر یعنی حصار فیروزہ تک بڑھا دیا گیا ۔ (صفحہ ۳۶ ، حصار گزیٹیر ، حصہ ۱ ، ۱۹۱۵ء)

فرخ سیر کے عہد میں بلوچوں نے اس نواح میں اپنی رہاست کی بنیاد ڈالی ۔ رہاست کا بانی دلیل خان ہے جو بادشاہ کی طرف سے فوجدار خان کے خطاب سے سرفراز ہوتا ہے ۔ ضلع کوڑا گنٹوے میں فوجدار خان ایک نیا شہر فرخ سیر کے نام پر فرخ نگر آباد کرتا ہے اور یہی شہر اس کا دارالرہاست بن جاتا ہے ۔ اس کے فرزند کالنگار خان نے جو ۱۱۶۱ھ ، ۱۷۴۷ء میں گدی نشین ہوتا ہے (میں یہ واقعات تاریخ جھجھر تالیف منشی غلام نبی تحصیل دار ، ۱۸۹۹ء سے نقل کر رہا ہوں) اپنے منصوبات کو بھیلانا شروع کیا ۔ ۱۱۶۷ھ ، ۱۸۵۳ء میں ہرگنہ جھجھر پر اس کا قبضہ ہو جاتا ہے ۔ چھ جلد بعد شاہی حکم سے وہ جیلد ، ہانسی اور حصار تک کا علاقہ اپنی حکومت میں شامل کر لیتا ہے ۔ کالنگار خان ۱۱۷۱ھ ، ۱۷۶۰ء میں فوت ہوتا ہے ۔ اس کے فرزند موسیٰ خان کے عہد میں بھرت پور کے جاٹ اس علاقے پر حملہ کرتے ہیں اور نواب فرخ نگر میں محصور ہو جاتا ہے ۔ جب حملہ آور شہر کی فتح سے مایوس ہو جاتے ہیں وہ خداعی سے کام لیتے ہیں اور صلح کر لیتے ہیں ۔ صلح کے بعد نواب قلعے سے نکل کر جواغر سنگھ خلف سورج مل جاٹ سے ملنے کے لیے جو جاٹوں کا

تہہ سالار تھا ، اس کے لشکر میں جانا ہے اور مع اپنے تمام اراکین و عائد کے گرفتار کر لیا جاتا ہے اور تمام ریاست پر جانوں کا قبضہ ہو جاتا ہے ۔ ہف خان ، شاہ عالم کا وزیر جانوں کو بے دخل کرتا ہے اور نواب موسیٰ خاں ۱۱۸۶ھ و ۱۲۰۲ھ میں شہر قوچ نگر پر دوبارہ قابض ہو جاتا ہے ۔ جہجہر کچھ عرصے کے لیے شہر اور حکم شہر کی جاگیر میں آ جاتا ہے ، پھر ہف خاں کی جاگیر میں دے دیا جاتا ہے ۔ ۱۲۰۶ھ ، ۱۲۰۹ھ میں جہجہر پر سکھوں کا قبضہ ہو جاتا ہے ۔ دوسرے سال مرہٹے گھس آئے ہیں اور سکھ چل دیتے ہیں ۔ مرہٹوں کے زمانے میں ایک انگریز طامس نامی اس نواح میں عروج حاصل کرتا ہے ۔ ابتدا میں یہ طامس مرہٹوں کا ملازم تھا ، بعد میں وہ تمام ہریانے کا خود مختار حکمران بن گیا اور ۱۸۰۳ء تک بالائستقلال حکومت کرتا رہا ۔ آخر میں سکھ ، جاٹ اور مرہٹے اتحادی اس پر حملہ کرتے ہیں اور یہ دقت تمام اس کو ہزمت دیتے ہیں اور طامس اس علاقے سے دست بردار ہو کر انگریزی علاقے میں چلا جاتا ہے ۔ اس واقعے کے دو سال بعد ہریانہ ایسٹ انڈیا کمپنی کے تصرف میں آ جاتا ہے ۔

یہ موئے موئے سیاسی واقعات ہیں جو اٹھا رہویں صدی عیسوی میں ہریانے میں رونما ہوئے ہیں اور ان واقعات نے زبان پر بھی اثر ڈالا ہے ۔ ہارے عہد کی ہریانی گویا مختلف زبانوں کی رزم نگہ بن گئی ہے ۔ برج بھاکا مشرق سے بڑھتی ہوئی عین جہجہر کے کنارے آگئی ہے ۔ پنجاب شمال سے اس کے علاقے کے اندر بہت دور گھس آئی ہے ، جنوب سے نو آباد کٹروں کے ذریعے سے مارواڑی داخل ہو گئی ہے اور نتیجہ یہ ہے کہ ہریانے کے مختلف دیہات میں مختلف قسم کی بولی سنیے میں آئی ہے ۔ مثلاً کلاتور^۱ میں جو رھتک کے پاس ایک قصبہ ہے ، بولتے ہیں :

”ہیں کت گیا تھا“ یعنی تو کہاں گیا تھا ، لیکن کلاتور سے

^۱ یہ اس کلاتور سے مختلف ہے جہاں اکبر کی تخت نشینی ہوئی تھی اور جو موجودہ ضلع گورداس پور میں واقع ہے ۔ (مرتب)

ملحق دیہات میں ہیں چسلہ یوں بولا جاتا ہے ”توں کٹھے گیو تھو“
جو سراسر برج بھاکا کا پرتو ہے ۔

یہ ہوقلموں اس زبان کے افعال تک میں نفوذ کر گئی ہے ۔ مثلاً
لعل حال کی گردان لیجئے :

وا (جاوے ، جا) ہے ۔ وے (جاویں ، جاں) ہیں ۔ تیں (جاوے
جا) ہے ۔ تم جاؤ ہو ۔ میں جاؤں ہوں ۔ ہم جاواں ہاں ۔

دوسری صورت میں ’و‘ ’س‘ کے ساتھ بدل جاتی ہے ۔ یعنی :

وا ، اوہ جاے ۔ ویدہ جاسیں ۔ تونہہ جاے ، تہم (تم ، تونہہ)
جاؤ ۔و ۔ میں جاں سوں ، ہم (جاں ، جاواں) ساں ۔

ماضی قریب :

اس (اونہہ) نہیں کہیو ہے ۔ آن نہیں کہیو ہے ۔ تونہہ نہیں کہیو
ہے ۔ تم نہیں کہیو ہے ۔ من نہیں کہیو ہے ۔ ہم نہیں کہیو ہے ۔

ماضی بعید :

اوہ کہیے تھا ۔ وے کہیں تھے ۔ تو کہیے تھا ۔ تم کہیو تھے ۔
میں کہیوں تھا ۔ ہم کہاں تھے ۔

ادھر ماضی تثنائی ملاحظہ ہو جو پنجابی معلوم ہوتی ہے :

وا (اوہ) کہندا ۔ وینہہ کہندے ۔ تونہہ کہندا ۔ تہم کہندے ۔
میں کہندا ۔ ہم کہندے ۔

’نے‘ یہ حیثیت علامت فاعل و مفعول کثرت سے استعمال ہوتا ہے،
مثلاً ’من نے صاحب نے مارا‘ یعنی مجھے صاحب نے مارا ۔ ایک اور
مثال سنئے :

”اس نے گئے نے کے سال ہوئے“ یعنی اسے گئے کے سال ہوئے ۔

راؤ بھد عنان ساکن کلاتور ضلع رھتک چنہوں نے میرے لیے ہریانی
زبان کی قواعد کا ایک مختصر سا خاکہ تیار کیا ہے ، لکھتے ہیں
کہ اس زبان میں لفظ کا آخری ’الف‘ اکثر ’واؤ‘ کے ساتھ بدل جاتا

ہے ، مثلاً اردو کا 'کہا' ہر بانی میں 'کے کریو' ہے اور 'کہاں گیا تھا' 'کت گبونہو' ہے ۔

مختصر یہ ہے کہ الف واؤ سے بدل جاتا ہے ۔ مشر ای ۔ جوزف آں ۔ سی ایس ۔ جنہوں نے جاتو زبان کی ایک مختصر سی فرهنگ جرنل ایشیائک سوسائٹی بنگال میں بابت ۱۹۱۰ء شائع کی ہے ، یہ تغیر جھجر کے عین جنوب میں ظاہر کرتے ہیں ۔ ان کا بیان ہے کہ جیسے ہی ہم شہر جھجر سے نکلتے ہیں ، جنوب کے جاتوں میں اہیروائی کا اثر مشاہدہ کرنے لگتے ہیں ۔ اس زبان کی بڑی علامت یہ ہے کہ آخری الف واؤ میں تبدیل ہو جاتا ہے ۔ مثلاً اگر کسی جھجر کے اہیروا یا اس کے ہمسایہ جاٹ کو یہ کہنا مقصود ہو ”بڑا اچھا باجرا ہوا ہے“ تو وہ کہے گا ”بڑو آچھو باجرو ہوو“ (مجلد ۵۵۵ ، جرنل ۔ ڈ ۔ س ۔ ب ۔ ۱۹۱۰ء)

میں اس زبان کے قواعد کی تفصیلی کیفیت بیان کر کے آپ لوگوں کا وقت ضائع نہیں کرنا چاہتا ۔ اسی قدر کہنا مناسب ہے کہ اگرچہ فی زمانہ اس زبان میں بہت کچھ ابتری آگئی ہے لیکن عالم گیر اور اس کے بعد کے زمانے میں اس کی یہ حالت نہیں تھی ۔ اس عہد کی ہرانی بہ امتثا بعض امور اردو زبان کے بہت قریب تھی ۔ نہ 'الف' 'واؤ' سے بدلتا ہے ، نہ 'ہ' 'سین' سے بدلتی ہے اور نہ مفعول 'نے' نظر آتا ہے ۔ نہ اس کی صرف و نحو اور بول چال میں اس قدر اختلاف ہے بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ اس عہد کی اردو میں ہے ۔

شالی ہندوستان میں خوش قسمتی سے ہر باندہ ہی وہ مقام ہے جہاں مقامی زبان میں ادبیات کی اشاعت کی تحریک سب سے پہلے شروع ہوئی ہے ۔ ہانسی ، جھجر ، رشتک ، نارنول اور مہم اس خصوص میں قابل ذکر ہیں ۔ ہم ان اسیاب سے جو اس تحریک کو بروئے کار لاتے ہیں ، قطعاً بے خبر ہیں لیکن ان کے آثار سے آگاہ ہیں ۔ دیکھا جاتا ہے کہ یہ تحریک مختلف شعبوں میں کام کر رہی ہے ۔ اس کا پہلا اثر یہ ہوا ہے کہ مقامی زبان کو تعلیم کا ذریعہ قرار دیا جاتا ہے اور اس

مقصد کو مدنظر رکھ کر نئے تعلیمی نصاب تیار کیے جاتے ہیں۔ عالم گیر کے عہد کے مشہور فارسی دان میر عبدالواسع ہالہوی اس نقطہ نظر سے اپنا نصاب سہ زبان جو ”صمد باری“ کے نام سے مشہور ہے تیار کرتے ہیں۔ یہ نصاب ”خالق باری“ کی طرز کی چیز ہے، لیکن خالق باری سے کہیں بہتر اور مفید ہے۔ ذیل میں اس نصاب کے بعض آیات نقل ہوئے ہیں جن سے آپ کو اس تالیف کا اندازہ ہو جائے گا :-

خواندن نوشتن ہمہ بدن جانو	بڑھنا لکھنا سمجھنا مانو
آوردن بردن سوختن کہے	لانا لیجانا چلانا لہے
پختن سودن شعلیدن جان	پکانا کھسنا کھرچنا مان
سرشتن کوفتن درشتن کمر	گوندھنا کوٹنا روستا لہو
تافتن بافتن ساختن جانو	بانٹنا بستنا سنوارنا پہچانو
مزیدن چاوردن بلعیدن جان	چوستا چاہنا نکلنا مان

یہ اشعار میں نے اس کے آخری باب، باب مصادر سے نقل کیے ہیں۔ باقی کتاب میں عبدالواسع نے ہر مصرعے میں عربی، فارسی اور ہندی الفاظ کا التزام بالترتیب کیا ہے۔ مثلاً ابتدا کے اشعار :

صمد پاک نرنجین جان	نبی ہمسیر بسینہ پہچان
ملک فرشتہ دیوتا مان	صحیفہ نامہ ہائی بکھان
فلک سپر انجیر کہہ ہے	اوض زمیں دھرتی لہے

عامہ کتاب میں یہ شعر آتا ہے :

عبدالواسع سے یہ کتاب تین زبانوں کی ہے نصاب
نصاب سہ زبان کئی مرتبہ چھپ چکا ہے۔

غیر ایسے نصاب تو اس وقت ہندوستان کے اور حصوں میں بھی تیار ہو رہے ہیں لیکن دوسری بڑی بات جو اور علاقوں میں نظر نہیں آتی اور اس خطے میں دیکھی جاتی ہے، یہ ہے کہ ہندی لغت کی تدوین شروع ہو گئی ہے۔ انہی عبدالواسع نے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے، ایسے

ہندی الفاظ کی ایک فہرست لکھی ہے جن کے معنی آسانی سے فارسی لغات میں نہیں ملتے۔ اس فہرست کا نام ”غرائب اللغات“ ہے۔ اصل فہرست میری نظر سے نہیں گزری لیکن بارہویں صدی ہجری کے وسط میں سراج الدین علی خان آرزو نے اسی ”غرائب اللغات“ کی ایک جدید اشاعت ضروری تصحیح و ترمیم و اضافے کے بعد مرتب کی ہے؛ یہ اشاعت ہمارے سامنے ہے۔ اس تالیف سے زبان کے سلسلے میں ہمیں کئی مفید باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ مثلاً یہ کہ خان آرزو عبدالواسع کی زبان کو معیاری زبان نہیں مانتے۔ وہ جگہ جگہ اس کے الفاظ پر اعتراض کرتے ہیں اور ان الفاظ کی بجائے دوسرے الفاظ جو زیادہ تر گوالیاری یعنی ارج سے تعلق رکھتے ہیں، پیش کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں انہوں نے بعض وقت مصنف پر چوٹیں بھی کی ہیں۔ سب سے زیادہ جس بات سے تعجب ہوتا ہے، یہ ہے کہ خان دہلی کی زبان اور اردو کو بھی وقت کی نگاہ سے نہیں دیکھتے۔ ان کے نزدیک ہندوستانی زبانوں میں سب سے زیادہ شائستہ اور سہذب زبان گوالیاری ہے۔ چنانچہ اسی گوالیاری کے الفاظ اکثر موقعوں پر نقل کیے ہیں اور اردو سے بہت کم سدا لی ہے۔

خان نے دیاچے میں لکھا ہے :

”میکوید فقیر حلیہ سراج الدین علی آرزو تخلص کہ بکے از فضلی کامکار و نامدار ہندوستان جدت نشان کتابے در فن لغت تالیف نمودے معمول بہ غرائب اللغات و لغات ہندی کہ فارسی یا عربی یا ترکی آن زبان زد اہل این دیار کم تر بودہ در آن یا معنی آن مرقوم فرمودہ چون اکثر در بیان معانی الفاظ تساہلے و سہجے بہ نظر آمد لہذا نسخہ درین باب بہ قلم آوردہ جائیکہ سہو و خطای معلوم کرد اشارہ ہدای نمودے ونیز آئینہ بطبع ناقص ایں کمال دوست دو آمد بر آن افزود۔“

کتاب کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ خان نے زیادہ تر میر پر دو قسم کے اعتراض کیے ہیں؛ یعنی ہندی الفاظ کے فارسی وغیرہ زبانوں کے مرادفات کے سلسلے میں یا خود ان ہندی الفاظ کے غیر نکسالی

ہونے کے متعلق ۔ ہمیں یہاں صرف شق دوم سے تعلق ہے ۔ اردو کو معیار مان کر کہا جاسکتا ہے کہ خان کے اکثر اعتراض صحیح ہیں لیکن ایسے موقعے بھی ہیں جن میں خان کے اعتراضوں کو تسلیم نہیں کیا جاسکتا ۔ ذیل میں ان نظری الفاظ میں سے بعض کا ذکر کیا جاتا ہے ۔

غرائب اللغات میں ایک لفظ 'ایواڑہ' آتا ہے جس کے لیے مصنف نے کہا ہے : "جائیکہ در صحرا و کوہستان برای چارہ پان سازند تا شب درانجا باشند" ۔ ریگستانی علاقے میں برسات کے موسم میں جب گھروں میں کھڑ ہو جاتا ہے ، لوگ اپنے مویشیوں بالخصوص بھیڑ بکریوں کے لیے آبادی سے فاصلے پر صاف سی جگہ دیکھ کر باڑہ بنا دیتے ہیں اور رات کے وقت جانوروں کو اس باڑے میں بند کرتے ہیں ۔ یہ باڑہ 'ایواڑہ' کہلاتا ہے ۔ مارواڑی میں 'ایواڑہ' کہتے ہیں ۔ خان آرزو اس دیہاتی لفظ پر اعتراض کرتے ہیں اور طنزاً کہتے ہیں : "ایواڑہ زبان وطن صاحب رسالہ بود" اور پھر فرماتے ہیں "یہ زبان برج و گوالیار کہ افسح است آن را کھرک گویند"۔ اسی طرح 'اکل' ایک اور لفظ ہے ۔ مصنف نے اس کی تشریح ان الفاظ میں کی ہے : "اکل چوئے کہ در پیش در انکند ۔"

اس پر خان آرزو ہنکڑ کر فرماتے ہیں : "لیکن اکل زبان روطن مصنف خواہد بود ۔"

خان 'اکل' کے واسطے 'ینلہ' تجویز کرتے ہیں اور کہتے ہیں : "یہ زبان گوالیار کہ افسح زبان ہندی است ینلہ گویند" ۔ میں یہاں اس قدر اضافہ کروں گا کہ اکل یا اکل اب بھی مستعمل ہے ۔ مغلوں سے پہلے کے اکثر فرہنگ نگار اس لفظ سے واقف ہیں اور 'محبوبہ' کے ترجمے میں یہی لفظ استعمال کرتے ہیں ۔ فضل الدین محمد بن محمود کڑی

۱ ایواڑہ (اسم ظرف مکان) 'ایوڑ' سے مشتق ہے جس کے معنی راجستھانی (مارواڑی) زبان میں 'ریوڑ' یا بھیڑ بکریوں کے گئے کے ہیں ، (مہاتب)

اپنی ”شرح مخزن اسرار“ میں جو ۱۹۵۷ء میں تالیف ہوئی ہے ، معجوبہ کے ہندی ترجمے میں ہی لفظ ’اکل‘ لائے ہیں ۔

ایک اور لفظ ’جیلی‘ ہے جس کے واسطے مصنف نے کہا تھا کہ وہ ایک دو شاخہ لکڑی ہے جس سے کھلیاں میں ہالوں کے سیٹھے اور الٹ ہلٹ کرنے میں مدد لی جاتی ہے ؛ خان اس لفظ کو بھی نامعلوم کرتے ہیں اور کہتے ہیں :

”ابا در ہندی متعارف گوالیار کہ افصح السنۃ ہندی است چانکرا کوہند ۔“

جہاں معاملہ بر عکس ہے ؛ ’چانکرا‘ اردو میں نہیں آتا اور ’جیلی‘ آتا ہے ۔

معلوم ہوتا ہے کہ ہریانی میں بعض صورتوں میں ’یے‘ ’واؤ‘ سے بدل جایا کرتی ہے ، مثلاً غرائب اللغات میں ’آتابہ‘ کو ’آتاوا‘ ’اورہ‘ کو ’اورہ‘ اور ’اوراہ‘ کو ’ارداوہ‘ تحریر کیا ہے ۔ خان پہلے لفظ کے لیے فرماتے ہیں :

”روزمرہ چہال ہندوستان است“

دوسرے کے واسطے لکھا ہے : ”از کمال بے تحقیق است“ دوسرے لفظ ’ارداوہ‘ کے لیے کہا ہے : ”این غلط عوام ہندوستان است“ ۔

بھلنے کے واسطے عبدالواسع نے ’اکھڑنا‘ لکھا ہے ۔ خان کی اصلاح ہے کہ ’اکھٹنا‘ کہو ۔ اگر کیڑ میں پھلسی تو ’کھٹنا‘ بولو ۔ غلے کے کھٹے کے واسطے عبدالواسع نے ’کھاس‘ لکھا ہے ۔ آرزو نے ’کھو‘ بتلایا ہے ۔ مگر اردو میں دونوں نامعلوم ہیں ۔ عبدالواسع نے آئین ہندی کے معنوں میں ’کیڑ کوٹ‘ کا لفظ لکھا ہے ، آرزو نے ’چھاؤنا‘ صحیح بتایا ہے ، اردو میں ’چھاؤنا‘ مطلق نہیں آتا ۔ الہتہ ڈیرے تہو کے واسطے ’کیڑ کوٹ‘ آ جاتا ہے ۔ آگے چل کر ’پجادے‘ پر اعتراض ہے کیوں کہ مصنف نے اسے وسیع معنوں میں یعنی مٹی کے برتن ایتھیں اور چونے کی بھٹی کے واسطے استعمال کیا ہے ۔ خان کہتے ہیں ’پجادہ‘ ایتھوں کے واسطے ، ’آوا‘ برتنوں کے واسطے اور ’بھٹی‘ چونے کے واسطے بولتے ہیں ۔

اس کے بعد 'تکید' پر لکھ چنی ہوئی ہے۔ خان کا بیان ہے کہ یہ عربی لفظ ہے۔ اس کے لیے ہندی صحیح "گینڈوا" ہے، مگر آج 'گینڈوے' سے کون واقف ہے۔ عبدالواسع کے 'بھلاوے' یعنی 'بھلانے' کی جگہ خان نے 'بھسلانا' لکھا ہے۔

'بھوس' کے متعلق عبدالواسع نے کہا تھا کہ اس سے آگ جلائی جاتی ہے۔ خان فرماتے ہیں یہ غلط ہے، 'بھوس' وہ چیز ہے جس کا چھپر بنتا ہے۔ بڑے کان والے شخص کے لیے میر نے 'چھپر کنا' لکھا، خان نے 'چھج کنا' بتایا۔

چھرے کے متعلق عبدالواسع نے لکھا تھا "کارڈ بزرگ"۔ خان آرزو اس پر کہتے ہیں "در رسالہ منظومہ امیر خسرو چھرہ بہ معنی استرہ است و مشہور دو قصبات ہندوستان لیز ہیں است"۔ رسالہ منظومہ سے مراد "خانی باری" ہے اور شعر ڈہل میں چھرا آیا ہے :

چاروب سوہنی کہہ سبست ٹوکرا
مقراض کتری کہہ بود استرہ چھرا

چھرا فی زمانہ انہی معنوں میں مستعمل ہے جو میر عبدالواسع نے بیان کیے ہیں۔

"غرائب اللغات" میں سلاٹ لکھے ہوئے ہسے اور روپے کے واسطے لایا گیا ہے۔ خان صاحب کو اس سے بھی اختلاف ہے۔ کہتے ہیں 'کھوتلہ' یعنی کھوٹا بولو۔ مولف نے 'کانڈر' کے لیے لکھا تھا کہ ایک قسم کی گھاس ہے جس کی جھاڑیں بنتی ہیں۔ خان صاحب معترض ہیں کہ گوالیاری میں 'کانڈر' خس کو کہتے ہیں جس کی ٹلیاں بنتی ہیں، بھلا اس کی جھاڑو کون بنائے گا۔ در حقیقت خان کا اعتراض صحیح ہے۔

بطور جملہ معترضہ یہاں بھیجے یہ بھی کہہ دینا چاہئے کہ خان صاحب غالباً چلے شخص ہیں جو "اردو" کا لفظ بہ معنی زبان استعمال میں لاتے ہیں۔

ایک موقع پر غرائب اللغات میں 'رجواڑہ' یہ معنی قہر خانہ لایا گیا ہے۔ خان اس لفظ پر مطمئن نہیں ہیں۔ لکھتے ہیں :

"رجواڑہ بدین معنی اصطلاح شاہ جہاں آباد است بلکہ اہل اردو است کہ اس قسم اماکن اکثر در لشکر راجپا می باشند و الا در اصل رجواڑہ جای بودن راجپا است۔"

اور 'گزک' کے متعلق کہا ہے :

"لیکن گزک یہ اصطلاح اہل اردو نوعی است شیرینی کہ از کنجد و شکر سازند۔"

علیٰ هذا 'لکتورہ' کی نسبت جس کے معنی مصنف نے سوراخ بینی لکھے ہیں، خان آرزو کا ٹول ہے :

"لکتورہ در عرف اردو وغیرہ یہ معنی حرف لازم و غرور است و یہ معنی سوراخ بینی نکسر۔"

ہڑپنا ایک اور لفظ ہے۔ غرائب اللغات میں بغیر چپائے نکلنے کے مفہوم میں لایا گیا ہے۔ اس کے متعلق خان کا ارشاد ہے :

لیکن ہڑپنا یہ زبان اردو اہل شہرہا نیست، شاید زبان قریات و مواعج باشد و بدین معنی نکلتا شہرت دارد۔"

اس مطالعے سے کسی قدر ہمیں مختلف زبانوں کی حیثیت کا پتا چلتا ہے۔ 'گوالیاروی' کو خان آرزو سب سے زیادہ اہمیت دیتے ہیں۔ 'اردو' یا 'زبان دہلی' ان کے نزدیک ثانوی حیثیت رکھتی ہے، اور 'ہریان' زبان تو قابل خطاب بھی نہیں ہے۔ حالانکہ اگر دیکھا جائے تو 'اردو' اور 'ہریان' میں بہت خلیف سا فرق ہے۔

غرائب اللغات کے پنج توڑے چھانورے فی صدی الفاط آج بھی اردو میں یہ تغیر لہجہ رائج ہیں۔ لہجے سے میری مراد یہ ہے کہ تلفظ اور اسوات میں کسی قدر فرق ہے۔ مثلاً ہریان میں اردو کی 'وائے ہندی' کی جگہ 'دال ہندی' کا زیادہ رواج ہے۔ عبدالواسع 'ساڑھو' کو 'ساڈھو' 'کڑھی' کو 'کڑھی'، 'جھاڑ' کو 'جھاڑ'، 'مسوڑے' کو 'مسوڑھا'،

لکھتے ہیں یا مثلاً 'چلن' کو 'چاون' 'ہائے' کو 'ہاون' - 'چڑائے' کو 'چڑاون' - 'بھلائے' کو 'بھلاون' لکھ رہے ہیں اور میں سمجھتا ہوں کہ عہد عالمگیر میں دہلی میں بھی یہی تلفظ رواج پذیر تھا - حقیقت یہ ہے کہ ہماری اردو زبان اس وقت مالی کیفیت میں تھی - فصیح اور غیر فصیح ، محاورہ اور بے محاورہ کا کوئی معیار نہ تھا - عوام کی بولی تھی ، خواص کو اس سے سروکار نہ تھا - تب ہی تو سن آرزو تنک تنک کر "غلط عوام ہندوستان و روزمرہ جہاں ہندوستان" لکھتے ہیں -
آمدن بر سر مطلب -

ہریانے میں اس تحریک کا دوسرا اقدام یہ ہے کہ اس زبان میں عہد عالمگیر سے باقاعدہ تالیفات کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے - مسلمانوں نے ہر عہد میں مذہب کے ساتھ قریبی تعلق رکھا ہے - چنانچہ اس علاقے میں بھی لوگوں نے سب سے بیشتر مذہبی مسائل و دینی مطالب کی اشاعت کو ضروری سمجھا - ابتدا حسب معمول نظم سے ہوئی اور عروضی وزن اہل پنجاب کے تشبیح میں پنچابی اختیار کیا گیا -

۱ - شیخ عبداللہ انصاری

اس سلسلے میں سب سے پہلے شیخ عبداللہ انصاری قابل ذکر ہیں - ان کے متعلق ہم اسی قدر جانتے ہیں کہ ابتدائی عہد اوونگ زہب عالمگیر کے ایک بزرگ ہیں ، عہدی تقاض کرتے ہیں اور عبادتی مسائل پر ایک مختصر رسالہ بنام "فتہ ہندی" ج ۱ ، ۲ میں تصنیف کرتے ہیں ، "فتہ ہندی" کا ذکر سب سے پہلے امپرنگر اپنی فہرست کتب خانہ اودہ میں صفحہ ۶۱ پر کرتا ہے - اس کے بعد فرامیسی ، مششرق گروان دناسی اپنی تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی میں اس کا تذکرہ کرتا ہے - امپرنگر اس کتاب کو شیخ جیون عرف محبوب عالم کی طرف منسوب کرتا ہے ، لیکن محبوب عالم سے اس تصنیف کو کوئی علاوہ نہیں - گزشتہ سال فقہ ہندی کا ایک نسخہ مجھ کو ملا ہے ، جس کے خانے پر مصنف کا نام شیخ عبداللہ انصاری صاف مرقوم ہے - خانے کی عبارت حسب ذیل ہے :

”کاتب الحروف سید مصاحب علی ساکن کھڑتل برای نظر قیض اثر
کہتان صاحب کہتان شیخ اسد اللہ جیو دام ظلہ بروز دو شبہ - تحریر شد
سوم جمادی الاول ۱۲۳۷ھ مقام بیتل بور بھرمیرا تحریر یافت - محنت
تمام شد کلز من نظام شد - کتاب فقہ ہندی تصنیف شیخ عبداللہ اتھاری
[رحمت] تحریر یافت -“

اس شہادت کے علاوہ مصنف کے لفظوں سے بھی جو عہدی ہے ، تائید
ہوتی ہے کہ ناظم کتب کا نام عبداللہ ہوگا - اسپرنگر ایک خلط فہمی
کے زیر اثر اس کتاب کو محبوب عالم کی تصنیف مانتا ہے - اس کے پیش نظر
ایک ہی جلد میں ’مسائل ہندی‘ من محبوب عالم اور ’فقہ ہندی‘ ہیں -
دونوں کو وہ ایک کتاب تصور کرتا ہے - چنانچہ پہلے وہ اس کو
'مہشرنامہ' لکھتا ہے ، مگر فقہ ہندی کے خاتمے کے شعر دیکھ کر
کہتا ہے کہ اس کتاب کا نام 'مہشرنامہ' ٹھیک نہیں بلکہ 'فقہ ہندی'
ہونا چاہیے - 'فقہ ہندی' کے خاتمے کے شعر یہ ہیں :

فقہ ہندی کو مومنان آتو زباں پر یاد
سالہ آوے دین کا مول جووے فساد
سن ہزار چوہتر بیچ رمضان کسام
اورنگ شاہ کے دور میں نسخہ ہوا نظام

'فقہ ہندی' میں پنجابی اثر کافی موجود ہے - عروضی وزن کے علاوہ
اس میں پنجابی الفاظ مثلاً نال ، آکھنا ، ڈلہا ، کینا ، چنکا ، پنچ ، آتا ،
بوجھنا وغیرہ موجود ہیں - جملوں کی ترکیب و ساخت پنجابی کے بہت
قریب ہے - مثلاً 'فقہ ہندی' کا مصرع :

کوئے مسلے دین کے عہدی کہے آمین

اور 'رسالہ مہندی' کا مصرع :

واجبات نماز دے عہدی کہے آمین

۱ - عبادتی مسائل پر ایک رسالہ ہے جو ۱۹۹۷ء میں مولانا عہدی
بن محمد ساکن ہاتو نے یہ زبان پنجابی لکھا ہے -

نیز 'فہم ہندی' کا مصرع :

مسئلے تو ہیں دین کے مول نہ ہوئے فساد

اور 'رسالہ ہندی' کا مصرع :

آکھان وقت سوال دے مول نہ ہوئے فساد

آپس میں مناسبت قریبہ رکھتے ہیں ۔ مزید برآں ہندی پنجابی زبان میں ایک سے زائد شاعروں کا تخلص ہے ۔ بلکہ ایک ہندی شاعرین کے آخر عہد تک زندہ ہے ۔ یہ عائلت قریبہ دیکھ کر "پنجاب میں اردو" لکھتے وقت میں نے ہندی مصنف "فہم ہندی" کو پنجاب کے اردو نگاروں میں شامل کر لیا تھا ۔ لیکن اب جب کہ ان دو سالوں میں ہریانہ دبستان کی کئی کتابیں نظر سے گزر چکی ہیں ، یہ کو اپنے نظریے کے متعلق شکوک پیدا ہو گئے ہیں ۔ میں "فہم ہندی" کو ہریانہ دبستان میں شامل کرنا زیادہ مناسب سمجھتا ہوں ، یا متلع ہار کے اس علاقے کی طرف منسوب کروں گا جو ایک طرف ہریانہ سے اور دوسری طرف دہلی سے قریب ہو ۔ اور پنجاب کے اثر کا بھی حامل ہو ۔

"فہم ہندی" کی زبان اس معاملے میں ہماری زیادہ دست گیری نہیں کریں کیوں کہ وہ ایک ایسے ماهر قلم کے قلم سے نکلی ہے جو اپنے مضمون کے سوا ایک لفظ بھی غیر ضروری حوالہ قلم نہیں کرتا چاہتا ۔ مصنف کو اپنے مضمون پر بدرجہ غایت دسترس ہے ۔ وہ قصی اصطلاحات نہایت آسانی سے برتنا ہے اور ہندی الفاظ و دیگر حشویات سے جو ایک زبان کی خصوصیات کے مطالعے کا موقع دیتے ہیں ، احتراز کرتا ہے ۔ تاہم ذیل میں بعض الفاظ دے جاتے ہیں جو مصنف کی زبان پر روشنی ڈالتے ہیں ۔ ہریانی برج بھاشا کے تتبع میں 'دال ہندی' کا استعمال زیادہ کرتی ہے ۔ "فہم ہندی" میں یہ خصوصیت موجود ہے ۔ مثلاً ساڑھے کو 'ساڑھے' ۔ اوڑھنی کو 'اوڑھنی' ، چھوڑ کو 'چھوڑا' ۔ ہڑے کو 'ہڑے' ۔ ڈاڑھی کو 'ڈاڑھی' اور گھٹنے کو 'گوڈا' لکھا ہے ۔ ہریانی کی طرح حرف کی حرکت کے مطابق تالی حرف علت اضافہ

کر دیا گیا ہے۔ یعنی برائی کو 'برائی' - رکھنے کو 'راکھے' - سچ کو 'ساج' - سکھانے کو 'سکھاؤنا' - ٹپس کو 'ٹاپس' - ہڈی کو 'ہاڈ' - لہو کو 'لوہو' کی شکل میں تحریر کیا گیا ہے۔

صادر میں وہ بالکل عربی سے متفق ہے۔ یعنی 'سکھاؤنا' - 'اؤنا' - 'بجھاؤنا' - 'پیونا' - 'سوونا' وغیرہ - ڈالنے کو 'ڈاؤنا' لکھا ہے جو عربی مطابق ہے۔ عربی کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں صیغہ جمع راجستہائی کی طرح آتا ہے، مثلاً جانوں کی جگہ 'جاوان' یا 'جان' کہتے ہیں۔ لفظ ہندی میں یہ خصوصیت بھی موجود ہے، مثال :

بعض آویں بہشت میں بعضے دوزخ جانہ

بعض الفاظ جو بار بار آئے ہیں یہ ہیں :

منیں - ماتہ - میں - سون - نانہ (نہیں) تن میں (س میں) - کو (کوئی) - نال - مول - تن کون (جس کو) - تان (تب) - آکوں (آگے) دوہے (دوسرے) - کھج (کھینچ) - پچھوں (پچھے) - سونہ (سر) - باؤ (باد شکم) - بیج (طرفہ) چمڑا - ماس - ڈھارنا (ہانی سے ڈھارنا) - ٹھانوں - چھرا - آرسی - کپڑا - لون - ٹھاڈا (کپڑا) - ٹھاڈا ہونا (کپڑا ہونا) - یہ لفظ عربی میں عام ہے - پیڑ (درخت) - جوڑو - کاج (واسطے) - دیہ (جسم) کاٹ (کٹال) وغیرہ۔

جمع کا وہ طریقہ ہے جو برائی اردو، دکھنی، پنجابی اور عربی میں رائج ہے، یعنی عورت کی جمع عورتاں، گائے کی جمع گواں آتی ہے۔ ریختہ کی مختلف انعام میں جو میر تقی میر نے اپنے تذکرۃ نکات السعرا میں بیان کی ہیں، ایک قسم یہ ہے کہ ہندی چمٹے میں فارسی افعال و حروف کا استعمال کیا جائے۔ اس کی مثالیں "لفظہ ہندی" میں مختلف مقامات پر ملتی ہیں۔ مثلاً :

"عذاب گور یوحی ہے یہ مسئلہ ہندار"

یا

"تست یوسی ورموشان ہائہ یشم پر مال"

دیگر ”لب بینی کے بال لیے سارے ناخن چیں“
 دیگر ”تین فرض ہیں غسل کے بیچ کتاب پھری“
 دیگر ”ایک تبسم نال سون فرض نفل گذار“
 دیگر ”شمشیر چہرا اور آرسی کپڑا تہ کر مال“
 دیگر ”چلتی ناو میں بیٹھ کے نماز دوست شاہر“
 دیگر ”آکوں عیدالغفر کے صدقہ واجب گیر“

بعض فارسی عربی الفاظ میں تصرفات کیے گئے ہیں۔ دریا کو
 ’دریاو‘۔ جدا کو ’جدا‘ اور ’جائز‘ کو ’جاز‘ لکھا ہے۔ میں صرف
 پہلے لفظ کی مثال پر قناعت کرتا ہوں :

”ہزار ٹھانڈا نہ ہوسکے بیٹھا کرے نماز“
 رکوع سجدہ نہ کر سکے اشارات سون ہے جاز“

دیگر

”جو کرے آگے وقت کے وہ نماز بجاز

یہاں چند آیات بہ طور نمونہ کلام زکوٰۃ کی لغوی سے نقل
 ہوتے ہیں :

”اصل عبادت مال کی زکوٰۃ دینا جان
 چہ شرط موجود پر زکوٰۃ فرض پہچان
 عاقل، بالغ، مسلم، امین، صاحب مال
 اور فاضل ہوویں سون گذرے تمام سال
 جو شرط موجود برائے مال زکوٰۃ
 دوزخ کے عذاب سون ہاویں نہیں نجات
 بیچ زکوٰۃ دو فرض ہیں ہر ایک لیے پہچان
 قدر واجب جدا کرے قیمت دل بھی آن

ساڑھے باون تولچہ روپا ہو موجود
 پندرہ ماشہ چھ رقی زکوٰۃ جدا کر زود
 ساڑھے سب تولچہ سوئے بیجیں سو
 دو ماشہ اور دو رقی زکوٰۃ لازم ہو
 روپا سونا خام ہو یا ذرہم دہتار
 یا زیور آوند ہو ایک حساب شار“

معلوم ہوتا ہے کہ فقہ ہندی گنیشہ دو صدیوں میں بے حد مقبول
 رہی ہے۔ اس کے قلمی نسخے اب بھی دستیاب ہوتے ہیں اور کئی
 مطبعوں میں چھپ بھی چکی ہے۔ ۱۲۹۱ء میں مطبع سیدالمطابع نے
 ”رسالہ ہندو“ کے نام سے طبع کی ہے اور، یہی ”فقہ ہندی“ کے
 نام سے چھپی ہے، لیکن مصنف کا نام مذکور نہیں ہے۔

۲۔ شیخ محبوب عالم ساکن جھجھر

ہریانہ دیستان کے دوسرے مصنف شیخ محبوب عالم جھجھر کے
 رہنے والے ہیں۔ اسپرنگر نے اپنی فہرست کتب خانۂ اودھ میں ان
 کا ذکر کیا ہے۔ کارسان دتاسی کی تار ”ادبیات ہندی و ہندوستانی
 کا بیان زیادہ تر اسپرنگر سے ماخوذ ہے۔

اسپرنگر نے محبوب عالم کا اصل نام جیون لکھا ہے اور عرف
 محبوب عالم۔ میں نے ”پنجاب میں اردو“ لکھتے وقت یہ سوچ کر کہ
 جیون عرف ہو سکتا ہے نہ محبوب عالم، ان کا نام محبوب عالم اور عرف
 جیون لکھ دیا تھا لیکن اب جب کہ اس سلسلے میں صحیح معلومات بہم
 پہنچی ہیں، مجھے کہنا پڑتا ہے کہ محبوب عالم اور جیون دو مختلف
 اشخاص ہیں۔

اسپرنگر نے محبوب عالم کی تصنیفات کی یہ فہرست دی ہے :

(۱) ”عشر نامہ“ : جس کو وہ بعد میں ’فقہ ہندی‘ کہتا ہے۔
 اس کے صفحے ۵۰ اور ۵۱ صفحہ ۵۱ سطور ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ
 یہ نہ کتاب ”عشر نامہ“ ہے اور نہ ”فقہ ہندی“ بلکہ ”مسائل ہندی“

ہے جو محبوب عالم ہی کی ایک اور تصنیف ہے۔ اس کا اقتباسی شعر
فہرست اسپرنگر میں یوں درج ہے۔

اللہ مولیٰ پاک ہے دو جگ سرجن ہار
جن دھا یار صادق سون سوئی اترے ہار
حقیقت میں یہ شعر مسائل ہندی کا اقتباس ہے۔

(۲) ”مہشر نامہ“ : جس کے تیس صفحات اور پندرہ سطریں فی صفحہ
ہیں۔ آغاز کا بیت یوں ہے :

رہا میرا ایک توں ناہیں کوئی دوجا
تہو سا ساٹیں چھاؤ کر کس لاؤں ہوجا

(۳) ”دود نامہ“ : جس کے صفحات ۱۰۰ اور فی صفحہ ۱۵ سطروں
ہیں۔ ابتدائی شعر حسب ذیل ہے۔

جیوں میں پہل نام رحمان کا
تہوں گوان میں دھیان سچان کا

(۴) ”غواب نامہ بیقر“ : جس کا پہلا شعر یہ ہے :

شکر حق کہتا ہوں پہلی بات ماں
شرم میری راکھیو ہر بات ماں

لیکن یہ رسالہ محبوب عالم کی تصنیف نہیں ہے بلکہ عبدالحکیم دہی
اس کے مالک ہیں۔

(۵) ”دھیر نامہ بی لاطمہ خاتون“ : یہ دراصل ”دھیر نامہ“
ہے اور شاہ عبدالحکیم کے قلم سے نکلا ہے۔

بدقسمتی سے ہم شیخ محبوب عالم کی شخصیت اور زمانے سے کوئی
عام نہیں رکھتے، نہ انہوں نے اپنے حالات زندگی کسی تالیف میں مذکور
کیے ہیں۔ ان کے مختلف نسخوں سے اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ وہ
کم از کم اپنے وطن میں نہایت احترام اور عزت کے ساتھ یاد کیے
جاتے ہیں۔ ان کی کتابوں کے مختلف کاتب جو گزشتہ صدی سے تعلق

رکھتے ہیں، ان کے نام کے ساتھ شیخ العشائخ، شیخ الشیوخ اور قطب الزمان جیسے قابلِ حرمت خطاب ضم کرتے رہے ہیں۔ ایک شعر میں وہ اپنے آپ کو ”اثبت“ یعنی درویش کہتے ہیں۔ ایک اور موقع پر اپنے لیے ”عاجز درویش“ کے الفاظ استعمال کر رہے ہیں۔ علوم میں کم از کم قرآن، حدیث اور فقہ ان کا خصوصی سرمایہ ہے۔ چنانچہ ایک مقام پر کہتے ہیں :

محبوبِ عالم نے ہمارے علمِ دین کے تین
قرآن، حدیث اور فقہ پر لیا ہوا ساغِ یقین

ان کی تصنیفات شہادتِ دہی ہیں کہ ان کی زندگی مذہب کے مقدس ماحول اور دینی خدمت گزاری کی فضا میں صرف ہوئی ہے۔ مگر سن دہائی ان کو عالمِ گیر کے عہد میں شمار کرتا ہے۔ لیکن یہ خیال اس غلط عقیدے پر مبنی ہے کہ ”فقہ ہندی“ ان کی تصنیف ہے۔ بہر حال ہمیں ان کا زمانہ ”فقہ ہندی“ کے مصنف کے زمانے سے موخر ماننا پڑے گا۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ اگر منتصفِ اولِ قرنِ دوازدہم ہجری میں ان کو رکھا جائے تو مناسب ہے۔ یہ کسی قدر وثوق کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ جب محبوبِ عالم اپنی تصنیفات کے لیے گمراہی سے ہونے لگے، اس وقت اردو شاعری کا دبستانِ دہلی میں موجود نہیں تھا، کیوں کہ ان کی پہلی دو تالیفیں یعنی ”مشر نامہ“ اور ”مسائل ہندی“ پنجابی دبستان کی تقلید میں لکھی گئی ہیں۔

ان کی تیسری تصنیف ”درد نامہ“ کی تحریر کے وقت دہلی میں شعر گوئی کا چرچا بہ تقلیدِ فارسی شروع ہو چکا تھا اس لیے اس کو فارسی وزن میں لکھا ہے۔

”مشر نامہ“ ان کی پہلی تالیف ہے۔ اس سے بارہ چودہ سال بعد ”مسائل ہندی“ چھ چھپوں کی فرمائش پر لکھی جاتی ہے اور ”درد نامہ“ آخری تصنیف ہے۔ میں اسی ترتیب سے ان کتابوں پر تبصرہ کرتا ہوں :

(۶) - محشر نامہ

میرے پاس جو نسخہ ہے، بڑی تقطیع پر مونے قلم میں ۱۲۷۹ھ کا نوشتہ ہے۔ اس کے ۲۶ صفحات اور ہر صفحے پر ۱۵ سطریں ہیں۔ ابتدائی بیت اس سے بیشتر سنا چکا ہوں۔ یہاں خاکمے کا شعر پڑھ دیتا ہوں :

آگے دیکھ سکتے ہیں کہ ات خواب خیال
سیانا ہے تو بوجھ کر لے حال سبھالا

خاکمے پر کاتب نے یہ عبارت مرقوم کی ہے :

”تم تمام شد ہذا کتاب محشر نامہ شیخ الشیوخ قطب الزمان سرمایہ عارفان حضرت شاہ محبوب عالم ساکن قصبہ جھجر بھٹ ناتھ شیخ نہایت اللہ ولد حافظ امام بخش دہلوی غفر اللہ ذوقہا بہ تاریخ ہشتم ذیقعدہ ۱۲۷۹ھ صورت انجام یافت نقل از کتاب کہتہ کہ در عہد شاہ عالم بادشاہ غازی ۳۳ جلوس والا تحریر شدہ بود ازاں نقل کردہ شد۔ در شہر رھتک پر میکن بھاس رائے دھتری تحریر یافت۔“

آپ نام سے مسجد کئے ہوں گے کہ یہ کتاب آثار قیامت، حشر اچھا، اعمال نیک و بد، ہل صراط، عذاب دوزخ و نعم جنت وغیرہ مضامین کا تفصیلاً بیان دیتی ہے۔ تمام سرخیان فارسی میں ہیں۔

اس کتاب پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زبان ایک روش خاص پر کامزوں ہے اور وہ سبکی کیفیت جو آج ہریانی زبان میں مشاہدہ کی جاتی ہے اور جس کے متعلق اس سے بیشتر اشارہ کیا جا چکا ہے، بالکل غائب ہے۔ اردو کے وہ نہایت قریب ہے اور پنجابی کا ہر تو بھی اس میں نمایاں ہے۔ مثلاً تالے - ناں - نیڑے - دھی - دھیا - ہت (ہاتھ) - جیتھے (جہاں) - تھالے (کھارے) وغیرہ پنجابی الفاظ ”محشر نامہ“ کے صفحات میں پکھڑے ہوئے ہیں۔ ماضی قریب و فعل حال میں ’ہے‘ - ’ہوں‘ - ’ہیں‘ - ’ہاں‘ - ’وہیہ کی جگہ‘ - ’ہے‘ - ’ہوں‘ - ’ہیں‘ - ’ہاں‘ وغیرہ علامات جو ہمارے عہد کی ہریانی میں ماتی ہیں، مطلق نہیں آئیں۔ ماضی بعید و مستقبل میں ’نہا‘ اور ’کا‘ کی بجائے ’تھو‘

اور 'کو' جو برج کی خصوصیت ہے ، نامعلوم ہے - ضائر میں 'سہارو' -
'تہارو' اور 'اونہ کو' وغیرہ نہیں ملتے - 'نے' علامت مفعول قطعاً
نہیں ملتی - 'نے' علامت قاعلی البتہ موجود ہے - جمع مضارع و مستقبل
میں 'لائیں' اور 'لائیں گے' کی جگہ ہرہائی کا مخصوص انداز 'لاوان' اور
'لاوانکے' حاضر ہیں، اگرچہ پہلی دونوں صورتیں بھی بد کثرت ملتی ہیں -

مضارع کی مثال :

روز قیامت ہووے جب سببہ انہر ٹولان
بھٹان طوان طوان ہو جون کاگر بھوٹان

مثال مستقبل

حضر ورف نخت ہر یشہاں گے آجھے ('یشہاں گے' یعنی یشہیں گے)

دوسری مثال :

چھوٹے کا اس آگ میں جو نیکی ہاکا - ('ہاکا' یعنی ہائے گا) -

ان کے علاوہ مستقبل میں دو اور صورتیں ہیں -

پہلی کر ہوں یعنی کروں گا - مثال :

جو توں رانی ہوہ کا مجھ کرہوں رانی

ساری کتاب میں صرف یہی ایک مثال ہے - دوسری مثال میں وہ

مستقبل ہے جو 'سی' سے بنتا ہے - مثال :

باتوں کچھ نا ہاؤسی کر حال کہانی ('ہاؤسی' یعنی ہائے گا) -

دوسری مثال :

فضل خدا ہو چھوٹ سی ، تاں اپنے ہوتا

کچھ دیئے وغیرہ اردو میں صیغہ مخاطب میں آتے ہیں -

"محشر نامہ" میں صیغہ مخاطب کے لیے بھی آتے ہیں - مثال :

جن کی ہدایاں بہت ہوں وے کجہیں خوارا

دوزخ باندہ جلائیاں سزا دیہیں ہسہارا

دوسری خصوصیات کے متعلق کہا جا سکتا ہے کہ لحنہ کا زیادہ رواج ہے مثلاً :

پہلی (پہلے) - قالیں (ناچیں) - پنجاری (بجاری) - مانس (ماس) سیں - کون - تون - وغیرہ -
ضمائر :

وہ ، یہ ، اے ، وے ، اس ، ان ، یو ، تیں ، تون ، توه ،
تبد ، تم ، تیرا ، تیرے ، تیری ، میں ، سوہ ، مجھ ، میرا ، میری ، ہم ،
ہارا ، وغیرہ -

دیگر حروف :

ٹائیں - چیدھر - تیدھر - کوٹ - کوٹ - کو - پت - پتا - پتی -
چہ - بہ - کنہیں - چنہیں -

جمع :

ٹکراں - غریبان - - - چھوٹاں - اونٹاں - بانگاہیں (کاندھے)
کانوں - گالوں - وغیرہ -

اس صفت بھی موصوف کے مطابق آتا ہے جیسے نیلیاں انکھیاں -

'لام' اور 'رے' کا تبادلہ : چراؤں (چلاؤں) - براؤں (بلاؤں) -
ڈار کر (ڈال کر) - بادر (بادل) - گرا (گلا) - دھور (دھول) -
اچارے (اجالے) -

'فال' اور 'ڑے' کی تبدیلی : جھنڈاؤے (چھڑاؤے) - ہڈھو
(بڑھو) - ہڈا (بڑا) - چھاڈ (چھوڑ) - اوڈاں (اوڑیں) وغیرہ -

نانی حرف علت : لاکا (لگا) - مائی (مٹی) - راکھوں (رکھوں) -
سایج (سج) - چالیں (چلیں) - فالے (نئے) انکاریہ : حالے (ہلے) - ہالہ
(ہلی) -

فعلیہ شکل : آنکر - کھلاںکر - اولہاںکر - اوچاںکر - پروںکر -
لاںکر (لگا کر) -

فعل کی ایک اور شکل ہے جس میں لحنہ اڑا دیا گیا ہے۔ مثلاً
 واحد متکلم میں مانگو بھائی مانگوں اور جمع غائب میں کالئے گئے بجائے
 کانئیں گے۔ یہ شکل بدلتوں کے ساتھ ملتی ہے۔ اردو میں بھی بالخصوص
 دھلی میں تیرھویں صدی کے پہلے ربع تک موجود ہے۔ ہریانی میں
 الف زائد بالخصوص فواق میں بہ کثرت آتا ہے، مثلاً رانا۔ پاتا۔ باسا۔
 آسا۔ بیانا۔ گذارا۔ آکا۔ باسا۔ نراسا۔ لوکا۔ خوارا۔ حالا۔ مالا۔
 ساٹھا۔ وغیرہ۔ یہ الف صرف مصرعوں کے آخر میں ملتا ہے۔
 ”عشر قاصد“ کے نمونے میں حمد سے کچھ اشعار نقل کیے جاتے ہیں :

میرے من مان توں رہا جائے توں من کی
 ایدا مجھ کون کھینچ لے سدہ نان ہو تن کی
 ساری نفرت توں رکھا چاہا سو گیتی
 ایکوں کایا جوین لی ایکوں مایا دیں
 ایکوں خوار خراب گرتیں در دو بہرے
 ایکوں پیا سوار کولے اپنے لیڑے
 ایکوں کون نت دکھ دیا پھر دکھ ہے باسا
 ایکوں کون بہہ سکھ دیا اور بھوگ ہلا سا
 ایکوں پینا مال دیا ایک سینے سالان
 ایکوں کو جنجال دیا ایک ہیرے لالان
 ایک رکھے نت سووے روویں بہہ بہان
 ایک رکھے نت سووے سوویں دن واتان
 ایک راجا کے پوت ہان ایک پوت فقیران
 ایک جوگی آدھوت ہیں ایک پیرے زنجیران
 ایک کھڑے ہو یاد مان ہسی سبہ چھاڑی
 ایک بڑے فریاد مان دیکھیں یہ خواری
 ایک جو بیٹھے تخت پر آب حکم چلاویں
 ایک جو اینٹھے سعت کر تن خاک ڈھولاویں
 بیہ خالی کا بیت ڈر واکھوں من مانیں
 دھانڈن مت چت لاکھن نت سانجہہ مباحیں

(۲) مسائل ہندی

یہ کتاب ”مہشر نامہ“ ہے بارہ چودہ سال بعد لکھی گئی ہے اور جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہوتا ہے، نماز روزہ اور دھکر اور کان اسلامی کے مسائل اس میں مذکور ہیں۔ صفحات کی تعداد ایک سو پچیس اور فی صفحہ ۱۵-۱۶۔ سطریں ہیں۔ اس پر لکھنے والے اس کا ایک نسخہ کتب خانہ اودھ میں دیکھا تھا، لیکن وہ اس کو ”مہشر نامہ“ اور بعد میں ”فقتہ ہندی“ سمجھا، نیز پتہ جیون عرف پتہ جوب عالم کو اس کا مصنف بیان کرتا ہے، لیکن اس میں بھی اس کو مغالطہ ہوا ہے۔ محبوب عالم مصنف ہیں اور پتہ جیون ان کے دوست ہیں جو کتاب کی تصنیف کے محرک ہیں۔ محبوب عالم سبب تالیف میں لکھتے ہیں کہ جب میں نے قیامت کے ذکر میں ”مہشر نامہ“ تالیف کی، اس میں وعدہ کیا تھا کہ دینی مسائل پر ایک علیحدہ کتاب بہ زبان ہندی لکھوں گا۔ اس پر بارہ چودہ سال کا زمانہ گزر گیا۔ بالآخر میرے دوست پتہ جیون نے تقاضا شروع کیا کہ وعدہ کیے بہت زمانہ گزر گیا ہے، اب اس کا اپنا کیجیے۔ آپ اگر یہ کتاب لکھ دیں گے تو سب مسلمان اس سے فیض پائیں گے اور دین کی باتیں سیکھ جائیں گے۔ جب ان کا اصرار حد سے گزرا میں نے تعمیل ارشاد کی اور کتاب کا نام ”مسائل ہندی“ رکھا۔

ذیل میں دیباچے کے اشعار نقل کیے جاتے ہیں :

قیامت کے احوال ماں ہندی کہی کتاب
”مہشر نامہ“ نازل ہے جانو اے اصحاب

”مہشر نامہ“ بیچ سن وعدہ اس دیا
ان عاجز درویش نے بوجھو کھول دیا

اس نبی کی بات سون ہندی بولی بول
شرح ترازو دین کی چدی جو دون کا تول

بارہ چودہ برس لک وعدہ لای ڈھیل
پتہ جیون بار نے کہا آئے بے قیل

وعدہ کوئی آخر کرو اس نہی کی بات
 لکھ دیو ہندی بول کر بانجیوں میں دئی رات
 طلب بیت اس ہار کی دیکھی سالی سوجھ
 لکھی کتاب اس واسطے ہندی بولی بوجھ
 اور میلان اب پڑھاں سیکھاں باتان دین
 ہندی کی بولی کے اندر بوجہاں راہ یقین
 یہ فاصل عسا میں بتی ایک اب ہے
 دیکھاں غلطی جسے کہیں وے اصلاح لکھے

”سائل ہندی“ ناٹق اب اس کا کہہ اے ہار

پڑھو قاعدہ بچہ اذیر جسے جھٹے کرتار

”سائل ہندی“ محبوب عالم نے ایسا معلوم ہوتا ہے شیخ عیدات
 انصاری کی ”فقہ ہندی“ کی تقلید میں لکھی ہے۔ دونوں کتابوں کے
 نام اور وزن سے یہی ظاہر ہوتا ہے۔

میرے پیش نظر اس کتاب کے دو نسخے ہیں؛ پہلا پنجاب
 یونیورسٹی کے کتب خانے سے تعلق رکھتا ہے اور ۱۲۷۰ھ میں
 کریم بخش نے اس کی کتابت کی ہے۔ دوسرا نسخہ میرا اپنا ہے جس
 کو شیخ کمال الدین ولد شیخ امام بخش ساکن قصبہ رھتک نے ۱۲۷۱ھ
 میں اپنے استاد خلیفہ یوسف خاں ساکن کلیانہ کے واسطے نقل کیا ہے۔

”مبشر نامہ“ کے مقابلے میں اس کتاب کی زبان زیادہ آسان ہے
 اور قواعد زبان کے مطالعے کے لیے بھی اس میں کافی مواد ہے۔ ’ئے‘
 علامت مفعولیت کہیں نظر نہیں آتی۔ عربی فارسی الفاظ میں تصرفات
 کیے گئے ہیں۔ چنانچہ :

’سرخ‘ کو ’سرخہ‘۔ ’جنات‘ کو ’جناس‘۔ ’زنا‘ کو ’زناہ‘۔ ’ہلید‘
 کو ’ہلیت‘۔ ’علا‘ کو ’علاؤ‘ لکھا ہے اور جاؤ کا ہم قافیہ مانتا ہے
 ’ضہادت‘ کو ’ضہادق‘۔ ’چانڈر‘ کو ’چٹاؤر‘۔ ’جامہ‘ کو ’جامان‘
 ’رکعت‘ کو ’رککت‘ اور ایک ہار، دو ہار کو ’ایک بر‘ اور ’دوہر‘ کی
 شکل دے دی ہے۔

ادھر 'الفہ' کو 'فہا' - 'دنیا' کو 'دنیان' - 'جماعت' کو 'جات' -
 'مسئلہ' کو 'سلہ' - 'نفع' کو 'نفا' - 'فرائ' کو 'فرائ' تلفظ کیا ہے
 اور دانت کا ہم قافیہ لہرایا ہے - 'مسجد' 'مسیت' کی شکل میں لکھی
 گئی ہے -

لغہ کی مثالیں : ایسیں - چرسیں - کیسیں - پالیں - پنجاس - گدیں
 (کسے) -

حروفِ ظرف : مان - ماتہ - ماہیں - مانہیں - مول - بیج - بیج -
 بیج مان - مایہ - اندر -

تبادلہ 'لام' و 'وا' : کارا (کالا) - اوچرا (اچلا) - باوری (باولی) -
 چارکر (چلا کر) - بھری (بھولی) - پٹری (پٹلی) -

تبادلہ 'لال' و 'ژا' : بیڈیا (بیڑیا) - جاڈا (جاڑا) ایڈی (ایڑی) -

لانی حرفِ عات : ماچھر (چھر) - چام (چمڑا) - تاکڑی (تکڑی) - کایڑ
 (کھڑا) - تاتہ (تھہ چنے کی) - ہالی (ہلی) - فاکا (فنگا) - لاکڑی (لکڑی) -

محبوب عالم دیس کی زبان میں تعظیم کے حاسی ہیں اس لیے ایک
 مقام پر فرماتے ہیں :

جیسی لہ زبان ہے ویسی بولی بول
 معنی فقہ حدیث کے جیسے اپنی کہول

"مسائل ہندی" کا نمونہ کلام دینے کی جہاں ضرورت نہیں ہے -
 میں اس کے دیباچے سے کچھ اشعار اس سے قبل آپ کو بنا چکا ہوں -
 اب ہم ان کی تیسری تالیف "درد نامہ" کی طرف توجہ کرتے ہیں -

(م) درد نامہ

اب تک ہریانہ دیستان کی جن کتابوں کا ہم نے مطالعہ کیا ہے،
 ہوں سمجھنا چاہیے پنجابی نظم نگاری کی تقاریر میں لکھی گئی تھیں -
 لیکن چھ شاہ کے دور میں بالکل اس سے چند سال قبل ایک انقلاب آتا ہے
 اور دہلی میں دکنی طرز کی شاعری رواج عام ہوتی ہے - "درد نامہ"
 اسے وقت میں تالیف ہوتا ہے جب دہلی میں اردو کا دیستان قائم

ہو چکا ہے اور مصنف نے اس سے اثر پذیر ہو کر اپنی اس نظم میں فارسی وزن متقارب مشن بحر و مقصور اختیار کر لیا ہے اور پرانے پنجابی وزن کو خیر باد کہہ دیا ہے ۔

دہستان دہلی کا برتو ”درد نامہ“ کے خاتمے میں بھی نظر آتا ہے جہاں مصنف نے رسول اللہ کی وفات پر چار مرثیے حضرت فاطمہ و حضرت عائشہ ، حضرت ابوبکر و حضرت عمر کی طرف سے لکھے ہیں اور ان کو دوہروں کے نام سے موسوم کیا ہے ؛ اگرچہ غزل کی طرز میں لکھے گئے ہیں ۔ ان میں تین مرثیوں میں فاطمہ اور ردیف کی پابندی کی گئی ہے جیسا کہ غزل کا دستور ہے لیکن پہلے مرثیے میں صرف ردیف پر قناعت کی گئی ہے ۔ فاطمہ کے ساتھ ردیف کا التزام در حقیقت دہستان دہلی کا برتو ہے ۔

میرے پاس ”درد نامہ“ کا جو نسخہ ہے ، وہ میرے دوست پروفیسر سراج الدین آذر ۔ ایم ۔ اے ۔ ایم ۔ او ۔ اہل کی ملک ہے ۔ ۱۹۶۰ء میں عبدالقادر نے اس کی کثابت کی ہے ۔ اس نسخے کے ایک سو سڑستہ صفحات اور ۱۶ سطروں منسلحہ ہیں ۔ کتاب کا نام دیباچے میں نہیں آتا ، البتہ خاتمے میں یوں آتا ہے :

بھد کا میں درد نسامہ کہا اسی درد میں جیو چامان دھا
سیب تالیف میں صرف اسی قدر لکھا ہے :

اللہی تکبر خودی کوہنج لے مسلمان محبوب عالم کسوں دے
کسے عشق سوں نعت احمد رسول دو عالم میں ہو جائے مقبول بھول
پہل بات حضرت کے ذکر کی لکھے ہر قسوت نسامہ نبی کا لکھے
آخری شعر میں اشارہ ہے کتاب کے دو حصوں کی طرف ۔ پہلے حصے میں رسول اللہ پر کفار مکہ کے مظالم اور ستم رانی کی داستان ہے ، دوسرے میں آپ کی وفات کا بیان ہے ۔ اس تقریب سے کتاب کا نام ”درد نامہ“ رکھا گیا ہے ۔ آخری حصہ یعنی ”قوت نامہ“ منسلحہ ۱۲۷ سے شروع ہوتا ہے ۔ افتتاحیہ شعر یوں ہے ۔

اوتھ اب آؤ محبوب عالم تنہا
چند کا کہہ فوت نامہ ہوکار

عبوب عالم کی زبان کی سری خصوصیات کے متعلق گذشتہ صفحات میں کافی اشارے ہو چکے ہیں۔ یہاں بعض نئے امور کا اضافہ کیا جاتا ہے۔

اردو میں ذوالحال کا حال دکھلانے کے لیے سن جملہ اور فعلی صورتوں کے ایک صورت 'دھرے ہوئے' 'رکھے ہوئے' یا جالی 'دھرے' اور 'رکھے' بھی مستعمل ہے۔ مثلاً :

'ہوٹ سر پر دھرے ہوئے' یا 'ہوٹ سر پر دھرے' : اس موقع پر "درد نامہ" میں ایک قدیم صورت 'دھروں'، 'کروں' وغیرہ ملتی ہے، مثلاً :

چند ایسی بیچ آئے گھروں اچھی خوب دستار سر پر دھروں
یعنی اچھی دستار سر پر دھرے۔

دوسری مثال :

چلے فاطمہ پاس ماتم کروں تسلی اسے دین اس کے گھروں
ماتم کروں یعنی ماتم کرتے ہوئے۔

معاوم ہوتا ہے کہ ضائر میں یہی تصریف کا قاعدہ جاری تھا، مثلاً ہم سے 'ہاں'، 'ہموں' اور 'ہمیں'۔ تم سے 'کان'، 'تمہوں'، 'تمہیں'۔ اور ان سے 'انہاں'، 'انہوں'۔ 'انہیں' آئے تھے۔ اس کتاب میں یہ تینوں شکلیں موجود ہیں۔ کمال بیانیہ محبوب عالم کی تصانیف میں نہیں ملتا۔ اس کی جگہ 'جو' آتا ہے :

کہا آپ حضرت نے تحقیق راز جو معراج مومن کی ہے یہ نماز
اس موقع پر چند اشعار جنگ احد کے بیان سے سنا تا ہوں :

ہوئی صاف جو دونوں طرف سے طیار ہوکارے چھڑوں طرف سے مار مار
ترنگوں کی پھرتنگ کہنہ بھی لگام ہوئی دنگ اس جنگ کی دھوم دھام
دھاندم گھاندم ہوئی پھر کر لیا ایک نہیں ایک کون گھیر کر

کہیں برجھیاں ترچھیاں ہانہ میں
کری سیل کی ریل اوت کھیل کر
شائبہ چلے تیرے تیر زور
لگے گرج بھاری گرج شور کر
بھئی ڈھار نروار اوت آب دار
لڑائی ٹھہری ایک قیامت اونہی
کہیں مست گھومیں صحابی کھڑے
سلمان اصحاب نے تیر کمر
ہوئے مرد کے مرد جب گھات میں
لیا مرد نہیں مرد کون پیل کر
کمر توڑ ڈاوری نہ زور کر
جیسے ہار صابن ہووے لوہ تار
قیامت کی اس بات چھاتی بھئی
کہیں گھاو کھاوے قریبی بڑے
لیا مار کفار کون چیر کمر

دوہرہ حضرت فاطمہ :

اس درد میرے کے اوپر سو لاکھ نیناں چاہیں
کوہل بیہا کوکلا دکھ دیکھ میرا رووے
[میں] درد ماں پر درد ہوں مکھ زرد ہو کر گرد ہوں
جو آئیں بیٹھیں سوہ کن دکھ دیکھ میرا رووے
جیسا سہا میں درد دکھ ایسا سلیمان پر جو ہو
سب دیو بریاں بھوت جن دکھ دیکھ میرا رووے
یہ آج دوزخ میں نہیں جو آج میرے تن لگی
غلام و جوراں جتنی دکھ دیکھ میرا رووے
ہر بات ماں لوہو بیسے ہر حال ماں چھاتی دے
جنگل پہاڑاں باغ بن دکھ دیکھ میرا رووے
سب رہن رووان اہکلی سکھ چین سووان نا بولی
سورج ستارے چاند بھی دکھ دیکھ میرا رووے
محبوب عالم فاطمہ دکھ اپنے میں ہوں کیا
سب ایسا اور اولیا دکھ دیکھ میرا رووے

۱۔ 'ٹٹھٹھا' یہ معنی ترتیب پانا ، تیار ہونا و سجانا۔ پنجابی میں
بھی مستعمل ہے۔ (مرتب)

یہاں ہمیں اس زبان کی خامیوں اور نقائص کی تلاش میں اپنا وقت صرف نہیں کرنا چاہیے بلکہ دیکھنا یہ ہے کہ ہماری زبان جب تقریر سے تقریر کے مدارج پر اورتا کڑنے لگی ہے ، اس وقت اس کی کیا حالت تھی ۔ اس سلسلے میں محبوب عالم و دیگر مصنفین کی تالیفات ہمارے لیے قیمتی دستاویزوں کا حکم رکھتی ہیں ۔ ان میں قدیم اودو کا گراں بہا سرمایہ محفوظ ہے جو اصول و قواعد زبان اور قدیم طریق تلفظ پر کافی روشنی ڈالتا ہے ۔

اب میں اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں اور اس قدر گزارش کرتا ہوں کہ محبوب عالم کی یہ تحریک ملک ہریانہ میں نہایت کامیاب اور بار آور ثابت ہوئی ہے ۔ متعدد اہل قلم ان کے ہم فہم ہیں ، مثلاً میر جملہ زلی ساکن ٹارنول ، ایل ٹارنول اور اکرم رشتکی المتخاص بہ قطبی جو ”تیرہ ماہ“ کے مصنف ہیں ۔ شاہ عبدالحکیم مصنف ”غواب نامہ“ و ”جہیز نامہ بی بی فاطمہ“ ، شاہ غلام جیلانی رشتکی مصنف ”جوبانی ہا“ اور مولوی شاہ ہد رمضان مہدی ، امام بخش تھانوسری اور دیگر اصحاب محبوب عالم کے بعد اس تحریک کو زائل رکھتے ہیں ۔ لیکن ان بزرگوں کا ذکر میرے آئندہ مضمون کا موضوع ہوگا ۔

(۴)

۳۔ اکرم رشتکی المتخلص بہ قطبی

ہندوستان میں شیعہوں کی ایک قابل اعتماد اور غیر معروف جماعت ہے جو اپنے آپ کو بنی اسرائیل کہتی ہے ۔ علی گڑھ ، سیپل ، رشتکی وغیرہ شہروں میں یہ لوگ آباد ہیں ۔ بنی اسرائیل کی وجہ تسمیہ ہمیں معلوم نہیں لیکن یہ عقیدہ کہ بنی اسرائیل یہودی النسل ہیں ، بالیناً صحیح نہیں ۔ قرین لباس یہ ہے کہ ان کے اجداد میں کوئی بزرگ اسرائیل نامی گزرے ہیں اور ان کی نسبت سے یہ قوم بنی اسرائیل کہلائی ۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ تعلقوں کے زمانے میں یہ لوگ بیرون ہند سے آکر یہاں آباد ہو گئے مگر تاریخوں میں ان کا

تذکرہ عہد جلال الدین اکبر سے بیشتر نہیں ملتا ، اس کے بعد البتہ خاص خاص موقعوں پر آتا ہے ، بنی اسرائیل میں تعلیم و تعلم ، علوم و فنون ، تصوف و سلوک ، نیز خوش خطی کا چرچا کم و بیش ہر زمانے میں رہا ہے اور بعض اوقات نامی آدمی بھی ہوئے ہیں ۔ طبقہ علما میں ایک بزرگ شیخ سعد اللہ بنی اسرائیل ہیں جو اکبر کے عہد سے تعلق رکھتے ہیں ۔ عبدالقادر بدایونی نے اس عہد کے مشاہیر میں ان کا شمار کیا ہے وہ انہیں شیخ اسحاق کا کوکا شاگرد بیان کرتا ہے اور لکھتا ہے کہ شیخ نے اپنی عمر کا اکثر حصہ درس و تدریس اور تقویٰ و طہارت میں بسر کیا لیکن جب شباب سے کہولت اور کہولت سے شیخوخت کی منزل میں قدم رکھتے ہیں اور ڈاڑھی سید ہو چکتی ہے ، ان میں ایک انقلاب آتا ہے اور کسی مطربہ پر عاشق ہو جاتے ہیں ، اور امور منیبہ کے سر تکب ہو کر زندانہ زندگی اختیار کر لیتے ہیں حتیٰ کہ شراب تک سے برہیز نہیں کرتے ۔ شیخ کے شاگردوں کو اس امر سے بہت صدمہ ہوا ۔ جس طرح شیخ صنعان کے شاگردوں نے اپنے استاد کی اصلاح کی کوشش کی تھی ، یہ لوگ شیخ سعد اللہ کی اصلاح میں مصروف ہو جاتے ہیں اور نوبت یہاں تک پہنچتی ہے کہ شاہی محاسب بھی ان کا شریک کار ہو جاتا ہے ۔ بالآخر شیخ نائب ہو کر بدستور قدیم اپنے مشاغل علمی میں مصروف ہو جاتے ہیں ۔ شیخ سعد اللہ صاحب کی تصانیف کثیر ہیں ۔ اسامی غزالی کی ”جوہر القرآن“ پر ایک شرح جو ان کی تصنیف ہے ، ان ایام میں بہت مقبول تھی ۔

بدایونی نے ان کا ایک اور واقعہ لکھا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل دراصل ہندو تھے ۔ وہ لکھتا ہے کہ ایک دن جلال الدین اکبر بادشاہ نے شیخ سعد اللہ کو خلوت میں بلا کر پوچھا کہ شیخ تمہاری قومیت کیا ہے ؟ شیخ نے جواب دیا کہ ہم جماعت نویسنده سے تعلق رکھتے ہیں جنہیں ہندی زبان میں کایت کہتے

۱۔ کایت = کایت (ہندی) = کایستہ (سنسکرت) ۔ مشہور ہے کہ کایستہ ، کھتری باپ اور شودر ماں کی اولاد ہیں ۔ (مرتب)

ہیں۔ بادشاہ ان کی صاف کوئی سے بہت محفوظ ہوا۔ ہدایہ کی الفاظ یہ ہیں :

”چون خلیفۃ الزمانی اورا بہ غلوت طلبدہ پرسیدہ اند کہ از کدام توسید گفتہ از نویسندہا کہ ایشان را بزبان ہندی کاتب می گویند۔ بادشاہ را این بے نکلی بسیار خوش آمد و صحیفے حمد داشتند۔“
(منتخب التواریخ، صفحہ ۲۹۶، نول گنور)

اگر یہ بیان صحیح ہے تو ظاہر ہے کہ بنی اسرائیل دراصل کاتبہ ہیں۔

بنی اسرائیل میں مجھ کو تین کاتب معلوم ہیں ! پہلے ابوالفتح بن شیخ محمد بنی اسرائیل ساکن کول جو ۱۰۲۰ھ (۱۶۱۱ء) میں دیوان حافظ کی کتابت کرتے ہیں۔ یہ نسخہ اب برٹش میوزیم کے کتب خانے میں ہے۔ ریو کی فہرست جلد دوم میں صفحہ ۲۹۹ پر اس کا ذکر آتا ہے اور نمبر ایڈ ۸۸۹ ہے۔

ادھا بنی اسرائیل کولوی ایک اور کاتب ہے جو سترھویں صدی عیسوی میں گزرا ہے۔ شاہ نامے کی پہلی جلد جو اس کے قلم سے نکلی ہے، انڈیا آفس کے کتب خانے میں موجود ہے۔ ایتھے نے اپنی فہرست میں صفحہ ۵۳۸ پر بذیل نمبر ۸۹۲ اس کا ذکر کیا ہے۔

محمد شریف بنی اسرائیل موسوی ساکن بلدہ کول جلالی تیسرا کاتب ہے جس کے ہاتھ کی ”مواہب علیہ“ نوشتہ ۱۰۹۷ھ ریو کی فہرست مخطوطات فارسی جلد اول صفحہ ۱ پر مندرج ہے۔ انشا نگاروں میں محمد امین بنی اسرائیل اپنی ”معجم الانشا“ ۱۱۳۹ھ میں پرمائش بلدہ چند تدوین کرتا ہے^۱۔ نعمت اللہ بنی اسرائیل کی ”انشائے نعمت“ بھی انڈیا آفس میں محفوظ^۲ ہے۔

آمدن پر سر قصبہ ! شیخ اکرم وھکی مصنف ”تیرہ ماہہ“ رھتک

۱۔ نمبر ۲۱۲۲ فہرست مخطوطات فارسی انڈیا آفس۔

۲۔ نمبر ۱۷۶۸ فہرست مخطوطات فارسی انڈیا آفس۔

کے بنی اسرائیلیوں سے تعلق رکھتا ہے ۔ وہ اپنے آپ کو شیخ زادہ بنی اسرائیل کہتا ہے ۔ چنان چہ تیرہ ماہے کا یہ شعر ہے :

بنی اسرائیل سب ہیں شیخ زادہ رہیں دھتک شہر از بس کہ سادہ

ہم اکرم کے حالات زندگی سے بالکل ناواقف ہیں ۔ صرف اتنا معلوم ہے کہ اس کا قتلصر قطبی ہے اور غالباً شیخ قطب الدین حبیب کا مرید ہے جو حضرت ابو صالح قطب کے تیسرے فرزند اور حضرت قبش کی اولاد ہیں جن کا قصبہ ساڈھورا میں سجادہ ہے ۔

قطبی ہڈے نصیب ڈھولا گھر میں پائیا
قطب الدین حبیب جن سے منگل گائیا

ایک اور موقع پر لکھا ہے :

گیا پھر میں قطب کے پاس دوڑا
کہ جن کا ہے وطن حضرت ساڈھورا

ابو صالح قطب کے تیسرے پوت
قبش اعظم جیو کے اولاد اودھوت

۱۱۳۳ھ مطابق ۱۳ جلوس پد شاہی میں اکرم نے ”تیرا ماسہ“ یا ”برم قصہ“ یہ نتیج ”بارہ ماسہ“ پد افضل نارنولی تصنیف کیا ہے ۔ کہتا ہے :

برم قصہ ہوا ہے آخر یارو	تیرا ماسا بھی اس کے تان بھارو
بارہ ماسا ہوئے تھا اور سب کے	تیرا ماسہ ہوا جا کر قطب کے
بکٹ افسانہ کا ہے یہ تو بھیا	دولوں کے تان چنا ہے دوی میا
اوسیں افضل کہ جس کا نانو گوبال	کیا ہے نارنولی صاحب حال
اسے قطبی کہ اکرم کر ہے مشہور	ز شعرو عالم ہر دو ہست معذور
ہزار و یک صد و چل ثلث دیگر	جو تھاتپ سن ہجری مشک اذ فر
پد شاہ کی ہے بادشاہی	لکا ہے سن تیرا از الہسی

دو مرتبہ اس نے اپنی عمر اڑتیس سال کی طرف اشارہ کیا ہے :

گنوائے سو بچ اور غفلت ماں الہتیس
بھنسا در دام آن شیطان ابلیس
دیگر

جو سن الہتیس میں ڈھولن ملاؤ
گویا سو لاکھ بندی کو چھو ڈاؤ

تیرا ماسہ بہ قنبح بارہ ماسہ قطبی کی ایجاد ہے ۔ ان میں اس قدر فرق ہے کہ بارہ ماسہ میں صرف بارہ مہینوں اور ان کے متعلقہ موسمی حالات کا بیان ہوتا ہے ۔ تیرا ماسہ میں لونڈ کا مہینہ بھی شامل کر لیا گیا ہے ۔ باقی مراتب میں بارہ ماسہ اور تیرا ماسہ بالکل ایک ہیں ۔

یہاں چند الفاظ بارہ ماسہ کے متعلق کہنے ضروری ہیں ؛ نظم کی یہ قسم اس کی موجودہ حالت میں خالص ہندی پیداوار معلوم ہوتی ہے اور ہندی جذبات کی حامل ہے ۔ بارہ ماسہ درحقیقت ایک فراق نامہ یا سرگزشت ہجران ہے ۔ ہندی میں چون کہ عورت عاشق اور مرد محبوب مانا گیا ہے ، اس لیے یہ سرگزشت اکثر عورت کی طرف سے بیان ہوتی ہے ۔ وہ اپنے محبوب کی جدائی کا ایک ایک مہینہ الگ الگ گنتی ہے اور خصوصیات موسمی کے ذکر کے ساتھ ساتھ اپنے جذبات عشقی اور کیفیت قلبی کو با حسرت و یاس ایک دل گداز پیرائے میں بیان کرتی ہے ۔ مثلاً ساون آنا ہے ، محبوب گھر نہیں ، سیاہ بادل آسمان پر محیط ہیں ، پیسا اس کو پی کی پاد دلاتا ہے ، کوئل کی کوک سے دل میں ہوک الہتی ہے ۔ اتنے میں مینہ برسے لگتا ہے ۔ ادھر یہ فراق زدہ طوفان گریہ شروع کر دیتی ہے ۔ یا مثلاً آسوج کا مہینہ ہے ، شہر میں دیوالی منانے کی تیاریاں ہر طرف ہو رہی ہیں ۔ دیوالی کی شب آن ہے ، کوچہ و بازار میں چراغاں کا عالم ہے اور گھر گھر میں چراغ روشن ہیں لیکن یہ دکھیاری اپنے تاریک گھر میں صبح پر منہ لیٹے بڑی ہے ؛ اندھیرے میں دم گھٹتا ہے ، کالجہ منہ کو آتا ہے ، گھبرا کر اللہ بیٹھتی ہے ۔ الغرض اسی طرح ہر مہینے کے تمام موسمی لوازمات بیان

ہوتے جاتے ہیں ۔ ادھر ساتھ ساتھ قصہ غم ہجراں بیان ہوتا رہتا ہے ۔ جب مہینہ ختم ہوتا ہے اور دوسرا مہینہ لگتا ہے ، نہایت حسرت کے ساتھ کہتی ہے ”لو یہ مہینہ بھی ختم ہوا اور محبوب گھر نہیں آیا ۔ جب اس طرح سے پورے بارہ مہینوں کا بیان ہو چکنا ہے کسی بشارت ، قال یا خواب کی تعبیر کی بنا پر سمجھ لیا جاتا ہے ، کہ اب وصال عنقریب ہونے والا ہے ۔ یہ دکھیا اپنے گھر لوٹتی ہے اور دیکھتی ہے کہ محبوب فی الواقع گھر آچکا ہے ۔ دوڑ کر اس کے قدموں میں گر جاتی ہے ۔ وہ کچے لگا لیتا ہے اور اہام جدائی ختم ہو جاتے ہیں ۔

بارہ ماسہ ہمیشہ نظم میں ہوتا ہے اور مختلف بندوں میں بحساب ماہ ہندی تقسیم ہوتا ہے ۔ ایک ایک بند میں ایک ایک مہینے کا مذکور آتا ہے ۔ بند کے آخر میں دواہرہ اکثر لایا جاتا ہے ۔ بعض وقت دواہرے کے ساتھ فارسی شعر بھی ہوتا ہے ۔ اگر دواہرہ نہیں ہے تو بند کے اوپر عنوان میں خالی مہینے کا نام لکھ دیا جاتا ہے ۔ سنسکرت میں بارہ ماسہ نہیں ملتا ۔ اس کے ادبیات کا اکثر و بیشتر ذخیرہ دیسی زبانوں میں پایا جاتا ہے جن میں برج ، اودھی ، پنجابی ، ہریانوی اور اردو قابل ذکر ہیں ۔ فی زمانہ بارہ ماسہ متروک ہو چلا ہے لیکن اب سے تیس سال پیشتر تک کافی مقبول تھا ۔ بے شمار اہل قلم نے اس پر طبع آزمائی کی ہے اور اٹھارہویں اور انیسویں صدی میں اس کا بے حد چرچا رہا ہے ۔ صرف ناگری پر چارلی سیبا کی سالانہ لہرسنوں سے ہمیں ذیل کے بارہ ماسہ نکلروں کے نام ملتے ہیں :

- (۱) سہاراجہ ہلیہدرا سنگھ (ٹاگو) ۱۸۲۱ء (۱۸۵۸ء) (۲)
- اومات - تاریخ نامعلوم (۳) راجہ دیوی سنگھ ۱۸۳۱ء (۴) کھیت سنگھ
- (۵) لڑھری داس بخشی ۱۹۳۲ء (۶) چمن کنھوری ، تاریخ نامعلوم
- (عورت) (۷) راجہ برتھوی سنگھ (۸) لال داس (۹) سندھو (۱۰) چند شاہ
- (۱۱) کبیر بھگت (۱۲) چمن گوہال - قریب ۱۷۷۶ء (۱۳) جواہر رای
- ۱۷۶۵ء (۱۴) خیرا شاہ (۱۵) رسال ۱۸۲۹ء (۱۶) ۱۸۸۶ء -

پنجاب یونیورسٹی کے کتب خانے میں :

(۱۶) جسودہائند (۱۷) سیوا داس (۱۸) بیساکھی مل (۱۹) مگن (۲۰) سری داس (۲۱) سنت داس -

بیر زادہ نجد حنیف کے پاس :

(۲۲) ہرلام (۲۳) بارہ ماسہ سنگرہ جس میں چار بارہ ماسے ہیں -
(۲۴) از مسرور ، تصنیف ۱۲۵۴ھ (۲۵) سردار خان -

میرے پاس حسب ذیل ہیں :

(۲۶) عبدالوہاب (۲۷) مقصود (۲۸) خیرا شاہ (۲۹) بینی مادھو
(۳۰) نجد الفضل (۳۱) اکرم - ۱۱۴۳ھ (۳۲) گریہا رام کایستہ بھٹاگر
ساکن قصبہ نرولی سنہ ۱۲۴۷ھ (۳۳) کبیر ۱۱۳۰ھ بہ فرمائش
چیرا سید مراد -

یہ شاید اتفاق ہے کہ اس فہرست میں وہی بارہ ماسے زیادہ قدیم
ہیں جو مسلمانوں سے تعلق رکھتے ہیں ، مگر ان سے قدیم وہ ہیں جو
گرتھ صاحب میں محفوظ ہیں ، اگرچہ ان کی تاریخ معلوم نہیں ہے -
یاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ بارہ ماسوں کا آغاز کس زمانے سے ہوتا
ہے ؟ آیا وہ خالص ہندوئی ہیں اور قدیم سے ہیں یا ان کی ایجاد میں
مسلمان ہاتھ ہے ؟ ہم اپنی موجودہ معلومات کی روشنی میں اس کا کوئی
قطعی جواب نہیں دے سکتے - لیکن بارہ ماسے کی ایک قدیم طرز ہمیں
خواجہ مسعود سعد سلمان کے دیوان فارسی میں ملتی ہے جو مروجہ حال
بارہ ماسہ کی اصل مانا جاسکتی ہے ، اگرچہ مضمون کے لحاظ سے مختلف ہے -
خواجہ مسعود کے ہاں نہ صرف بارہ ماسہ ہے بلکہ اس سے قریبی علاقہ
رکھنے والی دو اور بھی چیزیں ہیں - مثلاً اول تو ان کے ہاں بارہ ماسہ
ہے جسے وہ 'غزلیات شہوریہ' کے نام سے یاد کرتے ہیں - شہوریہ
بارہ فارسی مہینوں کے نام پر ہے ، یعنی :

فروردین - اردی بہشت - خرداد - تیر - مرداد - شہریور - مہر
آبان - آذر - دیے - بہمن - اسفندارمز -

گویا ان بارہ مہینوں کے نام پر بارہ غزلیں ہیں جو غناب وزن اور

ردیف و قافیہ میں ہیں۔ ہر غزل میں سات سات شعر ہیں۔ مطلع میں التزاماً بارہ ماے کی طرح مہینے کا نام آتا ہے۔ بعد کے اشعار موسمی کیفیت اور شراب کے ذکر سے شروع ہوتے ہیں اور بادشاہ کی مدح و دعا پر ختم ہوتے ہیں۔ ہر غزل میں ابوالملوک ملک ارسلان (۹۰۵ھ و ۹۱۲ھ) کا نام آتا ہے۔ ان غزلوں کی زبان نہایت سادہ اور سلیس ہے۔ اس شہور پہ سے میں ایک غزل جو ماہ اردی بہشت سے متعلق ہے، اس موقع پر نقل کرتا ہوں :

بہشت است گیتی ز اردی بہشت
حلال آمد ای مہ سے افدر بہشت
بشادی نشین و می لعل خواہ
کہ ہے سے نشینت زشت است زشت
ہراغ و بناغ و بکویہ و بدشت
زفر گراہماہ اردی بہشت
چندید گلزار و بگریست ابر
بنالید مرغ و بہالید کشت
ہے کلمہ پای کہ رضوانش یافت
ہے حلہ بینی کہ حوراش زشت
نو گوئی کہ ملک ملک ارسلان
گل و عنبر و مشکہ درہم سرشت
چہاندار شاہ کہ چرخ بلند
ہے ملکش ہکے عہد حکم نشین

(صفحہ ۲۸۱، دیوان، ۱۲۹۹ھ)

اس کے بعد خواجہ کے ہاں غزلیات ایامیہ فرس ہیں۔ چون کہ فارسی مہینے کے تیس دنوں کے نام علیحدہ علیحدہ ہوتے ہیں، یعنی اور مزدروز، بہمن روز، اودی بہشت روز، خورداد روز، سرداد روز وغیرہ، اس لیے ہر دن کے نام پر پانچ پانچ شعر کی ایک ایک غزل ہے جو شاہ ارسلان مذکور کے نام پر ہے۔ خورداد روز کی غزل یہاں نقل

گر دی جاتی ہے :

خورداد روز ، داد نباشد کہ بامداد
از لہو و خرمی نستانی زیادہ داد
از بادہ جوی شادی واز بادہ باش خوش
بے بادہ این جہاں صبا باد گیر باد
خاصہ کہ عدل شاد جہاں چوں بہشت کرد
درعای خرمی و ہنر بر جہاں کشاد
سلطان ابوالملوک ملک ارسلان کہ چرخ
گوید کہ تا بہر ملک ارسلان زیاد
دایم عزیز باد کہ دین است ازو عزیز
از ملک شاد باد کزو هست خلق شاد

تیسری قسم میں غزلیات اسبوعیہ یعنی ہفتہ واری غزلیں ہیں جو ہفتے کے ہر ہر دن کے ساتھ منسوب ہیں۔ غزلوں کی تعداد سات اور ہر غزل کے پانچ پانچ بیت ہیں۔ یہاں شنیچے کی غزل مذکور ہے :

زحل والی' شنبہ است ای نگار
مرا ایس چنیں روز بے سے مدار
زحل نیمہ رای است و تاریک جرم
تو خیز و می لعل روشن بہار
کہ امروز گیتی ہمہ روشن است
ز البیال و عدل شہ کاسگار
ملک ارسلان بہادشاہ کہ او
زمانہ فرور است و گیتی نگار
بہار و غزاں بہاد روز و شبیش
شبیش روز بہاد و غزانش بہار

اسی طرح خواجہ مسعود کے جان ہم دوازدہ ماہہ ، سی روزہ اور

ہفتہ واری نظمیں ہیں۔ دو چار ہوتے ہیں۔ اس صورت حالات میں اگر بارہ ماہہ کو مسائل ایجاد مانا جائے تو بچا ہے مگر ساتھ ہی یہ اس بھی قابل غور ہے کہ خواجہ مسعود اہراقی شاعر نہیں ہیں بلکہ ہندوستانی ہیں۔ لاہور میں پیدا ہوئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی اور پنجاب ہی میں مختلف مناصب پر سرفراز رہے۔ ان کی شاعری کا زمانہ ۱۶۹۹ء کے قریب سے شروع ہو کر ۱۵۱۵ء کے قریب ختم ہوتا ہے۔ ایران میں اس صنف نظم کا کہیں پتا نہیں چلتا، اس لیے دو صورتیں ممکن ہیں؛ ایک تو یہ کہ خود خواجہ مسعود ہی اس صنف کے موجد ہیں۔ دوسری یہ کہ ان ایام میں اس قسم کی نظموں کا دیسی زبانوں میں رواج تھا جیسا کہ ہمارے زمانے تک رہا ہے۔ اس صورت میں خواجہ مقلد ہیں اور بارہ ماہہ بے حد قدیم ہے۔ اردو زبان میں سب سے قدیم بارہ ماہہ مجد افضل کا ہے جو یقیناً سترہویں صدی عیسوی میں لکھا گیا ہے۔ اس کے بعد قطبی کے تیرہ ماہے کا بھر ہے جس کا پتا تبصرہ کہا جاتا ہے۔

اس کے نسخے نہایت کم یاب ہیں۔ مجھے صرف دو کا حال معلوم ہے۔ پہلا انڈیا آفس کے کتب خانے میں محفوظ ہے اور لہرست مخطوطات میں یہ ذیل نمبر ۳۹۳ شمارہ ۷ میں درج ہے۔ ۱۲۵۳ء میں عبدالکرم نے اس کی کتابت کی ہے۔

دوسرا نسخہ میرے پاس ہے جس کو عنایت اللہ ولد حافظ امام بخش ۱۲۷۹ء میں یہ مقام رھنک نقل کرتا ہے۔ تعداد صفحات بائیس اور ہر صفحے میں سترہ سطر ہیں۔

اس تیرہ ماہے کو دیکھ کر معاً یہ خیال ہمارے دل میں آتا ہے کہ ہریاتی زبان لفظی و دینی معاملات کی تنگنائے سے نکل کر مذاق عام کی شاعراہ پر قدم زن ہے۔ بارہ ماہہ وغیرہ قسم کی چیزیں عوام الناس میں بے حد مقبول ہوتی تھیں۔ لوگ انہیں زبانی یاد کرتے، پڑھتے اور گاتے پورے تھے۔ گیت اور لائق کے بعد ان کا بھر تھا۔

قطبی کا تیرہ ماہہ نہایت سہل اور عام فہم زبان میں لکھا گیا ہے۔ اس کا وزن وہی ہے جو مجد افضل کے بارہ ماہے کا ہے، یعنی بحر ہزج

میدس بخوف و متصور - اس کے داستانِ اجزا نہایت دکھتے پہنکتے اور بدسلوکی کے ساتھ بیان ہوئے ہیں - معلوم ہوتا ہے کہ یہ کہانی اصلی واقعات پر مبنی نہیں ہے بلکہ تخیل پر اس کا دار و مدار ہے - تیرہ ماہے کا قصہ مختصراً ہوں ہے کہ شاعر ایک دن کسی نیرتہ یا اشیان کے مقام پر نہانے کے لیے جاتا ہے - وہاں اسے ایک محبوب سرواقدام نظر آتا ہے - ناگنی زلفیں اس کے رخساروں پر کھیل رہی تھیں اور عبیری دولاٹی اوڑھے تھا - یہ محبوب جو جنس لطیف سے تعلق رکھتا ہے ، انہیں دیکھ کر مسکراتا ہے - ان کے خرم ہوش و خرد پر جلی کرتی ہے اور بے ہوش ہو جاتے ہیں - آج کل کا زمانہ بے اعتدالی کا زمانہ ہے ، آپ لوگ کب مانتے لگے ، اگر میں یہ کہوں کہ جناب شاعر تین ہوم تک برابر بے ہوش رہے ، مگر ان کا یہی بیان ہے - چنانچہ فرمایا ہے :

رہا دن تین تک بے ہوش و بے خود
آئی بھر جس کے بوجھے سرت اور سدہ
بٹھا اوٹھ کر دیکھا احوال اپنا
بجیا سب کسوں بھجدا گویاں اپنا

اور صحت کی کمر باندھ کر ہمارا مجنوں اپنی لیلیٰ کی تلاش میں نکلتا ہے - قصہ مختصر بعد خرابی بسیار ملاقات ہوتی ، وعدے وعید ہوئے اور گھر لے آئے - کئی سال تک نرد محبت کھاتے رہے - آخر فلک مکار نے نیا ہانسہ پھینکا - ان کا ایک رقیب بھی کہیں گھلت میں تھا - یہ گھر سے باہر کسی کام گئے تھے - وہ میدانِ غل پا کر آدھکا اور ان کی لائن کو یہ ہٹی پڑھائی کہ اے دیوانی تو کیا بھولی بیٹھی ہے - اس نے تو کسی اور محبوب سے بازی الفت نکالی ہے :

کہا محبوب میں تیں کیا بھولانا
تیں نے اس کا فکر اب کچھ نہ جانتا
اونے ایک اور سیتی بیت چوڑی
تسری الفت جو اپنے دل میں تسوڑی

لالہ نہیں بھول بھالی ، غصے اور حسد کی آگ نے اور بھی اندھا کر دیا ۔ رات کو موقع پا کر گھر سے چل دیں ۔ جب یہ واپس آئے دیکھا کہ پنجرہ خالی ہے اور مینا اڑ چکی ہے ۔ دوبارہ تلاش شروع ہوتی ہے ۔ سب کچھ چچ کر اور فقیر بن کر شہر شہر اور گاؤں گاؤں بھرتے ہیں ، تیرتھوں اور زیارت گاہوں میں جاتے ہیں ، دشت و صحرا کی خاک چھاتتے ہیں مگر محبوب گم گشتہ کا سراغ نہیں ملتا ۔ آخر تلاش سے تھک کر میدان میں ایک چھوٹی سی باندھ کر اس میں پڑ رہے اور تصور بار میں غور رہنے لگے ۔ اتنے میں برسات شروع ہو گئی اور اماڑ کا مہینہ لگ گیا ۔ یہاں سے ٹیرہ ماہ شروع ہوتا ہے ۔ میں یہاں اماڑ ہی بند نقل کرتا ہوں ۔ یہ یاد رہے کہ ہر بند کی ابتدا میں عنوان کے طور پر دو دو شعر سونٹھا کے لائے گئے ہیں :

آہا ماس اماڑہ فوج ستکاری نیہہ کی
کیسہں کیجھے ٹہاندہ سرہ اپہیں نہ کریہہ کی
ڈھولا بھرے بندس میں تنہا لاچار ہوں
کہو سوں لٹ لٹ کیس قطبی آہا مار ہوں

چلے دل بادلوں کے ماس اماڑہ
میرا جیوڑا لیا اون بیرہوں کاٹھ
سبھوں پہلے اکسر کسویل کسکئی
چو نمونق ژاڑ ان سوکن چکائی
آئے بہر انخرا چا دے نکارا
یہا بن حال کیا ہوگا ہمارا
اچانک توپ کی چوں وعدہ گرجا
کڑک اوس کی چو سن کر وعدہ لرجا
اوسے بہ رت کہناں سچ نکسی آئی
سیری برھن کے دونی آگ لائی

ہوئی ہر سات ماں ٹھنڈک کر رہی ہے
 میرے سینے لگے آتش کے نیچے
 ودھر تو اندے نالے چلائے
 ایدھر انکھیوں نے دو دریا چائے
 اودھر آساڈہ ہر سا دونگڑا کہن
 ایدھر جیڑ لائے برسی ہیں نندن
 اودھر امدی گھٹا بادل چہوں اوڑ
 ایدھر باندھا میری نینوں نے گھنگوڑ
 عجب حالت بیٹی بن یاو ہساری
 کہوں کسکے جو آگے پہ ہنہاری
 ایدھر آساڈہ پری چلہ کسر آیا
 اودھر ڈھولان نے گھر پردیس چھایا
 کوئی چا کر کہے یو میں کہانیں
 بھو ہے گی نہیں ہے بات سیاہیں
 جو کن دوق نے جا کر دوت لایا
 میرے تیرے بوٹر لونان چلایا
 ارے یہ دودھ کا بھسی کن رانی
 ہتھیلی بیچ سرسوں یوں جانی
 نجانوں کس طرح اب ہوئے میلا
 لگی تھی کس گھڑی اور کون میلا
 ارے قطبی کہاں تک ہوئے زاری
 مٹے نسانیں کاسی عمر خساری
 جو ہے پرواہ میں یہ بریت لای
 لکن ایسی لگی جو سب میں بھائی
 سمجھتا ان سمجھ یوں ہو گیا بیڑ
 اندیشے ماں چلا اب جات ہے جیڑ

کیا پیری لوگوں کا بیڑ نے ہانسا
 پنہایا جس کلیمیں پریم (کذا) پھانسا
 نہ آئے آپ ناک پتیاں پٹھائی
 نہ دو ہاتھان زبان کہہ بھجائی
 ارے آخر ہوا آسازہ سارا
 ملا نانیں اچیوں تک پریم یسارا

اسازہ کے بعد دوسرا مہینہ ساون ہے اور ساون کے بعد ایک اور ساون ہے جو لوہ کا مہینہ ہے۔ اس طرح جیسے تیرھواں مہینہ ہو جاتا ہے اور اسی بنا پر ظلم کا نام تیرہ ماہہ رکھا گیا ہے۔ ہمارا شاعر تیرتھوں تیرتھوں بھرتا، قطب کے پاس جن کا وطن ساڈھورا ہے، جاتا ہے۔ قطب صاحب کا نام قطب الدین حبیب ہے۔ قطب صاحب بشارت دیتے ہیں کہ تم اپنے گھر جاؤ اور وہیں محبوبہ سے ملاقات ہوگی۔ گھر پہنچے پہنچے یسا کہ ختم اور جیسے لگ جاتا ہے۔ گھر میں داخل ہونے ہی ہمارا عاشق سوداں اپنی محبوبہ کو سچ پر بیٹھا دیکھتا ہے۔ نہال ہو جاتا ہے، دھڑک کر اپنی آنکھیں اس کے قدسوں سے ملتا ہے اور پیچ پیچ کر روتا ہے۔ محبوبہ کلے سے لگا لٹی ہے۔ مدت کے بھڑے مل جانے ہیں اور اجڑا گھر بھر آباد ہو جاتا ہے۔

یساکہ کے بندہ میں شاعر نے مجاز کو حقیقت کا رنگ دیا ہے۔
 میں وہ بھی نقل کیے دیتا ہوں :

آئے گئے یسا کہ بیٹھے جو سر ناکہ ہیں
 جبر ہو گئی راکہ میرے بھاویں لاکہ ہیں
 ہو گئے بارہ ماں اچیوں نہ ظالم باہرے
 دیں دھا نہ ماں پیو کی ہوئی نہ ساہرے

۱۔ باہرے = پہنچے۔ پنجابی میں 'اوٹرنا' یہ معنی پہنچنا بھی اسی کی ایک شکل ہے۔ (مرتب)

اوسے بیساکہ من موہن کہاں رہے
 کئے ہیں کہا کوئی ہر لا مکاں رہے
 اگر ہر لا مکاں ہوں گے تو کیا ہے
 مجھے اس پاس بھی جاناں بیا ہے
 اگرچہ مجھ کوں قوت نا رہی ہے
 برہ نے توڑ کر دیہی دہی ہے
 کروں کیا بن دیکھیں مکہ کوں جو مرجانو
 نہیں دو جگ ماں مجھ کوں بھر کہیں لہانو
 جیسے یوسف کی بڈھیا ہو خریدار
 ہوئی مشہور انٹی لے نہیں نار
 خریداروں ماں اون نے ناٹو ہا ہا
 میں عاشق ہو کر آہا ہی گلاہا
 زلیخا کی ترنہد^۱ ہوری^۲ کہانی
 ہوا مجنوں تب لیلیٰ جو ہائی
 چلو اب جہوڑے ڈھونڈھیں دولارا
 بنائ ڈھونڈھن نیارے ہی بیارا
 اکسر السعی منی عسوالدہ نسو
 ز مھنت پس چہرا درمالدہ نسو
 بہروں چھوں^۳ دیس کر جوگن کا بھسا
 یا اوں جے عاقبت تیرا ہی دھسا
 کرو ہم لمن اقرب کو صحن رہے
 وہی ہے سب جگان حاضر وہی رہے

۱ - یعنی طرح (مرتب)

۲ - باؤلی (مرتب)

۳ - بہروں چھوں (یعنی بہری ہوں) راجستھانی انداز ہے (مرتب)

ارے لوگو سہمی چمک میں جوہا
 مجھے بادل بنے میں تھا بھوہا
 میرا دلدار تھا میرے ہی گھر ماتہ
 بیٹھا ایک بات کے اولہے تھا پنہاں
 میرے وہ عشق کا بیورا جو لے تھا
 صریحاً جان کر [لے] تھا جو دے تھا
 پہلے میں تیرتھوں اور جگ لیا پھر
 کہیں پایا نہیں ہارا میں آخر
 گیا پھر میں قطب کے پاس دوڑا
 کہ جن کا ہے وطن حضرت ساڈھورا
 ابو صالح قطب کے تیسرے پوت
 تمہیں (کذا) اعظم جیو کے اولاد اودھوت
 مجھیں اونہوں میرے گھر مان بتایا
 اونہاں میں میں گھروں کو پھر آیا
 ہوا یسا کہ آخر آوے گھر
 اگرچہ اوڈ چلا تھا لائے کے ہر
 ارے قطبی صبح کو ہوی میلا
 صبر کر ایک شب پھر اور اکیلا

اکرم نے اس فرائض کو نہایت سیدھی سادھی زبان میں لکھا
 ہے۔ جذبات و خیالات کی ادائیگی میں اس نے سگڑیے اور خوش مذاق
 سے کام نہیں لیا ہے؟ نہ زبان کو سنوارنے اور شاعری کا ہنر دکھانے
 کی کوشش کی ہے؛ جیسی اس عہد کی بولی ٹھوٹی تھی اور بول چال
 میں آتی تھی، شاعر نے اسی بولی میں اپنا مطلب ادا کر دیا ہے۔ صوفی
 الفاظ کی پروا نہیں کرتے، معانی کو دیکھتے ہیں۔ ہمارے شاعر کا بھی
 مقصد حقیقت ہے نہ مجاز۔ علاوہ ازیں شمالی ہندوستان میں یہ عہد
 اردو کے ارتقا کی ابتدائی منزل ہے اور اس وقت حسن ادا، رنگینی بیان

کی توقع کرنا خود بخود ہاری نا سمجھی ہے ۔ ہمیں اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ دہلی کے قرب و جوار میں جو ابتدائی ادبی کوششیں ہو رہی تھیں ان میں اکرم کا یہ فرائیہ ایک خاص امتیاز کا مستحق ہے ۔ وہ ایک ایسی تالیف ہے جس کی تاریخ تصنیف اور مصنف کے وطن سے ہم واقف ہیں ۔ خود شہر دہلی میں ابھی تک سناتا ہے اور کوئی ادبی کارنامہ نظر نہیں آتا ۔

میں اس وقت تیرا ماسے کے سری پہلو کے متعلق کچھ نہیں کہتا چاہتا ، اس لحاظ سے وہ بالکل محبوب عالم کی زبان کے مطابق ہے ؛ حتیٰ کہ وہ نادر شکل ، کرون ، دھروں ، جو محبوب عالم کے ہاں ہم دیکھ چکے ہیں ، اکرم کے ہاں بھی موجود ہے ، مثلاً :

”کلیجہ ہاتھ پکڑوں گھر کوں آیا“ یعنی ہاتھ سے کلیجہ پکڑے اور یہ شکل بھی موجود ہے مگر آخر میں غنہ کے ساتھ : شعر

دونوں اوڑوں سوں ناگن زلف چھوڑیں

دولائی عجبیں کی سر سر اوڑھیں

یعنی چھوڑے اور اوڑھے ۔

فارسی عربی الفاظ میں کالی تصرفات نظر آتے ہیں ۔ یعنی نثارہ = ’نکارہ‘ ۔ لرزے کی ماضی ’الرجا‘ ۔ نیزہ = ’نیجا‘ ۔ اندیشہ = ’اندیشا‘ کوزہ = کوز ، شرمندہ = شرمند ، شاد = شادا ، نصیب = نصیبی ، رزاقی = رجاتی ، متمکر = متنی ، شائق = شوی ، انظاؤ = انظاوی ، ہجو = ہجو ، ہے ۔ محکم بر زخم پاشیدن کا ترجمہ کیا ہے : ع

میرے زخموں کے اوپر لون لایا

علاوہ بریں رضہ کی طرز کے نا مکمل فارسی جملے استعمال ہوئے ہیں ۔ مثال : ع

گوہا املی ندی از ہر کنارے

مٹے شش پنج دلی در ہمہ حال

وزان پس ایں فلک مکرہ مکرے

دیکھو :

دیکھو :

دیگر : مراغت زین بکھاو دکھ چلن ہے

کبیں کبیں ہندی کی ضرب الامثال بھی ملتی ہیں :

(۱) ہتھیل میں سرسوں جانا - مصرع :

ہتھیل بیچ سرسوں یوں جانی

(۲) ایک ہاتھ سے نالی نہیں پیتی - مصرع :

نہیں ایک ہاتھ کی تاری جو باجی

(۳) پیاسا کنوئیں کے پاس جانا ہے ، کنواں پیاسے کے پاس نہیں آتا - شعر :

پیاسا پاس کنوے کے گیا ہے

کوا پیاسے کے پانا نہیں آیا ہے

مضمون کی طوالت کے خوف سے میں اکرم کے تیرے مایے کی دیگر خصوصیات سے دست کشی ہونا ہوں اور شاہ عبدالعظیم کی طرف توجہ کرتا ہوں ۔

۴ - شاہ عبدالعظیم

حضرت صدیق اکبر کی اولاد میں سے ایک بزرگ شیخ کمال الدین بنی سیستان میں آکر آباد ہو گئے ۔ ان سے چھٹی پشت میں شیخ قوام الدین تغلقوں کے دور میں وارد ہندوستان ہوئے ۔ حضرت نظام المشائخ نظام الدین اولیا سے بیعت کی اور سند خلافت حاصل کر لی ۔ دربار شاہی سے آپ کو منصب نضا سپرد ہوا اور رہنک کا علاقہ جاگیر میں مرحمت ہوا ۔ آپ کے باپ فرزند تھے جن میں سب سے بڑے قاضی انتظار الدین تھے ۔ ان سے چھوٹے مولانا کبیر الدین تھے ۔ یہ دونوں رہنک سے ترک سکونت کر کے مہم میں آئے ۔ مولانا کبیر الدین مہم کے میں عدل مقرو ہوئے اور ان کی اولاد میں خطابت و عدالت کا عہدہ موروثی ہو گیا ۔ آپ سے چھٹی پشت میں شیخ محمد سلیمان ہیں جو میں عدل ہوئے کے علاوہ حاکم شرع بھی تھے ۔ مولانا محمد سلیمان کے پوتے مولانا سیف اللہ ہیں جن کے پوتے حضرت شاہ کمال اللہ اور شاہ لطیف اللہ ہر دو برادر ہیں ۔ شاہ کمال اللہ منصب پنج ہزاری پر ممتاز تھے اور

لاہور میں کتاب خانہ شاہی کے کتاب دار - آپ کی ملاقات ایک بزرگ میر ایوب بدخشی سے ہوئی ! ان کی باتوں کا ایسا اثر ہوا کہ منصب و ملازمت ترک کر کے اور دنیوی تعلقات سے دست بردار ہو کر میر ایوب کے ہاتھ پر بیعت کر لی اور چھوٹے بھائی شاہ لطف اللہ کو اپنا جانشین بنا دیا - ۱۱۵۵ھ میں شاہ کمال اللہ انتقال فرماتے ہیں - حضرت شاہ کمال اللہ نے ہریاتی زبان میں کوئی نہ کوئی تصنیف اپنی یادگوار چھوڑی ہے لیکن ابھی تک اس کا سراغ نہیں چلتا (روضۃ الرضوان صفحہ ۱۶۰، ۱۲)

حضرت شاہ عبدالحکیم شاہ لطف اللہ کے فرزند اور شاہ کمال اللہ کے بھتیجے ہیں - سال ولادت ۱۱۲۱ھ ہے اور تاروی نام غلام الایوب و فیض گوہر ہے - جب شاہ کمال اللہ نے بھتیجے کی ولادت کا مژدہ سنا بہت خوش ہوئے اور بیچے کو اپنے پیر کی غلامی میں منسوب کر کے اس کا تاروی نام غلام الایوب رکھا - میر ایوب بدخشی نے عبدالحکیم نام دیا - چنانچہ آپ نے اسی نام سے شہرت پائی - شاہ کمال اللہ نے آپ کی تربیت کی اور سلسلۂ نقشبندیہ میں بیعت لے کر سند خلافت عطا فرمائی - شاہ کمال اللہ کی ولادت کے بعد آپ نے دنیوی تعلقات سے ہاتھ کھینچ لیا اور گھر کے اٹالہ و نقد و جلس کو راہ خدا میں صرف کرنا شروع کیا - ہر بجائے سے خلق خدا کی خدمت میں حصہ لینے - ایک دفعہ ملک میں سخت قحط پڑا اور لوگ بھوکے مر رہے تھے - آپ نے خلق اللہ کی امداد کی غرض سے ایک مکان بنوانا شروع کیا - دن کو جس قدر مکان تیار ہوتا آپ کوئی نہ کوئی نقص نکال کر رات کے وقت اس کو گرا دیتے - اس بجائے سے ایک عرصے تک محتاجوں اور ناداروں کی امداد کرتے رہے - ۱۱۵۷ھ میں آپ حضرت خواجہ عبدالپاری اوسی مدنی کے مرید ہوئے اور ۲۰ جمادی الثانی کو دوشنبہ کے دن ۱۱۸۷ھ میں بعارضۂ بنار انتقال فرمایا اور اپنے والد شاہ لطف اللہ کے بائیں اندرون صلیبہ زیر حویلی واقع مہسم دفن ہوئے - (روضۃ الرضوان صفحہ ۱۶۱، ۲۸)

آپ کی تمام تصانیف کا پتا نہیں چلتا مگر جن کے نام معلوم ہیں یہ ہیں :

(۱) ”نسخۂ کمال ایوبی“ جس میں حضرت شاہ کمال اللہ اور ان کے مرشد میر ایوب بدخشی کے حالات و ملاقات درج ہیں ۔

(۲) ”رسالۂ علم القرائنی“ بڑیان فارسی ۔

(۳) ”خواب نامہ“ بڑیان ہریانہ ۔

(۴) ”چہیز نامہ“ بڑیان ہریانہ ۔

ان کے علاوہ دیگر متفرق نظمیں بھی حضرت غوث الطہرین و دیگر بزرگان دین کی مدح میں لکھی ہیں ؛ ہمیں یہاں ”خواب نامہ“ اور ”چہیز نامہ“ سے تعلق ہے ۔

خواب نامہ پیغمبر

فہرست کتب خانۂ اودہ میں اسپرنگر نے اس کتاب کا ذکر کیا ہے اور پچھ جیون کی تصنیف مانا ہے (فہرست صفحہ ۶۱۷) ۔ لیکن یہ صحیح نہیں ہے ۔ میرے پاس مختلف شہادتیں ہیں جن کی رو سے یہ کتاب شاہ عبدالحکیم کی تصنیف قرار پاتی ہے :

(۱) میرے پاس ”خواب نامہ“ کا جو نسخہ ہے اس کے خاتمے میں عبارت ذیل درج ہے ۔

”این کتاب خواب نامہ صلی اللہ علیہ وسلم من تصنیف مقبول رب الکرم شاہ عبدالحکیم بد تاریخ یازدہم ذیقعد ۱۰۳۹ھ بد دستخط زنت بیٹہ برآگندہ عاصی بر معاصی احقر العباد من عباد اللہ شیخ عنایت اللہ ولد شیخ حافظ امام بخش متوطن دہلی در شہر رھتک صورت احصا یافت ۔“

گویا عنایت اللہ اپنے شاہ صاحب کی تصنیف مانتا ہے ۔

(۲) ”رولۃ الرشوان“ موسوم بد ”تذکرۃ الرمضان“ میں

”خواب نامہ“ و ”چہیز نامہ“ حضرت شاہ عبدالحکیم کی مصنفات ہیں

شار ہوئے ہیں (صفحہ ۵۸)۔ شاہ مجدد رمضان شاہ عبدالحکیم کے ہوتے ہیں اس لیے تذکرہ نگار کو جو اسی خاندان کے ایک فرد ہیں، شاہ عبدالحکیم کے حالات و مصیقات کا صحیح علم ہو سکتا ہے۔

(۴) لیکن سب سے اہم وہ شہادت ہے جو اصل رسالے یعنی ”غواب نامہ“ میں درج ہے۔ اس میں مرقوم ہے کہ یہ کہانی اصل میں فقیر رومی نے بہ زبان فارسی لکھی تھی اور عبدالحکیم نے اس کی ہندی کر دی ہے، چنانچہ :

یہ کہانی خوش کہی رومی فقیر کرم اپنے میں توں انکا دستگیر
فارسی ماں تھی کہانی بہ کہی ہندی میں چاہنا اوسکی میں
ہندی اس کی کری عبدالحکیم کرم کر اپنا تو اس پر اے کرم
اس شہادت کی بنا پر ہم اے شاہ عبدالحکیم کی تصنیف مانتے ہیں۔
غواب نامہ کل آٹھ صفحے کا رسالہ ہے جس میں فی صفحہ اٹھارہ
سطریں ہیں۔ اس کا اقتضا ہی شعر ہے :

شکر حق کہتا ہوں پہلی بات ماں شرم میری راکھیو ہر بات ماں
خاکمے کا شعر یہ ہے :

بہار میں رہ اے بندہ سب خلاق ہیں
بہار کرنا ہے خدا سب خلاق ہیں

غواب نامہ نیم مذہبی ادبیات ہے تعاقی رکھتا ہے۔ اس میں جناب رسالت مآب صلعم کے ایک خواب کا بیان ہے کہ ایک شب آپ عبادت الہی کے لیے حسب معمول بیدار نہیں ہوئے اور صبح تک سوئے رہے۔ اس پر فرمان الہی عتاب کے لہجے میں نازل ہوا۔ آپ عالم یاس میں گھر چھوڑ کر ایک چاڑ کے غار میں مقیم ہو گئے اور رات دن خدا کی جناب میں گریہ و زاری میں مصروف رہے مگر دریائے رحمت الہی جوش میں نہیں آیا۔ ہر چہار اصحاب رسول نے بازی باری اپنی عبادت است نبی کے بخشوانے کے لیے پیش کی مگر مقبول نہیں ہوئی۔ آخر حضرت باطمین تشریف لائی ہیں اور سر کھول کر درگاہ خداوند بے نیاز میں

دعا کرتی ہیں۔ آپ کی دعا قبول ہوتی ہے اور سرور کائنات کو آپ کی امت کی بخشش کا مزدہ پہنچتا ہے۔ آپ شاداں و فرحان واپس اپنے گھر تشریف لاتے ہیں۔ اس کہانی کے واسطے مصنف نے لکھا ہے کہ درویش روم نے اسے فارسی زبان میں لکھا تھا۔ یہ ظاہر اس سے مراد مولانا روم ہیں۔ میں نے اصل مخط کی تلاش میں مشنری معنوی پر سرسری نظر ڈالی لیکن ایسی کوئی حکایت نظر نہیں آئی جو ”غواب نامہ“ کی اصل قرار دی جاسکے۔ میرے پیش نظر نول کشور کی مطبوعہ مشنری تھی۔

”غواب نامہ“ کی زبان حبیب عالم و اکرم کی زبان کے مقابلے میں نہایت سہل اور آسان ہے۔ اس میں ٹوہفہ ہندی الفاظ بہت کم لائے گئے ہیں اور زبان اس عہد کی اردو کے نہایت قریب آگئی ہے۔ اگرچہ ہرمانی کی اکثر خصوصیات موجود ہیں۔ فعل مضارع و مستقبل میں جمع غائب کا فرق نمایاں ہے، مثلاً مضارع :

امتان پیاری لکھ مجھ آپ میں

اور مستقبل :

کس طرح جھوٹانگے اس میں عام خاص

اس زبان کی ایک خصوصیت یہ ہے کہ اس میں الفاظ کے صحیح تلفظ کی مطلق پروا نہیں کی جاتی۔ لفظ کو توڑ مڑوڑ کر وزن کا تاجہ کر لیا جاتا ہے۔ میں اس کی ایک دو مثالیں دیتا ہوں۔ مثال اولیہ میں بلھے اور جوان کے لفظ زیر نظر ہیں :

امتان تیری بلھے یا جوان ہوں

ان عذابوں سے کبھی غالی نہوں

آنے والی مثال میں تشدید کا استعمال ملاحظہ ہو :

دیکھ لیا کچھ نہوٹا کڑکسر

”کہا“ کا استعمال :

کہا اے بابا ترا کیا حال ہے

’ہر روز‘ کی مثال :

آؤں ہے ان پہاڑوں سے ہر روز

جہاں ”خواب نامہ“ کے خانے سے کچھ ایات دے جاتے ہیں تاکہ سمونہ معلوم ہو جائے۔ مصنف نے ان اشعار میں شیخ ابراہیم بن ادھم بلخی (متوفی ۵۲۹ھ) کی ایک حکایت نقل کی ہے جو دوستی دوستان خدا کے اخلاق پہلو پر روشنی ڈالتی ہے :

شاہ ابراہیم ادھم ایک رات دن
تھا خدا کی یاد میں سب جان تن

دیکھتا کیا ہے فرشتہ ہے کھڑا
لکھتا ہے کاغذ کے اوپر کچھ کھڑا

پوچھا کیا کرنے گیا کچھ کام توں ؟
جب فرشتہ نے کہا بتلائی دوں

نام اوسکے دوستوں کا میں لکھا
کیا نہیں اصحاب اور کیا اولیا

جب کہا میرا بھی اس میں نام ہے ؟
کہا کچھ نامہ ہے نہ ٹھانوا نہ کانو ہے

رو پڑا ادھم جو ایسی بات سوں
کہا حق آگے جو اپنے دھیان سوں

جو نہیں ہے نام میرا اے خدا
دوستوں کی دوستی ماں رکھ سدا

دوستوں کی دوستی مجھ دل سے
بات میری ساتھ ہے توں مان لے

حکم حق آیا فرشتے کسوں نہیں
نام اس کا لکھ سرے ہر توں ابھی

جو کوئی ہے دوست میرے دوست کا
دوست ہے جو دوست ہر دے دوست کا

دوست میرا جہانکسر کسر دوستی
میں بھی رکھنا ہوں اسی میں دوستی
یار میں وہ اے بندہ سب خلق میں
یار کرتا ہے خدا سب خلق میں

۵ - شاہ غلام جیلانی رھتکی

شاہ عبدالعکیم کے حالات میں شیخ قوام الدین اور ان کے دو
فرزند قاضی افتخار الدین اور مولانا کبیر الدین کا ذکر اس سے پیشتر
آچکا ہے۔ شاہ غلام جیلانی قاضی افتخار الدین کی اولاد سے ہیں۔
قاضی صاحب کے فرزند شیخ عابد الدین قصبہ مہم میں قاضی و مفتی و
محاسب تھے۔ ان کے بعد یہ عہدہ ان کے خاندان میں موروثی رہا۔
شاہ غلام جیلانی کے والد شاہ پیر الدین الشہر بہ اوحہ شاہ پہلے
شخص ہیں جو مسند قضا ترک کر کے معرفت و ساوک کے سجادے
پر قدم رکھتے ہیں اور احتساب خلق سے منہ موڑ کر احتساب نفس
میں مشغول ہو جاتے ہیں۔ یہ خاندان قدیم سے ہریانے میں دینی برکت و
علمی روایات کا علم بردار رہا ہے۔

شاہ غلام جیلانی کا سال ولادت ۱۱۶۵ھ ہے۔ آپ ابھی خورد سال
ہی تھے کہ آپ کی والدہ ماجدہ انتقال فرما گئیں۔ اس واقعے کے بعد
آپ اپنے ماموں کے ہاں پررب چلے گئے اور وہیں تعلیم و تربیت پائی۔
ماموں بڑے امیر تھے۔ انہوں نے نہایت محبت سے ان کی پرورش کی اور
جب بڑے ہوئے، ان کی قابلیت اور تدبیر کو دیکھ کر انہیں اپنا نائب
بنا دیا اور چاکیر و فوج کا سارا کام سپرد کر دیا۔ لیکن شاہ صاحب
نے اس وقت بھی اپنے پدر بزرگ وار کی روایات کو قائم رکھا، یعنی
دن رات عبادت الہی میں مصروف رہتے۔ چنانچہ دوستوں نے آپ کا
نام قطب رکھ دیا۔ جب ماموں کا انتقال ہو گیا آپ چار ہلشوں کے افسر
بنا دیے گئے۔ آخر وہ وقت آیا جب آپ تعلقات دنیوی سے تنگ آ گئے اور
ملازمت سے استعفا دے کر وہاں وطن چلے آئے اور بہت جلد والد ماجد
سے خرقہ فقر حاصل کسر لیا۔ اس کے علاوہ دہکسر بزرگوں سے بھی

اجازت نامے حاصل کیے۔ ۱۲۰۵ھ میں والد کے انتقال کے بعد آپ حرمین شریفین تشریف لے گئے اور حج و زیارات سے مشرف ہو کر مع الخیر وطن آگئے۔ آپ کا دوسرا سفر بغداد و کربلائے معلیٰ تک ہوا اور بعد واپسی وطن ہدایت خلق اللہ میں مشغول ہو گئے۔ ۱۲۳۵ھ میں بخار و درد شکم میں مبتلا ہو کر سترھویں شوال کو جمعے کے دن وفات پائی۔

فارسی و ہندی میں متعدد تصنیفات آپ کی یادگار ہیں۔ بعض کے ما ذیل میں مذکور ہیں :

- (۱) "لطائف السلوک" : یہ تصوف کا ایک رسالہ ہے۔
- (۲) "شرح فارسی چوہانہا" : ہندی چوہانوں یا رباعیوں کی شرح ہے اور چھپ چکی ہے۔
- (۳) "اسناد الانجار" : جن سلسلوں سے آپ کو نسبتیں تھیں ان کے شجرے ہیں۔ ۱۲۲۰ھ کی تالیف ہے۔
- (۴) "رسالۃ طریق الہدیٰ"۔
- (۵) "رسالۃ اعمال الامراض"۔
- (۶) "اثبات وحدت الوجود"۔
- (۷) "رسالۃ واجب ممکن"۔
- (۸) "رسالۃ زیۃ السالکین"۔
- (۹) اس کے علاوہ بارہ عم کی مختلف سورتوں کی تفسیریں بھی لکھی تھیں۔

ان تالیفات سے ظاہر ہے کہ آپ کا وقت دینی خدمت گزاری بالخصوص تافہن و تعلیم تصوف میں صرف ہوا ہے۔ ہم کو ان کے باقی کارناموں سے قطع نظر کر کے جو اکثر فارسی میں ہیں، جہاں ان کی ہندی چوہانوں پر تبصرہ منظور ہے جولسانی حیثیت سے براہ راست ہمارے موضوع سے وابستہ ہیں۔ یہ چوہانوں ٹھٹھ ہرہائی زبان میں لکھی

کئی ہیں اور فن کی رو سے ان پر نظر ڈالتے ہوئے بلا تامل کہا جاسکتا ہے کہ وہ ایک بلند پایہ شاعری کی حامل ہیں۔ ہندوستان میں ہندی گو شعرا کے طبقے میں ایسے پاکیزہ خیالات و شریف جذبات کے ترجان بہت کم شعرا ہوئے ہیں۔ کبیر اور بالھے شاہ کے ساتھ ان کا نام بھی لیا جاسکتا ہے۔

موضوع کے لحاظ سے یہ رباعیاں طالب صادق کے لیے درس تلقین ہیں، جن میں طلب مرشد کامل، تجوید و تفرید، طلب صادق، عشق کامل، استغراق و محویت و دیگر مراتب عرفان کے متعلق ہدایات دی گئی ہیں، مگر ان میں ایسا عنصر بھی موجود ہے جس سے عوام بھی منتفع ہوسکتے ہیں۔ ان رباعیوں کی امتیازی شان یہ ہے کہ ان کا آخری مصرع بالعموم کسی نہ کسی ضرب المثل پر آکر ختم ہوتا ہے۔ دوسری خصوصیت یہ ہے کہ اجاز و اختصار کی پیچرین مثال ہیں اور اسی لیے مصنف کو ان کی شرح کی ضرورت محسوس ہوئی جس کا ذکر اوپر آچکا ہے۔ ۱۳۱۶ء میں انیسور رھنگی نے ان کی اردو شرح موسوم بہ ”لائون سلوک“ لکھی ہے اور یہ شرح میرے پیش نظر ہے۔

رباعیوں کا نمونہ دینے وقت میں مناسب سمجھتا ہوں کہ چلے ہر رباعی کا مختصر سا مطلب بیان کر دیا جائے اور بعد میں اصل رباعی نقل کسر دی جائے تاکہ ان کے مطالب کے سمجھنے میں دلت نہ ہو۔

دلیا کی مذمت : کہتے ہیں کہ س دنیا ہر کون اعتبار کر سکتا ہے۔ جب دیکھا جاتا ہے کہ ہمیں اس سے کیا نفع حاصل ہوا تو نتیجہ صبر نکلتا ہے۔ وہ صرف نمائش اور دکھاوے کی ہے، لیکن ہر حال میں بے فیض۔ ٹیسو کو دیکھتے نہیں جب پھولتا ہے کسی قدر خوش آئند اور خوش نما نظر آتا ہے مگر ہمیشہ بے پیر ہے۔ بالفاظ دیکر دنیا دیکھنے کی ہے برتنے کی نہیں :

ایسے جگہ کو کو ہنساوے جب ڈھونڈے جب کچھو نہ پاوے
دیکھن کا ہرٹ ہے اوت ٹیسو پھولے سدا نہ ہوت

لورغیب عمل : جو کچھ کرنا ہے ابھی کر لو ، کہیں موقع حاصل ہے ۔ اگر موقع کہو دیا تو کف افسوس ملتے وهو گئے ۔ زمانہ بھاری عمر عزیز کو لحظہ بہ لحظہ اور دم بہ دم گھٹانا چا رہا ہے ۔ یاد رکھو جب کولہو کٹتا ہے تو اس کی موکری بنا کرتی ہے ۔ کولہو سے رس اور نل تیار کیا جاتا ہے ؛ اس سے مراد استطاعت عمل نیک ہے ۔ موکری سے خالی کھوٹیاں ٹھوکی جاتی ہیں ؛ اس میں اشارہ ہے سر بیٹھے اور افسوس کرنے کی طرف ، یعنی اگر نیک عمل کا وقت کہو دیا تو سر پیشا اور افسوس کرنا پڑے گا ۔ کہتے ہیں :

کمر لے جو کچھ کرنا ہو بھر نرا پھٹانا ہو
بہ جگ تیرا چہن چہن چہنے کولہو کٹے اور موکری بنے

اعمال نیک و بد : بھارے اعمال اگر نیک ہیں تو بہشت مقام ہے ۔ اگر برے ہیں تو دوزخ لٹکانا ہے ۔ جیسا ہونگے ویسا کائوگے ۔ نیک عمل کو آفرین اور بد عمل کو بھنکار ہے :

بھلی کرے تو سرگ ہساوے بوخی بری ترک لے جاوے
جیسا ہواوے ویسا لے دھرم جسے اور ہاپ چھے

اصلی اور لالی پیر : جب شہر عشق کی گدڑی پکڑ گئی ، کم مایہ بنے سیاہ بن بیٹھے ، اوچھی ہوئیں سے دکان آرائی کی ۔ وہی مثل صادق آئی کہ اندھوں میں کانٹا راجا :

جب ہم نکر کی اوچڑی بیٹھ سگرے بنے ہو گئے سیٹھ
اوچھی ہوخی ہوا ہٹاؤ اندھوں بہتر کٹتا راؤ

ہادی کی ضرورت : سالک کو تنہا جانے میں ہشک جانے کا خطرہ ہے ۔ نابینا تنہا جاتا ہے اور گورگر پڑتا ہے ۔ لغزشوں اور غلط رویوں کے بعد رہبر کامل تلاش کر ۔ ٹوٹی گاڑی تو بڑھنی کے دروازے پر ہی لانی جاتی ہے :

آپ چلے تو بھلا چلے اندھا دوڑے گور گور پڑے
بھون بھٹک کے کرو سنوار گاڑی ٹوٹی کھسائی دواو

جھوٹے بیروں کی مذمت : فرماتے ہیں کہ شیخ فاقی نام دکھا کر
 پر بنے ہیں ۔ مرید بناتے ہیں اور انہیں پھکاتے ہیں ۔ زبانی جمع خرچ
 سے راہ معرفت ملے کرانے کے مدعی ہیں اور عمل میں پیادہ ہیں ۔ ان
 بیروں کی مثال ایسی ہے جیسے کوئی اناڑی ٹائی ہو اور بجے کا سر چھیل
 کر دکھ دے :

ٹاؤ دکھا کر گرو کہاوے چہلے پکڑے اور پھکاوے
 جوگ کا مارگ باتوں کیلئے اناڑی ٹائی سر کو چھیلے
 شغل عبادت اور مرشد کی طلب : جب تک شیخ کامل ملے ، بے کار
 نہ ہو ، اپنا وقت عبادت الہی میں گزارو ۔ دیکھتے نہیں بیٹا خالی نہیں
 بیٹھتا ، اور کچھ نہیں تو ہاٹ ہی تولتا رہتا ہے :

جب لگ کر ہے بھینٹ نہو دسرات سکھ سے مت سو
 کچھ تو کر میرے سہا پیارے ٹھالا بیٹا ہاٹ ہی ہڈاڑے
 پیر کے ارشادات سے تساہل : جب ہادی کامل مل جائے ، لازم
 ہے کہ اس کے ارشاد و تلقین پر مستعدی سے کار بند رہو ۔ ایسا نہ ہو
 کہ اس کی ہدایات پر تساہل سے کام لو ورنہ بد نصیب رہو گے :

جب لگ نہو گرو کا ساتھ کیسے ہاوے ہر کی بات
 گرو ہاوے اور ہو سیلا کم بختی کا آلا گھیلا
 اسی بحث کو جاری رکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ شیخ کی ہدایت
 کو دل کے کانوں سے سنو اور غور کے ساتھ ان پر عمل پیرا ہو ۔ اگر
 وہ بال رنگنے کا حکم دے تو بال رنگ لو ۔ قاعدہ ہے کہ انسان جس
 ملک میں جاتا ہے اسی ملک کے اوضاع و اطوار اختیار کر لیتا ہے ۔
 خواجہ حافظ فرماتے ہیں :

مجھے سجادہ رنگیں کن گرت پیر مفاں گوید
 کہ سالک بے غیر نبود ز راہ و رسم منزلہا

==

کہتے ہیں :

گھر کے باہر جی سے سن ہر دے چہن چہن پورا کن
اس کے کہنے رنگ لے کیس جیسا دیس ویسا بیس
لعل ابرو : تمہارے اندر ایک چور ہے ، جیسے بنے اس کا زور
توڑو ۔ جب اس کا زور ٹوٹے گا تب راہ راست پر آنے کا ۔ مال حرام
حرام میں جانے کا :

ایک ہے تیرے اندر چور جہاں ملے بل اس کا توڑ
ٹوٹے جب وہ سیدھا بن جا ہاپی سال پراہت جا
خصائل ذمہ : دشمنان باطنی یعنی حرص و شہوت و غضب وغیرہ
تعداد میں بے شمار ہیں اور سب تیری مخالفت میں متحد ہیں ۔ ان
سے کسی وقت امن میں رہے گا جب انہیں سولی دے دی جائے ۔ یہ
سب رھزن ہیں اور سب کی ایک زبان ہے :

کوٹ کے پیری گئے تھ جان کام پڑے ہر سب مل جان
مجھے جیسی جب دہوے سولی چوروں ٹولی ایک ہی بولی
صفات مفسوسہ کا علاج ریاضت ہے : یہ باطنی دشمن جھوٹی باتیں
بد بنا کر مجھے بہاد کرتے ہیں اور تیرے قلب کو ورغلائے ہیں ۔
ریاضت کر اور انہیں راہ راست پر لا ۔ مار کے آگے بھوت بھاگتا ہے :

جھوٹی باتیں تجھ کو کھوویں اندر تیرے سب مل موہیں
کشش کرے تو ہو جاں ساہی مار کے آگے بھٹسا ناچے
ریاضت و مجاہدہ : مجاہدے کے بغیر راہ معرفت نہیں ملتی اور اند
چل کہ اہل قافلہ سے جا ملے ۔ یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ
اضاعت افعال کی جو اب بتقاضائے افانیت اپنی طرف کر رہا ہے ، ترک
کر دے اور توفیق الہی شامل حال ہو :

بن کشی نہ سارگ ملے یہاں تک چل جو سنگ جا رہے
ہوگے تب جب کرتب چھوٹے ہلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹے
طلب صادق : راہ خدا میں طلب صادق ضروری ہے ۔ نادان دوڑے گا
اور گمراہے گا ۔ حصول مراد میں دیر لگنے سے مت گھبرا اور صبر سے

کام لے ۔ ہر چیز اپنے اپنے وقت پر ہوتی ہے ۔ پہلے کودوں ہوتی ہے
اور پھر دھان ۔

عبادت میں اچھا نہیں دوڑ چسلا
جو آگے بڑھے ہیں وہ پیچھے رہے ہیں

بوری دھن کا بوری کرے سورکھ دوڑے گر گر بڑے
دن بیتن کا مت کر گیان پہلے کودوں ہاچھے دھان
دل پیار و دست بکار : سراپہ کرو اور توجہ الی اللہ سے کام لو
اور عشق الہی کی شراب پیئے رہو ۔ آہستہ آہستہ سمجھاری رسائی ہوگی ۔
بے صبر مت بنو ، تیل اور تیل کی دھار دیکھو :

ہر سے گیان لگا اور جی مدھوا اس کا چپ چپ ہی
دھیرج دھیرج ہاوے ہار دیکھ تیل تیل کی دھار

عبادت کی غرض و غایت : کہتے ہیں عبادت کا مقصد قرب الی اللہ
ہونا چاہیے نہ نعیم جنت ۔ بہشت کے لیے عبادت عاشق صادق کے نزدیک
جہنم سے بدتر ہے :

طاعت میں تا رہے نہ می و انگویں کی لاگ
دوزخ میں ڈال دے کوئی لیے کر بہشت کو

جنت کے واسطے ترک دنیا ایسا ہے جیسے کوئی شخص دلبہ دے
کر بیٹھا لے ۔ ایسا شخص عشق حقیقی کے ذوق سے نا آشنا ہے ، خود
نافس ہے اور دوسروں پر نکتہ چینی کرتا ہے :

ہر کو بھیجے اور مانگے سرگ ہر ہی جانے اس کو ترک
چھوڑے دنبہ لیوے بیٹھا ناچ لہ جانے آنکن ٹیڈھا

عبادت خالص : عبادت میں سالک کے لیے خلوص شرط ہے ۔
وسال حق اور قرب جنت دو مختلف راستے ہیں ۔ دورنگی چھوڑو ،
ایک رنگ ہو جاؤ ورنہ سمجھاری وہی کیفیت ہوگی جو دھوی کے کتے کی
ہے ! گھر کا ہے اور نہ گھاٹ کا :

ایک رنگ ہو ہی کن چلے دھیرے دھیرے ہر سے ملے
دبدا میں من جاوے بھاٹ دھوی کا کتا گھر نہ گھاٹ

سالک کی راہ میں دشواریاں : وصولی الی اللہ کا راستہ آسان نہیں ہے ، اس کی منازل کتنی ہیں ۔ جب منزل مقصود پر پہنچ جاؤ ، تب جانو کہ فائز المرام ہوئے ۔ ورنہ اس راہ میں قدم قدم پر دشواریاں حائل ہیں اور خطرہ سامنے کھڑا ہے ۔ ان منازل میں اکثر ایسا ہوا ہے کہ اونٹ چڑے مسافر کو کتنا کاٹتا ہے ۔ آپ لوگوں کو مرزا غالب کا شعر یاد ہوگا :

دام ہر موج میں ہے حلقہ صد کام نہنگ
دیکھیں کیا گزروے ہے قطرے پہ گہر ہوئے نک

لیکن شاہ صاحب کہتے ہیں :

ہر کو مارگ سیج نہ جان ہروی بڑے نب لاگے دھیان
تس ہر ڈر ہے کھائے باٹے اونٹ چڑھے بھی کتنا کاٹے

جاذب و استغراق : جو شخص عشق الہی میں غرق ہے وہ مادی دنیا سے بے تعلق ہو جاتا ہے ۔ نہ اس پر کسی کی تعریف کا اثر ہوتا ہے نہ تنقید کا ۔ وہ اپنے حال میں مست ہے ، نہ سون سوکھا اور نہ بھادوں ہرا :

جس کی دھن ہر سالہ لگے بھر وہ سب سے ٹوٹ رہے
ناں کبھی چکنا ناں کبھی رو کھا سون ہرا نہ بھادوں سوکھا

محویت حقیق : جب محبوب کی دھن ہے تو بھر زمانے کے گرم و سرد اور راحت و غم کی تمیز باقی نہیں رہنی چاہیے ۔ جب ناچنے نکلے ہو تو بھر حیا کسی :

جب دھن لاکے ہے کے سنک تتا سیلا ایک سی رنگ
بھر کیا سوچھے ایسا وپسا ناچن نکلی گھولکٹ کیسا

دیگر ہر باتوی اہل قلم

اب ہم چوبائیوں سے رخصت ہو کر دوسرے امور کی طرف توجہ کرتے ہیں ۔ یہ مضمون اس قسط میں ختم نہیں ہوا اور مراد

اس قدر موجود ہے کہ ایک اور لفظ کے لیے کافی ہے مگر یہ خوف طوالت آج اسی پر اکتفا کی جاتی ہے۔ البتہ یہاں مختصراً ان اہل قلم کا ذکر کر دیا جاتا ہے جو اس مضمون میں شامل ہونے سے رہ گئے ہیں۔ ان میں سب سے زیادہ معروف اور محترم شخصیت شاہ محمد رمضان شہیدؒ کی ہے۔ وہ ہرمانہ دہس کے صحیح معنی میں معالج اور عادی ہیں۔ ان کی عملی زندگی کے کئی پہلو ہیں یعنی فنی، روحانی، اصلاحی، اور ادبی۔ آخر الذکر حریت کی تفصیل کے لیے علیحدہ مضمون کی ضرورت ہے۔ میں یہاں ان کی ہریانی زبان میں تالیفات ۲ کے نام درج کرتا ہوں۔

(۱) "آخرگت" : "قیامت نامہ" کی طرز کی مثنوی ہے۔ ۱۲۲۱ھ اس کا سال تصنیف ہے جیسا کہ اس کے نام سے ظاہر ہے۔ مولوی محمد ساکن لکھنؤ کی نے اس کا ترجمہ یہ اضافہ بعض مضامین پنجابی زبان میں کیا ہے اور "احوال الاخرۃ" نام رکھا ہے۔ آخرگت ۱۸۸۵ء میں مطبع غامی دہلی میں چھپی تھی۔

(۲) "بلبل باغ محمد" : ۱۲۲۶ھ کی تالیف ہے۔ اس مثنوی میں

۱۔ شہادت ۱۲۳۰ھ مطابق ۱۸۲۵ء (مرتب)

۲۔ ان کے علاوہ مندرجہ ذیل کتابوں کے نام منظور الحق صدیقی صاحب نے دیے ہیں :

(۱) قصیدہ اسماء کا ہریانی زبان میں ترجمہ و تشریح۔

(۲) بوڑھی بیاض۔

(۳) فتاویٰ مجدی (ہریانی نظم میں)

(۴) رسالہ رمضان (علم ثرائف سے متعلق)

(۵) رسالہ برق لامع (ہریانی نثر میں)

(۶) رسالہ رد روافض (فارسی نثر میں)

نصیب سے کو چھوڑ کر باقی پانچ نام "روضۃ الرضوان" مولفہ مولوی عبدالشکور صاحب سہمی سے نقل کیے گئے ہیں۔

"ہادئ ہرمانہ" - صفحہ ۱۴ (مرتب)

چہل حدیث قدسی و نود و نہ اسمائے باری تعالیٰ کے معانی اور دیگر نکات مفیدہ درج ہیں ۔

(۳) 'رنگیلی' : ہندی بحر میں ایک چھوٹا سا رسالہ ہے جس میں اہل معرفت کے لیے ہدایات ہیں ۔

(۴) 'عقائد عظیم' : مذہبی مسائل پر ایک تالیف ہے جو چھپ بھی گئی ہے ۔

(۵) 'نصیحت نامہ' : بچوں کے لیے اخلاقی کتاب ہے ۔

(۶) 'وصیت نامہ' ۔

ایک اور اہل قلم امام بخش تھانیسری ہیں ۔ تھانیسری مختص ہے اور مختلف منظوم دینی رسالوں کے مصنف ہیں ۔

نوابان جھجھر کے دور میں ایک شاعر شیخ غلام نبی نازولی ہیں ۔ وہ نواب فیض محمد خاں (۱۸۱۳ء و ۱۸۳۵ء) کی سرکار میں بہ مشاہرہ ۶۰ روپیہ ماہوار ملازم تھے اور ٹیڈ ، ٹھہری ، بارہ ماہہ ، خیال و کبت میں مہارت رکھتے تھے ۔ شیخ نے "راگ مالا" بہ زبان ہندی لکھی ہے (تاریخ جھجھر ، صفحہ ۲۱۳ ، ۱۸۶۶ء) ۔

اسی عہد میں مہم میں ایک بزرگ غلام حسین چشتی ہیں ۔ ہریانی زبان میں ایک راگ مالا ان کی یادگار ہے اور مہم مختص ہے ۔ ہیں زادۃ محمد حنیف کی بیاض سے جہاں ان کے کلام کا سمونہ دیتا ہوں ۔ (ایک خدی عورت کا کیت)

برج رہا سارا دیس ری میں ایک کمالی
ساس بھتیرا میں سمجھانی دیور اتاری پاگ ری
سمرا چھوہ کیا بھتیرا جیٹھ اٹھانی سانگ ری
میں ایک کمالی

۱۔ غالباً اسی کا ہریانی نام 'ادب چھوکرہ' ہے ۔ مختصر منظوم رسالہ ہے ۔ (مرتب)

ند بھاج کی لاج گنوائی سیندھک کھول مانگ ری
کلی کلی میں ناچن لائی ایسی لائی لاج ری
میں ایک نمانی

پنلت ہو جہت سگن مناوت مٹھا اڑاوت کاگ ری
ان ہاپی نے ایسی کینی نین لکا گیو بھاگ ری
برج رہا سارا دیس ری میں ایک نمانی

ہریانہ زبان میں گیت بھی کثرت سے ملتے ہیں۔ بعض ان میں سے
تاریخی دل چسپی کے ہیں اور واقعات عصری پر روشنی ڈالتے ہیں۔
میں جہاں اسی قسم کا ایک گیت سناتا ہوں جو مسٹر ولیم فریزر
اور سروں^۱ سے متعلق ہے۔ یہ صاحب دھولی کے ریویڈنٹ تھے اور
۱۸۳۵ء میں قتل کیے گئے۔ یہ قتل سیاسی نہیں تھا۔ اور شاعر مشہور
نواب مرزا خان داغ دھلوی کے والد نواب شمس الدین خان والی
فیروز پور جھڑکا اس قتل کے سلسلے میں ماعوذ ہوئے اور پھانسی کی
سزا پائی۔ یہ گیت ہر حال میں ۱۸۳۵ء سے قبل چوڑا گیا ہوگا۔

سروں

۱۔ دھر کلکتہ سے چلا فریدن ہاتھوں پیر منائے
رب جانے ہاتھوں پیر منائے
پانچ مقام دلی میں کر کے چھٹا گنگا نے کڑوں
رب جانے چھٹا گنگا نے کڑوں
دھولے کتوں پر تپو تانا سروں ملتی نہا
رب جانے سروں ملتی نہا
کلی کلی چڑاسی پھر گئیے گھر گھر تھانے دار
تسرا مریو تھانے دار

۱۔ سروں اس ہندو جاتی کا نام ہے جسے فریزر نے اغوا
کیا تھا (مرتب)

کسے فریدن گم سے دے من لے سارا گم
 ترا مرہو سارا گم
 جو کوئی سرون بھال لگاوے ہاتھی دوں انعام
 رب جانے ہاتھی دوں انعام

۲۔ کسی پری نے بھال لگائی سرون کھیت کو جانے
 رب جانے.....
 سر ہر چھڑا ہاتھ بادراتی ہاجرہ کائن جانے
 تیرا مرہو.....
 ہاجرہ کائن سرون پکڑی درستی ڈھونگے ماہ
 تیرا مرہو.....
 سرون رو رو گل ستاوے ہنس ہنس ٹالے تھانہ دار
 ترا مرہو.....

۳۔ ہاتھ ماں یلوا یلواے میں سس گندھاون جانے
 کنگھی
 رب جانے.....
 ایسا تو سر میرا کوئندہ ٹائی کے منسوب لہریے کھائے
 ترا مرہو.....
 نایاں کے گھر سرون بیٹھی باہر پکڑے تھانہ دار
 سرون رو رو گل ستاوے ہنس ہنس ٹالے تھانہ دار

۱۔ اس گیت کا قلمی نسخہ جناب منظرورالحق صدیقی ہرولیسر
 کینٹ کالج حسن ابدال کے پاس ہے جیسا کہ انہوں نے اپنی کتاب
 ”ہادی“ حریانہ“ میں بیان کیا ہے۔ انہوں نے اس کے باج بند نلل کسے
 ہیں۔ چوتھا اور پانچواں بند درج ذیل ہیں : (بقایا حاشیہ صفحہ ۱۸۰ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۱۷)

۴۔ انا ملتا کوند دے نائی کے ٹھاڈا لیو جای

ترا مریو.....

مانا ہے تو مل دے نائی کے پھر کیا ہو قریاء
 بھائی بھیناں سب تو مل گئے امی چند ملتا نام
 کام گنکا نے سو سو پسو امی چند آوتا جا

ترا مریو.....

۵۔ دھرق کا بیٹھنا چھوڑ دے ری سرون ،

مولڈھے کا بیٹھنا لے

اوڈھنی کا اوڈھنا چھوڑ دے ری سرون ،

ٹوپ کا پہنا لے

گھکرا آنکی پہرنا چھوڑ دے ری سرون ،

حائے کا پہرنا لے

چمکا بیٹھنا چھوڑ دے ری سرون ،

کانا بجانا لے

سرم لاج کو چھوڑ دے ری سرون ،

ہاتھ مٹلاتا سیکھ

”ہادی“ ہریانہ“ صفحہ ۴۲ - (مراٹھ)

اشاريد

مقالات شيرازي (جلد دوم)

(مرتبہ گوهر نوشاھي)

شخصيات

۱	۲
ابراهيم ۳ ۲۷۷، ۲۷۸، ۲۳۵ -	آيرو، بيان مبارک ۱۳۲، ۱۳۵ -
ابراهيم بن ادهم بلخي، شيخ	آدم ۳ ۳۰۹، ۳۱۰، ۳۳۹ -
۳۰۵ -	آدمين مہدوی ۱۴۷، ۲۱۵،
ابراهيم سرھندي، حاجي ۱۶۳ -	۲۲۱، ۲۲۲، ۲۲۸، ۲۳۰،
ابراهيم سيد ۲۵۶ -	۲۳۱، ۲۳۳، ۲۳۵، ۲۳۶ -
ابراهيم شيخ ۱۹۶، ۱۹۸ -	آرزو، سواج الدين علي خان ۹۰،
ابراهيم عادل شاه ۵۷ -	۱۳۳، ۳۶۰، ۳۶۱، ۳۶۲،
ابراهيم لودھی ۵۶ -	۳۶۳، ۳۶۵ -
ابوالفتح ۳۸۵ -	آصف الدولہ، ثواب ۵۷، ۵۵ -
ابوالفضل ۱۰، ۱۲، ۱۳، ۱۵،	آصف خان ثاني، مير جوشي ۱۶۳ -
۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۱۹،	آصف خان، عین الدولہ ۵۷ -
۲۱، ۲۲، ۲۹، ۶۰، ۷۰،	آمنہ بيبي ۱۴۹ -
۸۳، ۷۱ -	ابدال ترين ۱۳۷ -
ابوالثيث سمرقندی ۳۳۸ -	

- ابوبکر صدیق ۳۸۰ / ۳۸۰ -
 ابو صالح قطب ، حضرت ۳۸۶ / ۳۸۶ -
 ۳۹۸ -
 ابو طالب ۳۳۳ -
 ابو یحییٰ صاحب ۱۵۲ -
 ابو موسیٰ صالح ۷۳ -
 ابو نصر فراهی ۱۱۷ -
 ائیل تار نولی ۳۸۳ -
 احسن الله حافظ ۱۲۳ / ۱۲۵ -
 ۱۲۷ -
 احمد امام شیخ ۱۹۰ -
 احمد شاه قند ، مولانا ۱۵۳ -
 احمد علی سیب ، مولانا ۳۳ -
 احمد نظام شاه ۱۵۲ -
 اخا ملک ۱۲۹ -
 اختر قاضی ۷۸ -
 ادویس ۳۳۱ -
 ادھا بنی اسرائیل گولوی ۳۸۵ -
 اوسلان شاه ۳۹۰ -
 اوسلان ملک ۳۹۰ / ۳۹۱ -
 اردن ، ولیم ۱۳۱ / ۱۳۳ / ۱۳۸ -
 ۱۳۱ -
 امیرنگر ۶۷ / ۸۹ / ۹۵ / ۹۷ -
 ۳۶۵ / ۳۶۶ / ۳۷۰ / ۳۷۷ -
 ۳۰۲ -
 اسحاق ۲۸۳ -
 اسحاق کاکو ، شیخ ۳۸۳ -
 اسحاق لاهوری ، مولوی ۱۲۲ -
 اسد ۲ -
 اسدالله ، حافظ پد ۲۳۱ / ۲۳۹ -
 اسدالله جیو ، کیشان شیخ ۳۹۹ -
 اسدالله غالب ۲۰۳ -
 اسکندر ارمی ۵۱ -
 اسلام خان ۳۳ -
 اسلام شاه ۱۹۹ -
 اسماعیل ۱۱۹ -
 اسماعیل بن برهان ، نظام شاه ثانی ۱۶۱ -
 اسماعیل قاضی ۸۱ -
 اسماعیل صفوی ، شاه ۶۲ -
 اسماعیل ، میان ۱۸۱ / ۱۹۶ -
 اشرف خان ۱۵۵ -
 اشرف خاندوی ، میان ۱۵۹ -
 اعتمادالدوله ۳۳ -
 اعظم خان ۱۳۱ -
 اقتضوالدین ، قاضی ۳۰۰ / ۳۰۶ -
 افضل ۲۶ / ۶۷ / ۶۸ / ۶۹ / ۹۵ -
 ۹۶ / ۱۱۶ / ۲۵۳ / ۲۹۰ -
 ۳۸۶ -
 اکبر ، جلالالدین ۱۰ / ۱۱ / ۱۱۲ / ۱۱۳ / ۱۳۱ / ۱۵ / ۳۱ -
 ۳۵ / ۳۶ / ۵۵ / ۵۹ / ۶۰ -
 ۶۱ / ۷۰ / ۷۱ / ۷۲ / ۷۳ / ۷۴ / ۷۵ / ۷۶ / ۷۷ / ۷۸ / ۷۹ -
 ۸۱ / ۸۳ / ۹۵ / ۱۳۶ / ۱۶۳ -
 ۱۶۶ / ۱۶۷ / ۱۶۸ / ۱۶۹ -
 ۱۷۰ / ۱۷۹ / ۱۸۰ / ۱۸۱ / ۱۸۲ -

- امین گجراتی ۳۰۵ -
 امین محمد صاحب ۱۵۲ -
 انارالدین ، ملا ۱۵۹ -
 انور رهنکی ۳۰۸ -
 انوش ۲۹۹ -
 اوجہ شاہ ۳۰۶ -
 اورنگ زیب عالمگیر ۵۳ ، ۲۱ ،
 ۵۳ ، ۵۵ ، ۶۹ ، ۷۰ ، ۹۷ ،
 ۱۲۱ ، ۱۶۲ ، ۱۹۷ ، ۳۵۳ ،
 ۳۵۸ ، ۳۵۹ ، ۳۶۵ ، ۳۶۶ ،
 ۳۷۲ -
 اورنگ زیب شاہ ۳۶۶ -
 اومادت ۳۸۸ -
 اویس ۱۶۳ -
 اویس قرنی ، حضرت ۲۰۹ -
 ایتھے ۳۸۵ -
 ایوب ۳۲۳ -
 ایوب بدخشی ، م۔ ۳۰۱ ، ۳۰۲ -
 ب
 بابر ، ظہیر الدین محمد ۱ ، ۲ ،
 ۳ ، ۴ ، ۵ ، ۶ ، ۹ ، ۵۵ ، ۵۶ ،
 ۷۰ ، ۷۱ ، ۷۶ -
 باجن ، شیخ ۷۲ ، ۷۷ ، ۲۵۰ ،
 ۲۶۰ -
 باجے راؤ ۱۶۲ -
 بایزید فقیر ۲۳۶ -
 بچتر خان ۵۰ ، ۳۹ -
 ۱۸۷ ، ۳۵۶ ، ۳۸۳ -
 اکرم ۳۸۹ -
 اکرم رهنکی ، شیخ ۳۸۳ ، ۳۸۵ ،
 ۳۸۶ ، ۳۹۸ ، ۳۹۹ ، ۴۰۰ ،
 ۴۰۴ -
 الخ بیگ مرزا ۹۱ ، ۹۲ -
 الخ خان معظم ہلین ۳۵۲ -
 اللہ داد دھاریوال ، میان ۶۱ -
 اللہ داد سرحدی ، شیخ ۸۳ -
 اللہ دادی ، بی بی ۱۵۱ ، ۱۵۶ -
 الیاس ۳۳۱ -
 الیاس مولوی ، شیخ ۱۵۵ -
 امام بخش تھانیسری ۳۸۳ ، ۳۹۵ -
 امام بخش ، حافظ ۲۹۲ -
 امام بخش ، شیخ ۳۷۳ ، ۳۷۸ -
 امتوا ۹۷ -
 امجدالکریم ۱۷۳ ، ۱۷۵ -
 امر سنگھ ، رانا ۳ ، ۲۳ ، ۳۴ -
 امید ۱۱۹ -
 امیر ۹۰ ، ۹۱ ، ۹۴ -
 امیرالدین ، میان ۲۳۶ -
 امیر تیمور ۳۶ -
 امیر خسرو دہلوی ۴۰ ، ۷۲ ،
 ۷۶ ، ۸۷ ، ۸۸ ، ۸۹ ، ۹۰ ،
 ۹۳ ، ۱۱۸ ، ۱۳۱ ، ۱۳۳ ، ۱۳۱۳ ،
 ۳۶۳ -
 امیر خسرو ثانی ۶۹ -
 امیر سنجر ، خواجہ ۱۷۱ ، ۱۷۲ ،
 ۱۷۳ -

- بختیارا ہائی - ۲۳۶ -
 بدرالدین شاہ - ۳۰۶ -
 بدیع چند - ۳۸۵ -
 بدعا جی - ۲۰۵ -
 بدیع صاحب ، قاضی - ۱۵۲ -
 برنگ خان - ۵۱ -
 برہان ، شیخ - ۱۸۷ ، ۱۸۶ ، ۱۸۷ -
 ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ -
 برہان الدین ملک - ۱۵۲ ، ۱۵۳ -
 برہام - ۵۱ -
 بکرما جیت ، راجا - ۳۸ -
 بلاس - ۵۰ -
 بلال - ۲۱۷ -
 بلین - ۳۵۲ -
 بلوہرا سنگھ ، سپہاراجا - ۳۸۸ -
 بلقیس ، مانکھ - ۲۸۳ -
 بلھے شاہ - ۳۰۸ -
 بنیامین - ۲۷۱ -
 بندہ علی خان باسطلی ، نواب - ۱۳۶ -
 بدن ، بیبی - ۱۵۵ -
 بہادر شاہ گجراتی - ۳۸ -
 بہارامیل ، راجا - ۲۸ -
 بہرام - ۶۷۲ -
 بہرام سقا بخاری یا ماوراء النہری - ۷۸ -
 بہلول - ۷۲ -
 بہلول لودھی - ۱۳۹ ، ۱۵۱ -
 بہوج خاٹا - ۳۳ -
 بہرام - ۸۳ ، ۸۴ -
 بے نوا سناسی - ۱۳۰ ، ۱۳۱ ،
 ۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۸ ، ۱۳۹ ،
 ۱۴۰ -
 ۱۴۵ -

پ

- پیر کنوری - ۳۸۸ -
 پیرین خان - ۳۹ -
 پیرتاپ سنگھ - ۸۸ -
 پیرتھوی سنگھ ، راجا - ۳۸۸ -
 پیرسرام - ۳۵۱ -
 پرویز ، شاہزادہ - ۳۴ -
 پلنگ - ۱۸ -

ت

- تاج خان سالار - ۱۵۲ -
 تان ترنگ خان - ۳۹ -
 تان سین ، میان - ۳۸ ، ۳۹ -
 تھین - ۱۴۸ -
 تولک ، میر - ۱۷۹ -
 تیمور ، امیر - ۳۹ -
 تیمور شاہ ، درانی - ۱۳۷ -

ٹ

- ٹیپو سلطان - ۱۶۴ -
 ٹینی من - ۹۷ -

ث

ثبات الہ آبادی ۱۳۶ -

ثانی سہدی ۱۶۰ -

ج

جام لندا ۱۵۴ / ۱۵۵ -

جاسی ، مولانا ۸۶ -

جانی ۸۳ / ۸۵ -

جانی بخاری ۸۶ -

جانی دوست محمد سیرواری یا

اسفرائینی ۸۵ -

جانی صفہاں ۸۶ -

جانی لکڑی تروینی ۸۶ -

جانی ہروی ۸۶ -

جبرئیل ۲۵۸ / ۲۵۹ / ۲۶۶

۲۸۱ / ۲۸۲ / ۲۸۳ -

جدروپ کسانیں ۳۰ -

جسودھانند ۳۸۹ -

جعفر ۸۷ / ۸۸ / ۹۰ / ۹۱ -

جعفر زلی ۱۳۴ / ۱۳۵ / ۱۳۶ -

۳۸۳ -

جگ ناتھ کلانت ۴۹ / ۵۰ /

۵۱ -

جلال الدین ، سید ۴۴ / ۴۵ /

۱۳۹ -

جمال الدین قطب ہانسوی ، شیخ

۳۵۳ -

جمال خان سہدی ۱۶۱ -

جہاں ، شیخ ۶۲ / ۷۰ / ۷۹ /

۷۷ -

جہاں ، مولانا ۵۶ -

جن گوبال ۳۸۸ -

جنید ، میان ۴۹ -

جواہر سنگھ ۳۵۵ -

جواہر رائی ۳۸۸ -

جوزف ، ای ۳۵۳ / ۳۵۸ -

جہان خان لودھی ، خان ۴۶ -

جہانگیر ، نور الدین ۱۰ / ۱۱ /

۱۲ / ۲۸ / ۲۹ / ۳۰ / ۳۱ /

۳۲ / ۳۳ / ۳۴ / ۳۵ / ۳۶ /

۳۸ / ۳۹ / ۴۰ / ۴۱ / ۴۲ /

۴۳ / ۴۴ / ۴۵ / ۴۶ / ۴۷ /

۴۸ / ۴۹ / ۵۰ / ۵۱ / ۵۲ /

۵۳ / ۵۴ / ۵۵ -

جہانگیر علی خان ۴۴ -

جے سنگھ ، راجا ۵۳ -

جیون خان ۱۹۷ -

جیون ، شیخ ۳۶۵ / ۳۷۰ -

ج

چارن ۳۸ / ۳۹ -

چالاک خان ۱۵۶ -

چاند خان ۴۹ -

چند بردائی ۳۲۹ -

چندو لال ، راجا ۱۶۲ -

ح

- حسرو ، خواجہ -
 حضر خان ترین ۱۸۷ -
 حضر ، خواجہ ۲۶۵ ، ۲۸۳ ،
 ۳۳۶ ، ۳۳۱ -
 حفیہ بیگم ۱۰۸ -
 خلیل (اللہ) ۲۸۱ ، ۲۸۷ ، ۲۹۵ ،
 ۳۰۳ ، ۳۲۷ ، ۳۳۵ -
 خوب میان ۲۰۷ ، ۲۴۴ ، ۲۴۵ ،
 ۳۴۶ -
 خوشحال رائے ۸۸ -
 خوند میر ، مید ۱۳۷ ، ۱۵۳ ،
 ۱۵۹ ، ۱۶۳ ، ۱۹۹ ، ۲۰۲ ،
 ۲۰۷ ، ۲۴۷ ، ۲۴۸ ، ۲۴۹ -
 خیر الدین ، مید ۱۳۸ ، ۱۹۸ ،
 ۱۹۹ ، ۲۰۷ ، ۲۳۹ ، ۲۴۴ -
 خیرا شاہ ۳۸۸ ، ۳۸۹ -
- د
- دارا شکوہ ۱۹۷ -
 داغ دہلوی ، نواب میرزا خان
 ۳۱۶ -
 دانش خراسانی ، میان ۱۵۶ -
 دانش مند ، شیخ صوفی ۹۵ -
 دانیال ۳۹ -
 دالیاں جونپوری ، شیخ ۱۳۹ -
 داؤد ۳ ۲۸۱ ، ۲۹۸ -
 درگا بھوانی ۷۳ -
 درنگ خان ، کلاولت ۵ -
- حافظ ۹۲ ، ۳۱۰ -
 حام ۳۳۷ -
 حسن خان ۵۹ -
 حسین ، امام ۲۲۴ ، ۲۲۵ ،
 ۲۲۹ -
 حسین ، امیر ۳۳۸ -
 حسین (بایقرا) ، سلطان ۱۵۶ -
 حسین شرقی ، سلطان ۱۴۹ ، ۱۵۰ ،
 ۱۵۱ ، ۱۵۶ ، ۱۶۱ -
 حکومت رائے ۸۸ -
 حلبہ ذاتی ۲۳۷ ، ۳۳۰ -
 حمید ، مید ۱۹۶ -
 حمید ، ملا ۱۵۹ -
 حرا ۳۳۳ -
 حیدر ، مید ۲۴۶ -
 حیدر علی خان ۱۳۸ -

خ

- خانی خان ۵۱ ، ۵۳ ، ۶۰ ، ۶۶ -
 خاکی ۶۶ -
 خان اعظم ۱۶۶ ، ۱۷۰ ، ۱۷۱ ،
 ۱۷۷ ، ۱۷۹ ، ۱۸۰ ، ۱۹۳ -
 خان کلانی ۱۷۹ -
 خدا بخش ۱۱۹ -
 خدمت گار خان ، حافظ ۱۳۵ -
 خرم ، شہزادہ ۳۳ ، ۳۷ ، ۴۶ -

- درویش امین عبادی حکیم ۷۳ -
 درویش روم ۳۰۳ -
 دریا خان ۱۵۵ / ۱۶۷ -
 دلا رام ۱۵۶ -
 دلاور ، میان ۱۵۰ / ۱۹۹ -
 دلپت رام ۱۳۹ / ۱۵۰ / ۱۶۹ -
 دل دلیر خان ۱۳۰ -
 دلیل خان ۳۵۵ -
 دمدر ۱۸۵ / ۱۸۶ / ۱۸۸ -
 ۱۸۹ -
 دو پیازه ، ملا ۳۷ -
 ذبی داس ۱۸۶ / ۱۸۷ / ۱۸۹ -
 دیوی سنگھ ، راجا ۳۸۸ -

ڈ

- ڈینی سن راس ، ڈاکٹر ۹ / ۱۰ -
 ذوالقرنین اوسنی ۵۱ -
 ذوالنون ، سپر ۱۵۶ -

ژ

- راجپتی ، پانی ۱۶۱ -
 رام برناب ۹۰ -
 راجندر پنگھ ۳۹ -
 رام داس ، بابا ۳۹ -
 رائے سل ۱۸۶ -
 رحمت اللہ ، شیخ ۲۵۰ -
 رحمت اللہ ، مولوی ۱۱۹ -
 رسال ۳۸۸ -
 رستم ۲۷۳ -
 رفیع اللہ ، میان ۱۹۱ -
 رقیہ سلطان بیگم ۳۵ -
 رودکی ۹۱ / ۹۲ / ۹۳ -
 روشن الدولہ ۱۳۰ / ۱۳۲ -
 ۱۳۵ / ۱۳۸ / ۱۳۹ / ۱۴۰ -
 روشن الدولہ پانی پتی ، گواب ۱۳۷ -
 روشن ضمیر ۶۹ -
 روسی خان ۱۳۸ -
 روسی قلندر ۳۰۳ -
 رنو ۳۸۵ -

ز

- زبدۃ الملک ۱۵۳ -
 زکریا ۳۲۲ -
 زلیخا ۲۸۱ / ۳۱۳ / ۳۲۹ -
 ۳۴۲ / ۳۴۳ / ۳۹۷ -

س

- ساروخ ۲۹۹ -
 سام ۳۳۷ -
 سید کرن جوہری ۱۳۲ / ۱۳۳ -
 ۱۳۵ / ۱۳۶ / ۱۳۷ / ۱۳۲ -
 سچان خان ۳۹ -
 سراج الدین آرزو ، برویسر ۳۸۰ -
 سراج الدین ، شیخ ۹۸ -
 سردار خان ۳۸۹ -
 سرگیان خان ۳۹ -

- سرمندل خان ۴۹ -
 سرود خان ۴۹ -
 سرور خان ۱۵۶ -
 سروں ۴۱۶ -
 سری ۱۹۷ -
 سری رام ۸۹ -
 سعادت علی خان ۷۷ -
 سعد الدین قنٹاری ۲۲۳ -
 سعد اللہ خان ۵۳ / ۷۰ -
 سعد اللہ شاہ ۱۵۲ -
 سعد اللہ ، شیخ ۳۸۴ -
 سعدی ، شیخ ۶۰ / ۷۱ / ۷۶ -
 سعدی شیرازی ، شیخ ۶۰ -
 سقا ۷۹ / ۷۸ -
 سکنر ۲۰۵ -
 سکنر جاہ ، نواب ۱۶۲ -
 سکنر لودھی ۵۶ / ۷۲ / ۷۶ -
 سلطان حسین مرزا ۸۶ -
 سلطان مہاک ۱۵۹ -
 سلیم خان ۱۵۱ -
 سلیمان ۲۷۹ / ۲۹۳ / ۲۹۸ ،
 ۳۲۰ / ۳۳۳ / ۳۳۶ / ۳۴۷ ،
 ۳۸۲ -
 سلیمہ خاتون ۱۶۱ -
 سنت داس ۳۸۹ -
 ستیج ، خواجہ ۱۷۳ / ۱۷۵ ،
 ۱۷۷ / ۱۷۹ / ۱۸۰ -
 سندر ۳۸۸ -
 سندھ پورھن ۴۹ -
 سنکرن ۱۳۱ -
 سوہیا سنگھ ۱۲۷ -
 سودا ، میرزا ۶۰ / ۷۰ / ۷۵ ،
 ۱۳۲ -
 سور داس ۴۹ -
 سورج سنگھ ، راجا ۳۸ / ۳۹ -
 سورج مل چاٹ ۳۵۵ -
 سوز ، میر ۱۰۸ -
 سید خان ۱۵۹ -
 سید علی ، میر ۴۹ -
 سید محمد ، ۴۴ / ۴۵ -
 سید محمد جون پوری ۶۱ / ۱۳۸ ،
 ۱۳۹ / ۱۵۰ / ۱۵۱ / ۱۵۳ ،
 ۱۵۶ / ۱۵۷ / ۱۵۸ / ۱۶۰ ،
 ۱۶۱ / ۱۶۳ / ۱۶۴ / ۲۰۲ ،
 ۲۳۸ / ۲۴۶ -
 سید محمود ۱۵۷ -
 سیدن ۸۶ -
 سیف اللہ ، مولانا ۴۰۰ -
 سیرا داس ۳۸۹ -
 شی
 شاگر محمد ۱۶۵ / ۱۷۴ -
 شاگر ، میان ۱۹۰ -
 شاہ بیگ ۱۵۵ -
 شاہ خداوند ۱۶۰ -
 شاہ دلاور ۱۶۱ / ۲۰۲ / ۲۴۷ -

عبدالحمد لاهوری ۳۵ ، ۳۶ ،

۵۰ ، ۵۲ ، ۵۳ ، ۶۳ -

عبدالحی ازمینی ۵۱ -

عبدالرحمان ۱۹۱ -

عبدالرحمان قصوری ۱۱۹ -

عبدالرحمان میان مہدوی ۲۳۸ ،

۲۳۹ -

عبدالرحیم خان ، خانخانی ۲ ،

۳۶ ، ۳۹ -

عبدالرزاق شیخ ۹۵ -

عبدالرشید پتی ، مولانا ۱۵۳ -

عبدالرشید شیخ ۲۰۳ -

عبدالرشید ، میان ۱۶۳ ، ۱۶۵ ،

۱۵۳ ، ۱۸۰ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱ -

عبدالشاکر ۱۹۱ -

عبدالشکور مہمیں ۳۱۳ -

عبدالصمد ، خواجہ ۱۸۰ -

عبدالصمد شیریں قلم ۱۶۳ -

عبدالقادر ۱۵۹ ، ۳۸۰ -

عبدالقادر اخوند ۱۱ -

عبدالقادر ہدایونی ۱۱ ، ۱۱۱ ، ۱۵۹ ،

۶۱ ، ۱۶۳ ، ۱۹۳ ، ۳۸۳ ،

۳۸۵ -

عبدالقدوس گنگوہی ، شیخ ۱۹۳ -

عبدالکریم ۹۲ -

عبدالکریم ، مولوی ۱۶۳ -

عبداللطیف ۹۲ -

عبداللطیف تروینی ، میر ۱۰ ،

۶۱ ، ۶۲ -

ضی

ضیاء الدین عاشق اللہ ، مولانا ۱۵۲ -

ضیا ستاسی ۱۳۱ -

ط

طالوت ۲۸۱ -

طاس ۲۵۹ -

طرہ یاز خان ۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۲ ،

۱۳۳ ، ۱۳۳ -

ظ

ظفر خان روشن الدولہ ، ثواب

۱۳۲ ، ۱۳۳ -

ظفر خان ، ملک ۱۳۵ -

ظہور مظہر ۱۳۷ -

ع

عاجز ۱۲۸ -

عادل خان ۳۵ -

عادل شاہ ۳۴ ، ۳۵ ، ۶۳ -

عالم بہادر ، میر ۱۶۲ -

عائشہ ۲۱۷ ، ۳۸۰ -

عبدالباری اوسی مدنی ، خواجہ

۳۰۱ -

عبدالحکیم ، شاہ ۳۷۱ ، ۳۸۳ ،

۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۳۰۲ ، ۳۰۳ ،

۳۰۶ -

عبدالحکیم مہمیں ۳۷۱ -

عبدالحکیم میان ، شیخ ۱۹۰ -

- عبدالمجید ۱۹۱ -
عبدالمجید نوری ، شاه ۱۵۲ -
عبدالمجید ۱۶۳ ، ۱۶۶ ، ۱۷۸ ،
۱۹۰ ، ۱۹۲ ، ۲۰۱ ، ۲۰۳ -
عبدالنبی ۱۸۱ ، ۱۸۲ -
عبدالنبی شیخ ۱۷۰ -
عبدالواسع هاتسوی ، میر ۱۲۱ ،
۳۵۳ ، ۳۵۹ ، ۳۶۰ ، ۳۶۲ ،
۳۶۳ ، ۳۶۴ -
عبدالوهاب ۳۸۹ -
عبدالوهاب ، شیخ ۱۸۹ ، ۱۹۰ ،
۱۹۱ ، ۱۹۲ -
عبدالله انصاری ، شیخ ۷۳ ،
۳۶۵ ، ۳۶۶ ، ۳۷۸ -
عبدالله سید ۱۳۹ -
عبدالله شاه ۱۷۳ ، ۱۹۱ -
عبدالله طوط شاه ۶۷ ، ۹۶ -
عبدالله لاهوری ، مولوی ۲۳۶ -
عبدالله ملتانی ، میان ۷۳ -
عبدالله ، میان ۱۷۹ ، ۱۸۳ ،
۱۸۵ ، ۱۸۶ ، ۱۸۹ ، ۱۹۲ ،
۱۹۳ ، ۱۹۵ ، ۱۹۶ ، ۱۹۸ ،
۲۰۵ -
عبداللهاسم ۱۵۶ -
عبدی ، مولانا ۳۶۶ -
عبدالله احرار ، خواجہ ۹ -
عثمان ۲۱۷ ، ۳۴۰ -
عثمان بالزیوال ملک ۱۵۴ -
عثمان خان ۱۶۷ ، ۱۷۳ ، ۱۷۴ -
عثمان سید ۱۳۹ ، ۲۰۳ -
عثمان مختاری محزونوی ۱۳۱ -
عرب علی خان بغدادی ، سید ۱۳۸ -
عرفی ۹۰ -
عزازیل ۲۷۰ ، ۳۳۶ -
عزازیل ۲۷۳ ، ۳۱۷ -
عزیز مصو ۲۸۱ -
عشقی خان ۸۱ ، ۸۲ -
عصمت الله بخاری ، خواجہ ۹۱ ،
۹۲ ، ۹۳ -
علاؤالدین خلجی ۷۱ -
علاؤالدین قاضی ۱۵۲ -
علاؤالدین ترمذی ، میر ۶۲ -
علم خان ۱۷۱ -
علی رخ ۲۱۷ ، ۳۳۰ -
علی اکبر ۲۲۶ -
علی قلی والد داهستانی ۶۷ -
علی مردان خان ، نواب ۳۵۵ -
عماد ، حضرت ۱۶۴ ، ۱۷۳ ،
۱۷۶ -
عماد الدین شیخ ۱۹۰ ، ۳۰۶ -
عماد الدین ، میان ۱۹۱ ، ۱۹۳ ،
۱۹۶ ، ۱۹۷ ، ۲۳۶ -
عمد رخ ۲۱۷ ، ۳۳۰ ، ۳۸۰ -
عمید ستاسی ۱۳۱ -
عنایت الله ستاسی ۱۳۱ -

فاطمه ۲۳۵ ، ۳۸۰ ، ۳۸۱ ، ۳۸۲
- ۳۰۳

فتح خان ۱۵۱ ، ۱۸۳ -

فتح پد ۸۶ -

فدائی خان ۵۵ -

فرخ میر ۳۵۵ -

فرخی ۲۴۳ -

فرخوس ۲۴۳ -

فرشته ۳۷ -

فرعون ۲۶۹ ، ۲۹۹ ، ۳۰۱ ، ۳۰۲
- ۳۳۲ ، ۳۳۱ ، ۲۳۰

فرهاد الملک ۱۵۱ -

فرید ، ملا ۳۷ -

فرید الدین گنج شکر ، شیخ ۷۳ ، ۱۲۸ ، ۱۶۰ -

فریزر ، ولیم ۳۱۶ -

فضل الدین محمود ۳۶۱ -

فضل حق ، قاضی ۸۱ -

فخر الله ۱۹۱ ، ۱۹۲ ، ۲۲۸ ، ۲۳۹ -

فرچدار خان ۳۵۵ -

فیروز شاه ۳۵۳ ، ۳۵۵ -

فیض گوهر ۳۰۱ -

فیض پد خان ، نواب ۳۱۵ -

فیضی ، ابوالفیض ۵۸ ، ۵۳ -

فیضی سرهندي ، شیخ الله دایم
- ۸۳

غایت الله شیخ ۳۴۳ ، ۳۹۲ ، ۴۰۲ -

غایت الله لاهوری ، حافظ ۱۲۳ -

غیسولی ۲۴۱ ، ۲۴۹ ، ۲۸۵ ، ۳۰۰ ، ۳۲۲ ، ۳۳۱ -

غیسولی ، میان ۱۹۰ ، ۱۹۱ -

۲۰۳ ، ۲۲۱ ، ۲۲۸ ، ۲۳۳ ، ۲۳۵ ، ۲۳۶ ، ۲۳۸ -

عین الملک ۱۵۹ -

غ

غالب ، میرزا ۲۵۹ ، ۳۱۳ -

غلام زنی مهدوی ، سردار ۱۶۲ -

غزالی ، ایام ۳۸۳ -

غلام الایوب ۳۰۱ -

غلام جیلانی رهنکی ، شاه ۳۸۳ ، ۴۰۶ -

غلام حسین چشتی ۳۱۵ -

غلام قادر شیخ ۱۲۸ -

غلام محی الدین شیخ ۱۲۸ -

غلام نبی بمبیلدار ، منشی ۳۵۵ -

غلام نبی نازنولی ، شیخ ۳۱۵ -

غوث الظہیر ، حضرت ۳۰۲ -

غوث الدین ، سلطان ۱۵۱ -

غیاث الدین ، میر ۶۱ -

غیاث شاه خلجی ۱۵۱ -

گ

قاخر مکی ، سرزا ۷۳ ، ۷۵ -

ق

- کبيرالدين ، مولانا - ۳۰۰
 کبير ، بهکت - ۳۸۸
 کبير خان - ۱۵۶
 کربا وام کايسته بهشاگر - ۳۸۹
 کرن سنگه ، راج کشور - ۲۰
 کريم الدين ، منشی - ۸۹
 کريم بخش - ۳۷۸
 کشور خان - ۳۳
 کفشدار خان - ۱۶۰
 کليم (الله) ۲۷۳ ، ۲۷۸ ، ۳۳۲
 کمال الدين بيزاد - ۱۱
 کمال الدين حسين رنجور ، مولانا
 - ۱۱
 کمال الدين ، شيخ - ۳۷۸
 کمال الدين ، جد - ۲۲۹
 کمال الدين يمنی ، شيخ - ۳۰۰
 کمال الله شاه ۳۰۰ ، ۳۰۱ ، ۳۰۲
 کمال خان - ۱۵۶
 کهرمل - ۱۱۹
 کهیت سنگه - ۳۸۸
 کيرت راجا - ۳۸

ک

- کوسان دقاسی ۳۶۵ ، ۳۷۰
 - ۳۷۲
 گدائی کنبوه ، شيخ - ۶۱
 گريسن ۱۰۱ ، ۲۵۳

- قارون ۲۷۸ ، ۲۸۱ ، ۲۹۱
 - ۳۰۳
 قاسم بريد - ۱۵۲
 قاضی ، قاضي - ۱۵۵
 قاضي خان - ۱۵۵
 قائم ۱۵۹ ، ۱۶۰ ، ۱۶۷ ، ۷۸
 ۹۶ ، ۱۳۱ ، ۱۳۲ ، ۱۳۳
 قادر بلکراسي ۹۲ ، ۹۳
 قدرت الله قاسم ، مير - ۸۹ ، ۶۰
 قلسيه بيگم - ۱۳۷
 قطب الدين حبيب ، شيخ - ۳۸۹
 - ۳۹۸ ، ۳۹۹
 قطب جهان ، شيخ - ۱۶۳
 قطب شاه - ۶۳
 قطبي ۶۷ ، ۳۸۳ ، ۳۸۶ ، ۳۸۷
 ۳۹۲ ، ۳۹۳ ، ۳۹۵ ، ۳۹۸
 قلچي خان - ۱۷۹
 قمر خان ۶۱ ، ۶۲ ، ۶۳
 قمرالدين خان ، نواب - ۱۳۲
 ۱۳۳ ، ۱۳۷ ، ۱۴۰
 قميش - ۳۸۶
 قوام بن رستم - ۱۹
 قوام الدين ، شيخ - ۳۰۰ ، ۳۰۶

ک

- کاکو خان - ۳۵۵
 کبير ۳۴۰ ، ۳۸۹ ، ۴۰۸

گنیش داس پدهره - ۱۱۹ -

گوپال - ۶۶ ، ۶۷ ، ۶۸ ، ۶۹ -

گوچر مل - ۳۵ -

گولہ اسدو - ۹۶ -

گوهر ، ملک - ۱۵۲ -

ل

لاڑندہ ، مولانا - ۱۵۳ -

لال داس - ۳۸۸ -

لطیف اللہ خان صادق - ۱۳۷ -

لطیف اللہ شاہ - ۳۰۱ -

لطیف اللہ شاہ - ۳۰۰ -

لعل خان کلاونٹ - ۵۱ ، ۵۹ -

لہان - ۸ -

لہنا سنگھ - ۱۲۷ -

لیلول - ۳۹۷ -

م

مالی ، حاجی - ۱۵۲ -

مان سنگھ - ۱۸۵ -

مان گوالیری راجا - ۳۸ -

مبارک ، سید - ۵۹ ، ۶۰ -

مبارک ، شیخ - ۶۰ ، ۱۰ -

مجتبی ، میان - ۱۶۳ ، ۱۶۰ ، ۲۳۱ -

مجنون - ۳۹۷ -

مجید ملک - ۱۱۷ -

محبوب عالم ، شیخ - ۹۷ ، ۲۸۹ -

محبوب عالم ، شیخ - ۳۶۶ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ -

محبوب عالم ، شیخ - ۳۶۶ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ -

محبوب عالم ، شیخ - ۳۶۶ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ -

محبوب عالم ، شیخ - ۳۶۶ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ -

محبوب عالم ، شیخ - ۳۶۶ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ -

محبوب عالم ، شیخ - ۳۶۶ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ -

محبوب عالم ، شیخ - ۳۶۶ ، ۳۷۰ ، ۳۷۱ -

- ۳۰۳ - محمود میان ، سید ۱۸۰ ، ۱۹۶ -
 مراد سید ۳۸۹ -
 مرتضیٰ خان دکنی ۳۷ -
 مرتضیٰ ، سید ۱۳۷ ، ۲۴۶ -
 مرتضیٰ ، میان ۱۶۳ -
 مرتضیٰ نظام الملک ۳۰ ، ۳۱ -
 مرزا خان ۱۹۶ -
 مرلی داس ۳۸۹ -
 مریم ۲۷۹ -
 مسعود ثالث ۱۳۱ ، ۳۵۳ -
 مسعود سعد سلان ، خواجہ ۱۲۸ ،
 ۳۵۳ ، ۳۸۹ ، ۴۹۱ ، ۴۹۲ -
 مسعود شہید ، سلطان ۳۵۳ -
 مشکر خاتون ۱۵۵ -
 مصاحب علی ، سید ۳۶۶ -
 مصطفیٰ ۱۱۹ -
 مصطفیٰ ، میان ۷۹ ، ۸۰ ، ۱۳۶ ،
 ۱۳۸ ، ۱۶۳ ، ۱۶۴ ، ۱۶۵ ،
 ۱۶۶ ، ۱۶۷ ، ۱۶۸ ، ۱۶۹ ،
 ۱۷۰ ، ۱۷۱ ، ۱۷۲ ، ۱۷۳ ،
 ۱۷۴ ، ۱۷۵ ، ۱۷۶ ، ۱۷۹ ،
 ۱۸۰ ، ۱۸۱ ، ۱۸۲ ، ۱۸۳ ،
 ۱۸۴ ، ۱۸۵ ، ۱۹۱ ، ۱۹۲ ،
 ۱۹۳ ، ۱۹۴ ، ۱۹۶ ، ۱۹۸ ،
 ۱۹۹ ، ۲۰۲ ، ۲۰۵ ، ۲۰۷ ،
 ۲۰۸ ، ۲۰۹ ، ۲۱۰ ، ۲۱۱ ،
 ۲۱۲ ، ۲۳۱ ، ۲۴۶ ، ۲۴۸ ،
 ۲۴۹ -
 ۳۰۴ -
 محمد سلیمان ، شیخ ۳۰۰ -
 محمد شاہ ۶ ، ۹ ، ۱۳۰ ، ۱۳۱ ،
 ۱۳۲ ، ۱۳۳ ، ۱۳۷ ، ۱۳۶ ،
 ۳۷۹ ، ۳۸۶ ، ۳۸۸ -
 محمد شریف بنی اسرائیل موسوی
 ۳۸۵ -
 محمد عارف ، حافظ ۲۳۹ ، ۲۴۹ -
 محمد عبداللہ ، حاجی ۱۵۶ -
 محمد عثمان راؤ ۳۵۷ -
 محمد عظیم ، میان ۱۹۱ -
 محمد غوث گوالیاری ، شیخ ۳۹ -
 محمد قائم چاند پوری ۹۵ -
 محمد قطب شاہ ۹۶ -
 محمد کاشانی ۱۵۶ -
 محمد لافچی ، شیخ ۱۶۳ -
 محمد مہدی ، سید ۲۴۶ ، ۲۴۷ ،
 ۲۵۰ -
 محمد نور بخشی ، میر سید ۱۶۳ -
 محمود بیکڑہ ، سلطان ۱۵۲ ، ۱۵۳ -
 محمود ثانی ، مہدی ، سید ۱۵۳ ،
 ۱۵۸ ، ۱۵۹ ، ۲۰۲ ، ۲۴۶ ،
 ۲۴۷ -
 محمود سلطان ۱۵۱ ، ۱۵۳ -
 محمود خان شیرانی ، حافظ ۱۳۰ -
 محمود خان مستوائی ۱۸۷ -
 محمود کڑی ۳۶۱ -
 محمود گیسو دراز ، سید ۳۳۸ -

- مظفر ۱۱۹ -
 مظفر شاہ گجراتی ۱۵۹ -
 معروف ملک ۱۵۴ -
 معین الدین چشتی ، شیخ ۲۴۷ -
 معین الدین ، ملا ۱۵۴ -
 ملیٹ ہانسوی ، مولانا ۳۵۴ -
 مقصود ۳۸۹ -
 مکن ۳۸۹ -
 منجلی میان ۱۶۴ ، ۱۹۰ -
 مائی ۹۹ -
 ملک جی ۱۵۴ -
 ملک جی عظیم ۱۸۱ -
 ملکان بڑی ۱۵۴ -
 منتخب الدین جولیری ، قاضی ۱۵۲ -
 منصور ۱۱۶ -
 منظور الحق صدیقی ۴۱۴ -
 منور ، قطب الدین شیخ ۳۵۴ -
 منہاج سراج ۳۵۴ -
 منوہر داس اوٹرولیہ ۷۴ -
 موسیٰ ۲۵۷ ، ۲۵۹ ، ۲۶۵ ،
 ۲۷۲ ، ۲۸۱ ، ۲۸۳ ،
 ۲۹۱ ، ۲۹۵ ، ۲۹۷ ، ۲۹۸ ،
 ۳۰۵ ، ۳۱۵ ، ۳۳۰ ، ۳۳۲ -
 ۳۳۹ -
 موسیٰ خان ۱۷۴ ، ۳۵۵ -
 مولانا مے زوم ۴۰۴ -
 مولوی محمد ۴۱۴ -
 مومن توکلی ، شیخ ۱۵۲ -
 مہدی موعود ۱۵۹ ، ۱۶۰ ،
 ۱۶۱ ، ۱۶۵ ، ۱۷۴ ، ۱۸۳ ،
 ۱۹۵ ، ۱۹۷ ، ۱۹۸ ، ۲۰۷ ،
 ۲۰۹ ، ۲۳۶ ، ۲۳۹ ، ۲۴۸ ،
 ۲۵۹ ، ۲۶۰ -
 میان امام ۱۸۹ ، ۱۹۰ ، ۱۹۲ -
 میان جی ، مبارک پٹن ۱۷۶ ،
 ۱۸۵ ، ۱۸۸ ، ۱۸۹ ، ۱۹۰ ،
 ۱۹۲ ، ۲۰۷ -
 میان دراج ۱۶۱ -
 میان لال ۴۹ -
 میر ۱۸۹ ، ۱۹۲ -
 میر حسن ۶۰ ، ۶۶ ، ۶۷ ، ۸۹ ،
 ۹۵ ، ۱۱۲ ، ۱۳۳ -
 میر قائم ۱۳۱ ، ۱۳۳ ، ۱۴۲ -
 میر ، میر تقی ۹۰ ، ۱۰۰ ،
 ۳۶۸ -
 میرزا سودا ۱۷۵ -
 میرزا ناصر خاں ۷۵ -
 میران سید محمد ۱۹۶ ، ۱۹۸ ،
 ۲۴۹ -
 میران علی الدین ۷۳ -
 ن
 ناجی ۱۴۲ -
 نادر ۱۴۲ -
 ناصر الدین محمود ، سلطان ۴۵۲ -

- ناصر شاہ ۱۵۱ -
 ناصر میان ۱۷۵ -
 ناپک چٹو ۳۸ -
 ناپک چرجو ۴۹ -
 نبات خان ۴۹ -
 نجف خان ۳۵۶ -
 نجم الدین میان ۱۹۱ ، ۲۲۱ -
 نجین ملک ۱۵۳ -
 نرہری داس جٹھی ۳۸۸ -
 نصیر الدین ، سلطان ۱۵۱ -
 نظام الدین احمد ۷۵ -
 نظام الدین اولیا ، شیخ ، ۳۰۰ -
 نظام الدین جام ۱۵۳ -
 نظام الدین محمود ، مولانا ۱۹ -
 نظام الملک جری ۱۵۲ -
 نظام شاہ ۱۶۰ -
 نعمت اللہ بنی اسرائیل ۳۸۵ -
 نقیب خان ۱۱ ، ۶۱ ، ۶۲ -
 نوح ۳ ، ۲۶۳ ، ۲۶۴ ، ۲۶۶ -
 نوروی اعظم پوری ، ملا ۵۸ ،
 ۵۹ ، ۷۰ ، ۷۸ -
 نول کشور ۳۸۵ ، ۴۰۴ -
- و
- وارث شاہ ۱۲۰ ، ۲۶۶ ، ۳۲۰ -
 والد ۶۷ ، ۶۸ ، ۶۹ -
 وجہی ۴۷ -
 ولی سکندر آبادی ، سید ۱۵۷ -
- ولی نعمت ۱۷۰ -
 ۵ -
 ہدایت اللہ ، حافظ ۱۲۳ -
 ہرقام ۳۸۹ -
 ہری چندر ، راجا ۳۵۱ -
 ہابون ۳ ، ۵۶ ، ۷۶ ، ۸۶ -
 عبدال مرزا ۴۵ -
 ہود ۳ ، ۲۹۹ -
 ۷ -
 یافت ۳۳۷ -
 یاقوت المستعصمی ۴۳ -
 یحییٰ ۱۸۳ ، ۱۸۵ -
 یحییٰ شیخ ۱۹۰ -
 یزید ۲۲۹ -
 یعقوب ۳ ، ۲۷۷ ، ۲۹۲ ، ۳۱۲ ،
 ۳۳۸ -
 یعقوب ، سید ۲۴۶ -
 یعقوب ، قاضی ۱۷۰ -
 یعقوب ، ملک ۱۵۳ -
 یکنل ۱۱۹ -
 یحییٰ الدولہ آصف خان ۴۷ -
 یوسف ۳ ، ۱۶۹ ، ۲۵۶ ، ۲۵۸ ،
 ۲۶۶ ، ۲۷۱ ، ۲۸۰ ، ۲۸۱ ،
 ۲۸۲ ، ۲۸۵ ، ۲۹۳ ، ۳۰۱ ،
 ۳۰۲ ، ۳۰۵ ، ۳۱۲ ، ۳۱۳ ،
 ۳۲۹ ، ۳۳۸ ، ۳۳۹ ، ۳۴۳ ،
 ۳۹۷ -

- بلند شہر ۳۸ -
 بلوچستان ۱۶ / ۱۹۶ -
 بمبئی ۲ / ۱۶۲ / ۳۵۰ -
 بندر دہلی ۶۲ -
 بندر کھنڈایت ۱۵۲ -
 بنگال ۱۵ / ۳۳ / ۷۸ / ۱۳۹ -
 ۱۵۱ / ۱۵۲ / ۱۶۳ -
 بور کھنڈہ ۱۶۱ -
 بیلوٹ ۱۵۸ -
 بیہانہ ۳۵۲ -
 بھرت پور ۳۸ / ۳۵۵ -
 بھڑوچ ۶۳ -
 بھکر ۱۵۵ -
 بھوانی ۳۵۱ -
 بھون ۲۵ / ۲۶ -
 بھیرا ۱ -
 بیانہ ۱۸۲ / ۱۸۵ / ۲۴۴ -
 بیشل پور پھر میرا ۳۶۶ -
 بجا پور ۶۲ / ۱۵۲ -
 بیلر ۶۲ / ۱۵۲ -
 ب
 پاکستان ، مشرقی ۲۳ -
 پاکستان ، مغربی ۳۲۴ -
 بال تلیکی باورڈی ۱۸۷ -
 بالن پور ۱۶۳ -
 باقی پت ۱۴۲ -
 بٹن ۱۵۳ / ۱۵۴ / ۱۶۰ / ۱۶۵ -
 ۱۶۶ / ۱۶۷ / ۱۶۸ / ۱۷۰ -
 پٹنہ ۱۶۳ -
 پیالہ ۱۳۱ / ۲۰۸ / ۳۵۲ -
 ۳۵۳ -
 پکلی ۳۶ -
 پنجاب ۲ / ۳ / ۱۵ / ۹۹ / ۱۰۱ -
 ۱۰۲ / ۱۰۸ / ۱۱۷ / ۱۱۸ -
 ۱۲۰ / ۱۲۱ / ۱۲۲ / ۱۲۷ -
 ۱۲۸ / ۱۲۹ / ۲۳۵ / ۲۷۴ -
 ۳۶۵ / ۳۶۷ / ۳۹۲ -
 پورب ۱۶۰ / ۳۰۶ -
 پونا ۱۶۲ -
 پیم درنگ ۴۷ -
 پ
 قرانی ۳۸ -
 تلنگانہ ۱۵ / ۱۶۲ -
 تھانوسر ۱۳۸ -
 ٹ
 ٹونگ ۱۳۰ / ۱۳۴ -
 ٹھٹھہ ۱۵۴ / ۱۵۵ -
 ج
 جابیس ۱۶۰ -
 جالور ۱۵۴ / ۱۶۰ / ۱۷۱ -
 چند ۱۵۲ -
 جہال پور ۱۵۲ -
 جمنہ (دربا) ۳۵۳ / ۳۵۵ -

جنم جیا - ۸۹ -

جون پور - ۱۴۹ -

جہانگیر پور - ۴۶ -

جہانپور ۱۹۷ / ۳۵۱ / ۳۵۳ / ۳۵۵

۳۵۵ / ۳۵۶ / ۳۵۸ / ۳۶۳

- ۳۱۵ -

جہنچھانہ - ۹۵ -

جھولو وارہ - ۱۸۱ -

جے پور ۳۸ / ۵۳ / ۶۶

۱۳۸ / ۱۶۳ / ۱۹۸ / ۱۹۹

۲۰۷ / ۲۳۹ / ۲۴۴ -

جسلیہ - ۱۵۴ -

جٹہ ۳۵۱ / ۳۵۲ / ۳۵۳ / ۳۵۵ -

ج

چانانیر ۱۵۱ / ۱۵۳ / ۱۵۹ -

چندییری - ۱۵۱ -

چیتا پور - ۱۵۲ -

ح

حجاز - ۶۳ -

حرمین شریفین - ۱۰۷ -

حصار (حصار فیروزہ) ۳۵۱ /

۳۵۲ / ۳۵۳ / ۳۵۵ -

حیدرآباد - ۱۶۲ -

خ

خانادیس - ۱۶۰ -

خراسان - ۱۹۵ -

خوجہ ۱۳۸ / ۲۳۸ -

د

دابول ۶۲ / ۱۵۲ -

دائوری ۳۵۱ / ۳۵۳ -

دانا پور ۱۵۱ / ۱۶۱ -

دائروہ ۷۹ / ۶۴ / ۱۴۷ / ۱۴۸

۱۶۳ / ۱۸۰ / ۱۹۳ / ۱۹۷

۲۰۱ / ۲۰۷ / ۲۰۸ / ۲۲۸

۶۳۲ / ۶۴۱ / ۶۴۹ / ۶۵۰ -

دکن ۱۵ / ۳۰ / ۱۳۱ / ۲۳۱

۳۵ / ۶۵ / ۶۱ / ۶۲ / ۶۳

۳۶ / ۶۵ / ۶۶ / ۹۶ / ۱۲۸

۱۶۲ / ۲۴۲ -

دمشقی - ۲۲۸ -

دوآبہ ، بالائی - ۳۵۳ -

دولت آباد ۳۵ / ۶۲ / ۱۵۱ -

دہلی ۵ / ۱۵ / ۱۶ / ۶۶ / ۷۰

۱۲۸ / ۱۳۱ / ۱۴۲ / ۲۰۸

۳۵۲ / ۳۵۳ / ۳۵۵ / ۳۶۰

۳۶۵ / ۳۶۷ / ۳۷۲ / ۳۷۶

۳۷۹ / ۳۹۹ / ۴۰۲ / ۴۱۴

- ۴۱۶ -

دیوبند - ۱۵۲ -

ڈ

ڈابول بندر - ۱۵۲ -

- ڈھلور ۱۹۶ -
 ڈیپہ ۱۶۷ -
 سرتی ۳۵۳ -
 سوسوی (دریا) ۳۵۲ -
 سربہ ۳۵۳ -
 سرھند ۱۳۸ -
 سنگفرہ ۱۳۸ -
 ستام ۱۳۱ / ۱۳۲ -
 شہل ۳۸۳ -
 سندھ ۲۳۶ / ۲۳۷ -
 سومناٹ ۶۰ -
 سیستان ۳۰۰ -

ش

- شام ۲۶۵ / ۲۸۳ -
 شامجیان آباد ۱۳۸ / ۳۶۴ -
 شمس آباد ۱۳۸ -
 شیخوپورہ ۳۶ -
 راجپوتانہ ۱۵ / ۱۵۱ / ۱۵۲ / ۱۳۷ -
 راجستھان ۱۹۵ -
 رادمن پور ۱۵۸ -
 راسل آباد ۱۸۷ -
 راکس ۳۵ -
 رام پور ۹ -
 راج ۱۵۶ / ۱۵۷ -
 روڈ نول ۲۵۸ / ۲۶۴ -
 رھتک ۳۵۱ / ۳۵۲ / ۳۵۳ -
 ۳۵۵ / ۳۵۶ / ۳۵۷ / ۳۵۸ -
 ۳۷۳ / ۳۷۴ / ۳۸۳ / ۳۸۵ -
 ۳۸۶ / ۳۹۲ / ۴۰۰ / ۴۰۲ -
 رینواڑی ۳۵۳ -

ع

علی گڑھ ۳۸ / ۳۸۳ -

ج

- فتح آباد ۳۵۱ / ۳۵۳ -
 فتح پور ۱۶۴ / ۱۶۶ / ۱۸۱ -
 ۱۸۲ / ۱۸۳ -
 فتح پور سیکری ۱۶۶ / ۱۸۱ -
 فراء ۱۵۶ / ۱۵۷ / ۱۹۰ -
 فرخ آباد ۱۳۸ / ۳۵۴ -
 فرخ نگر ۳۵۵ / ۳۵۶ -
 فیروز پور ۴۱۶ -
 ساڈھورا ۳۸۶ / ۳۹۶ / ۳۹۸ -
 سانبھر ۵۱ -
 سبک ۵۹ -
 سین ۱۹۶ -
 ستلج (دریا) ۳۵۳ -
 سجارا ۳۵ -
 سراندیپ ۷۸ -

س

ج

نسططنیہ ۱۳۸ -

قلعہ نوہ گڑھ ۱۶۰ -

قدھار ۱۶ / ۵۹ / ۱۵۵ / ۱۵۶ -

ک

کابل ۱۵ -

کاکوری ۶۰ -

کالا پانی ۳۸ / ۵۴ -

کالہی ۶۱ / ۱۵۱ -

کالنجیر ۴۸ -

کاٹھہ ۱۵۵ -

کوپلے معلیٰ ۴۰۷ -

کرنالک ۱۵ / ۶۲ / ۱۶۲ -

کرنال ۲۵۲ / ۳۵۲ -

کڑی ۱۶۱ -

کشمر ۱۶ / ۲۷ / ۴۲ / ۵۰ -

۱۲۸ -

کلانور ۳۵۱ / ۳۵۶ / ۳۵۷ -

کاکتہ ۴۱۶ -

کلیانہ ۳۷۸ -

کنٹرکھاٹ ۱۶۱ -

کنعان ۲۹۲ -

کنودرا ۱۷۱ -

کوٹہ ۲۲۳ -

کول ۳۸۵ -

کوہ ۱۵۶ -

کھادر ۳۵۳ -

کھاریان ۱۵۹ -

کھانیل ۱۵۹ -

کھنپات ۱۵۲ -

کھنڈیلہ ۷۹ / ۱۳۶ / ۱۶۳ -

۱۸۶ / ۱۸۷ / ۱۸۸ / ۱۸۹ -

گ

گجرات ۱۵ / ۱۹ / ۲۰ / ۳۵ -

۴۳ / ۴۴ / ۴۵ / ۴۸ / ۶۰ -

۶۳ / ۱۲۸ / ۱۵۱ / ۱۵۳ -

۱۵۵ / ۱۵۸ / ۱۵۹ / ۱۶۰ -

۱۶۲ / ۱۶۳ / ۱۶۴ / ۱۶۶ -

۱۷۰ / ۱۸۰ / ۱۹۴ / ۲۰۱ -

۲۰۷ / ۲۵۰ -

گلمرگہ ۱۵۲ -

گوا ۶۲ -

گوالیار ۲ / ۴۸ / ۳۶۱ / ۳۶۲ -

گرداس پور ۳۵۶ -

گوڑ ۱۳۹ / ۱۵۰ / ۱۶۱ -

گوڑگانوہ ۴۸ / ۳۵۳ / ۳۵۵ -

گولکنٹہ ۶۲ -

گوڑتل ۳۶۶ -

ل

لاہور ۳۷ / ۵۹ / ۱۲۲ / ۱۲۵ -

۱۲۷ / ۳۹۲ / ۴۰۱ -

لکھنؤ ۷۷ -

لکھوی ۴۱۳ -

م

ن

- ماروئل ۱۵ -
 ماله ۳۵ -
 مانڈو ۱۵۱ -
 منھرا ۳۰ / ۳۸ / ۶۸ -
 محمودآباد ۳ -
 مدراس ۱۶۲ -
 مدین ۲۹۹ -
 مدینہ منورہ ۲۹۲ / ۳۳۶ -
 مرھٹ ۱۵ / ۱۶۲ -
 مصر ۲۶۳ / ۲۵۱ / ۲۵۲ / ۳۰۲ -
 ۳۳۳ / ۳۴۲ -
 مغل پورہ ۱۳۹ -
 مکہ معظمہ ۱۵۲ / ۱۶۰ / ۲۶۶ -
 ۲۹۸ / ۳۲۸ / ۳۸۰ -
 ملتان ۱۵ -
 ملیار ۱۶۲ -
 مالک متوسطہ ۱۶۲ -
 منولی ۱۶۰ -
 مورلی ۱۵۰ / ۱۵۱ / ۱۹۹ -
 موم ۳۵۱ / ۳۵۸ / ۳۰۰ -
 ۳۰۱ / ۳۰۶ / ۳۱۵ -
 منو ۱۳۸ -
 منیاہلا ۱۸۷ -
 میرپور ۱۲۸ -
 میرٹھ ۹۵ -
 مین پوری ۳۸ -
 لایہ ۲۵۲ / ۲۵۳ -
 لاولول ۶۷ / ۲۵۳ / ۲۵۸ -
 ۲۸۳ -
 ٹاگور ۱۵۴ -
 نروانا ۲۵۳ -
 نرولی ۲۸۹ -
 نصیرپور ۱۵۴ -
 نینی تال ۳۸ -
 *
 خاڑی پورہ ۱۸۵ -
 خانیسی ۳۵۱ / ۳۵۲ / ۳۵۳ -
 ۳۵۵ / ۳۵۸ -
 خرات ۵۸ / ۱۵۹ -
 خربانہ ۳۵۱ / ۳۵۲ / ۳۵۳ -
 ۳۵۴ / ۳۵۹ / ۳۵۸ / ۳۶۷ -
 ۳۷۰ / ۳۷۹ / ۳۸۳ / ۴۱۴ -
 هندوستان ۱ / ۲ / ۳ / ۴ / ۵ -
 ۸ / ۹ / ۱۰ / ۱۵ / ۲۰ -
 ۳۶ / ۳۷ / ۴۷ / ۴۹ / ۵۰ -
 ۵۸ / ۶۰ / ۶۱ / ۷۱ / ۷۵ / ۹۲ -
 ۱۱۸ / ۱۲۸ / ۱۳۳ / ۱۳۸ -
 ۱۴۲ / ۱۵۸ / ۱۶۷ / ۲۳۳ -
 ۲۴۲ / ۲۵۹ / ۲۶۰ / ۲۶۲ -
 ۲۶۳ / ۲۶۵ / ۲۸۳ / ۳۰۰ -
 ۳۰۸ -

- هندوستان، شمالی ۱۲۸، ۱۳۶، ۱۳۷
 ۲۰۴، ۳۵۸، ۳۹۸
 ہندون ۱۸۱
 یونان ۴۷

اصطلاحات

۳۸۸، ۳۸۹، ۳۹۰، ۳۹۲، ۳۹۳

۱

- آئینا ۱۳ -
 آکھر ۲۳ -
 آندو ۲۵ -
 اہر گھٹی ۲۴ -
 ائرم ۹۳ -
 اجازہ ۲۳ -
 اغتصار ۳۰۸ -
 ارل ۲۱۳، ۲۲۲، ۲۲۸ -
 استفراک ۲۷۸ -
 اسم فاعل ۲۷۳، ۲۷۶، ۲۷۷ -
 ۲۷۸ -
 اشارہ ۲۵۲ -
 ایش ۱۳ -
 افعال مزیدہ ۲۹۳ -
 الف زاہد ۲۹۷، ۲۷۶ -
 انمل ۹۰ -
 اودھ ۲۳ -
 ایماذ ۳۰۸ -
 ایچام ۷۶ -

پ

- پانڈ ۱۳ -
 پت گت ۱۳، ۷۰ -
 پریم کرم ۱۳، ۲۲ -
 پریم نریم ۱۳، ۲۲، ۳۱، ۳۲ -
 پروئی ۲۲ -
 پسوانہ ۲۲ -
 پولج ۲۲ -

ت

تابع ۲۶۲ -

پ

بارہ ماہہ ۹۸، ۹۹، ۳۸۷ -

- قائیت ۲۶۳ -
 تعبیق ۹۳ -
 تذکیر ۲۶۳ -
 ترجیع بند ۸۰ -
 ترجیعی مصرعه ۲۳۳ -
 ترفیل ۹۳ -
 تسوانسه ۲۲ -
 تشبیه ۲۵۳ -
 تصریف (یا تصرف) ۲۵۸ / ۲۲۵
 ۲۸۱ / ۳۶۹ / ۲۷۷ / ۲۷۱
 ۳۹۹ -
 تبدیل ۲۶ -
 تن زبب ۱۳ -
 تهاکی ۲۴ / ۲۷ -

ث

- ثانک ۳۱ -
 لید ۳۱۵ -
 لہکی ۲۴ / ۲۷ -
 لہری ۳۱۵ -

ث

- نرم ۹۳ -
 ثلم ۹۱ / ۹۳ -

ج

- جنگ نامہ ۲۳۷ -

ج

- چتر گیت ۱۳ / ۷۱ -

- چتر مندل ۱۳ -
 چتر ۲۲ -
 چرن ۱۳ / ۳۰ / ۵۳ -
 چرن دھون ۱۵ / ۷۱ -
 چندل مندل ۱۳ -
 چوپائی ۳۰۷ / ۳۱۳ -
 چور کھیدہ ۲۳ -

ح

- حرف استدراک ۲۷۹ -
 حرف تردید ۲۵۵ -
 حرف چارہ ۲۵۵ -
 حرف شرط ۲۵۵ -
 حرف ظرف ۲۵۵ / ۲۷۹ -
 حرف عاطفہ ۲۷۸ / ۲۸۰ -
 حرف ندا ۲۵۵ -
 حرف نفی ۲۵۵ -
 حشویات ۳۶۷ -

خ

- خدرعی ۳۵۵ -
 خہال ۳۱۵ -

د

- دوب ۱۳ / ۳۰ -
 دسا ۱۳ -
 دلہی ۲۵ -
 دوازده ماہہ ۳۹۱ -
 دوستنہ ۹۱ -

س	دوهره ۹۱ ۹۸ ۱۲۸ ۱۳۲
جا کوی ۱۹۸ ۲۰۴ ۲۰۸	۱۳۴ ۱۳۸ ۱۳۹ ۱۹۹
۲۳۹ ۲۴۸ ۲۴۹ ۳۳۰	۲۰۴ ۲۰۸ ۲۱۶ ۲۲۱
سج ۹۱ -	۲۳۳ ۲۴۸ ۲۴۹ ۳۳۰
سوپ کک ۱۳ ۴۰ -	۳۸۰ ۳۸۲ ۳۸۸ -
سورک ۲۳۳ ۲۴۰ ۲۹۳ -	دهرله ۲۴ ۲۴ -
سوی ۱۳ -	دهن ۵۳ -
سپنله ۱۳ -	ژ
س روزہ ۳۹۱ -	ژااون ۲۳ -
ش	ژکوسله ۹۰ -
شہر آشوب ۱۳۲ -	ژ
شہادت نامہ ۲۳۷ -	زبانی ۳۰۴ ۳۱۸ -
شہوریہ ۳۸۹ -	زویف ۳۸۰ ۳۹۰ -
ص	زکن مائی ۹۲ -
صلت ۲۵۳ -	زہی ۱۳ -
صلت تشییہ ۲۵۳ -	زختہ ۱۰ ۵۹ ۶۰ ۷۰
صلت مقداری ۲۵۵ -	۷۲ ۷۶ ۷۷ ۷۸ ۷۹
ض	۸۰ ۸۳ ۸۴ ۸۵ ۸۶
ضمیر ۲۵۳ ۲۵۸ ۳۷۵ ۳۸۱ -	۸۷ ۸۸ ۸۹ ۹۰ ۹۱
ظ	۱۰۰ ۱۳۸ ۱۷۷ ۱۷۸
ظرف ۲۵۳ -	۱۹۹ ۲۰۹ ۲۳۱ ۳۶۸
ظرف زمان ۲۵۳ -	۳۹۹ -
ظرف مکان ۲۵۳ -	ژ
	زبان روزگار ۱۵ ۱۸ -
	زہیری ۱۳ -

ع

- عاطفه - ۲۹۵ -
عرف هندوستان - ۱۶ -
عروضی وزن - ۹۱ -
علامت مفعولیت - ۳۵۸ -

غ

- غزلیات اسبوعیه - ۳۹۱ -
غزلیات اہامیہ - ۳۹۰ -
غزلیات شہوریہ - ۳۸۹ -

ی

- فعل لازمی - ۲۹۷ -
فعل متعدی - ۲۸۱ / ۲۹۷ -
فعل متعدی متعدی - ۲۹۹ / ۲۹۷ -

ز

- زانیہ - ۳۸۰ / ۳۹۰ -
زبش - ۹۱ / ۹۳ -

ک

- کبت - ۳۱۵ -
کبوتر نور - ۱۵ -
کت زیب - ۱۳ -
کروانی - ۲۶ / ۲۷ -
کلا - ۱۳ -
کنکوت - ۲۲ / ۲۷ -
کھنہ - ۲۳ / ۵۳ -

کس کہن - ۱۳ / ۷۱ -
کی

- کچ باگ - ۲۵ -
کچ چھنب - ۲۵ / ۲۷ -
کچ قال - ۳۰ -
کندہ پوری - ۲۵ -
گردان - ۳۵۷ -
گم شنبہ - ۳۲ -
گھنٹا ہیرہ - ۲۳ / ۲۷ -
گیت - ۳۹۲ / ۳۱۶ -

ل

- لاون - ۳۹۲ -
لانگ پانی - ۲۲ -
لوند - ۳۸۷ / ۳۹۶ -
لوہ لنگر - ۲۵ / ۲۷ -

م

- مبارک شنبہ - ۳۲ -
مظارب - ۹۲ / ۳۸۰ -
مشن - ۹۱ / ۳۸۰ -
مثنوی - ۹۹ -
محبی - ۹۳ -
مخلص - ۱۳۰ / ۱۳۳ / ۱۳۲ -
- ۱۷۸ -
مراتب عرفان - ۳۰۸ -
مرثیہ - ۲۳۷ / ۳۸۰ -
مرگہنی - ۲۳ -

ن

- نصاب ۱۱۷، ۱۱۸ -
نوازش ۳۰ -
نورنامہ ۲۳۷ -

و

- وانت نامہ ۲۳۷ -

ہ

- ہفتہ واری نظمیں ۳۹۲ -
ہندوی ۱۶ -

ے

- ہائے پراہن ۱۳ -
ہائے زائدہ ۲۶۸ -

- معراج نامہ ۲۴۷ -

- مسرور ۳۸۹ -
مصابیح ۹۳ -
معتبر ۲۵۰، ۲۵۱، ۳۶۸ -
معتبر، غیر منصرف ۲۷۳ -

- مقبوض ۹۱، ۹۲ -
مقدار ۲۵۳ -

- مقدر ۲۸۳ -

- مکرمی ۹۰، ۳۱۳ -

- موصول ۲۵۳ -

- مہاری ۲۳ -

- میٹھ یا میٹ ۲۶، ۲۷، ۲۸ -

- میگھ ڈلبر ۱۲، ۲۵، ۲۷ -

کتابیات

و

- ادب الفاضلہ ۱۲۷ -

- ادب چھو کرہ ۳۱۵ -

- استاد الاچھار ۳۰۷ -

- اعجاز سخن ۸۹ -

- اعظم باری ۱۱۹، ۱۲۰ -

- النبیہ ۷۳ -

- اللہ باری ۱۱۹، ۱۲۰، ۱۲۲ -

- ۱۲۳ -

- انشائے نعمت ۳۸۵ -

- انشائے یوسفی ۵۶ -

- اورینٹل کالج میگزین ۶۹، ۷۲ -

- ۸۱، ۹۵، ۱۳۰، ۱۳۶ -

- ۲۰۸، ۲۳۳، ۳۵۱ -

- آب حیات ۷۳ -

- آخر گت ۳۱۳ -

- آئین اکبری ۱۲، ۱۳، ۱۵،

- ۱۶، ۱۷، ۲۰، ۲۱، ۲۶،

- ۲۷، ۲۸، ۳۹، ۷۰ -

- اثبات وحدت الوجود ۳۰۷ -

- اثبات مہدویت ۱۳۷ -

- احکام الوثنیٰ برائے مردم سکند

- سنام ۱۳۱ -

- احوال الامیرۃ ۱۳۳ -

- احیاء العلوم ۳۳۸ -

تاریخ جہانگیر ۳۵۵ / ۳۱۵ -

تاریخ طبقات ناصری ۳۵۲ -

تاریخ عربی ۱۳۷ / ۲۰۵ / ۲۰۸ -

۲۲۸ / ۲۳۳ / ۲۳۳ / ۲۳۵ -

۲۴۷ / ۲۴۸ / ۲۵۰ / ۲۵۱ -

۲۵۳ / ۲۷۶ -

تاریخ فرشتہ ۴۷ -

تاریخ مہاراج شاہی ۳۵۳ -

تحفۃ النصاب ۲۳۰ / ۲۳۲ -

تذکرۃ الرمضان ۴۰۲ -

تذکرہ روز روشن ۷۸ / ۸۶ -

تذکرہ ریاض الشعرا ۶۷ -

تذکرہ کلزار ابراہیم ۱۳۱ / ۱۳۳ -

تذکرہ میر تقی میر ۱۰۰ -

تذکرہ میر حسن ۶۶ / ۹۵ / ۱۳۱ -

تذکرہ ہندی ۸۹ -

تذکرہ فنائیں المآثر ۶۲ -

تفسیر حسینی ۲۲۳ / ۳۳۸ -

تفسیر نیایع ۳۳۸ -

تبیہ الماقلین ۳۳۸ -

تغید الغور ۹۱ / ۹۳ -

توزک جہانگیری ۱۰ / ۱۱ -

۲۸ / ۳۱ / ۳۲ / ۳۳ -

۳۶ / ۳۹ / ۴۹ / ۵۱ / ۷۰ -

تیرہ ماسہ ۶۷ / ۳۸۳ / ۳۸۵ -

۳۸۶ / ۳۸۷ / ۳۹۲ / ۳۹۳ -

۳۹۴ / ۳۹۶ / ۳۹۹ / ۴۰۰ -

ایزد باوی ۱۱۹ / ۱۲۰ -

پ

بابر نامہ ۱۳۱ / ۳ / ۷ -

باد سیل ۱۱۹ -

باران انواع ۲۳۶ -

بارہ ماسہ ۶۷ / ۹۵ / ۳۷۳ -

۲۹۰ / ۳۸۶ / ۳۸۷ -

بارہ ماسہ سنگرہ ۳۸۹ -

ہکت کہانی ۶۸ / ۶۹ / ۷۰ -

۹۵ / ۹۸ / ۱۰۳ / ۱۰۵ -

۲۹۰ / ۳۸۶ -

بحرالفضائل ۱۹ -

بحرالمعانی ۱۳۷ / ۲۳۶ -

بحرالذکات ۱۹۱ / ۱۹۳ -

برہان المارین ۳۳۸ -

بلبل باغ ہند ۴۱۳ -

بوستان ۶۰ / ۱۲۰ -

بہار دانش ۱۲۰ -

پ

پرہیز راج واسا ۳۲۹ -

پریم قصہ ۳۸۶ -

پنجاب میں اودو ۶۹ / ۷۶ / ۳۶۷ -

۳۷۰ -

پیشانی لسانی ۳۵۳ -

ت

تاریخ ادبیات ہندی و ہندوستانی

۳۶۵ / ۳۷۰ -

ث

تعلیمی - ۳۳۸ -

ج

جامع الفوائد - ۵۶ -

جان پنهان - ۱۲۱ -

جراتل ایشیا ناک سوسائٹی بنگال ۹

- ۳۵۸ / ۳۵۳ / ۸۹ -

جلوۂ خضر - ۸۹ -

جواہرالتفاسیر - ۳۳۸ -

جواہر القرآن - ۳۸۸ -

جہیز نامہ - ۳۰۳ -

جہیز نامہ بی بی فاطمہ - ۳۸۳ -

چ

چمستان شعرا - ۶۰ / ۸۹ / ۱۳۱ -

چوہائی ما - ۳۸۳ -

ح

حصار گزینہ - ۳۵۵ / ۳۵۲ -

حمد باری - ۱۲۰ -

خ

خالق باری - ۳ / ۵۷ / ۹۰ / ۱۱۸ -

- ۱۲۰ / ۱۲۱ / ۱۲۷ / ۳۵۹ -

- ۳۶۳ -

خلوص عہدیت - ۱۳۷ / ۲۰۸ -

خطبات چلوید - ۸۹ -

خواب نامہ - ۹۷ / ۳۸۳ -

خواب نامہ پیمبر (۳۷۱ / ۳۰۲ -

- ۳۰۵ / ۳۰۴ / ۳۰۳ -

ذ

ذرا المجالی شمس العلوم - ۳۳۸ -

ذرد نامہ - ۲۸۹ / ۳۷۱ / ۳۷۲ -

- ۳۷۹ / ۳۸۰ / ۳۸۱ -

ذریعہ - ۲۲۳ -

ذرویش نامہ - ۱۳۷ -

دلائل نبض و رسالہ قارورہ - ۵۶ -

دوازده ماہہ - ۹۸ / ۱۰۳ -

دھیز نامہ - ۳۷۱ -

دھیز نامہ بی بی فاطمہ خاتون - ۳۷۱ -

دیوان بابر (ترکی) - ۹ -

دیوان حافظ - ۱۰ / ۲۳۲ / ۳۸۵ -

دیوان خواجہ مسعود - ۳۸۹ / ۳۹۰ -

ڈ

ذوق الصبیان - ۱۲۳ / ۱۲۵ -

ڑ

راحت المومنین - ۷۳ -

رازق باری - ۱۱۹ / ۱۲۰ -

راگ مالا - ۳۱۵ -

رحمت باری - ۱۱۹ / ۱۲۰ -

رسالہ ایشیا ناک سوسائٹی بنگال - ۹ -

رسالہ بريق لامع - ۳۱۳ -

زیچ شاهجهانی ۳۷ -
زینت المصالح ۱۳۷ / ۲۱۳ / ۲۳۳
- ۲۳۵

ص

سب زم ۳۷ / ۲۷۶ -
سنة ضرورية ۵۶ -
سواع مهدی موعود ۱۵۷ -
سیر المعارفین ۵۶ / ۷۶ -
سیف الملوک و بدیع الجہال ۱۲۸ -
ش

شاهجهان نامہ ۳۵ / ۳۶ / ۳۹
- ۵۲ / ۵۰

شاد نامہ ۳۸۵ / ۳۷۳ -
شرح بوستان ۱۲۱ -
شرح جواهر القرآن ۳۸۳ -
شرح زلیخا ۱۲۱ -
شرح فارسی چوبائینا ۳۰۷ -
شرح گلشن راز ۱۶۳ -
شرح مخزن السرار ۳۶۲ -
شرح مقاصد ۲۲۳ -
شرف نامہ احمد منیری ۱۲۷ -
شرف نامہ تیموری ۱۱ -
شائیل نامہ ۱۳۷ -
شہادت نامہ ۱۳۷ / ۲۱۳ / ۲۲۱
- ۲۳۶ / ۲۲۹ / ۲۲۸

ص

صادق باری ۱۱۹ / ۱۲۰ -

رسالہ در تائید کرویہ میان مصطفیٰ
۱۳۷ / ۲۳۶ -

رسالہ در حجت دلیل علی واسطہ
۱۳۷ / ۲۱۸ -

رسالہ راگ ۱۳۷ / ۲۱۹ / ۲۳۱ -
رسالہ رمضان ۳۱۳ -

رسالہ زبدة السالکین ۳۰۷ -
رسالہ زوکامل عیار ۱۳۳ -
رسالہ طریق الہدیٰ ۳۰۷ -
رسالہ عید اللہ انصاری ۷۳ -
رسالہ عبدالواسع ۱۲۱ -

رسالہ عبدو ۳۷۰ -

رسالہ علم افرائض ۳۰۲ -

رسالہ عمل مہدوران ۲۳۶ -

رسالہ مہندی ۳۶۶ / ۳۶۷ -

رسالہ نظم خیاس از منت خدا راست
-
بس ۱۳۷ -

رسالہ واجب ممکن ۳۰۷ -

رسالہ والدید ۹ -

رمزالمشق ۱۲۸ -

رنگیلی ۳۱۵ -

روضۃالرضوان ۳۰۱ / ۳۱۳ -

رہنگ گزیلیر ۳۵۳ / ۳۵۵ -

رباعی الادبید ۳ / ۵ / ۵۶ -

ز

زادالفرا ۱۹۸ -

زاعنی ۳۳۸ -

- صرف هوای ۱۰ -
 صمد باری ۱۲۱ / ۳۵۹ -
 صنعت باری ۱۱۹ / ۱۲۰ -
- ط
- طبقات اکبری ۵۹ / ۷۳ -
 طبقات الشعرا ۸۹ / ۱۳۱ -
 طبقات ناصری ۳۵۲ -
 طوطی نامه ۱۲۰ -
- ع
- عبرت الفاتحین ۳۷ -
 عجمی ۲۳۸ -
 عرس و تاریخ میراند ۱۳۷ -
 عرفات العاشقین ۱۳۱ -
 عروض مدنی ۹۱ -
 عنائد عظیم ۳۱۵ -
 عنائد مهذوبان ۱۳۷ / ۱۳۸ -
 ۲۳۸ -
- غ
- غرائب اللغات ۱۲۱ / ۳۶۰ -
 ۳۶۱ / ۳۶۲ / ۳۶۳ / ۳۶۴ -
 غرة الکمال ۹۱ -
- ف
- فارسی نامه ۱۱۹ / ۱۲۲ -
 فتاویٰ هندی ۳۰۸ -
 فتح نامه ۱۳۷ -
- فتح نامه اسماعیل ۲۴۹ -
 فرح الصبایان ۱۲۲ / ۱۲۷ -
 فرهنگ آمیزه ۱۸ -
 فرهنگ آند راج ۳۹ -
 فقه هندی ۹۷ / ۳۶۵ / ۳۶۶ -
 ۳۶۷ / ۳۶۸ / ۳۷۰ / ۳۷۲ -
 ۳۷۷ / ۳۷۸ -
 فوائد الاخبار ۵۶ -
 فوائد الفوائد ۵ / ۵ -
 فوت نامه ۳۸۰ / ۳۸۱ -
 فهرست امپرنکر ۳۷۱ -
 فهرست اودیه لائبریری ۶۷ / ۳۶۵ -
 ۳۷۰ / ۳۰۲ -
 فهرست ایتلی ۳۸۵ -
 فهرست ویو ۳۸۵ -
 فهرست کتب هندوستان (انڈیا آفس)
 ۶۷ -
 فهرست مخطوطات فارسی (انڈیا آفس)
 ۳۸۵ -
 فیض عام ۸۰ / ۱۳۷ / ۱۶۳ -
 ۱۹۰ / ۱۹۹ / ۲۰۰ / ۲۰۱ -
 ۲۰۲ / ۲۰۳ / ۲۴۶ -
- ق
- قادر باری ۱۱۹ / ۱۲۰ -
 قادر نامه ۵۷ -
 قانون سلوکه ۳۰۸ -
 قصه حسن و دل ۷۳ -

مجموع المضامین ۶۱ / ۶۳ / ۶۵ /
- ۹۷ / ۹۷

مجموع الانشا ۳۸۵ -

مجموع التفاسیر ۹۰ -

مجموعه لغز ۸۹ -

مجموعه نامه ۹۷ / ۳۶۶ / ۳۷۰ /

۳۷۱ / ۳۷۲ / ۳۷۳ / ۳۷۴ /

۳۷۶ / ۳۷۷ / ۳۷۸ -

مغزین نکات ۵۹ / ۶۶ / ۷۸ / ۱۳۱ -

ممدار الافاضل ۸۳ -

مرآت مکتوبی ۱۵۳ -

مسائل هندی ۳۶۶ / ۳۷۰ / ۳۷۱ /

۳۷۲ / ۳۷۷ / ۳۷۸ / ۳۷۹ -

مصایح ۳۲۶ / ۳۳۸ -

مطبوع الصبیان ۱۱۸ -

معارف المعجم ۹۱ / ۹۳ -

معراج نامه ۱۳۷ / ۲۳۶ / ۳۸۹ -

معیار الاشعار ۹۲ -

مفتاح الانواء ۱۲۳ -

مکتوبات میان مصطفی ۱۹۳ /

۱۹۴ / ۱۹۸ / ۲۰۰ -

منتخب التواریخ ۱۰ / ۶۰ / ۶۱ /

۱۳۱ / ۱۶۳ / ۱۶۴ / ۳۸۵ -

منتخب الباب ۵۱ / ۵۵ / ۶۹ -

مواهب علیہ ۳۸۵ -

مویده القضا ۶ / ۱۲۷ -

ن

ناصر باری ۱۱۹ / ۱۲۰ -

قصیده امالی ۳۱۴ -

قصیده حق حاضر و حق ناظر و

۲۳۰ / ۲۳۲ -

قصیده در اسم ادویه مفردہ ۵۶ -

قصیده در لغات هندی ۵۷ -

قیادت قائمہ ۳۱۴ -

ک

کج منفردہ ۹۸ -

کلام مجید ۳۳۷ / ۳۳۸ -

ک

کرتیہ صاحب ۳۸۹ -

کل رعنا ۱۳۱ / ۱۳۸ -

گلزار فکر ۱۲۸

گلستان ۱۲۰ -

گلستان رحمت ۱۵۰ -

گناه کبیرہ ۱۳۷ / ۲۳۵ / ۲۳۶ -

ل

لباب التاویل ۳۳۸ -

لطایف السلوک ۳۰۷ -

لیث مغل ۱۳۴ -

م

ماکول و مشروب ۵۶ -

مشوی لیلی مجنون ۹۹ -

مشوی معنوی ۳۰۴ -

مشوی نل و دمن ۵۸ -

نسخہ دلکشا - ۸۹ -

نسخہ کمال ابوی - ۵۰۴ -

نصاب الاحتساب - ۱۳۱ -

نصاب الصبیان - ۱۱۷ / ۱۱۸ -

نصاب بدیع - ۱۱۷ -

نصاب خسرو - ۱۱۷ -

نصاب سہ زبان - ۱۲۱ / ۳۵۹ -

نصاب ضروری - ۱۱۹ -

نصاب شہابی - ۱۱۷ -

نصاب کمال الدین - ۱۱۷ -

نصاب مقلوب - ۱۱۸ -

نصاب میراب - ۱۱۸ -

نصیحت نامہ - ۳۱۵ -

نفل مردے کہ چہار چیزش آمدہ

بود - ۱۳۷ -

نفل ہیزم فروش - ۱۳۷ -

نکات الشعرا - ۸۹ / ۱۳۱ / ۳۶۸ -

و

واحد ہاری - ۱۱۹ / ۱۲۰ / ۱۲۱ -

- ۱۲۲

واردات - ۱۲۸ -

واسع ہاری - ۱۱۹ / ۱۲۰ -

والدی - ۳۲۶ / ۳۲۸ -

وصیت نامہ - ۳۱۵ -

وقات نامہ - ۱۳۷ / ۲۱۳ / ۲۱۵ -

- ۲۱۷ / ۲۱۸ / ۲۲۱ / ۲۲۸ -

- ۲۳۶

ھ

ہادی' ہریانہ - ۳۱۳ -

ہندوستانی ڈکشنری - ۱۸ -

غیر والیجا - ۱۲۰ -

ے

یوسف زلیخا - ۲۱ / ۹۹ / ۳۰۵ -

یوسف زلیخاے جامی - ۹۹ -

صحت نامۂ اغلاط

صفحہ	سطر	غلط	صحیح
۹	۱۷	من	متن
۱۹	۱۸	ابوالفضل	ابوالفضل
۲۱	۱	سرا	سرا
۲۳	۱	سکار	سکار
۲۵	۳	آندوں	آندوں
۲۸	۱۲	چلتا رہے	چلتا ہے
۲۹	۹	سٹے	سٹے
۳۱	۱۱	ہاشند	ہاشند
۳۷	۳	لاہوری	لاہوری
۳۲	۲	کو کہنا	کو ہونا کہنا
۳۶	۳	ربان	زبان
۵۲	۲۳	(رتہ صفحہ ۳۱۹)	(رتہ صفحہ ۳۱۹)
۷۸	۳	تہ ڈرے ہے	تہ ڈرے ہے
۹۳	۱۰	منسوب	منسوب
۱۰۳	۱۳	لاڑے	لاڑے
۱۰۶	۸	پہ	پہ
۱۱۰	۱۷	لکھی	لکھی
۱۱۳	۱۵	ہم نامی ^۲	ہم نامی ^۲
۱۱۶	۱	ہیندا	ہیندا
۱۱۶	۲	یک دم	یک دم
۱۲۱	۲۳	غرمال	غرمال
۲۳۲	۱۲	میاونا	میاونا

صفحہ

سطر

خط

صحیح

۶۵۷

۷

آہٹاں

آہٹاں

۲۸۷

۳

ڈاٹے

واٹے

۳۰۹

۳

ہاور

تہاور

۳۱۹

۱۳

ہاو

ہاو

۳۲۰

۱۱

بجھاتا

بجھاتا

۳۲۵

۲۳

'ہاوی دنیا'

'ہاوی دنیا'

۳۳۳

۴

بدلے

بدلے

۳۳۳

۱۷

کچھ

کچھ

۳۳۷

۵

نیں

نیں

۳۵۳

۲۶

لیروز

لیروز

۳۶۱

۲۳

کڑی

کڑی

۳۶۸

۶

سے مطابق

سے مطابق

۳۷۰

۱۵

تار

تار

۳۹۳

۲۳

رعد

جیو

۴۰۸

۲۰

س

اس